فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ الاية
وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ الاية

نجم الفتاوىٰ

جلد اوّل

کتاب الایمان والعقائد

ایمان وعقائد کے مختلف شعبوں سے متعلق تقریباً
پانچ سو اہم فتاویٰ جات کا مدلل ومفصل مجموعہ

تالیف

شیخ الحدیث مفتی سیّد نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم

مہتمم ورئیس دارالافتاء جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن

جدید ترتیب وتبویب

مفتی وقار احمد

استاذ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ الاية
وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ○ الاية

نَجْمُ الْفَتَاوٰی

جلد اوّل

کتاب الایمان والعقائد

ایمان وعقائد کے مختلف شعبوں سے متعلق تقریباً پانچ سو اہم فتاوی جات کا مدلل و مفصل مجموعہ

تالیف

شیخ الحدیث مفتی سیّد نجم الحسن امروھوی دامت برکاتہم
مہتمم ورئیس دارالافتاء جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن

جدید ترتیب و تبویب

مفتی وقار احمد
استاذ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)

کتاب کا نام	نجم الفتاوی (جلد اوّل) ''کتاب ایمان و العقائد''
مؤلف	حضرت شیخ الحدیث مفتی سیّد نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم
جدید ترتیب وتبویب	مولانا مفتی وقار احمد صاحب (استاذ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی)
کمپوزنگ، سیٹنگ	مفتی ضیاء اللہ صاحب، بھائی شکیل احمد صدیقی صاحب
سن اشاعت	۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء
مطبع	پرنٹ مارک 0321-3939101, 0321-9270048
ناشر	شعبہ نشر واشاعت دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

حاصل کرنے کیلئے رابطہ کیجئے

شعبۂ نشر واشاعت، جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

0301-3452678 021-32064664021-38302662

مکتبہ المعارف، سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

0333-2833755

نیز ملک کے تمام مشہور کتب خانوں پر بھی دستیاب ہے

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست کتاب العقائد

کتاب الایمان والعقائد ...... (ایمان اور عقائد کے بیان میں)

فصل فی کلمات الکفر وغیرھا ...... (کفریہ کلمات اورافعال کے بیان میں)

فصل فی السنة و البدعة ......(سنت اور بدعت کے بیان میں)

کتاب الانبیاء ...... (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)

کتاب التفسیر و مایتعلق بالقرآن ...... (تفسیر اور دیگر علوم قرآنی کے بیان میں)

کتاب مایتعلق بالحدیث ...... (حدیث شریف سے متعلق سوالات)

فصل مایتعلق بتحقیق الروایات ...... (روایات کی تحقیق کے بیان میں)

باب مایتعلق بالصحابة ...... (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق سوالات)

فصل فی الرؤیا ...... (خواب سے متعلق احکام)

کتاب مایتعلق بالتصوف والسلوک ...... (تصوف اور سلوک کے بارے میں)

کتاب التوسل والتبرک ...... (وسیلہ اور تبرکات سے متعلق سوالات)

کتاب الاسماء والالقاب ...... (ناموں اور القابات کے بارے میں)

فصل فی الفرق الاسلامیۃ والباطلۃ والاشخاص المتعلقین بہا

(صحیح اور گمراہ فرقوں اور ان سے متعلق شخصیات کے بارے میں)

فصل فی التعویذات ...... (تعویذات کے بیان میں)

فصل فی اغلاط العوام ...... (عوام الناس کے توہمات اور اغلاط کے بیان میں)

کتاب التاریخ و السیر ...... (تاریخ اور سیر کے بیان میں)

کتاب الاجتهاد والتقليد ...... (اجتہاد اور تقلید سے متعلق سوالات)

فصل فی علامات الساعة ...... (قیامت کے احوال اور علامتوں کے بارے میں)

فصل فی احوال مابعدالموت ...... (مرنے کے بعد کے احوال کے بیان میں)

فصل فی کیفیة الحشر واحواله ......(میدان حشر اور اس کے احوال کے بارے میں)

فصل فی المتفرقات ......(متفرق مسائل کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، اما بعد!

دنیا بھر میں آج تک جتنے مذاہب آئے ہیں ان میں اسلام نے سب سے زیادہ جامع واضح اور مکمل قوانین دیئے ہیں جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے آسان اور قابل عمل ہیں ان قوانین کے مجموعہ کو فقہ اسلامی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

فقہ کا انسانی زندگی اور معاشرے سے انتہائی گہرا تعلق ہے قرآن وحدیث سے مستنبط ہونے والے اس قانون فقہ سے انسانی زندگی کے شب وروز اور معاشرہ کے نشیب وفراز میں نہ یہ کہ صرف رہنمائی ملتی ہے بلکہ معاشرے کو حرکت، حرارت اور خصوصی تیزی بھی نصیب ہوئی ہے۔

زمانے کی تبدیلی، احوال کے فرق اور حاجات وتقاضوں اور ضرورتوں کے تحت آنے والے نت نئے اور پیچیدہ مسائل کو فقہاء کرام نے شبانہ روز محنت اور اپنے فہم وادراک کا صحیح استعمال کرتے ہوئے فقہی اصول وقواعد کی روشنی میں حل کیا ہے جسے فتویٰ کہا جاتا ہے، ان حضرات کی محنتوں اور کاوشوں کی جتنی پذیرائی کی جائے کم ہے۔

ہمارے مشفق استاذ محترم حضرت شیخ الحدیث مفتی سید **نجم الحسن** صاحب امروہوی دامت برکاتہم اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہیں۔ اللہ رب العزت نے حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ ایسے خطیب ہیں جو سامعین کے دل ودماغ کو فتح کرلیتے ہیں۔ آپ کی زبان کی حلاوت اور تعبیر وبیان کی سلاست عوام وخواص دونوں کو متاثر کرتی ہے۔ لیکن جو فن آپ کو اپنے معاصرین سے ممتاز کرتا ہے اور جو آپ کی شہرت اور مقبولیت کا خاص سبب بنا ہے وہ ہے ''فقہ''...... فقاہت میں تعمق کے ساتھ ساتھ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ کی کئی سالہ رفاقت نے آپ کی ان صلاحیتوں اور صفات میں چار چاند لگادیئے ہیں۔

حضرت الاستاذ...... دامت برکاتہم...... کے فتاویٰ میں بعض تحقیقی فتاویٰ ایسے بھی ہیں جو خود ایک کتابی شکل رکھتے ہیں۔ ''ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل و مدلل فتویٰ'' جو دسیوں دار الافتاء کی تصدیق کے بعد منصۂ شہود پر کئی ماہ پہلے آ گیا ہے اس کی واضح مثال ہے۔ اور آپ کے خود نوشتہ اور مصدقہ فتاویٰ جات کی تعداد تو ہزاروں میں ہے لیکن ان میں سے اہم اور زیادہ آمدہ مسائل کا انتخاب کر کے سلسلہ وار ''نجم الفتاویٰ'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ آج سے پانچ سال قبل اسی سلسلے کی پہلی کڑی جلد اوّل ''کتاب العقائد'' کے نام سے شائع ہوئی تھی (اس کی ترتیب وتبویب حوالہ جات اور عربی عبارات کی مراجعت حضرت مفتی غلام مصطفیٰ صاحب اور حضرت مفتی الیاس صاحب مدظلہما نے کی تھی اب راقم نے حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کے حکم سے اس کے کئی مسائل کی از سر نو تحقیق اور بعض نئے مسائل کا اس میں اضافہ اور مکمل جلد کی دوبارہ تصحیح کا کام بھی کیا ہے) اور اپنی پہلی اشاعت میں علماء وطلباء کے حلقے میں اس نے خوب پذیرائی پائی۔ اس پہلی جلد میں ایمانیات سے متعلق مختلف مباحث، کلماتِ کفر کا بیان، رد بدعات، فرسودہ رسومات وروایات اور اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر سیر حاصل مواد موجود ہے لیکن پھر بعض وجوہات کی بنا پر کچھ عرصہ تک یہ کام معطل رہا۔ ۲۰۰۷ء کے اواخر میں اس ناچیز کی جامعہ دار العلوم یاسین القرآن میں تقرری ہوئی اور پھر حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کی طرف سے ''نجم الفتاویٰ'' کی ترتیب وتبویب اور تصحیح کے کام کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

راقم الحروف کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس مجموعہ کو مرتب کرنے اور ''نجم الفتاویٰ'' کے اس سلسلے کو آگے بڑھانے کا شرف مجھے ملا، اور اس خوش نصیبی کا جہاں ایک پہلو اخروی اجر وثواب ہے، جس کی اللہ رب العزت سے بہت امید ہے، وہیں دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کام کے بہانہ کئی ہزار مسائل پر نظر ہوگئی۔ فتویٰ نویسی کا کچھ اسلوب سمجھ میں آیا، بالخصوص نجم الفتاویٰ کی جلد دوم اور جلد سوم شروع تا آخر تمام مسائل کی ترتیب وتبویب کرنے کی خدمت چونکہ راقم کو ہی ملی اسی لئے اس کی ترتیب اور خصوصیات کو بیان کرنے کی کوشش کی۔

نجم الفتاویٰ کی ترتیب کا انداز اور مسائل میں حوالہ جات کو ذکر کرنے کا طریقۂ کار دیگر تمام عصری فتاویٰ سے ذرا مختلف رکھا گیا ہے۔ تاکہ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ علماء کرام اور مفتیان کرام کو بھی ہر مسئلے کا مکمل حل با حوالہ مل سکے۔ حوالہ جات کے سلسلے میں صرف ایک کتاب پر ہی اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ اکثر جگہ کئی کتابوں سے حوالہ جات نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ فتاویٰ کی ترتیب میں مندرجہ ذیل طریقۂ کار ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۱)...... حتی الامکان مکررات کو حذف کیا گیا۔ البتہ جہاں کہیں کسی مکرر مسئلہ میں کوئی نئی مفید بات نظر آئی اس مسئلہ کو اس فائدے کے پیش نظر باقی رکھا گیا ہے۔

(۲)...... جلد اوّل مکمل ''عقائد'' سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے باقی دوسری اور تیسری جلد کی ترتیب میں فقہی ابواب کا ذکر قدیم طرز پر رکھا گیا، پہلے طہارت پھر صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج وغیرہ۔

(۳)...... ہر جلد کے ساتھ تفصیلی فہرست مرتب کی گئی ہے جس کی وجہ سے مسائل کو ڈھونڈنے میں سہولت رہے گی۔

(۴)...... تمام جوابات کے ساتھ حوالہ جات مع عربی عبارت کے نقل کیے گئے۔

(۵)......اس بات کی کوشش کی گئی کہ جواب کے ہر جزئیہ کا عربی حوالہ ضرور آئے۔

(۶)......ہر مسئلہ کے لئے فقہائے کرام کی عبارات سے جزئیہ صریحہ لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۷)......اوزانِ جدیدہ وقدیمہ ومقادیر شرعیہ کی اصطلاحات اور مسائل کو از سر نو تحقیق کے ساتھ علیحدہ عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

(۸)......اکابرین علمائے دیوبند رحمہم اللہ کے فتاویٰ میں پائے جانے والے بعض ظاہری تعارض پر اعتراضات، علامہ شامی کی بعض عبارات پر ہونے والے اشکالات کے جوابات کو بھی خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

(۹)......تحقیقی مسائل میں بھی عام فہم زبان استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ عوام وخواص دونوں مستفید ہوسکیں۔

(۱۰)......نزاعی مسائل اور تحقیقی مسائل میں ایک جزئیہ کے دو یا دو سے زیادہ کتب سے حوالے تحریر کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے بعض مقامات پر عربی عبارت کچھ طویل ہوگئی ہیں۔

(۱۱)......کوشش یہ کی گئی ہے کہ فتاویٰ کے جملہ مسائل متعلقہ ابواب میں اس کے ذیلی عنوانات کے تحت ذکر کئے جائیں لیکن اگر کسی جگہ ایسا کرنا ممکن نہ رہا تو ہر کتاب کے آخر میں متفرق مسائل کا عنوان دے کر اس کتاب سے متعلق مسائل اس میں درج کئے گئے ہیں۔

(۱۲)......تمام حوالہ جات کی دوبارہ تحقیق کی گئی ہے، نیز تحریر کے بعد حضرت الاستاذ......دامت برکاتہم...... نے تمام فتاویٰ جات پر خود نظر ثانی فرمائی ہے۔

اظہار تشکر

راقم الحروف اوّل اس ذات پاک کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جس نے اس عظیم کام کے کچھ حصے کی ترتیب وتبویب کی تکمیل کی ہمت عطا فرمائی اور پھر ان حضرات کا بھی دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں جنہوں نے اس گراں قدر اور مشکل کام میں میری کسی بھی قسم کی مدد فرمائی۔ محترم بھائی شکیل احمد صدیقی صاحب بھی خصوصیت کے ساتھ شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے جلد دوم، جلد سوم کی مکمل کمپوزنگ کا کام کیا، اور اس کی تصحیح اور پروف ریڈنگ میں دلچسپی سے کام کیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذ......دامت برکاتہم...... کے سایہ عاطفت کو عافیت کے ساتھ تادیر ہم سب پر قائم رکھیں، آمین۔ اس فتاویٰ کے سلسلے کو جلد از جلد تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اس میں کسی بھی قسم کی رہ جانے والی کمی کوتاہی کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس سلسلے کو شرف قبولیت سے نواز کر ہمارے لئے ہمارے والدین اور اساتذۂ کرام کیلئے کامل مغفرت اور نجات اخروی کا ذریعہ بنائیں اور ان تمام حضرات کو اپنی شان کے مطابق عظیم جزائے خیر عطا فرمائیں جنہوں نے کسی بھی مرحلے میں کسی بھی قسم کا تعاون کیا یا اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا، آمین۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

ضروری گذارش

اہل علم حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس فتاویٰ کی ترتیب، تبویب اور تصحیح پر اپنی بساط کی حد تک تو خوب توجہ دی گئی ہے مگر پھر بھی اغلاط کا رہ جانا ممکن ہے اس لئے اگر کسی بھی قسم کی کوئی غلطی یا خامی رہ گئی ہو تو اسے راقم کی کم علمی اور ناتجربہ کاری پر محمول کریں اور ازراہِ کرم اس کی نشاندہی فرمادیں تا کہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح ہو سکے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی النبی الکریم وعلی الہ و اصحابہ اجمعین

(حضرت مفتی) **وقار احمد** عفا اللہ الصمد

خادم الافتاء والتدریس

جامعہ دار العلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

۲۰/شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمۃ

از

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم

الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلی من تبعھم باحسان من المحدثین والفقھاء المجتھدین والعلماء العاملین ...... امابعد!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے : الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ (''رحمٰن'' وہ ہے جس نے قرآن پاک کی تعلیم دی)۔اس سے معلوم ہوا کہ تمام علوم میں اصل وحی کا علم ہے اور اس وحی الٰہی کے ساتھ اسلام جو فلاح انسانیت کا ضامن ہے انسانی زندگی کے تمام شعبوں ،افکار ونظریات ،اخلاق ،عادات ومعاملات، معاشرت ومناکحت ،حدود وتعزیر ،میراث وترکات ،نجی امور واجتماعیات ،ملکی وبین الاقوامی سیاسیات میں بھرپور رہنمائی مہیا کر کے زندگی کا رشتہ مکمل طور پر وابستہ کرتا ہے۔اس وابستگی کا فائدہ کیا ہے............؟

نوعی اعتبار سے انسان نباتات اور حیوانات سے برتر ومکرم مخلوق ہے:

ولقد کرمنابنی آدم الایۃ (الاسراء:۷۰)، لقدخلقنا الانسان فی أحسن تقویم (التین:٤).

مذکورہ انواع اپنی نشونما اور کمال نوعی کی تحصیل میں مادی غذا کی محتاج ہیں جیسے پانی کے بغیر نباتاتی وحیوانی زندگی کا تصور نہیں اسی طرح وحی خداوندی کے بغیر ''انسانی زندگی'' کا امکان نہیں۔کیونکہ انسانیت کے لئے وحی الٰہی کی ایسے ہی حقیقی ضرورت ہے جیسے حیات کے لئے پانی کہ جس طرح پانی کے بغیر درخت پھل لانے کے بجائے سوکھ کر ایندھن کی جگہ کام آتا ہے اسی طرح اتباع وحی کے بغیر کمال نوعی سے محروم ہو کر انسان دوزخ کا ایندھن بن جاتا ہے وماخلقت الانس والجن الالیعبدون الایۃ (الذاریات:٥٦)۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا تاکہ وہ یہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی گزار کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے اور آخرت میں جنت کا مستحق ہو جیسے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس انعام کا مستحق قرار دیتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولٰئک ھم خیر البریۃ ،جزاء ھم عند ربھم جنٰت عدن تجری من

تحتها الانھر خٰلدین فیھا ابدا ، رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ، ذلک لمن خشی ربہ ۝ (البینۃ :۷،۸)

اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کے تمام شعبوں کا اسی طرح فلاح دارین کا دارومدار فقط وحی پر ہے ۔اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت شیخ الہندفرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے انسان کوحواس بھی دیئے ہیں اور عقل بھی عطا فرمائی ہے لیکن ان کے ذریعے ایک مخصوص حدتک علم حاصل ہوسکتا ہے بلکہ اس میں بھی غلطیاں ہوتی ہیں مثلاً دن رات ہم مشاہدہ کرتے ہیں نگاہ غلطی کرتی ہے چنانچہ چاندنی رات کو جب چاند بھی نکلا ہوا ہو اور بادل بھی آسمان پر ہوں تو دیکھنے والے کومحسوس ہوتا ہے کہ گویا چاند دوڑ رہا ہے جبکہ حقیقت میں بادل دوڑ رہے ہوتے ہیں ۔یہی حال تمام حواس ظاہرہ کا ہے۔ جہاں تک عقل کا تعلق ہے سوآپ کومعلوم ہے کہ وہ نابالغ ہے خواہ وہ ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہنچ جائے ۔اس میں عدم بلوغ کی شان باقی اور برقرار رہتی ہے چنانچہ ہم عقلاء کو دیکھتے ہیں کہ ہر چیز میں اختلاف کرتے ہیں شاذ ونادر کسی مسئلے میں ان کا اتفاق ملے گا ورنہ اختلاف ہی اختلاف ہوتا ہے ۔یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ عقل کی رسائی منزل تک ضروری نہیں''۔ (کشف الباری ۱/۲۱۱)

معلوم ہوا کہ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے نہ تو حواس ظاہرہ پر کلی اعتماد وانحصار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انسانی عقل پر کیونکہ یہ تمام چیزیں حقیقت کے کماحقہٗ ادراک سے عاجز ہیں ۔ان کے مقابلے میں ایک ذریعہ علم وحی ہے جس کے دائرہ کار کی ابتدا عقل وحواس کی حدود ختم ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے اور یہ ایسا محفوظ ذریعہ ہے کہ قرآن نے اعلان کیا ہے: لایأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ،تنزیل من حکیم حمید۝ (حٰمٓ السجدۃ: ۴۲) نہ اس میں باطل کی آمیزش کا کوئی امکان ہے اور نہ خطأ ونسیان کا احتمال ہے۔اس لئے اگر کسی انسان کی فلاح و بہبود کے لئے کسی چیز پر مکمل اعتماد کیا جاسکتا ہے تو وہ فقط ''وحی'' ہے۔

الوحی:

امام راغب اصفہانی معجم مفردات الفاظ القرآن ص:۵۵۲ میں وحی کے لغوی معنی لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:''اصل الوحی الاشارۃ السریعۃ''۔یعنی جلدی سے اشارہ کردینا اور بتادینا کیونکہ فرشتہ ایک آن میں آکر غیب کی باتیں بتاجاتا ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری ۱/۱۴ میں لکھتے ہیں:''والوحی فی الاصل الاعلام فی خفاء''۔یعنی وحی کہا جاتا ہے چپکے سے بتادینے کو چنانچہ فرشتہ نبی کریم ﷺ کے پاس آکر اس طرح پیغام خداوندی پہنچادیتا تھا کہ لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔

لیکن اصطلاح میں وحی کا اطلاق صرف اس کلام پر ہوتا ہے''جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو خواہ بذریعہ فرشتہ یا کسی اور ذریعہ سے ،اس میں اسباب ظاہری اور امور عادیہ کا دخل نہ ہو''۔یہ وحی نبوت کے ساتھ خاص ہے۔اور اگر وحی میں اسباب ظاہری وغیرہ کا دخل ہو مثلاً وحی بذریعہ القاء فی القلب ہو یا بذریعہ خواب ہو تو اس پر لغۃً وحی کا اطلاق ہوتا ہے اصطلاحاً نہیں۔

(معجم مفردات الفاظ القرآن:ص۵۵۲)

پھر اس وحی کی دو قسمیں ہیں: والوحی اما متلو أو غیرہ وھو السنۃ (نور الانوار: ص ۲) "وحی متلو" قرآن ہے اور "غیر متلو" حدیث ہے۔ وحی کی ان دونوں قسموں سے استنباط مسائل واحکام کا نام فقہ ہے۔ جس کے ذریعے فرائض وواجب، حلال وحرام اور صلاح وفساد کا علم ہوتا ہے۔

فقہ کی اہمیت وفضیلت قرآن وحدیث کی نظر میں:

یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا، ومایذکر الا اولوا الالباب O

(البقرۃ: ۲۶۹)

"عنایت کرتا ہے سمجھ جس کو چاہے اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی خوبی ملی اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں"۔

اس آیت کے تحت درمنثور ۲/۶۶ میں حضرت مجاہدؒ کا قول نقل کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

عن مجاھد (یؤتی الحکمۃ من یشاء) قال لیست بالنبوۃ ولکنہ بالقرآن والعلم والفقہ.

"(عنایت کرتا ہے حکمت جسکو چاہے) فرمایا کہ حکمت سے مراد نبوت نہیں بلکہ قرآن، علم اور فقہ ہے"۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ تفسیر منقول ہے یعنی "قرآن میں سمجھ بوجھ"۔

وأخرج ابن ابی حاتم عن مالک بن انس قال زید بن اسلم ان الحکمۃ العقل الخ۔

"یعنی حکمت عقل ہی کا نام ہے اور میرے قلب میں یہ بات اللہ تعالیٰ نے ڈال دی کہ حکمت اللہ کے دین میں سمجھ کا نام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے دلوں میں داخل فرماتے ہیں اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ تو ایک آدمی کو پائے گا کہ وہ دنیاوی امور میں عقلمند ثابت ہوگا دوسرا اس کے مقابلے میں کمزور لیکن دینی معاملہ کو بصیرت سے جاننے والا ہوتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی اور پہلے عقلمند کو اس سے محروم رکھا۔ سو حکمت دین الٰہی میں سمجھ کا نام ہے"۔ (الدر المنثور ۲/۶۷)

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون O (التوبۃ: ۱۲۲)

"سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تا کہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ بچتے رہیں"۔

عن معاویۃ ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ "من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین" رواہ البخاری.

"جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں سمجھ (تفقہ) عطا فرماتے ہیں"۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ ﷺ افضل العبادۃ الفقہ وافضل الدین الورع.

(رواہ الطبرانی ۱۰/۱۲۲، وفی الترغیب ۱/۵۰، کنز العمال: ۲۸۷۶۳)

"افضل عبادت فقہ ہے اور افضل دین تقویٰ ہے"۔

عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما عن رسول الله ﷺ قلیل العلم خیر من کثیر العبادة و کفی بالمرء فقهاً اذا عبدالله و کفی بالمرء جهلا اذا أعجب برأیه.

(رواه الطبرانی فی الاوسط ۹/۳۱۸، الترغیب والترهیب ۱/۵۰)

''تھوڑا علم زیادہ عبادت سے بہتر ہے اور انسان کے سمجھدار ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے اور انسان کے لئے یہی جہالت کافی ہے کہ اس کو اپنی رائے بھلی لگے''۔

ان لکل شئ دعامة و دعامة هذا الدین الفقه ولفقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد.

(کنز العمال :۲۸۷٦۸)

''ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے، دین اسلام کا ستون فقہ ہے۔ اور شیطان پر ہزار عابدوں کے مقابلے میں ایک فقیہ عالم (کو گمراہ کرنا) سخت ہوتا ہے''۔

طلب الفقه حتم واجب علی کل مسلم. (کنز العمال ۱۰/۱۵۹ [۲۸۸۲۵])

''ہر مسلمان پر فقہ کا طلب کرنا ضروری اور واجب ہے''۔

تدوین فقہ اور ائمہ اربعہ:

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ اسلام ایک ہمہ گیر، وسیع اور دائمی نظام حیات ہے اور اس نے اپنی اس امتیازی شان ہمہ گیری اور دوامی حیثیت کی بقاء کی خاطر اپنے اندر لچک اور گنجائش رکھی ہے تا کہ ہر دور میں اور ہر جگہ انسانی ضروریات کا ساتھ دے سکے اور کسی منزل پر اپنے پیروکاروں کی رہبری سے قاصر نہ رہے۔

حضور اقدس ﷺ نے زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق ایک جامع ضابطہ حیات امت کو عطا فرمایا جس میں تمام شعبوں سے متعلق قواعد وضوابط بیان کر دیئے گئے ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کہ حضور ﷺ کے تربیت یافتہ تھے دین وشریعت کو قائم رکھا اور چار دانگ عالم میں اس کو پھیلا دیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے نئے مسائل پیش آتے گئے جن کا بظاہر قرآن وحدیث میں حکم نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ علماء ربانیین نے اس ضرورت کا احساس کیا اور اس کے لئے باضابطہ سب سے پہلے سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ آمادہ ہوئے اور اس کے بعد دیگر ائمہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے منتخب فرمایا جن میں ائمہ اربعہ کا ذکر خاص طور پر ملتا ہے۔

الامن اشتهرت مذاهبهم ، هم اربعة :ابو حنیفة الکوفی ومالک واحمد والشافعی واولهم الاول ویعاصره الثانی الخ (مقدمة الفوائد البهیة :ص٦)

''جن کے مذاہب نے شہرت حاصل کی وہ چار ہیں امام ابوحنیفہ کوفی، امام مالک، امام احمد اور امام شافعی ان چاروں میں سے

پہلے (یعنی امام ابوحنیفہ) مقدم ہیں''۔

سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی:

آپ کا پورا نام نعمان بن ثابت الکوفی ہے لیکن آپ کی شہرت آپ کی کنیت کے ساتھ ہے جو''ابوحنیفہ'' ہے۔ عام طور پر امام صاحبؒ کا عجمی النسل ہونا مسلم ہے۔ علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۶/ ۵۳۱ میں امام صاحبؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے:

''ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا، ہم فارسی نسل کے ہیں، ہمارے دادا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے''۔

تحصیل علم:

امام صاحب بیس (۲۰) سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے ادب وانساب اور اس کے بعد خصوصاً علم کلام حاصل کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد فقیہ وقت امام حماد کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے۔ امام صاحب نے اگرچہ مختلف اساتذہ سے فقہ وحدیث کی تحصیل کی ہے لیکن خصوصیت سے حضرت حمادؒ کے تربیت یافتہ تھے۔

شرف تابعیت:

اللہ تعالی نے امام صاحب کو تابعی ہونے کے شرف سے بھی نوازا تھا۔ بعض روایات کے مطابق جس زمانہ میں آپ کوفہ میں پیدا ہوئے تھے تو بہت سے صحابہ کرام وہاں موجود تھے۔ اور اس میں تو کسی کو بھی شبہ نہیں ہے کہ بعض صحابہ کو آپ نے دیکھا تھا۔

امارؤیته لانس رضی اللہ عنه وادراکه لجماعة من الصحابة بالسن فصحیحان لاشک فیهما.

(الخیرات الحسان: ۵۵)

''یعنی امام صاحب کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کا زمانہ پانا دونوں باتیں صحیح ہیں اور شک وشبہ سے پاک ہیں''۔

حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان ۳/ ۲۶۰ میں ترجمۃ عائشة بنت عجرد کے تحت یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے:

ان اباحنیفة صاحب الری سمع عائشة بنت عجرد تقول سمعت رسول اللہ ﷺ اکثر جند اللہ الجراد لاآکله ولااحرمه۔

''بے شک ابوحنیفہ صاحب رَیؒ نے حضرت عائشہ بنت عجرد کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ روئے زمین پر اللہ کا بہت بڑا لشکر ٹڈیاں ہیں جس کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ میں حرام کہتا ہوں''۔

یہ شرف ایسا ہے کہ جس میں ائمہ اربعہ میں سے کوئی آپ کا شریک نہیں بلکہ یہ امتیازی شان صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔

وفی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر انه ادرک جماعة من الصحابة کانوا بالکوفة بعد مولده

بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذالک لاحد من ائمة الامصار المعاصرين كالاوزاعى بالشام والحمادين بالبصرة والثورى بالكوفة ومالک بالمدينة الشريفة والليث بن سعد بمصر. (الخيرات الحسان :ص ٤٨)

''امام صاحب نے ان صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا جو ۸۰ھ میں آپ کی پیدائش کے بعد کوفہ میں موجود تھے اور اسی وجہ سے آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، یہ شرف ایسا ہے جو آپ کے معاصرین میں سے کسی کو حاصل نہیں''۔

امام اعظم کو ایک طرف تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے جو بقیہ تینوں ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے، دوسری طرف آپ ان سب سے بڑے ہیں۔

الحاصل ان التابعين افضل الامة بعد الصحابة فنعتقد ان الامام الاعظم والهمام الاقدم ابو حنيفة افضل الائمة المجتهدين واكمل الفقهاء فى علوم الدين ثم مالک فانه اتباع التابعين ثم الامام الشافعى لكونه تلميذ الامام مالک بل تلميذ الامام محمد ثم الامام احمد كالتلميذ للشافعى. (شرح الفقه الاكبر :ص ٣٤٦)

''حاصل یہ کہ صحابہ کرام کے بعد اس امت کے افضل ترین افراد تابعین ہیں پس ہمارا اعتقاد ہے کہ امام اعظم کا مرتبہ ائمہ مجتہدین میں سب سے اونچا ہے اور فقہاء علوم دینیہ میں آپ سب سے بلند و اکمل ہیں، آپ کے بعد امام مالک جو کہ تبع تابعی ہیں پھر امام شافعی جو کہ امام مالک بلکہ امام محمد کے بھی شاگرد ہیں پھر امام احمد جو امام شافعی کے شاگرد کے درجے میں ہیں''۔

دیگر ائمہ کرام کی توثیق:

امام مالکؒ سے امام شافعیؒ نے کہتے ہوئے سنا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا ہے اور ان سے گفتگو کی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ جو اگر پتھر کے ستون کو دیکھ کر یہ کہہ دے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ اس بات کو اپنی دلیل سے ثابت کرے گا۔ (سیر اعلام النبلاء ۶/۵۳۴)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ علم فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

(اعلام النبلاء ۶/ ۵۳۷......البدایہ والنہایہ ۱۰/ ۱۰۸)

یزید بن ہارون فرماتے ہیں میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو بردبار نہیں دیکھا۔

(سیر اعلام النبلاء :ص ۶/ ۵۳۷)

علی بن عاصم فرماتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ کے علم کا موازنہ ان کے ہم عصر فقہاء کے ساتھ کیا جائے تو یہ ان پر بھاری رہے گا۔ (حوالہ بالا)

ابن مبارک فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔
ابن مبارک یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ وسفیان کے ذریعے میری امداد نہ فرماتے تو میں آج عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

امام اعظم کی وفات:

وكانت وفاته في رجب من هذه السنة اعني سنة خمسين ومائة وكان مولده في سنة ثمانين فتم له من العمر سبعون سنة وصلى عليه ببغداد ست مرار لكثرة الزحام وقبره هناك رحمه الله.
(البدايه والنهاية: ۱۰/۱۱۰)

رجب کے مہینے ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی اور بغداد میں نماز جنازہ پڑھائی گئی۔

امام مالک رحمہ اللہ:

مالک نام، ابوعبداللہ کنیت، امام دارالہجرۃ لقب اور والد کا نام انس تھا۔ خالص عرب خاندان سے تھے جو جاہلیت اور اسلام دونوں میں معزز تھا۔ معتبر روایت کی بناء پر سن پیدائش ۹۳ھ ہے۔
امام مالک کے خاندان کا جس طرح دینی وعلمی لحاظ سے ایک ممتاز مقام تھا اسی طرح آپ کا مولد ومسکن مدینۃ الرسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام علماء وفضلاء کا مخزن تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سیکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم دور دراز مقامات میں نکل گئے تھے لیکن معدن، سونا نکلنے کے بعد بھی معدن ہے۔
آپ ہمیشہ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے، مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کبھی کسی اور شہر منتقل نہیں ہوئے۔ امام مالکؒ نے علماء مدینہ سے کسب علم کیا اور ایک طویل عرصے تک عبدالرحمٰن بن ہرمز کی شاگردی اختیار کی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ نافع اور ابن شہاب زہری اور اپنے علم فقہ کے استاد ربیعۃ بن عبدالرحمٰن عرف ربیعۃ الرائی سے کسب فیض کرتے رہے۔
مولانا سید سلیمان ندویؒ نے امام مالکؒ کے مجلس درس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:
”جاہ وجلال اور شان وشوکت سے کاشانہ امامت پر بارگاہ شاہی کا دھوکہ ہوتا تھا، طلبہ کا ہجوم، مستفتیوں کا اژدحام، امراء کا ورود، علماء کی تشریف آوری، سیاحوں کا گزر، حاضرین کی مؤدب نشست، درخانہ پر سواریوں کا انبوہ دیکھنے والوں پر رعب ووقار طاری کر دیتا تھا۔ (محدثین عظام: ص۹۲ بحوالہ حیات مالک)
امام مالکؒ کی وفات ہارون الرشید کے دور میں مدینہ منورہ میں ۱۷۹ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں آرام فرما ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۸۰ ...... سیر اعلام النبلاء ۷/۳۸۲)

امام شافعی رحمہ اللہ:

آپ کا اسم گرامی ابوعبداللہ محمد بن ادریس القریشی الہاشمی تھا۔آپ کا نسب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد امجد عبدمناف میں جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مل جاتا ہے۔آپ کی ولادت فلسطین میں غزہ کے مقام پر ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اتفاق سے یہ وہی سال ہے جس سال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے بچپن میں ہی قرآن شریف حفظ کرلیا،اس کے بعد عربی زبان میں کمال حاصل کرنے کے لئے ھزیل قبیلہ کے گاؤں تشریف لے گئے۔آپ نے مکہ مکرمہ کے مفتی مسلم الزنجی کی شاگردی اختیار کی یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی جبکہ آپ کی عمر ۱۵ سال تھی۔اس کے بعد مدینہ منورہ منتقل ہوکر امام مالکؒ سے علم فقہ حاصل کیا۔۱۸۳ھ میں بغداد تشریف لے گئے جہاں آپ نے امام محمد بن حسنؒ سے فقہاء عراق کے علوم حاصل کئے۔ ۱۸۷ھ میں مکہ مکرمہ میں امام احمدؒ نے آپ سے ملاقات کی انہوں نے آپ سے فقہ اور اصول ناسخ و منسوخ میں کسب فیض کیا۔اس کے بعد آپ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لے گئے جہاں آپ نے اپنے فقہی مذہب کی بنیاد رکھی اور مصر میں ۲۰۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور قرافہ کے مقام پر آپ کی تدفین ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۲۶۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

آپ کا نام ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن حلال بن اسد الذھلی الشیبانی تھا۔ ۱۶۴ھ میں بغداد میں ولادت ہوئی اور وہیں آپ نے تربیت حاصل کی۔

ابتدائی دور میں بغداد میں آپ نے امام شافعیؒ کی تقلید کی لیکن پھر بعد میں آپ مستقل امام مجتہد بن گئے اور حنبلی مذہب کی بنیاد رکھی۔آپ نے احادیث کے جمع اور حفظ کے سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دیں یہاں تک کہ اپنے دور میں امام المحدثین کہلانے لگے۔

حضرت ابراہیم حربی فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر اولین و آخرین کے علوم جمع فرمادیئے ہیں۔

امام شافعیؒ جب مصر تشریف لے گئے تو فرمایا جب میں بغداد سے نکلا تو وہاں امام احمدؒ سے بڑا نہ کوئی فقیہ تھا اور نہ پرہیزگار۔

ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دو آدمیوں کے ذریعے اعزاز بخشا،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارتداد کے وقت اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے فتنہ خلق قرآن کے وقت۔ (تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۵)

۲۴۱ھ میں بغداد میں آپ کی وفات ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۳۴۰)

ائمہ اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع:

یہ چاروں ائمہ کرام جمہور اہل اسلام کے وہ ائمہ ہیں جن کے مذاہب نے شہرت حاصل کی اور فقہ کی تدوین کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان ہی چار کا انتخاب فرمایا۔ان کے فقہی مسالک اصول شرعیہ سے ماخوذ ومستنبط ہیں اس لئے سب اپنے مقام پر درست وحق ہیں اوران کی تقلید پر امت کا مسلسل اجماع چلا آرہا ہے۔ان کے علاوہ دوسرے مجتہدین کے اقوال اول تو منتشر ہیں اوردوسرے یہ کہ شرائط وقیود کے اعتبار سے منقح بھی نہیں ہیں۔اوراس کے ساتھ ساتھ اجتہاد مطلق کادروازہ بھی بند ہو چکا ہے(ادب المفتی و المستفتی: ص ۲۹)۔اس لئے ان ہی چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے۔

التقریر و التحبیر ۲/۳۷۲ میں ’’التحریر‘‘کی عبارت پیش خدمت ہے:

ذکر بعض المتأخرین (ابن الصلاح) منع تقلید غیر الائمة الاربعة لانضباط مذاهبهم ...... ولم یدر مثله فی غیرهم الآن لانقراض اتباعهم وهو الصحیح۔

’’بعض متأخرین یعنی ابن صلاح نے ذکر کیا ہے کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کی تقلید نہیں کی جائے گی بوجہ ان ائمہ کے مذاہب منضبط ہونے کے ......اوراس وقت ان حضرات (ائمہ اربعہ) کے علاوہ ان جیسا اور کوئی موجود نہیں ہے بوجہ ان (دیگر حضرات) کے متبعین کے ناپید ہوجانے کی وجہ سے اوریہی (بات) صحیح ہے‘‘۔

فقہ حنفی کے امتیازات وخصوصیات اور مجلس شوریٰ:

(۱) جوں جوں انسان ترقی کرتا گیااس کی ضرورتیں بڑھتی اور پھیلتی گئیں، پھر اسلامی حکومتوں کی بڑھتی ہوئی حدود نے نئے نئے مسائل پیدا کئے۔ادھر مزاجوں میں بڑی تیزی سے انقلاب آچکا تھا۔سادہ دلی اور سادہ زندگی جو صحابہ کرام کا شیوہ خاص تھا ختم ہوتا جارہا تھا۔ایران وروم اوردوسرے عجمی ممالک کی سہل پسندی طبیعتوں میں مرکوز ہوتی جارہی تھی اس لئے حالات کا تقاضا ہوا کہ کتاب وسنت کی تعلیمات ایک نئے انداز سے مرتب ہوں۔صحابہ کرام کے اقوال تلاش کئے جائیں اوردین کا سارا ذخیرہ سامنے رکھ کر’’نظام حیات‘‘ کی ترتیب ایسے جاذب نظر اوردلکش انداز میں ہو جسے ہر عالم وجاہل، ذہین وغبی، عربی وعجمی اورشہری وبدوی بآسانی سمجھ لے اور جو مسائل صراحۃً کتاب وسنت اوراقوال صحابہ میں موجود نہیں ہیں علماء کے باہمی غوروفکر اور بحث وتمحیص سے مستنبط ہوں تاکہ آنے والی نسلیں پریشانیوں سے دوچار نہ ہونے پائیں اور کتاب وسنت کی روشنی میں آسانی سے زندگی گزار سکیں۔اورساتھ ہی ان کی عجلت پسند اور سہل طلب طبیعتیں تلاش وتجسس کی مشقت سے محفوظ رہیں۔

چنانچہ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت امام صاحب کی ذات گرامی کو مخصوص اور منتخب فرمایا۔حضرت امام صاحب وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے فقہ کو باضابطہ طریقے سے مدون اور مبوب فرمایا۔اگرچہ شروع ہی سے فقہ اوراس کے احکامات موجود تھے لیکن وہ حضرات صرف اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے جبکہ امام صاحب نے بعد والوں کا لحاظ کرتے ہوئے فقہ کو جمع

کر کے کتابی شکل سے مزین کیا۔ چنانچہ ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں:

انہ اول من دون علم الفقہ ورتبہ ابوابا و کتبا علی نحو ما ھو علیہ الیوم وتبعہ مالک فی مؤطئہ ومن قبلہ انما کانوا یعتمدون علی حفظھم. (الخیرات الحسان :ص ۷۳)

''امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور اسے ابواب وفصول سے اس طرح مرتب کیا جس طرح آج کل اس کی مرتب کردہ شکل موجود ہے۔اور امام مالک نے مؤطا میں ان کی پیروی کی ہے۔امام ابوحنیفہ سے پہلے لوگوں کا اعتماد حافظہ پر ہوا کرتا تھا''۔

امام ابوحنیفہ نے تدوین کا یہ کام صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے لئے ایک جماعت (مجلس شوریٰ) تیار کی جن کی تعداد ایک ہزار تک تھی لیکن ان میں سے چالیس علماء خصوصی صلاحیتوں کے مالک تھے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

ونقل ط عن مسند الخوارزمی ان الامام اجتمع معہ الف من اصحابہ أجلھم وافضلھم اربعون قدبلغوا حد الاجتھاد فقربھم وأدناھم. (شامی: ۱/۶۷)

اس کے بعد علامہ شامی مزید لکھتے ہیں:

فکان اذاوقعت واقعۃ شاورھم الخ۔یعنی جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو امام صاحب اپنے تمام اصحاب علم وفن سے مشورہ اور بحث ومباحثہ کرتے اور پہلے ان سے فرماتے کہ جو کچھ ان کے پاس احادیث اور اقوال صحابہ کا ذخیرہ ہے وہ پیش کریں، پھر اپنا ذخیرہ احادیث ان کے سامنے رکھتے۔اس کے بعد ایک ایک ماہ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ وقت اس مسئلہ پر بحث کرتے تا آنکہ حتمی بات طے پا جائے تو اس مسئلہ کو لکھوا دیتے اس طرح شورائی طریقہ پر سارے اصول منضبط ہوئے۔ایسا نہیں کہ تنہا کوئی بات کہی ہو۔

اور یہ مجلس شوریٰ ایسی تھی کہ کسی اور کو ایسا اعزاز نہ مل سکا۔یہی وجہ ہے کہ ابن حجر مکیؒ اس جماعت کی تعریف اور اس پر حد درجہ اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:

قال رجل عند وکیع اخطأ ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فزجرہ وکیع وقال الخ۔یعنی امام وکیع کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ امام صاحب سے (کسی مسئلہ میں) غلطی سرزد ہوگئی۔اس جملہ کے سنتے ہی امام وکیع نے اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ جو شخص یہ کہے وہ جانوروں کی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر ہے...... امام ابوحنیفہ کیسے غلطی کر سکتے ہیں؟ جبکہ ان کی مجلس میں فقہ کے ائمہ امام ابو یوسف اور امام محمد ہیں، حدیث کے ائمہ ہیں (یہ کہہ کر پھر) انہیں شمار کیا اسی طرح لغت عربی کے ائمہ ہیں (پھر) انہیں بھی شمار کیا، زہد وتقویٰ کے امام جیسے حضرت فضیل اور داؤد طائی وغیرہ جیسے حضرات موجود ہیں۔جس کے ساتھی یہ حضرات ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا اس لئے کہ اگر وہ غلطی کرے گا تو یہ حضرات فوراً انہیں حق کی طرف لائیں گے۔(الخیرات الحسان:ص۷۲)

اس جماعت نے کتاب وسنت اوراقوال صحابہ کا پوراذخیرہ سامنے رکھا تا کہ کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ رہے۔اور ہر طرح چھان بین کرنے کے بعد مسائل کو قلمبند کیا گیا۔اس عرق ریزی،غوروفکر،اخلاص وللّٰہیت اور فضل وکمال کے ساتھ فقہ کی تدوین ہوئی جو ہر جہت سے مہذب اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ مجلس شوریٰ کی بحث وتمحیص کے بعد جو بات طے ہو جائے وہی حتمی قرار پائے بلکہ تلامذہ اور اصحاب کو حکم دے رکھا تھا کہ تم خواہ مخواہ کسی ایک بات پر جم نہ جانا بلکہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی اور وزنی اور قابل اعتماد دلیل شرعی مل جائے تو اس کو اختیار کر لینا اور اسی کا دوسروں کو حکم دینا۔اس لئے کہ مقصود کتاب وسنت اور اقوال صحابہ پر عمل ہے،اپنی بات پر ضد اور اپنی فہم کی اشاعت پیش نظر نہیں۔چنانچہ علامہ شامی اسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فاعلم ان اباحنيفة من شدة احتياطه وعلمه بان الاختلاف من آثار الرحمة قال لاصحابه ان توجه لكم دليل فقولوا به. (عقود رسم المفتي: ص١٦)

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے احتیاط اور تقویٰ پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہوئے اور اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اختلاف رحمت کے آثار میں سے ہے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی دلیل مل جائے تو اسی کو اختیار کرو''۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صاحبین کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف مشہور ومعروف ہے۔اور تقریباً ایک تہائی مسائل میں صاحبین نے اختلاف کیا ہے۔یہ اقوال بھی فقہ حنفی کی تدوین میں شامل اور مذہب کا حصہ ہیں۔اور اس اختلاف کا رحمت ہونا مختلف ضرورت کے مواقع پر اہل علم پر مخفی نہیں۔برخلاف دوسرے ائمہ کرام کے کہ وہاں صاحب مذہب کے قول کے علاوہ ان کے اصحاب کے اقوال مذہب میں شامل نہیں سمجھے جاتے۔اور کہیں خود صاحب مذہب سے ایک سے زائد قول مروی ہوں تو ان میں بھی صرف ایک قابل عمل ہوتا ہے۔جیسے امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں بعض مسائل میں قول قدیم وجدید ملتا ہے۔لیکن خود امام شافعی رحمہ اللہ کی صراحت کے مطابق ان کا قول جدید ہی معتبر ہے قول قدیم نہیں۔

حاصل یہ کہ اختلاف کی بناء پر رحمت کے آثار اور جو توسع احناف کے یہاں پایا جاتا ہے دیگر مذاہب میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

افتاءاوراس کی اہمیت:

ماقبل تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ اب اجتہاد مطلق کا دروازہ تو بند ہوگیا۔لہٰذا ان ہی چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ چوں کہ انسانی زندگی اپنے تمام تر شعبوں کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور عموماً ہر شخص کے حالات ہر زمانے میں یکساں نہیں ہوتے بلکہ مختلف ڈھنگ سے صورت حال سامنے آتی ہے۔سب میں یہ فہم وبصیرت کہاں کہ فقہاء کے بیان کردہ جزئیات سے اپنے حالات کے مطابق ہر ہر جزئیہ کا جواب حاصل کریں اور وہ جواب بالکل صحیح بھی ہو کیونکہ

اول تو حالات واقعی اور فقہی عبارات کا انطباق ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جہاں فقہاء میں اختلاف ہوا اور اس اختلاف کے نتیجے میں مختلف اقوال سامنے آئے یا متقدمین سے کسی جزئیہ کی صراحت نہ ہونے کی صورت میں متاخرین کی تخریج میں اختلاف ہوا اب ان مختلف اقوال میں کسی ایک قول کو عمل کے لئے متعین کرنا اور بسا اوقات نئے پیش آمدہ مسئلہ کی متقدمین ومتاخرین دونوں سے صراحت نہ ہونے کی صورت میں ان ہی حضرات کے اصولوں کی روشنی میں ان مسائل کا حل بیان کرنا یہ ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو قرآن وحدیث اور متقدمین ومتاخرین فقہاء کے کلام پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ مسائل ضرور یہ مستنبط کر کے یکجا کرتی رہے تا کہ عام افراد اپنے دن رات کے پیش آمدہ مسائل میں کہیں الجھاؤ کا شکار نہ ہوں۔اور بلاشبہ اسی استنباط واستخراج کا نام ''فتویٰ'' ہے۔اور جو شخص اس استنباط واستخراج میں مہارت تامہ کا حامل ہو وہ ''مفتی'' ہے۔

افتاء ایک اہم اور حد درجہ احتیاط کی متقاضی ذمہ داری ہے یہی وجہ ہے کہ اسلاف اس ذمہ داری کے قبول کرنے سے احتراز کرتے تھے اور جن کو وہ اپنے سے علم وعمل میں برتر سمجھتے تھے ان پر یہ ذمہ داری ڈالنا چاہتے تھے۔ پھر اس باب میں ان کا یہ حال تھا کہ اگر کسی مسئلہ مستفسرہ کی صحیح صورت معلوم ہوتی تو بلا تکلف بتا دیتے اور اگر معلوم نہ ہوتی تو صفائی سے کہہ دیتے کہ ''ہمیں یہ مسئلہ معلوم نہیں، کسی اور سے پوچھ لیا جائے''۔ کھینچ تان اور تکلف وتصنع کو کسی حال میں پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کو دیکھا ہے کہ ان سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو وہ دوسرے صحابی کے پاس بھیجتے، وہ تیسرے کے پاس، یہ سلسلہ اسی طرح چلتا یہاں تک کہ وہ سائل پہلے صحابی کے پاس واپس آجاتا۔ (ادب المفتی والمستفتی: ص ۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے تمام سوالوں کے جواب دینے کے لئے تیار بیٹھا رہے وہ پاگل ہے۔ (حوالہ بالا: ص۹)

قاسم بن محمد بن ابی بکر سے کسی نے کوئی بات دریافت کی، آپ نے جواب دیا کہ مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔اس شخص نے کہا کہ میں تو آپ کے سوا کسی اور کو اس منصب کے لائق نہیں جانتا اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ حضرت قاسم نے فرمایا: میری لمبی داڑھی اور میرے اردگرد لوگوں کے بھیڑ کو نہ دیکھ، مجھے تیرا مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔اس مجلس میں ایک قریشی شیخ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! اس مجلس میں میں نے آج تک آپ سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا، آپ جواب دیجئے۔ حضرت قاسم نے فرمایا: مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میری زبان کٹ جائے اس کے مقابلے میں کہ میں ایسے مسئلہ کا جواب دوں جس کا علم میرے پاس نہ ہو۔ (حوالہ بالا)

یہ اور اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین منصب افتاء کے سلسلے میں بڑی ہی

احتیاط کیا کرتے تھے۔

مشکوٰۃ کتاب العلم میں روایت مروی ہے:

من افتیٰ بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ.

''جو شخص بغیر علم کسی مسئلہ کا جواب دے گا اس کا گناہ اسی پر ہوگا''۔

اسی وجہ سے امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس وقت تک مسند افتاء پر جلوہ افروز نہ ہوئے جب تک ستر علماء کرام نے ان کی اہلیت کی گواہی نہ دی۔ [البدایۃ والنہایۃ ج۱۰/ص۱۸۰]

امام مالک فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایک مسئلہ مجھے سونے، کھانے اور پینے سے روکے رکھتا تھا۔

[الموافقات ٤/٢٢٧]

نیابت نبوت:

علامہ شاطبی نے موافقات ۴/۱۹۳ میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ امام موصوف نے یہاں تک صراحت کردی کہ ''مفتی امت میں افتاء اور تعلیم وتبلیغ کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کا نائب ہوتا ہے''۔ اس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ فتویٰ درحقیقت حکم خداوندی کا اظہار ہے۔ اور مفتی خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے مابین واسطے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے فتویٰ دینے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے بلکہ جواب دیتے وقت جنت اور جہنم کا استحضار بھی ہونا چاہیے کہ ان دونوں میں کس کو پسند کرتا ہے۔ [ادب المفتی والمستفتی :ص۸]

الحمدللہ دارالافتاء دارالعلوم یاسین القرآن کے قیام کو تقریباً پندرہ برس کا عرصہ ہو چکا ہے۔ عرصہ ہذا میں دارالافتاء سے کئی ہزار فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔ بندے کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ شائع ہو جائے لیکن تعلیمی، تدریسی اور انتظامی مصروفیات کی بنا پر یہ خواہش پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی تھی البتہ چھ سال قبل اللہ کا نام لے کر اس کام کو شروع کیا، جو محض اللہ کے فضل وکرم اور بعض احباب کے تعاون سے کتاب العقائد کی صورت میں ناظرین کے سامنے آچکا ہے، جس میں عقائد سے متعلق تقریباً پانچ سو اہم مسائل کے جواب مفصل ومدلل انداز میں آچکے ہیں۔

الحمدللہ کتاب العقائد کے بعد اب ''نجم الفتاویٰ'' کی دو اور جلدیں ہدیہ ناظرین ہیں، جن میں کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک تقریباً دو ہزار اہم فتاویٰ جات رقوم ہیں۔ نیز کتاب العقائد کی پہلی جلد میں بھی بعض اہم فتاویٰ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ اب تین جلدوں میں احباب کی خدمت میں حاضر ہے۔

آخر میں بندہ ناچیز یہ اقرار بھی کرتا ہے کہ علم فتویٰ ایک پرخطر اور مہتم بالشان علم ہے جس کے لئے نہایت اعلیٰ صلاحیتوں اور استعداد کی ضرورت ہے جن سے بندہ عاجز ہے البتہ توفیق الٰہی اور فضل خداوندی کے بعد اپنے تمام اساتذہ ومشائخ عظام کی دعاؤں کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے سے یہ کام لیا اور لے رہا ہے۔ خاص طور پر میرے ہر دو مشائخ مفتی اعظم پاکستان

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی نوراللہ مرقدہٗ اور امام الحدیث قدوۃ العلماء حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی قدس سرہٗ پر لاتعد ولاتحصی رحمتیں نازل ہوں کہ ناچیز کو علوم ظاہرہ وباطنہ میں جوادنیٰ سی سوجھ بوجھ حاصل ہوئی ہے یہ ان ہی حضرات کی توجہات اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ بندہ اس فتاویٰ کے طبع ہونے میں اپنے ان تلامذہ کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہے جن کی کاوشوں سے فتاویٰ کا یہ مجموعہ ناظرین کے سامنے ہے خصوصاً عزیزم مفتی وقار احمد سلمہٗ نے اس کی ترتیب وتبویب اور حوالہ جات کی نظر ثانی میں کلیدی کام کیا ہے جبکہ بعض شرکاءِ تخصص نے بار ہا تمام عربی حوالہ جات کی اصل سے مراجعت اور عبارات کی تصحیحات کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان ہی حضرات کی انتھک محنت اور کاوشوں سے یہ مجموعہ مورِدِ وجود میں آیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے علم وعمل اور حیات میں بے پایاں برکات نصیب کرے۔ آمین

آخری گزارش بندے کی ان اہل علم حضرات سے جن کی نظر سے یہ کتاب گزرے گی کہ الدین النصیحة کے بمصداق اس کو اصلاح کی نظر سے دیکھیں۔ جہاں بھی کوئی قابل اشکال بات محسوس کریں بندے کو ضرور آگاہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو ہر خاص وعام کے لئے نافع بنائے۔ مؤلف اور جملہ معاونین کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

فقط

(شیخ الحدیث مفتی) سید نجم الحسن امروہوی (دامت برکاتہم)

خادم دارالعلوم یٰسین القرآن کراچی

۱۸/شوال ۱۴۳۱ھ

کتاب
الایمان والعقائد

(ایمان اور عقائد کے احکام کا بیان)

کتاب الایمان و العقائد

(ایمان اور عقائد کے بیان میں)

(۱) کیا ایمان مخلوق ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا کہنا یہ ہے کہ ایمان مخلوق ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا اس سے انسان کافر ہو جاتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... صورت مسئولہ میں جواب سے قبل اصل مسئلہ کی تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ کہ خود مشائخ احناف میں اختلاف رہا ہے کہ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ بعض احناف مخلوق اور بعض غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے لیکن یہ نزاع لفظی ہے نہ کہ حقیقی کیونکہ جو حضرات ایمان کے غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے ان کا کہنا یہ تھا کہ ایمان نام ہے اللہ تعالی کی طرف سے توفیق اور عنایات کے حصول کا اور یہ غیر مخلوق ہے لہٰذا ایمان غیر مخلوق ہوا۔

اور جو حضرات مخلوق ہونے کے قائل تھے ان کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق قلبی اور اقرار باللسان کا اور یہ دونوں بندوں کے افعال میں سے ہیں اور بندہ اپنے تمام افعال کیساتھ مخلوق ہے لہٰذا ایمان بھی مخلوق ہے۔

اس تفصیل کے بعد کسی ایک جانب میں کفر کا حکم لگانا بعید معلوم ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض مصنفین نے کفر کے قول کو مبالغہ آمیزی پر محمول کیا ہے خاص طور پر جب دو طرح کی صراحت ہمارے مشائخ سے موجود ہے تو پھر ایک جانب کی تکفیر کا نتیجہ (العیاذ باللہ) اوپر تک پہنچے گا۔لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ کسی ایک جانب کی تکفیر کے بجائے اس میں سکوت اختیار کیا جائے۔

لمافي التاتارخانية (۵/۵۴۷) : من قال بخلق القرآن فهو كافر وكذا من قال بخلق الايمان فهو كافر وروى عن بعض السلف انه روى عن ابى حنيفة رحمه الله ان الايمان غير مخلوق .... وحكى عن الشيخ الامام الزاهد انه قال لسائل هذه المسئلة: ايمان كردش بنده است بخداى تعالى بتوفيق وى وكردش بنده فعل بنده است وبنده باهمه افعال آفريده است، وتوفيق وهدايت حق كه بنده رادار ازصفت خدا است ، وحق عزوجل باصفات خويش ناآفريده است. وسئل مرة اخرى عن هذه المسئلة فقال: ان اردت بالايمان التصديق والاقرار فهذا فعل العبد والعبد بجميع افعاله مخلوق وان اردت توفيق الله وهدايته على اتيان الايمان بالله تعالى فالله تعالى بجميع افعاله غير مخلوق.

وفى شرح الفقه الاكبر (صـ۱۴۲) : ان الايمان مخلوق اوغير مخلوق اختلف فيه مشائخ الحنفية

فذهب اهل سمرقند الى الاول وذهب اهل بخارىٰ الى الثانى مع اتفاقهم ان افعال العباد كلها مخلوقة لله سبحانه ، وبالغ بعض مشائخ بخارىٰ فكفروا من قال بان الايمان مخلوق ....قال ابن الهمام فى المسايرة :ونص ابى حنيفة رحمه الله فى كتابه الوصية صريح فى خلق الايمان حيث قال: نقر بان العبد مع جميع اعماله واقراره ومعرفته مخلوق، فلماكان الفاعل مخلوقا فاولى ان يكون فعله مخلوقا انتهى.

(۲) کتب سماویہ پرایمان کی کیفیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص چار آسمانی کتب پر ایمان لائے مگر وہ صحائف جو دیگر انبیاء پر نازل کئے گئے ان پر ایمان نہ لائے یا اسے معلوم ہی نہ ہو تو ایسا شخص مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں جملہ کتب سماویہ پر اجمالی ایمان کافی ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا وہ سب حق ہے۔ تفصیلی ایمان لانا ضروری نہیں، ہاں! اگر ان میں سے کسی کا انکار کر دیا تو اس صورت میں یہ شخص مؤمن نہیں کہلائے گا۔ الغرض جس قدر صحائف کے بارے میں معلومات ہوں اسی قدر ایمان ضروری ہوگا۔

لمافى الصحيح لمسلم (۱/۲۷): حدثنا عبيدالله بن معاذ العنبرى ....قال حدثنى عمر بن الخطاب...... قال فأخبرنى عن الايمان قال ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر.

وفى المشكوة (ص۱۱): عن عمر بن الخطابص ....قال فأخبرنى عن الايمان قال ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر.

وفى المرقات (۱/۵۷) تحت هذه الرواية : (وكتبه) اى ونعتقد بوجود كتبه المنزلة على رسله تفصيلا فيما علم يقينا كالقرآن والتوراة والزبور والانجيل واجمالا فيماعداه وانها منسوخة بالقرآن.

(۳) چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اگر کوئی شخص چار آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہو لیکن وہ صحائف جو دیگر انبیاء پر نازل ہوئے ان کو لاعلمی کی وجہ سے یا علم ہونے کے باوجود نہ مانتا ہو تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر انبیاء پر نازل ہونے والے صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر ایمان دوسرے پر ایمان لانے سے وابستہ ہے، ان میں ایک کا انکار بھی گمراہی اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا

موجب ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص لاعلمی کی وجہ سے یا علم کے باوجود (کہ ان صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے) دیگر صحائف کا انکار کرے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لقوله تعالى (النساء: ۱۳۶):يٰـاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا○

وفى مشكوة المصابيح (۱/۱۱):عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال بينما نحن عند رسول الله ﷺ ذات يوم اذ طلع علينا رجل شديد بياض......قال فاخبرنى عن الايمان قال أن تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الاخر ......

وفى المحرر الوجيز (۱۲۴/۲):(والكتاب)المذكور اولا هو القران والمذكور ثانيا هو اسم جنس لكل ما نزل من الكتاب ......

وفى التفسير المظهرى (۲۶۱/۲): (وَالْكِتٰبِ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ) اى قبل القرآن من التوراة والانجيل والزبور وسائر الكتب والصحف ......(وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) يعنى بشئ من ذلك (فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا) من المقصد بحيث لا يكاد يعود الى طريقة الصواب فان الايمان بكل واحد منها ملازم للاخر فالكفر بواحد منها بعد من الله وضل عن سواء السبيل وبالكفر بجميع ذلك بالطريق الاولى.

وفى شرح العقيدة الطحاوية (۴۵۴/۲):ونومن بالملائكة والنبيين والكتب المنزلة على المرسلين ونشهد انهم كانوا على الحق المبين

هذه الامور من اركان الايمان قال تعالى : "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ "وقال تعالى"لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ" الاية (البقرة:۱۷۷)

فجعل الله سبحانه وتعالى الايمان هو الايمان بهذه الجملة وسمى من امن بهذه الجملة مؤمنين كما جعل الكافرين من كفر بهذه الجملة.

وفى شرح الفقه الاكبر(ص۹-۱۲):أصل التوحيد وما يصح الاعتقاد عليه يجب أن يقول :آمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله

(وكتبه)اى المنزلة من عنده كالتوراة والانجيل والزبور والفرقان وغيرها من غير تعيين عددها.

(۴) ایمان کیلئے فقط توحید ورسالت کا اقرار کافی ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہندو دوران تقریر یوں کہنے لگا جبکہ وہ بلدیاتی انتخابات میں اپنے لئے ووٹ مانگ رہا تھا اور علاقہ بھی مسلمانوں کا تھا'' مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیوں کلمہ نہ پڑھوں؟ اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ کروں اور محمد عربی ﷺ کو اپنا پیغمبر نہ مانوں؟ کیا ان الفاظ کے کہنے سے اسے مسلمان تصور کیا جائے گا یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں صرف اس قدر کہنا کافی نہیں ہے بلکہ تمام قطعیات پر ایمان لانا ضروری ہے لہٰذا اگر مذکورہ ہندو شریعت مطہرہ کی تمام قطعی ویقینی باتوں کو من وعن تسلیم کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو اسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا اور اگر قطعیات میں کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو تو اسے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا بلکہ وہ بدستور ہندو ہی ہے۔

لما فی مشکوة المصابیح (۱/۱۲): عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله واقام الصلوة وایتاء الزکوة والحج وصوم رمضان متفق علیه.

عن العباس بن عبد المطلب قال قال رسول الله ﷺ ذاق طعم الایمان من رضی بالله رباًوبالاسلام دیناًوبمحمد رسولاً رواه مسلم.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۵۴): اعلم ان المراد باهل القبلة الذین اتفقوا علی ما هو من ضرورات الدین کحدوث العالم ...... فمن واظب طول عمره علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الشراو نفی علمه سبحانه بالجزئیات لا یکون من اهل القبلة.

وفی الیواقیت والجواهر (صـ۳۹۵): اما من خرج ببدعته من اهل القبلة کمنکری حدوث العالم ومنکری البعث للنشر والحشر للاجسام والعلم بالجزئیات علی ما مر فی مبحث اسمه تعالی العالم فلا نزاع فی کفرهم لانکارهم بعض ما علم مجئ الرسول به ضرورة.

وفی الشامیة (۴/۲۶۳): صرح فی کتابه المسایرة بالاتفاق علی تکفیر المخالف فیما کان من اصول الدین وضروریاته.

(۵) نصرانی کے مسلمان ہونے کی کیفیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی نصرانی یوں کہے کہ میں نصرانیت سے برأت کا

اعلان کرتا ہوں اور ساتھ میں شہادتین کا اقرار کرے تو مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں ایسا شخص فیما بینہ وبین اللہ تو مسلمان ہوگا البتہ دنیاوی احکامات کے اجراء کے لئے یا تو یہودیت سے بھی برأت کا اعلان ضروری ہوگا یا یہ صراحت ضروری ہوگی کہ "میں دین اسلام میں داخل ہوتا ہوں"۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کوئی نصرانی ہمارے درمیان رہتے ہوئے اسلام قبول کرے ورنہ اگر میدان جنگ میں ہو تو ہر ایسا کلمہ جو اس کے مسلمان ہونے پر دلالت کرے اس کے خون کو بچانے کے لئے اس کلمہ کی وجہ سے اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔

لمافي البزازية على هامش الهندية (٣١٣/٦) : واذا قال النصراني اشهد ان لااله الاالله واتبرأ عن النصرانية لايحكم باسلامه لجواز انه دخل في اليهود اذ اليهود يقول ايضا وان زاد وقال وادخل في دين الاسلام زال الاحتمال.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (٢٢٦/٤) : الكفار اصناف خمسة:من ينكر الصانع كالدهرية ومن ينكرالوحدانية كالثنوية ومن يقربهمالكن ينكربعثة الرسل كالفلاسفة ومن ينكر الكل كالوثنية، ومن يقر بالكل لكن ينكر عموم رسالة المصطفياكالعيسوية فيكتفى في الاولين بقول لااله الاالله وفي الثالث بقول محمد رسول الله وفي الرابع باحدهما وفي الخامس بهما مع التبرى عن كل دين يخالف دين الاسلام.

وفي الشامية تحته: (وفي الخامس بهما مع التبرى) ذكر ابن الهمام في المسايرة ان اشتراط التبرى لاجراء احكام الاسلام عليه لالثبوت الايمان فيمابينه وبين الله تعالى ....قال في الفتح : ان اشتراط التبرى انما هو فيمن بين اظهرنا منهم واما من في دارالحرب لوحمل عليه مسلم فقال محمد رسول الله فهو مسلم.

(٦) مرتد کے مسلمان ہوجانے کے بعد اس کی نیکیوں کے لوٹ آنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرتد اگر مسلمان ہوجائے تو اس کی نیکیاں دوبارہ لوٹ کر آتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ارتداد کی وجہ سے سابقہ نیک اعمال ختم ہوجاتے ہیں البتہ اگر وہ توبہ کر کے دائرہ اسلام میں آجاتا ہے تو اس کے سابقہ نیک اعمال آئندہ کے نیک اعمال میں معاون ہوں گے۔

لما في التاتارخانية (٤٦١/٥) : ثم ما يكون كفرابلا خلاف يوجب احباط العمل وتلزمه اعادة الحج ان كان قد حج.........وفي اليتيمة، قيل له : لو تاب أتعود حسناته ؟ قال: هذه المسئلة مختلفة فعند ابى على وابى هشام واصحابنا انها لا تعود ، وعند ابى القاسم انها تعود ونحن قلنانه

لایعود مابطل ثوابه لکنه تعود طاعته المتقدمة مؤثرة فی الثواب من بعد.

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۲/۴۹۱): وما أدی منها فیه یبطل ولایقضی من العبادات الا الحج

وفی الشامیة: (وما أدی منها فیه یبطل) فی التتارخانیة معزیا الی الیتیمة قیل له لو تاب تعود حسناته؟ قال هذه المسئلة مختلفة فعند ابی علی وابی هاشم واصحابنا انه یعود وعند ابی القاسم الکعبی ونحن نقول انه لا یعود ما بطل من ثوابه لکنه تعود طاعاته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعد اه بحر.

(۷) قریب المرگ شخص کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مرض کی شدت کی بناء پر قریب المرگ ہے اسی حالت میں اس کے منہ سے کوئی شرکیہ کلمہ نکل جاتا ہے۔ کیا اس کلمہ کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ شخص اس کلمہ کی بناء پر مشرک سمجھا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں قریب المرگ شخص کے کلمات کا اعتبار کیا جائے گا۔

لمافی الصحیح البخاری (۲/۶۷۴): حدثنااسحق بن ابراهیم ....عن سعید بن المسیب عن ابیه قال لماحضرت ابا طالب الوفاة دخل علیه النبیا وعنده ابوجهل وعبدالله بن امیة فقال النبیا ای عم قل لااله الاالله احاج لک بها عندالله فقال ابوجهل وعبدالله بن ابی امیة یااباطالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فقال النبیا لاستغفرن لک مالم انه عنک فنزلت ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ماتبین لهم انه اصحب الجحیم.

(۸) غیر اللہ کے نام پر چھوڑی گئی گائے کو تصحیح نیت کے بعد اللہ کے نام سے ذبح کرنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص کے پاس کافی تعداد میں گائیں موجود ہیں اس شخص نے ان میں سے ایک گائے کو غیر اللہ کیلئے مقرر کر دیا تھا بطور ثواب کے، پھر اس شخص کی نیت بدل گئی اور اس نے وہی گائے بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دی اب مفتی صاحب آپ بتائیں کیا اس گائے کا گوشت حرام ہے یا حلال ہے؟ کیا اس کے گوشت کو کھایا جا سکتا ہے؟ براہ کرم تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... کسی بھی چیز کو غیر اللہ کے نام پر مقرر کرنا نذر معصیت ہے، اور ان جیسی نذروں کو ترک کرنا لازم ہے۔ اگر یہ نذر جانور کی صورت میں ہو، تو جانور پر ذبح کے وقت کی نیت اور کلمات کا اعتبار ہوتا ہے، کہ اگر اس وقت اس کی نیت درست ہو، اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے، تو یہ ذبح کرنا درست، اور اس جانور کا گوشت حلال ہوتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں چونکہ اس شخص کی نیت تبدیل ہو چکی ہے، اور اس گائے کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کر دیا ہے، اس لئے یہ ذبح درست ہے، اور اس گائے کا گوشت کھانا حلال ہے۔

لمافی الدر المختار (۳۰۲/۶): وتشترط التسمية من الذابح حال الذبح...... والمعتبر الذبح عقب التسمية قبل تبدل المجلس...... الخ.

"وفی الهامش" "من الذابح" اراد بالذابح محلل الحيوان ليشمل الرامی والمرسل وواضع الحديد، واحترز به عمالو سمی له غيره فلا تحل...... "حال الذبح" قال فی الهداية: ثم التسمية فی ذكاة الاختيار تشترط عند الذبح، وهی على المذبوح وفی الصيد تشترط عند الارسال والرمی...... "قبل تبدل المجلس" ای حقيقة او حكما كالفاصل الطويل كمايأتی فافهم...... وان كان كثيرا لا يحل لأن ايقاع الذبح متصلا بالتسمية بحيث لا يتخلل بينهما شئ لايمكن الا بحرج عظيم فأقيم المجلس مقام الاتصال والعمل القليل لا يقطعه والكثير يقطع.

وفی الدر المختار (۴۳۹/۲): واعلم ان النذر الذی يقع للأموات من اكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الی ضرائح الأولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالإجماع باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سيما فی هذه الأعصار.

"وفی الهامش" "تقربا اليهم" كان يقول يا سيدی فلان ان رد غائبی او عوفی مريضی او قضيت حاجتی فلک من الذهب او الفضه او من الطعام او الشمع او الزيت كذا بحر "باطل وحرام" لوجوه: منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لايجوز لانه عبادة والعبادة لاتكون لمخلوق، ومنها ان المنذور له ميت والميت لايملک، ومنها انه ان ظن ان الميت يتصرف فی الأمور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذلک كفر.

وفی التفسير المظهری (۱۹۳/۳، ۱۹۴): قال ابو عبيدة السائبة البعير الذی يسيب وذلک ان الرجل من اهل الجاهلية اذا مرض اوغاب له قريب نذر فقال ان شفانی الله او شفی مريضی او رد غائبی فناقتی هذه سائبة ثم تسيب فلا تحبس عن رعی وماء ولا يركبها احد فكانت بمنزلة البحيرة وقيل الناقة اذ انتجت ثنتی عشره اناثا سيبّت ولم يركب ظهرها ولم يجز وبرها ولم يشرب لبنها الا ضيف. ...... والسائبة كانو يسيبونها لألهتهم لايحمل عليها شئ.

(۹) مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا

سوال...... کیافرماتے ہیں علماءکرام اگر کوئی شخص مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ لےتو اس کلمہ کا اعتبار ہوگا یانہیں؟ بینوا توجروا

الجواب حامداًومصلیاً...... صورت مسئولہ میں جوشخص مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ لے اس کا اعتبار کیا جائے گا بشرطیکہ غرغرہ کی حالت میں نہ

پڑھے بلکہ اس سے پہلے پڑھے۔

لما فی قوله تعالی (النساء :۱۸): وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۗ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○

قال ابو عبد الله القرطبی تحتها (۹۳/۵): قوله تعالی (لیست التوبة) نفی سبحانه ان یدخل فی حکم التائبین من حضره الموت وصار فی حین الیأس کما کان فرعون حین صار فی غمرة الماء.

وفی الصحیح للبخاری (۹۸۸/۲): حدثنا ابوالیمان ....سعید بن المسیب عن ابیه قال لما حضرت ابا طالب الوفاة جاءه رسول الله ا فقال قل لا اله الاالله کلمة احاج لک بها عندالله.

(۱۰) ملحد کی تعریف

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت میں ملحد کسے کہتے ہیں؟ امید ہے کہ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....ملحد وہ کہلاتا ہے جو شریعت سے ہٹ کر کفر کی طرف مائل ہو اور قرآن وسنت کے صحیح معانی ومفاہیم کو چھوڑ کر ادھر اُدھر کی تاویلات کرے۔

لمافی شرح العقائد (ص۲۴۴): الحاد ای میل وعدول عن الاسلام واتصال والتصاق بکفر لکونه تکذیبا للنبی فیماعلم مجیئه بالضرورة.

وفی ردالمحتار (۲۴۱/۴): والملحد :وهو من مال عن الشرع القویم الی جهة من جهات الکفر، من الحد فی الدین :حاد وعدل لایشترط فیه الاعتراف بنبوة نبینا ولابوجود الصانع تعالی وبهذا فارق الدهری ایضا ولااضمار الکفر وبه فارق المنافق، ولاسبق الاسلام وبه فارق المرتد فالملحد اوسع فرق الکفر حدا:ای هو اعم من الکل.

(وهکذا فی القاموس الفقهی : ص۳۲۹)

(۱۱) زندیق کی تعریف

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زندیق کی تعریف کیا ہے؟ بحوالہ نقل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....زندیق کا اطلاق ایسے شخص پر کیا جاتا ہے جو کسی دین کا پابند نہیں ہوتا۔ نیز وہ بظاہر اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور بباطن کفریہ عقائد رکھتا ہے۔

لمافي القاموس الفقهي (صـ ۱۶۰): الزنديق من يؤمن بالزندقة .... وقال العلامة ابن كمال باشاان الزنديق في لسان العرب يطلق على من ينفي البارى تعالى، وعلى من يثبت الشريك وعلى من ينكر حكمته. عندالمالكية والشافعية والحنابلة والجعفرية والزيدية: هو الذى يظهر الاسلام ويخفى الكفر وكان يسمى فى عصر النبوة منافقا فصار فى العرف الشرعى زنديقا.

عندالحنفية وفى قول للشافعية :هو الذى لاينتحل دينا.

وفي ردالمحتار (۶۹/۴): يازنديق يامنافق الاول هو من لايتدين بدين، والثانى هو من يبطن الكفر ويظهر الاسلام.

وفي التقريرات (صـ۷۴) تحت تعريف الزنديق: (قوله الاول هو من لايتدين بدين) وجعله فى النهر بمعنى المنافق.

وفي الدرالمختار (۲۴۳/۴): والمنافق الذى يبطن الكفر ويظهر الاسلام كالزنديق الذى لايتدين بدين.

وفي الشامية تحته: ويجب ان يكون حكم المنافق فى عدم قبولنا توبته كالزنديق لان ذلك فى الزنديق لعدم الاطمينان الى مايظهر من التوبة اذا كان يخفى كفره الذى هو عدم اعتقاده دينا والمنافق مثله فى الاخفاء.

وفي ردالمحتار (۲۴۱/۴): قال العلامة ابن كمال باشافى رسالته: الزنديق فى لسان العرب .... والفرق بينه وبين المرتد العموم الوجهى لانه قد لايكون مرتدا، كما لو كان زنديقا اصليا غير منتقل عن دين الاسلام، والمرتد قد لايكون زنديقا كمالوتنصراوتهود وقد يكون مسلما فيتزندق واما فى اصطلاح الشرع، فالفرق اظهر لاعتبارهم فيه ابطان الكفر والاعتراف بنبوة نبينا على مافى شرح المقاصد لكن قيد الثانى فى الزنديق الاسلامى بخلاف غيره.

(۱۲) ارتداد کے بعد سابقہ عبادات کا ثواب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بہت عبادت گزار ہو، اچانک اس سے ایسا فعل سرزد ہوجائے جس سے وہ کافر ہوجائے اور وہ فوراً کلمہ بھی پڑھ لے اور توبہ کرلے تو اس کی سابقہ عبادات کا ثواب باقی رہے گا یا ختم ہوجائے گا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس آدمی کا پہلا ثواب ختم ہوجائے گا لیکن اس کی وہ عبادات اور طاعات جو اس نے پہلے کیں وہ ثواب میں مؤثر ہوں گی۔ اور ثواب میں مؤثر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اسلام کی طرف لوٹنے کی وجہ سے اس کو جدید ثواب

عطا فرمائیں گے جو اس ثواب کے علاوہ ہوگا جو باطل ہو چکا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے ان عبادات کے لوٹانے کا مطالبہ دوبارہ نہیں ہوگا جو یہ کافر ہونے سے پہلے ادا کر چکا۔

لمافی البحر الرائق (۵/ ۱۲۷): لوتاب أ تعود حسناته ....نقول انه لایعود مابطل من ثوابه لکنه تعود طاعاته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعد اه.

وفی ردالمحتار (۲/ ۷۶): وفی البحر والنهر ....تعود طاعته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعد اه ولعل معنی کونها مؤثرة فی الثواب بعد ان الله تعالی یثیبه علیها ثوابا جدیدا بعد رجوعه الی الاسلام غیر الثواب الذی بطل اوان الثواب بمعنی الاعتداد بها وعدم مطالبة بفعلها ثانیا وان حکمنا ببطلانها لان ذلک فضل من الله تعالی.

(۱۳) جس کو اسلام کے بارے میں زندگی بھر پتہ نہ چلا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسا شخص جس کے پاس کسی بھی واسطہ سے اسلام نہیں پہنچا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اس سے اس بارے میں باز پرس ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر کوئی شخص ایسی جگہ موجود ہو جہاں کوئی دوسرا انسان نہیں پہنچ سکا، کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو یا صحرا میں گوشہ نشین ہو جہاں اس کی ہدایت کا کوئی سامان نہ ہو تو اگر یہ شخص کفر یا شرک کا ارتکاب کرے گا تو اس پر مؤاخذہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل وشعور عطا کیا وہ اس کے ذریعے قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اس کی وحدانیت کو پہچان سکتا ہے۔ البتہ باقی احکامات یعنی حلال وحرام کی تمیز، نماز اور روزہ کی عدم ادائیگی پر اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ احکامات عقل سے معلوم نہیں ہو سکتے۔

لمافی روح المعانی (۱۵/ ۳۹): روی عن ابی حنیفة ص انه قال: لولم یبعث الله تعالی رسولا لوجب علی الخلق معرفته وقدصرح غیر واحد من علمائهم بان العقل حجة من حجج الله تعالی ویجب الاستدلال به قبل ورود الشرع ......وماکنا معذبین فی الاعمال التی لاسبیل الی معرفتها الابالشرع الابعد مجئ الشرع.

فصل فی کلمات الکفر وغیرھا

(کفریہ کلمات اور افعال کے بیان میں)

(۱۴) اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار اور حکم متواتر کا انکار

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نعیم اور خرم کی آپس میں گفتگو ہورہی تھی باتوں باتوں میں نعیم نے خرم سے کہا کہ یار نماز پڑھ لیا کرو۔ خرم نے غصہ میں کہا ایسی باتیں نہ کرو میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ خرم اس کلام سے ہندو بن گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جب کوئی شخص غیر مسلم ہونے کا اقرار یا نصوص قطعیہ کا انکار کرے تو بلاشبہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے پس صورت مسئولہ میں جب نعیم نے خرم سے کہا کہ نماز پڑھ لیا کرو تو جواب میں خرم کا یہ کہنا کہ "ایسی باتیں نہ کرو میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا" تو خرم نے غیر مسلم ہونے کا اقرار کیا جس کی بنا پر خرم دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا۔ لہٰذا خرم کو چاہئے کہ وہ اللہ جل شانہٗ سے توبہ واستغفار کرکے ایمان کی بھی تجدید کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو از سرنو نکاح کرے۔

لمافی القران الکریم(النحل:۱۰۶): من کفر باللہ من بعد ایمانہ الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم.

وفی الھندیۃ(۲/۲۵۷): ومن یرض بکفر نفسہ فقد کفر......(صـ۲۶۸) لو قال لمریض صل فقال واللہ لا أصلی أبد اولم یصل حتی مات یکفر.

وفی التاتارخانیۃ(۵/۵۱۵): مسلم قال: أنا ملحد: یکفر لأن الملحد کافر، ھکذا ذکرہ الامام ابو المعین ولو قال: ما علمت أنہ کفر: لا یعذر بھذا.

وفیہ ایضاً(۵/۴۷۵): أنا یھودی أو مجوسی إن کنت فعلت کذا أمس: وھو یعلم انہ قد کان فعلہ لاشک أنہ لیس علیہ الکفارۃ، وھل یصیر کافرا؟ فھو علی التفصیل الذی قلنا: ان کان عندہ انہ یمین ولا یکفر متی حلف بھذ الایصیر کافرا وإن کان عندہ انہ یکفر حین حلف بھذا یصیر کافرا فی الماضی والمستقبل.

(۱۵) حالت نیند میں کفریہ کلمات کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نیند کی حالت میں کفریہ کلمات ادا کرتا ہے، آیا

یہ شخص ایمان سے خارج ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی شخص نیند کی حالت میں کفریہ کلمات کہہ دے تو اس سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔

لما فی رد المحتار (۲۴۳/۳): وفی التحریر وتبطل عباراته من الاسلام والردة والطلاق، ولم توصف بخبر وانشاء وصدق وکذب کالحان الطیور اه ومثله فی التلویح. فهذا صریح فی ان کلام النائم لایسمی کلاما لغة ولاشرعا بمنزلة المهمل.

(۱۶) مرتکب کبیرہ کو کافر کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو تو اسے کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کسی مسلمان کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں ہے بلکہ یہ خود گناہ کبیرہ ہے لہٰذا کسی مسلمان کو بغیر ارتکاب کفر کے کافر کہنا (اگر چہ وہ کتنا ہی گناہ گار ہو) خود گناہ کبیرہ ہے۔

لمافی شرح العقائد (صـ ۱۸۲): والکبیرة لاتخرج العبد المؤمن من الایمان ولا تدخله فی الکفر .... ان حقیقة الایمان هو التصدیق القلبی فلا یخرج المؤمن عن الا تصاف به الابما ینافیه ومجرد الاقدام علی الکبیرة لغلبة شهوة أوحمیة .... خصوصا اذا اقترن به خوف العقاب ورجاء العفو والعزم علی التوبة لاینافیه نعم اذا کان بطریق الاستحلال والاستخفاف کان کفرا .... الأیات والاحادیث الناطقه باطلاق المؤمن علی العاصی کقوله تعالی یآیها الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ وقوله تعالی یآیها الذین آمنوا توبوا الی الله توبة نصوحا وقوله تعالی وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الایة.

وفی فتح الملهم (۲۶۹/۱): (فقال رسول الله اللهم ولیدیه فاغفر)فی هذا الحدیث حجة لقاعدة عظیمة لاهل السنة ان من قتل نفسه او ارتکب معصیة غیرها ومات من غیر توبة فلیس بکافر ولایقطع له بالنار بل هو فی حکم المشیئة.

وفی حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم ج ۱/ص ۵۷ :- ان مذهب اهل الحق انه لایکفر المسلم بالمعاصی کالقتل والزنا.

(۱۷) صحابہ کرام اور تابعین کو گالیاں دینے والا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کرام اور تابعین کو گالیاں دینے کی وجہ سے آدمی کافر

ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... حضور اکرم ﷺ اور شیخین کے علاوہ دیگر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالیاں دینے والا کافر نہیں ہوتا البتہ سخت گناہ گار ہوگا۔

لما فی مصنف ابن ابی شیبة (۶ / ۴۰۸): عن عائشة قالت امروا بالاستغفار لاصحاب محمد ا فسبوهم. وعن عطاء قال قال رسول الله ا من سبّ اصحابی فعلیه لعنة الله.

وفی الشامیة (۴ /صـ۲): من سب الشیخین او طعن فیهما کفر.

وفیه ایضاً (۴/۲۳۷): الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر .... وسبّ احد من الصحابة وبغضه لایکون کفرا لکن یضلل.

(۱۸) مسلمان کو کافر یا مشرک کہنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی کسی مسلمان کو مشرک کہے اور کہنے والا بھی مسلمان ہو تو کہنے والے پر کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر یا مشرک کہے تو اگر کہنے والے کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کافر ہے تو پھر کہنے والے پر بھی کفر لازم آتا ہے۔ اور اگر کہنے والے کا یہ عقیدہ نہیں بلکہ برا بھلا یا گالم گلوچ کے طور پر کہتا ہے تو اس صورت میں کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔ البتہ اس قسم کے الفاظ زبان پر لانے سے اجتناب اور احتیاط لازم ہے اس لئے کہ کفر وایمان کا مسئلہ سنگین اور نازک مسئلہ ہے اسے مزاح نہیں بنانا چاہئے۔

لما فی التاتارخانیة (۵/ ۵۱۳): ولوقال لمسلم اجنبی یا کافر اولاجنبیة یاکافرة ولم یقل المخاطب شیئا أو قال لامرأته یا کافرة ولم تقل المرأة شیئا .... والمختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان کان اراد الشتم ولا یعتقده کافراً لایکفر وان کان یعتقده کافراً فخاطبه بهذا بناء علی اعتقاده انه کافر یکفر.

وهکذا فی الهندیة (۲ / ۲۷۸).

(۱۹) آپ علیہ السلام کی پسند فرمودہ کے متعلق استہزاء کرنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فلاں چیز مجھے پسند ہے۔ ایک شخص استہزاء کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جو چیز آپ علیہ السلام کو پسند ہے مجھے پسند نہیں (معاذ اللہ)۔ شریعت میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص استہزاءً یہ کہے کہ جو چیز آپ ﷺ کو پسند ہے وہ مجھے پسند نہیں تو ان کلمات کے کہنے سے یہ شخص کافر ہو جائے گا۔

لمافی البحر الرائق (۵/۱۲۱) : ویکفر...... بقوله انا لااحبه حین قیل له ان النبیا کان یحب القرع وقیل: ان کان علی وجه الاهانة.

وفی التاتارخانیة (۵/۴۸۱): ولو قال رجل لغیره : کان رسول الله یحب کذا بان قال مثلایحب القرع فقال ذلک الغیر: انا لا احبه فهذاکفر هکذا روی عن ابی یوسف نصا............ وبعض المتأخرین قالوا: اذا قال ذلک علی وجه الاهانة کان کفرا وبدونه لایکون کفرا.

وهکذا فی الهندیة (۲/ ۲۶۵).

وفی ردالمحتار(۴/۲۲۲): ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به وان لم یقصد الاستخفاف.

(۲۰) روزہ اور نماز کو تکاسلاً ترک کرنے والا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک عزیز ہیں، میں ان سے بار بار نماز کا کہتا ہوں لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے اور کل ان کے گھر والوں نے بتلایا کہ وہ روزہ بھی نہیں رکھتے لیکن وہ ان دونوں چیزوں کا انکار بھی نہیں کرتے۔ کیا ایسے شخص کو مسلمان سمجھا جائے یا کافر؟ اور شریعت مطہرہ نے ایسے شخص کے لئے کیا سزا تجویز کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا لیکن سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز بھی نہیں پڑھتا تو ایسے آدمی کو کافر کہنا جائز نہیں ہے بلکہ ایسا شخص فاسق ہے اور شرعاً اس کی سزا یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے اور بعض حضرات کے نزدیک اتنا مارا جائے کہ جسم سے خون نکل آئے اور یہ سزا اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک وہ تائب ہو کر نماز پڑھنا شروع نہ کردے یا مر جائے۔ اسی طرح جو آدمی روزہ نہیں رکھتا لیکن اس کی فرضیت کا انکار بھی نہیں کرتا وہ بھی کافر نہیں بلکہ فاسق ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اسے بھی قید کردیا جائے اور دن کو اس کا کھانا پینا بھی بند کیا جائے یا امام (خلیفہ وقت) اگر چاہے تو اپنی صوابدید پر کوئی سزا تجویز کرے۔

لما فی عمدة القاری (۱/۱۸۱): قال النووی یستدل بالحدیث علی ان تارک الصلاة عمدا معتقدا وجوبها یقتل ......وقال ابوحنیفة والمزنی یحبس الی ان یحدث توبة ولا یقتل ...... ولو ترک صوم رمضان حبس ومنع الطعام والشراب نهارا لان الظاهر انه ینویه لانه معتقد لوجوبه.

وفی فیض الباری (۱/۱۰۶) : قال الامام الشافعی ومالک ان تارک الصلوة یقتل حدا لا کفرا...... وقال امامنا الاعظم انه لیس بکافر ولایقتل ولکنه یحبس ثلاثا فان عاد الی الصلوة فبها والا یضرب ضربا یتفجر منه الدم.

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۱/۳۵۲): وتارکھا عمدا مجانة ای تکاسلا فاسق یحبس حتی یصلی ......وقیل یضرب حتی یسیل منه الدم.

وفی الشامیة: "قیل یضرب" ظاهر الحلیة انه المذهب.

(۲۱) کسی بزرگ سے اولاد کا سوال اور والدین کی اطاعت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اولاد نہ دیں اور آٹھ/نو سال تک اس کے ہاں اولاد نہ ہو تو ہمارے ہاں ایک بابا گھوڑے پر سوار ہو کر آتا ہے۔ جس کے ہاں اولاد نہ ہو وہ اسے پانچ سو یا ہزار روپے دیتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ مجھے میرے والدین مجبور کر رہے ہیں کہ میں اس بابا کے پاس جاؤں، اگر یہ عمل ناجائز ہے اور میں نہ جاؤں تو والدین کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے گناہ ہوگا یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... اولاد دینا یا نہ دینا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کو اولاد نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بچہ دیتے ہیں، جسے چاہتے ہیں بچی دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں بالکل محروم کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دعا تو کروائی جاسکتی ہے لیکن اس طرح سے کہ عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ اپنے والدین کو سمجھائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی ہدایت کے لئے دعا بھی کریں۔ آپ کے لئے کسی صورت میں ان کی یہ بات ماننا جائز نہیں ہے بلکہ اگر آپ نے ان کی بات مانتے ہوئے ایسا کر لیا تو آپ گناہ گار ہوں گے۔

لمافی قوله تعالی (الشوری: ۴۹): لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَايَشَاءُ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ o لا اَوْيُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ o

قال العلامة الآلوسی تحت هذه الآیة (۲۵ / ۵۳): ان الملک ملکه سبحانه من غیر منازع ومشارک یتصرف کیف یشاء فلیس علی من هو احقر جزء من ملکه تعالی ان یعترض ویرید ان یجری التدبیر حسب هواه الفاسد.

وفی کنز العمال (۲/۳۵۸): [۴۲۳۵] عن علیص عن النبی ا .... لاطاعة الافی معروف.

وفیها ایضا (۶/۶۷): [۱۴۸۷۴] لاطاعة لاحد فی معصیة الله انما الطاعة فی المعروف.

[۱۴۸۷۵] لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق.

(۲۲) اپنی بیوی سے کہنا کہ "تجھے اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں" اس کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک شخص ہے وہ اکثر گفتگو میں یہ بات

کہتا رہتا ہے کہ ''میں اپنی بیوی کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں'' لہٰذا مفتی صاحب مجھے آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا وہ شخص اس طرح کہنے سے کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کے انکار کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی چونکہ ضروریات دین میں سے ہے، لہٰذا جو شخص بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلے میں مخلوق میں سے کسی کیلئے زیادتی محبت کا اقرار کرتا ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر اس شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ ''کہ میں تجھے اللہ سے زیادہ پسند کرتا ہوں'' یہ جانتے ہوئے کہا کہ میں کلمۂ کفر کہہ رہا ہوں تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی لہٰذا اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ لیکن اگر اس نے یہ جملہ جہالت ورناواقفیت کی بناء پر کہا ہے تو پھر یہ شخص کافر تو نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر اس کی بیوی حرام ہو گی البتہ یہ جملہ کہنے کی وجہ سے یہ شخص سخت گناہگار اور فاسق ہوگا لہٰذا اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے۔

لما فی صحیح البخاری (۱/۷): حدثنا محمد ابن المثنی...... عن انس عن النبی ﷺ قال ثلث من کن فیه وجد حلاوة الایمان ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما وان یحب المرء لایحبه الا لله وان یکره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یقذف فی النار.

وفی منح الروض الازهر فی شرح الفقه الاکبر (صـ۴۵۱): ثم اعلم انه اذا تکلم بکلمة الکفر عالماً بمعناها ولا یعتقد معناها، لکن صدرت عنه من غیر اکراه، بل مع طواعیة فی تأدیته، فانه یحکم علیه بالکفر بناء علی القول المختار عند بعضهم من ان الایمان هو مجموع التصدیق والاقرار، فبإجرائها یتبدل الاقرار بالانکار، أما اذا تکلم بکلمة ولم یدر انها کلمة کفر، ففی فتاویٰ قاضیخان حکایة خلاف من غیر ترجیح حیث قال: قیل: لایکفر لعذره بالجهل، وقیل یکفر ولا یعذر بالجهل، أقول: والاظهر الأول الا اذا کان من قبیل مایعلم من الدین بالضرورة فانه حینئذ یکفر ولا یعذر بالجهل.

وفی البحر الرائق (۲۰۳/۵): ویکفر ان اعتقدان الله تعالیٰ یرضی بالکفر...... وبقوله لامرأته أنت احب الی من الله وقیل لا...... ومحل الاختلاف عند عدم قصدا لاستهزاء......الخ.

وفی الهندیة (۲/۲۵۹): ولو قال لأمرأته أنت احب الی من الله تعالیٰ یکفر کذا فی الخلاصة.

وفی (صـ۲۸۳): ما کان فی کونه کفرا اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط وما کان خطأ من الالفاظ ولایوجب الکفر فقائله مؤمن علی حاله ولا یؤمر بتجدید النکاح والرجوع عن ذالک کذا فی المحیط، اذا کان فی المسئلة وجوه توجب الکفر ووجه واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذالک الوجه کذا فی الخلاصة، فی البزازیة الا

اذا صرح بارادة توجب الكفر فلا ينفعه التأويل حينئذ كذا في البحر الرائق، ثم ان كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم وان كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لاتنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذالک وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته كذا في المحيط.

وفي الشامية(٢٢٤/٤): وفي الفتاوى الصغرى: الكفر شئ عظيم فلا اجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية انه لا يكفر اهـ وفي الخلاصة وغيرها: اذا كان في المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتي ان يميل الى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد في البزازية الا اذا صرح بارادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل ح...... والذي تحرر انه لا يفتي بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره اختلاف ولورواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر الفاظ التكفير المذكورة لايفتي بالتكفير فيها......الخ. وفي (صـ٢٣٠): نعم سيذكر الشارح ان ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح، وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اهـ وظاهره انه امر احتياط.

(۲۳) شریعت کے خلاف اشعار کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شاعر ایسے اشعار لکھتا ہے جس کے ظاہری معنی یقینی طور پر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوتے ہیں مثلا اللہ تعالی سے کھلم کھلا شکوہ، شراب کو ہر پریشانی کا حل بتانا (جبکہ وہ شاعر خود بھی کھلے عام شراب پیتا ہو) اس کے علاوہ علماء دین کی تذلیل، انہیں بے کار اور بے خبر کہنا۔ شاعر مذکور کا حکم کیا ہے؟ خصوصا جبکہ اس شاعر کا انتقال ہو چکا ہو اور ان کلمات کے بارے میں اس کی مراد بھی نہیں پوچھی جا سکتی۔ نیز اس طرح کے بہت سے اشعار اس کے دیوان میں موجود ہیں اس دیوان کا کیا حکم ہوگا۔ نمونہ کے طور پر بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ میرے محبوب کی آنکھوں میں بہت سارے خوبصورت جہاں ہیں (آگے شاعر اللہ تعالی سے خطاب کر کے کہتا ہے) لہٰذا تو اپنی دنیا کو مجھ سے لے لے، مجھے تیری دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

۲۔ جام شراب اٹھا کر مسلمان ہو جا اور اسی جہاں میں جنتی ہو جا۔

الجواب حامداً ومصلياً......جس شخص کے اشعار میں ایسے مفہوم اور معنی موجود ہوں جو اللہ تعالی سے شکوہ، عدم رضا بالقضاء، شراب کو ہر پریشانی کا حل سمجھنے، حلت خمر اور انکار حرمت پر مبنی ہو، حاملین دین علماء کرام کی تذلیل، استخفاف دین یا استخفاف علم دین پر مبنی ہو تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اور اگر مندرجہ بالا امور ان حیثیات پر مبنی نہ ہوں تو یہ شخص کافر نہیں ہوگا البتہ گنہگار ہوگا۔

اب سوال میں ذکر کردہ شاعر کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ اس نے یہ اشعار کس نیت سے کہے مشکل ہے لہٰذا ایسی صورت میں

اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ البتہ ایسے اشعار کا پڑھنا خطرے سے خالی نہیں ہے لہٰذا ان سے ازحد اجتناب ضروری ہے۔

لـمـافـی السراجیة (ص۲۹): ماتیقن منه انه ردة یحکم بها ومایشک فی انه ردة لایثبت لان الثابت لایزول بالشک .... فینبغی للعالم اذا رفع الیه مثل هذا ان لایبادر باکفار اهل الاسلام مع انه یقضی بصحة الاسلام تحت ظلال السیوف.

وفی الهندیة (۵/ ۳۵۱): قرأة شعر الادیب اذا کان فیه ذکر الفسق والخمر والغلام یکره.

وفـی الشـامیة (۱/ ۴۷): ان الـمـحرم منه ماکان فی اللفظ مالایحل کصفة الذکورة والمرأة المعینة الحیة ووصف الخمر المهیج الیها والحانات والهجاء لمسلم اوذمی اذا أراد المتکلم هجاءه.

(۲۴) یوں کہنا کہ میں اسلام کو چھوڑتا ہوں یا داڑھی مونڈنے پر اچھا لگتا ہوں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص لوگوں کے سامنے کہے کہ:

۱۔ ''میں یہ اسلام چھوڑ دیتا لیکن لوگ کہیں گے کہ اپنے مذہب کو چھوڑ دیا'' تو آیا ان الفاظ سے یہ کافر ہوگا یا نہیں؟

۲۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ''فلاں گانا مجھے بہت پسند ہے'' یا یوں کہے کہ ''فلاں گانا بڑا اچھا ہے'' تو یہ شخص کافر ہوگا یا نہیں؟ حالانکہ اس نے ایک حرام چیز کو پسند کیا۔

۳۔ کسی نے داڑھی مونڈھ کر کہا کہ ''واہ کتنا خوبصورت لگ رہا ہوں'' یا دوسرے نے کہا ''واہ بھائی کتنے خوبصورت لگ رہے ہو'' یا یوں کہا کہ ''اگر تم داڑھی مونڈھ لوگے تو بہت خوبصورت لگو گے'' یا ''اگر میں داڑھی مونڈھ لوں تو بہت خوبصورت لگوں گا''۔ تو یوں کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس نے ایک حرام چیز کو پسند کیا اور اس میں خوبصورتی کو بیان کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ کی پہلی صورت میں اس شخص نے کفر کو پسند کیا تو یہ شخص کافر ہوگیا لہٰذا اس کا نکاح اور اعمال ختم ہوگئے۔

۲۔ دوسری صورت میں اگر گانے کو حلال سمجھ کر اس طرح کہا اور دین کی خفت مقصود ہے تو کفر ہوگا ورنہ فسق اور معصیت کا مرتکب ہوا ہے اس پر استغفار کرے اور آئندہ اس طرح کے کلام سے اجتناب کرے۔

۳۔ تیسری صورت میں بھی اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے اعراض اور استخفافِ دین مقصود ہے تو کفر ہے ورنہ فسق اور معصیت ہے۔

لـمـافـی خـلاصة الفتاوی (۴/ ۳۸۶): مجوسی اسلم فاعطی شیئاً فقال مسلم لیت کافر فنسلم حتی یعطونی شیئا یکفر لانه تمنی الکفر وذلک کفر.

وفی الهندیة (۲/ ۲۵۷): ومن یرضی بکفر نفسه فقد کفر.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۸۲): من قال دعنی اصیر کافرا کفر ای لانه نوی الکفر او کدت ان اکفر کفر، وفیه بحث اذ لایلزم من مقاربة الکفر مفارقته اللهم الاان یرید قصدت الکفر وما کفرت فانه یکفر لقصده ونیته.

وفی البنایة شرح الهدایة (۹/۲۰۶): ان مجرد الغناء والاستماع معصیة لماروی صدر الشهید فی الکراهیة فی کتاب الواقعات عن رسول اللهﷺ انه قال استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق ......الی آخر الروایة.

وفی الهندیة (۲/۲۶۳): من لم یقر ببعض الانبیاء اولم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۵۲): ان استحلال المعصیة صغیرة کانت او کبیرة کفر اذا ثبت کونها معصیة بدلالة قطعیة وکذا الاستهانة بها کفر.

وفی النبراس (صـ۵۶۶): واستحلال المعصیة صغیرة کانت او کبیرة کفر لانه تکذیب للشارع اذا ثبت کونها معصیة بدلیل قطعی.

(۲۵) کیا صدقہ فطر کا منکر کافر ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو صدقہ فطر کا انکار کرتا ہے کیا اس انکار کی وجہ سے یہ شخص کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صدقہ فطر کا منکر کافر نہیں ہے البتہ فاسق اور گناہ گار ہوگا۔

لمافی البحر الرائق (۲/۲۵۱) فی بحث صدقة الفطر: والاجماع المنعقد علی وجوبها لیس قطعیا لیکون الثابت الفرض لانه لم ینقل تواترا ولهذا قالوا من انکر وجوبها لایکفر.

وفی الدر المختار (۲/۳۵۸): فرض رسول اللهﷺ زکاة الفطر معناه قدر للاجماع علی ان منکرها لایکفر.

(۲۶) ممنوع اور حرام کام پر خوشی کا اظہار کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انسان کبھی ایسی باتوں اور ایسے واقعات پر خوشی کا اظہار کرتا ہے کہ وہ کام شرعاً ممنوع ہوتے ہیں جیسا کہ کسی شخص کا اس بات پر خوشی کا اظہار کرنا کہ اس کا دوست جوا کھیل کر جیت گیا ہے اور کبھی انسان ایسے کام پر خوشی کا اظہار کرتا ہے جو کہ شریعت کی طرف سے مشروع ہوتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹے کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا لہٰذا ان دونوں

صورتوں میں خوشی کا اظہار کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... شریعت مطہرہ کے ایسے احکامات جن کی حرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو اس پر خوشی کا اظہار کرنا کفر ہے البتہ وہ احکامات جن کو مشروع قرار دیا گیا ہے اس پر خوشی کا اظہار کرنا اچھی بات ہے اور باعث ثواب ہے۔

لمافی التاتارخانية (٥/٥٢٥): اذا سقی ولده الخمر اول مرة فجاء اقربائه ونثروا الدراهم والسكر فقد كفروا وفی الفتاوی الخلاصة: اولم ينثروا الدراهم ولكنهم قالوا مباركباد فقد كفروا.

(وهكذا فی الهندية: ٢/٢٧٣)

(٢٧) ویزے کے حصول کے لئے اپنے آپ کو قادیانی یا شیعہ ظاہر کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بھائی کینیڈا جانا چاہتے ہیں۔ اب ایجنٹ کہتا ہے کہ اگر اپنے آپ کو قادیانی یا شیعہ ظاہر کردیں تو ویزے میں آسانی رہے گی۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اپنے آپ کو شیعہ یا قادیانی ظاہر کرنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص کفر کا اقرار کرے اور کفر کا اقرار موجب کفر ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں اپنے آپ کو شیعہ یا قادیانی ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافی الهندية (٢/٢٨٣): رجل كفر بلسانه طائعاوقلبه مطمئن بالايمان يكون كافراولايكون عندالله مؤمنا كذافی فتاوی قاضيخان.

وفيهاايضا (٢/٢٥٧): ومن يرضی بكفر نفسه فقد كفر.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (٤/٢٢٢): ومن هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقد للاستخفاف.

وفی الشامية: (من هزل بلفظ الكفر) ای تكلم به باختياره غير قاصد معناه.

(٢٨) داڑھی کو اونٹ کی دم کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی کا کسی بات پر جھگڑا ہوا، بیوی نے غصہ کی حالت میں اپنے شوہر کی داڑھی پکڑی اور جھنجھوڑی اور کہا کہ یہ تمہاری داڑھی نہیں بلکہ میرے اونٹ کی دم ہے کیا وہ عورت اس طرح کہنے سے کافر تو نہیں ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر مذکورہ عورت نے یہ قول وفعل بطور استخفاف واستہزاء کے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کمتر سمجھتے ہوئے کیا ہو تو دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی ورنہ نہیں۔

لمافی التاتارخانية (٥/٤٨٢): رجل قال لاخر البس الثياب البيض فان هذا سنة رسول الله ا فقال ذالک الرجل لوكان هذا سنة پس مغان دست .... فقد قيل هذا استخفاف بسنة رسول اللهﷺ وانه

کفر .... و کذالک فی سائر السنن.

وفی الدرالمختار مع رد المحتار (۲۲۲/۴): من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف.

وفی الشامیة : ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به.

(۲۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حاضر وناظر، عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر اور عالم الغیب ہیں اسی طرح وہ یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ اولیاء اور بزرگان دین تمام امور میں تصرف کرتے ہیں کیا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر فعل کو دیکھنے والے ہیں اور اولیاء کائنات کے تمام امور نصرت کرتے ہیں جیسا وہ چاہیں تو ایسا شخص مسلمان نہیں کیونکہ یہ تمام صفات صرف اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہیں۔

لمافی قوله تعالی (النمل: ٦٥): قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط الایة

(الانعام: ۵۹): وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَایَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ط الایة

وفی الصحیح للبخاری (۱۰۹۸/۲) : عن عائشة رضی الله عنها من حدثک ان محمدارأی ربه فقد کذب ...... ومن حدثک انه یعلم الغیب فقد کذب وهو یقول لایعلم الغیب الاالله.

وفی البحرالرائق (۸۸/۳) : وفی الخانیة والخلاصة لوتزوج بشهادة الله ورسوله لاینعقد ویکفر لاعتقاد ان النبیا یعلم الغیب.

وفی الشامیة (۴۳۹/۲) : ان ظن المیت یتصرف فی الامور دون الله واعتقاده ذلک کفر.

(۳۰) مؤذن کو گالی دینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مؤذن کو گالی دے یا اس کے لئے گالی کے مشابہ الفاظ استعمال کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ ؎

وصال شب میں دی مؤذن نے اذان　　　ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر اذان کی توہین مقصود ہو تو یہ شخص کافر ہو جائے گا لیکن اگر اذان کی توہین مقصود نہیں بلکہ مؤذن کی توہین مقصود ہے (جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے) تو کافر نہ ہوگا البتہ اسے اس پر توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ ایسے کلام سے

اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافي شرح الفقه الاكبر (صـ ۱۵۲): الاستهزاء على الشريعة الغراء كفر.

وفي التتارخانية (۵/۵۰۰): واذا سمع المؤذن يؤذن فقال السامع اين بانگ پاسبان است يكفر وفي اليتيمة مؤذن اذن فقال رجل اين بانگ غوغا است يكفر ان قال على وجه الاستخفاف. وفيها سئل الجحندى عن مؤذن يؤذن فقال له رجل استهزاء من هذا المخادع الذى يؤذن هل يكفر؟ فقال ان استهزء بالاذان يكفر وان استهزء بالموذن لايكفر.

وفي الهندية (۲/۲۶۹): مؤذن اذّن فقال رجل اين بانگ غوغا است يكفر ان قال على وجه الانكار.

(۳۱) ملاقات کے وقت جھکنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عمومی طور پر جب ایک شخص دوسرے سے ملتا ہے تو سر جھکا کر ملتا ہے۔ اس طرح سر جھکا کر ملاقات کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ بعض ساتھیوں کا کہنا ہے کہ یہ بھی غیر اللہ کے سامنے جھکنے میں شامل ہے۔ آیا ان کی بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ملاقات کے وقت کسی کے سامنے جھکنا مکروہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافي المشكوة (صـ ۴۰۱): عن انس قال قال رجل يارسول الله الرجل منا يلقى اخاه او صديقه اينحنى له قال لاقال أفيلتزمه ويقبله قال لاقال أفيأخذ بيده ويصافحه قال نعم.

وفي المرقات (۹/۷۶) تحت هذه الرواية: (اينحنى له) من الانحناء وهو امالة الرأس والظهر تواضعا وخدمة (قال لا) اى فانه في معنى الركوع وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه .... وفي شرح مسلم للنووى: حنى الظهر مكروه للحديث الصحيح في النهى عنه ولاتعتبر كثرة من يفعله ممن ينسب الى علم وصلاح.

وفي الهندية (۵/۳۶۹): الانحناء للسلطان أو لغيره مكروه لانه يشبه فعل المجوس. ويكره الانحناء عندالتحية وبه وردالنهى.

وفي الشامية (۶/۳۸۳): وفي المحيط انه يكره الانحناء للسلطان وغيره.

(۳۲) کسی کے سامنے سجدہ کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے جو ہمارے گھر کے قریب رہتا ہے ایک

آنے والے مہمان کو خوش آمدید کہنے کے لئے خوشی سے اس کے سامنے سجدہ کیا۔ کیا یہ شخص کافر ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس شخص نے عبادت کے طور پر سجدہ نہیں کیا لہٰذا کافر نہیں ہوا لیکن ایک حرام کام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا جس پر توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور آئندہ کے لئے اس طرح کے فعل سے اجتناب لازم ہے۔

لمافی الهندية (۳۶۸/۵): من سجد للسلطان علی وجه التحية اوقبل الارض بين يديه لايكفر ولكن يأثم لارتكابه الكبيرة هو المختار.

وفی الدر المختار (۳۸۳/۲): وكذا مايفعلونه من تقبيل الارض بين يدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی به آثمان لانه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر ان علی وجه العبادة والتعظيم كفر وان علی وجه التحية لا وصار آثما مرتكبا للكبيرة.

(۳۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے"

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو اپنی بیوی سے کہے کہ "تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے" شریعت میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر اس شخص کی محبت اور پیار سے مراد شہوت ہو تو کافر نہیں ہوگا اور اگر محبت سے مراد عبادت کی محبت اور فرمانبرداری ہو تو کافر ہوگا۔

لمافی الاشباه والنظائر (صـ ۱۹۱): ولايكفر ان قال امرأتی احب الی من الله تعالی ان اراد محبة الشهوة وان اراد محبة الطاعة كفر.

وفی التاتارخانية (۴۶۸/۵): واذا قال لامرأته انت احب الی من الله تعالی فقد كفر.

(۳۴) غیبت کو حلال سمجھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص غیبت کو حلال سمجھتا ہے۔ کیا اس وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......غیبت کو حلال سمجھنا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنا ہے جو موجب کفر ہے لہٰذا یہ شخص کافر ہوگیا۔

لمافی قوله تعالی (الحجرات: ۱۲): يـآيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظنز ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولايغتب بعضكم بعضا ط الاية.

وفی الفقه الاكبر (ص ۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها

بدلالة قطعية.

وفي الشامية (۲/۴۰۹): الغيبة على اربعة اوجه :في وجه هي كفر بان قيل له لاتغتب فيقول ليس هذا غيبة لانی صادق فيه فقد استحل ماحرم بالادلة القطعية.

(۳۵) گناہ کو حلال سمجھ کر کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کوئی گناہ کرتا ہے اور اسے حلال سمجھ کر کرتا ہے اور وہ گناہ کبیرہ بھی نہیں بلکہ صغیرہ ہے تو کیا یہ شخص کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً...... اگر کوئی شخص گناہ کو حلال سمجھ کر کرتا ہے اگر چہ وہ گناہ صغیرہ ہو تو یہ شخص کافر ہو جائیگا جبکہ اس گناہ کا گناہ ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہو۔

لمافي الفقه الاكبر (صـ۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها بدلالة قطعية.

وفي النبراس (صـ۵۲۶): واستحلال المعصية اى اعتقاد كونها حلالا صغيرة اوكبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعي هو الكتاب والسنة المتواترة.

(۳۶) کیا معراج کا منکر کافر ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص معراج کا انکار کرے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص بغیر آلات کے اس طرح سیر کرتا پھرے تو اس انکار پر یہ شخص کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً...... معراج کے دو حصے ہیں اول مکۃ المکرّمہ سے بیت المقدس تک اور دوسرا بیت المقدس سے آسمانوں کا سفر۔ اگر کوئی شخص پہلے حصے یعنی مکہ سے بیت المقدس تک کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اور اگر بیت المقدس سے آسمانوں کی سیر کا انکار کرے تو کافر نہیں لیکن گمراہ وگناہ گار ہوگا۔

لمافي روح المعاني (۱۵/۱۳): الاسراء الى بيت المقدس قطعي ثبت بالكتاب فمن انكر فهو كافر والمعراج ليس كذلك فمن انكره ليس بكافر بل مبتدع.

وفي شرح الفقه الاكبر (صـ۱۱۱): وفي كتاب الخلاصة :من انكر المعراج ينظر ان انكر الاسراء من مكة الى بيت المقدس فهو كافر، ولو انكر المعراج من بيت المقدس لايكفر.

(۳۷) جان چھڑانے کے لئے کلمہ کفر کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت صرف اپنے شوہر سے جان چھڑانے کے لئے کلمہ کفر کہتی ہے جبکہ اس کے دل میں کفر نہیں ہے کیا اس طرح کلمہ کفر کہنے سے وہ مرتدہ ہوجائے گی؟ اور اس کا نکاح ختم ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس طرح کلمہ کفر کہنے سے عورت مرتدہ ہوجائے گی اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جائے گا البتہ اسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ ایمان لائے اور جب ایمان لے آئے تو دوبارہ پہلے شوہر کے ساتھ اس کا نکاح کردیا جائے گا تاکہ عورتوں کے لئے اس طرح نکاح ختم کرنے کے لئے کفر کا دروازہ نہ کھل جائے۔

لمافی الهندية (۲/۲۸۳): رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافرا ولايكون عندالله مؤمنا كذافي فتاوى قاضيخان.

البحرالرائق (۳/۳۷۴): وصحح في المحيط والخزانة طاهر الرواية من وقوع الفرقة والجبر على تجديد النكاح من الاول وعدم تزوجها بغيره بعد اسلامها وقال الولوالجي: وعليه الفتوى.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۲۲۲): ومن هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقد للاستخفاف.

وفي الشامية: (من هزل الخ) اى تكلم باختياره غير قاصد معناه.

(۳۸) بغیر وضو جان بوجھ کر نماز پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے بغیر وضو نماز پڑھ لی تو کیا اس سے کافر ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر جان بوجھ کر کسی نے بغیر وضو نماز پڑھ لی تو یہ کافر ہوجائے گا۔

لمافي شرح الفقه الاكبر (ص۱۷۲): ومن صلى مع الامام بجماعة بغير طهارة عمدا كفر وفيه ان قيد الجماعة لايظهر وجهه.

وفي الهندية (۲/۲۶۸): ولو صلى بغير وضوء معتمدا يكفر قال الصدر الشهيد رحمه الله وبه نأخذ.

وفي ردالمحتار (۴/۲۲۲): ولاعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنتهكين له لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلاوضوء عمدا.

(۳۹) یوں کہنا: میں نماز نہیں پڑھتا میں تو کافر ہوں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے شوہر نماز پڑھنے جاتے تھے، دو دن سے نماز پڑھنے

نہیں جارہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ نماز پڑھنے کیوں نہیں جاتے نماز پڑھنے جایئے، توانہوں نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھتا میں تو کافر ہوں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح کہنے سے ہمارے نکاح پر تو کوئی فرق نہیں پڑا؟ میرے ایک عزیز کا کہنا تھا کہ اس طرح کے کلمات سے نکاح ختم ہوجاتا ہے۔ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر ہماری اس پریشانی کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اس طرح کے کلمات کہنے سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے لہذا آپ کے شوہر کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیے، اس فعل شنیع پر استغفار کے ساتھ آئندہ اس طرح کے کلمات کہنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

نیز تجدید نکاح کیلئے عام معروف مجلس نکاح کا انعقاد ضروری نہیں بلکہ کوئی سے بھی دو دیندار افراد کے سامنے ایجاب وقبول کرلینا کافی ہے، اور اگر اپنے خاندان کے بڑوں کے سامنے ہوجائے تو زیادہ مناسب ہے۔

لما فی التاتارخانية (۵/۵۹۴): سئل عن رجل قال لامرأته نماز کن فقالت نمی کنم ،فقال الرجل تومسلمان نیستی فقالت من کافرم قال کافر شده است.

وفی الهندية (۲/۲۸۳): رجل کفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافرا ولا يكون عندالله مومنا

وفی الدرالمختار (۴/۲۲۲): من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف.

وفی الشامية (من هزل)ای تکلم به باختياره غير قاصد معناه......

وفی الدرالمختار (۴/۲۴۶): مايكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد زنا وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح.

وفی الشامية (والتوبة)ای تجديد الاسلام.

(۴۰) یوں کہنا کہ میں نماز نہیں جانتا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ آؤ نماز پڑھ لیں تو اس نے جواب میں کہا کہ "میں نماز نہیں جانتا"۔ کیا ان الفاظ سے یہ شخص کافر ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس نے یہ الفاظ استخفافا کہے یا نماز کا انکار کرتے ہوئے کہے یا اس کو فرض نہ سمجھتے ہوئے انکار کیا تو یہ شخص کافر ہوجائے گا۔

لمافی الفقه الاكبر (ص۱۷۰): من قال لااصلی جحودا أو استخفافا اوعلى انه لم يؤمر اوليس بواجب انتهى فلاشک انه کفر فی الکل .... کفره ظاهر ان اراد به عدم الوجوب بخلاف ماذا اراد الجواب.

وفی الهندية (۲/۲٦۸): وقول الرجل لااصلی يحتمل اربعة اوجه ....والرابع لااصلی اذليس يجب علی الصلاة ولم اؤمر بها يكفر ولو اطلق وقال لااصلی لايكفر لاحتمال هذه الوجوه.

(۴۱) نماز کو گالی دے کر یوں کہنا کہ نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی کہ اس دوران اس کا بچہ بہت شدت سے رونے لگا جب نماز ختم کی اور بچہ کو اٹھالیا تو دیور نے پوچھا، پہلے کیا کررہی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ نماز پڑھ رہی تھی تو دیور نے غصہ سے نماز کو فحش گالی دی اور کہا کہ پہلے نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا اور تسلی دینا (العیاذ باللہ)۔اب پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص کے بارے میں اس طرح کے کلمات کہنے کی بناء پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کا نکاح باقی ہے یا ختم ہوگیا؟ مکمل تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص ان کلمات کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اور اس کا نکاح بھی ختم ہوگیا اسے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیے اور آئندہ اس طرح کے بے ہودہ کلمات سے سخت احتراز کرنا چاہیے مبادا کہ اللہ تعالیٰ کا ایسے شخص پر عذاب نازل ہوجائے اور اسے دوسروں کیلئے عبرت بنادیا جائے۔

لما فی شرح العقائد (صـ۱٦۹)(ط.المصباح): ومن وصف الله تعالی بما لا يليق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انكر وعده اووعيده يكفر.

وفی الهندية (۱/۳۳۹):ارتد احد الزوجين عن الاسلام وقعت الفرقة بغير طلاق فی الحال قبل الدخول وبعده.

وفی الدرالمختار (۴/۲۲۲):وفی الفتح من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف فهو ككفر العناد

وفی الشامية (من هزل بلفظ كفر) ای تكلم به باختياره غير قاصد معناه ......ولاعتبار التعظيم المنافی للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنهتكين لدلالتها علی الاستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمداً بل بالمواظبة علی ترک سنة استخفافا......

قلت:ويظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف لانه لو توقف علی قصده لمااحتاج الی زيادة عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصديق.

وفيها ايضاً(۳/۱۹۳):(وارتداد احدهما)ای الزوجين (فسخ) فلا ينقص عدداً.

(۴۲) خلیفۂ اوّل کے زمانہ میں مانعین زکوٰۃ کی تفصیل اور منکر زکوٰۃ کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کچھ لوگوں نے زکوۃ کا انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا حکم دیا جب کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس میں کچھ شبہات تھے، کیا خلیفہ اول ان لوگوں کو مرتد شمار کرتے تھے؟ اگر ایسا ہی تھا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شبہات کیسے تھے جب کہ وہ لوگ دین کے ایک اہم رکن کا انکار کر رہے تھے؟ اور اگر انہیں مرتد شمار کیا تھا تو آج کل جو حضرات زکوۃ کا انکار کرتے ہیں انہیں مرتد نہیں سمجھا جاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جن لوگوں سے خلیفہ اول نے قتال کا حکم دیا تھا ان کی تین قسمیں تھیں، پہلی قسم ان لوگوں کی تھی جو دین اسلام سے بالکل منحرف ہو گئے تھے اور مسیلمہ کذاب (جس نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا تھا) کی پیروی کرنے کے ساتھ لوگوں میں اس کا پرچار کرنے لگے تھے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے نماز وروزہ کے ترک کرنے کے ساتھ شریعت کا بھی انکار کر دیا تھا۔

تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جو اصل دین پر تو قائم تھے لیکن انہوں نے زکوۃ خلیفہ کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب پہلی دو قسم کے لوگ تو حقیقۃً مرتد تھے لہٰذا ان سے قتال میں تو کوئی تردد ہی نہیں البتہ تیسری جماعت اگرچہ مرتد تو نہ تھی کیونکہ انہوں نے زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ صرف خلیفہ کو دینے سے انکار کیا تھا چنانچہ اسی شبہ کی وجہ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس بات پر، مُصر تھے کہ ان سے کیسے قتال ہوگا جبکہ وہ کلمہ گو ہیں لیکن یہ وہ دور تھا کہ رسول اللہ ﷺ ابھی ابھی دنیا سے رخصت ہوئے تھے اگر اس معاملے پر سختی نہ کی جاتی تو خطرہ تھا کہ آگے چل کر لوگ اپنی من مانی سے ایک ایک چیز کا انکار کرنے لگیں گے، یہ انتہائی نازک دور تھا ارتداد کے دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کرنا تھا لہذا خلیفہ اول نے انتہائی ایمانی فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان ارتداد وانکار کے فتنوں کا قلع قمع کر دیا۔ یہ اصل واقعہ کی حقیقت تھی۔

اب صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص زکوۃ کی رکنیت کا ہی سرے سے انکار کر دے، جبکہ زکوۃ کا دین کا رکن ہونا معروف ومشہور ہے تو ایسا شخص اسلام سے خارج ہے، ہاں اگر رکن ہونے کا انکار نہ کرے بلکہ حکومت کی زکوۃ وصولی کو نہ مانے یا کوئی اور شبہ ہو تو یہ علیحدہ مسئلہ ہے اس سے اسلام سے خارج نہ ہوگا۔

لما فی القرآن الکریم: وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ الایۃ (البقرۃ:۴۳)

وایضا فی مقام اٰخر: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَكَنٌ لَّهُمْ الایۃ (التوبۃ:۱۰۳)

وفی الصحیح لمسلم (۳۷/۱): عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال لما توفی رسول اللہ ﷺ واستخلف ابوبکر بعدہ وکفر من کفر من العرب...... فقال ابوبکر واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ

و الزكوة فان الزكوة حق المال......فقال عمر بن الخطاب فوالله ما هو الا ان رأيت الله قد شرح صدر ابى بكر للقتال فعرفت انه حق.

وفى فتح البارى (۲۳۳/۱۲): (لاقاتلن من فرق بين الصلوة والزكاة)......والمراد بالفرق من اقر بالصلوة وأنكر الزكوة جاحداً أومانعاًمع الاعتراف وانما اطلق فى اول القصة الكفر ليشمل الصنفين فهو فى حق من جحد حقيقة وفى حق الاخرين مجاز تغليباً......

وفى فتح الملهم(۵۵۰/۱):ان اهل الردة كانوا اصنافاً منهم من ارتد عن الملة ودعاالى نبوة مسيلمة وغيره ومنهم من ترك الصلوة والزكاة وانكرالشرائع كلها هؤلاء هم الذين سماهم الصحابة كفارا ...... فاما مانعواالزكاة منهم المقيمون على اصل الدين فانهم اهل بغى ولم يسموا على الانفراد منهم كفاراًوان كانت الردة قد اضيفت اليهم لمشاركتهم المرتدين فى منع بعض ما منعوه من حقوق الدين......

وفيه ايضاً(۵۵۲/۱): أما اليوم وقد شاع دين الاسلام واستفاض فى المسلمين علم وجوب الزكاة حتى عرفها الخاص والعام واشترك فيه العالم والجاهل فلا يعذر بتأويل يتأوله فى انكارها بل يكفر......

وفى التاتارخانية (۴۹۷/۵):ولو قيل لرجل :اد الزكاة فقال لا ادرى يكفر كذا قيل وفى الخانية قيل هذا اذاقال على وجه الرد والجحود......

وفى الهندية (۲۶۹/۲): اذا قيل لرجل اد الزكوة فقال لا اؤدى يكفر قيل مطلقاًوقيل فى الاموال الباطنة لايكفر وفى الاموال الظاهرة يكفر.

وفى رد المحتار (۲۲۴/۴): والحاصل ان من تكلم بكلمةالكفر هازلااو لاعباًكفر عند الكل ولااعتبار باعتقاده كما صرح به فى الخانية ......ومن تكلم بها عامداًعالماًكفرعندالكل.

وفيها ايضاً (۲۲۲/۴): وكذا مخالفة او انكار ما اجمع عليه بعد العلم به لان ذلك دليل على ان التصديق مفقود.

(۵۳) یوں کہنا: میری نماز معاف کردی گئی ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بزرگ ہمارے پاس آئے ،اپنے تئیں بڑے بزرگ ہونے کے مدعی تھے لیکن نماز روزہ وغیرہ کی پابندی نہیں کرتے ،ان کا کہنا ہے کہ میری نماز وغیرہ معاف کردی گئی ہے۔ ویسے بھی شریعت وطریقت میں فرق ہے۔کیاان کی یہ باتیں صحیح ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... پہلے یہ سمجھئے کہ بزرگ کسے کہا جاتا ہے کتب عقائد کی معرکۃ الآراء کتاب ''شرح العقائد النسفیۃ'' ص۱۴۵ (ط:المصباح) میں ولی یا بزرگ کی تعریف ملاحظہ ہو

''والولی هو العارف بالله تعالی وصفاته حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات''

(یعنی بزرگ وہ شخص کہلاتا ہے جو اپنی بساط اور مقدور بھر طاقت کے بقدر اللہ تعالی کی ذات اور صفات کا پہچاننے والا ہو، طاعات پر مواظبت کرنے والا ہو اور گناہوں سے بچنے والا ہو، دنیا کی لذات اور شہوات میں زیادہ انہماک سے اعراض کرنے والا ہو) اسی طرح عقائد کی مشہور ومعروف کتاب فقہ اکبر (جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہے) کی شرح میں ملا علی قاریؒ صفحہ ۷۹ میں تقریباً یہی تعریف ذکر کرتے ہیں:

'' والولی هو العارف بالله وصفاته بقدر ما یمکن له، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن السیئات، المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات والغفلات واللهوات''

حاصل تعریف چار چیزیں ہیں:

اول: اللہ تعالی کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو،

دوم: اللہ تعالی کی اطاعت پر مواظبت اختیار کرنے والا ہو،

سوم: گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو،

چہارم: ان تمام لذات وخواہشات سے بھی احتراز کرنے والا ہو جو اللہ تعالی کی یاد سے غفلت کا سبب بنیں۔

ان صفات کا حاصل یہ ہے کہ انسان ہر دم ایسے رہے کہ گویا اللہ تعالی اس کے سامنے ہیں، چنانچہ خود نبی کریم ﷺ احسان جو کہ ایک شرعی اصطلاح اور ولایت اور بزرگی کا اعلیٰ درجہ ہے کی تعریف اپنے فرمان عالی میں یہی فرماتے ہیں

''ان تعبدالله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک'' (مشکوۃ المصابیح ص۱۱)

اس دنیا میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالی کی معرفت آپ ﷺ کو حاصل تھی، اسی معرفت اور اللہ تعالی سے قرب کا اثر تھا کہ اللہ تعالی کے احکامات کی ادنی سی نافرمانی برداشت کرنے کیلئے تیار نہ تھے، اس طرح کے واقعات آپ کی حیات مبارکہ میں کثرت سے ملیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کی نافرمانی کو قطعاً برداشت نہ کیا چنانچہ ایک موقع پر جب ایک صحابی نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں تو چونکہ شریعت مطہرہ نے ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے تو آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ غصے کی وجہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

''ایلعب بکتاب الله عز وجل وانا بین اظهرکم ''(مشکوۃ المصابیح، ص۲۸۴)

(کلام باری اور احکام الٰہی سے کھیلا جا رہا ہے حالانکہ ابھی تو میں بقید حیات اور صفحۂ ہستی پر موجود ہوں)

آپ نے اللہ تعالی کے حکم کی نافرمانی کو کھیل اور مذاق سے تعبیر فرمایا۔ آپ کی اسی ناراضگی کو دیکھ کر فاروق اعظم کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا میں ایسے شخص کی گردن نہ اڑادوں۔ یہ صرف مثال کے طور پر تھا ورنہ آپ کو بیسیوں ایسی مثالیں ملیں گی۔ آپ کے بعد یہ معرفت آپ کے واسطے سے صحابہ کو حاصل ہوئی، چنانچہ صحابہ کی زندگی بھر کا معمول دیکھ لیجئے کہیں آپ کو عمداً نافرمانی کی بو بھی محسوس نہیں ہوگی اور اگر اللہ تعالی کی معرفت کے آثار دیکھنے ہوں تو صحابہ کی زندگی پر ایک نظر ڈال لیجئے آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ معرفت کے بعد انسان کی حالت کیسی ہوتی ہے ان میں کتنے حضرات ایسے ملیں گے جو اذان کی آواز سنتے تو ان کا رنگ اللہ کے خوف سے متغیر ہو جاتا جب ان سے پوچھا جاتا تو فرماتے کہ احکم الحاکمین کے دربار میں حاضری کا وقت آگیا اس خوف سے یہ حالت ہے، ان کی نماز کو دیکھ لیجئے، ان کے زہد کو دیکھ لیجئے، ان کے راتوں کو اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہو کر رونے کو دیکھ لیجئے، یہ اپنے دعوے میں سچے لوگ تھے کیونکہ ان کی سچائی کی گواہی خود اللہ تعالی نے دی ہے، نہ صرف سچائی کی گوائی دی ہے بلکہ انہیں سچائی کا معیار بنادیا اور فرمایا:

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ"

(التوبة: ۱۰۰)

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ تعالی ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔

اسی طرح دوسری جگہ پر فرمایا:

"اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی" الآية (الحجرات: ۳)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالی نے تقوی کیلئے خالص کر دیا ہے۔

اب اس کے بعد ان لوگوں کو جو ولایت کے مدعی ہیں اس معیار پر پرکھ لیجئے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو تو معیار بنایا ہے، دین کے نام پر اپنی تجوریاں بھرنے والوں کو معیار نہیں بنایا اگر ان میں یہ صفات آپ کو مل جائیں تو بہت اچھی بات ہے لیکن اگر یہ صفات ان میں نہ ملیں بلکہ صرف دنیا جمع کرنے کی حرص نے ایسے لبادے میں رکھا ہوا ہے تو جان لیجئے کہ آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جارہی ہے اور وہ بھی دین کے نام پر، اگر ان لوگوں کو دھوکہ سے ہی کام چلانا تھا تو دنیا کے اعتبار سے دھوکہ دہی کرتے اگرچہ وہ بھی برا تھا لیکن دین کے نام پر دھوکہ اس سے کہیں بڑھ کر برا ہے۔

کیا آپ کو یہ خیال نہیں آیا کہ اگر اس نماز اور دوسری عبادات کی مشقت سے مبرا کرنے کی مستحق کوئی ہستی ہوسکتی تھی تو رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اس کی زیادہ مستحق تھی لیکن کیا آپ کی حیات مبارکہ سے کوئی ایک واقعہ ایسا ثابت کرسکتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالی نے میری مشقت کو دیکھتے ہوئے میری نماز وغیرہ معاف کردی یا عملاً آپ نے کبھی ایسا کیا ہو، چلیں قرآن یا احادیث صحیحہ سے نہ سہی بلکہ ضعیف احادیث سے ہی ثابت کردیجئے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ حدیث کی کتابوں کو چھوڑیں کسی تاریخی حوالے سے ہی کوئی واقعہ ایسا نقل کردیجئے، اگر رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ سے ثابت نہیں کرسکتے تو صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی زندگی کا ہی کوئی واقعہ ایسا

ثابت کردیجئے۔ آپ اور ایسے شیطانی دھوکہ میں گرفتار پیر ساری زندگی ایک حوالہ ایسا نہیں پیش کرسکتے صرف لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں تاکہ کرنا کچھ نہ پڑے اور زندگی آرام سے گزر جائے۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ رسول اللہ ﷺ باوجود اس بات کے کہ اللہ تعالی کے ہاں سب مخلوقات سے زیادہ محبوب ہیں لیکن اللہ تعالی نے ان کیلئے نہیں فرمایا کہ آپ کی نماز وغیرہ معاف کردی گئی، عام حالات میں تو دور کی بات ہے لیکن اگر کسی درجے میں معافی ہوسکتی ہوتی تو جب رسول اللہ ﷺ یا آپ کے صحابہ تکلیف میں تھے اس وقت تو اس معافی کا اعلان ہونا چاہیے تھا خاص طور پر جب کہ یہ تکالیف بھی دین کی وجہ سے ہوں، چلیں ہمیشہ کیلئے نہ سہی صرف تکلیف تک کے زمانے کیلئے یہ اعلان کردیا جاتا کہ آپ کی نماز وغیرہ معاف کردی گئی، لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ......احد کے میدان میں جب مسلمانوں کو ظاہری طور پر شکست ہوئی تو اس میں رسول اللہ ﷺ زخمی ہوگئے آپ کے چہرے پر زخم آئے، لوہے کی زرہ اندر دھنس گئی، دندان مبارک شہید ہوگئے (بخاری شریف، ۲/۵۸۴) اس وقت آپ کو کتنی تکلیف ہوئی ہوگی، کیا کہیں ایسا موجود ہے کہ صرف اس موقع کیلئے ہی نمازیں وغیرہ معاف کردی گئی ہوں؟

یہ خندق کا میدان ہے، پیٹ پر پتھر باندھے خندق کھودی جارہی ہے، صحابہ اس حالت میں شکایت کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں، دوجہاں کے سردار اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹاتے ہیں اور فرماتے ہیں آپ لوگوں نے ایک ایک پتھر باندھا ہے جبکہ میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں، اب دشمن نے آکر مدینہ منورہ کے گرد گھیرا ڈال لیا ہے ہر دم یہ خطرہ ہے کہ دشمن خندق پار کر کے حملہ نہ کردے تیروں کی بارش ہورہی ہے، ایسی حالت میں آپ کی چار نمازیں قضاء ہوگئیں جب ذرا فرصت ملی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالی ان کافروں کو تباہ کریں کہ انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے کا موقع بھی نہیں دیا (البدایۃ والنہایۃ، ۲/۱۱۲) اس کے بعد آپ نے چاروں نمازوں کی ادائیگی فرمائی۔

اور تو اور آپ اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں بخار کی شدت اور کمزوری سے چلا بھی نہیں جارہا، چلنا تو دور کی بات ہے آپ پر غشی کے دورے پڑ رہے ہیں کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرمایا لیکن دوبارہ بے ہوشی طاری ہوگئی جب کافی دیر اس طرح گزر گئی اور صحابہ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھادیں، اس کے بعد آپ دو صحابہ کا سہارا لے کر مسجد میں پہنچے، صحابہ وہ منظر بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاؤں مبارک زمین پر جمتے نہ تھے اور گھسٹ رہے تھے (بخاری شریف، ۲/۶۳۹) آپ تشریف لائے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے اسی حالت میں نماز کی ادائیگی فرمائی، "صلی اللہ علیہ وسلم" یہ وصال کے قریب کا دور ہے، اللہ تعالی اپنے محبوب سے ایسی حالت میں ہی نماز معاف کردیتے۔

آپ کے بعد آپ کے خلفاء کا حال بھی ذرا دیکھ لیجئے خلیفہ اول کا دور ہے کچھ لوگوں نے زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کردیا اور بعض نے صرف حکومت کو دینے سے انکار کیا آپ نے ان سب سے قتال کا حکم جاری فرمایا کہ ان سے قتال کیا جائے اگر مان جائیں تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کردیا جائے چنانچہ اسی موقع پر آپ نے فرمایا

"واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ" (الصحیح لمسلم، ۱/۳۷)

یعنی اللہ کی قسم میں ہر اس شخص سے قتال کروں گا جس نے نماز اور زکوۃ میں فرق کیا۔
کہ ایک کی ادائیگی کی اور دوسرے کی ادائیگی نہ کی۔
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا آخری وقت ہے مجوسی کے خنجر کے وار سے اکثر اوقات بے ہوش رہنے لگے، موت کی علامات ظاہر ہوگئی ہیں، ایسے میں بھی جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو آپ کو ہوش میں لایا جاتا ہے اسی حالت میں آپ نماز کی ادائیگی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''ہاں ہاں اس شخص کا اس دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو نماز کی ادائیگی نہیں کرتا''۔ یہ وہ افراد ہیں جو اس امت کے سب سے بڑے بزرگ ہیں ،موجودہ بزرگوں کی بزرگی میں شک ہوسکتا ہے لیکن ان کی بزرگی میں رتی برابر شک نہیں کیونکہ ان کی بزرگی کی گواہی قرآن نے دی ہے۔ اسی طرح کی مثالیں اگر بیان کرنی شروع کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، مقصود صرف نمونہ دکھانا ہے کہ یہ حضرات جن کی ولایت میں کوئی شبہ ہی نہیں عام حالات میں تو درکنار انتہائی مشکل حالات میں ان حضرات نے دعوی نہیں کیا ہمارے لئے شریعت کے احکام ختم کردیے گئے، ہم نے تو بڑی قربانیاں دی ہیں، ہاں ایک بات جو ان حضرات میں قدر مشترک ملے گی کہ جب ان پر کوئی مشکل وقت آیا ان کے رجوع الی اللہ میں اضافہ ہوگیا، یہی ان کے اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونے کی بڑی نشانی تھی جو ان کو رسول اللہ ﷺ سے ملی تھی، چنانچہ حضرت حذیفہ رسول اللہ ﷺ کا معمول بیان فرماتے ہیں کہ

''کان النبی ﷺ اذا حزبہ امر صلّٰی'' (مشکوۃ المصابیح، ص ۱۱۷)

(یعنی جب رسول اللہ ﷺ کو کسی معاملے میں پریشانی لاحق ہوتی آپ نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے)

اب آخر میں مختصراً ایک نظر ان روایات اور وعیدات پر ڈال لیجئے جو ارکان کے ترک پر وارد ہیں، اور اگر کوئی شخص ان ارکان کا منکر ہو تو اس کا حال اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ سب سے پہلے نماز سے ابتداء کرتے ہیں

عن ابی سفیان قال سمعت جابرا یقول سمعت النبی ﷺ یقول ان بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوۃ (الصحیح لمسلم، ۱/۶۱)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ ''نماز اسلام اور شرک وکفر کے درمیان فرق کرنے والی ہے گویا جو شخص نماز کی ادائیگی کرنے والا ہے وہ مسلمان ہے اور جو ادائیگی نہیں کررہا اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسرے نمبر پر روزے کو لے لیجئے

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من افطر یوما من رمضان من غیر رخصۃ ولا مرض لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ وان صامہ. (مشکوۃ المصابیح، ص ۱۷۷)

آپ نے فرمایا جو شخص رمضان المبارک کا ایک روزہ جان بوجھ کر بلاوجہ قضاء کرتا ہے پھر اگر وہ اس کے بدلہ زندگی بھر روزے رکھ لیے تب بھی یہ اس ایک قضاء کردہ روزہ کی کفایت نہیں کرسکتے۔

زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ o يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ o (التوبۃ: ۳۴،۳۵)

اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔ جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جاویگا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جاوے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر رکھا تھا سو اب اپنے کرنے کا مزہ چکھو۔

اسی طرح باوجود استطاعت کے حج کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ من ملک زادا وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا. (بجامع الترمذی، ۱/۱۶۷)

(یعنی تم میں جو شخص حج کے زادراہ اور سواری کی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ اسے بیت اللہ تک پہنچا دے اس کے باوجود حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر)

اب ان سب روایات وغیرہ کے ذکر کرنے کے بعد ایسے کھلے دعوے کی حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے اور اس کی اس سے بھی زیادہ صراحت اہل سنت والجماعت کا وہ اتفاقی مسئلہ ہے جو عقائد کی تمام کتابوں میں موجود ہے اور اہل سنت والجماعت کے کسی عالم نے اس پر کسی بھی اعتبار سے کلام نہیں کیا اور وہ یہ کہ

"ان العبد ما دام عاقلا بالغا لا یصل الی مقام یسقط عنہ الامر والنھی لقولہ تعالی "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" (شرح فقہ اکبر، ص۱۲۲، شرح العقائد النسفیۃ ص۱۶۶)

(جب تک کوئی بندہ عاقل بالغ ہے وہ ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے احکامات ومنہیات ساقط ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہ "اپنے رب کی عبادت مرتے دم تک کیجئے)

اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ اس سے عبادات ساقط کر دی گئیں تو یا تو وہ پاگل ہے یا پھر دین کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، اور دنیا سے اسلام کی روح کو ختم کرنا چاہتا ہے، ایسا شخص اس دشمن سے کہیں زیادہ خطرناک ہے جو مسلمانوں کو جنگ میں لڑنے کی دعوت دے رہا ہو یا مسلمانوں کو ختم کرنے کی سازش کر رہا ہو کیونکہ اس کی سازش اگر کامیاب بھی ہوگئی تو جو مسلمان بچ جائیں گے کم سے کم انہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے لیکن اگر اس دھوکے باز کا وار چل گیا جس نے بزرگی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے تو یہ مسلمانوں کو گھر بیٹھے ختم کر دے گا اور انہیں احساس بھی نہیں ہوگا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ چنانچہ فقہاء نے ضروریات دین (جس میں ارکان بطریق اولی داخل ہیں) میں سے کسی ایک چیز کے منکر کو کافر قرار دیا ہے اور اگر کوئی شخص سب ہی کا منکر ہو تو اس کے اسلام سے خارج ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔

باقی رہا یہ کہنا کہ شریعت وطریقت میں فرق ہے، جیسا کہ اور بھی ایسے بہت سے حضرات کہتے ہیں، درحقیقت یہ کہنا خود بہت بڑی جہالت کی علامت ہے کہ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جسے طریقت کی ہوا بھی نہ لگی ہو ورنہ شریعت وطریقت کیسے علیحدہ علیحدہ ہوسکتی ہے جبکہ دونوں کی ابتداء وانتہاء ایک ہی ہے، چنانچہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ انہی جیسے حضرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اذا رأيتم الرجل قد اعطى من الكرامات حتى يرتفع في الهواء فلا تعتروا

به حتى تنظروا كيف تجدونه عند الامر والنهي وحفظ الحدود والوقوف عند الشريعة.

(البداية والنهاية، ۱۱/۳۸)

(ترجمہ) اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اعلیٰ درجہ کی کرامتوں کا مظاہرہ کر کے ہوا میں اڑ رہا ہے، تب بھی اس کے دھوکے میں نہ آؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ احکام شریعت اور حفظ حدود کے معاملے میں اس کا کیا حال ہے؟

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامیؒ جن کی کتاب ''ردالمحتار'' کو ہمارے زمانے میں فتویٰ کی بنیادی کتاب کی حیثیت حاصل ہے، اپنی اسی کتاب میں (۱/۶۰) میں شریعت وطریقت کے تلازم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

الطريقة سلوك طريق الشريعة :والشريعة :اعمال شريعة محدودة وهما والحقيقة ثلاثة متلازمة ......والمراد من الثلاثة اقامة العبودية على وجه المراد من العبد.

(ترجمہ) طریقت، شریعت کی راہ پر چلنے کو کہتے ہیں اور شریعت، شریعت کے متعینہ اعمال کو کہتے ہیں اور یہ دونوں اور حقیقت پھر ان تینوں کا مجموعہ لازم وملزوم ہیں......اور تینوں سے مراد یہ ہے کہ بندے سے جس طرح بندگی مطوب ہے اس طرح بندگی قائم کرنا۔

لہٰذا آپ کے ہاں آنے والے صاحب جو بزرگ کے بجائے شیطان کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں اگر عبادات کے منکر ہیں تو ان کے اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں آپ ان کی صحبت سے دور رہیں یہ اچھا ہے کہ انہوں آپ کے ایمان پہ ڈاکہ نہیں ڈالا ورنہ اس طرح شیطان صفت لوگ دوسروں کا ایمان بھی خراب کرتے ہیں۔ اور آئندہ کیلئے ہر اس شخص کو بزرگ نہ سمجھیں جو سنتوں کا تارک ہو چہ جائیکہ فرائض کے تارک کو بزرگ سمجھنا شروع کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

لما في قوله تعالى: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ٥ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ٥

(الحجر: ۹۸،۹۹)

وايضاً: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ٥ (طه: ۱۳۲)

وايضاً: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا ٥ (النساء: ۱۰۳)

وايضاً: وَاَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا ٥ (مريم: ۳۱)

وايضاً: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥

(البقرة: ۱۸۳)

وفی الصحیح للبخاری (۱/۶):عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الاالله وان محمدا رسول الله و اقام الصلوة وایتاء الزکوة والحج وصوم رمضان.

وفیه ایضاً(۱/۸):عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ویقیموا الصلوة ویوتواالزکوة فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دمائهم واموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم علی الله.

وفی الهندیة (۱/۵۰): الصلوة فریضة محکمة لا یسع ترکها ویکفر جاحدها کذا فی الخلاصة ولا یقتل تارک الصلوة عامداً غیر منکر وجوبها بل یحبس حتی یحدث توبة .

وفی الدرالمختار (۱/۳۵۲): (ویکفر جاحدها) لثبوتها بدلیل قطعی(وتارکها عمداًمجانة) ای تکاسلا فاسق (یحبس حتی یصلی) لانه یحبس لحق العبد فحق الحق احق وقیل یضرب حتی یسیل منه الدم وعند الشافعی یقتل بصلاة واحدة حداًوقیل کفرا.

(۴۴) جو شخص شیخین کو کافر لکھے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص لوگوں کے سامنے کہے کہ میں شیخین یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو مانتا ہوں اوران کی عزت کرتا ہوں پھراپنی کتاب میں لکھے کہ وہ کافر ہیں (العیاذ باللہ) تو ایسے شخص کا ازروئے شریعت کیا حکم ہے؟ایسے شخص کی اتباع کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... جو شخص شیخین کو کافر لکھے (العیاذ باللہ) تو اس سے وہ خود کافر ہو جاتا ہے کیونکہ ان حضرات کا ایمان نصوص قطعیہ سے ثابت ہے ایسے شخص کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی اتباع کی جائے گی۔

لمافی الفقه الاکبر (ص۷۰): فقد اجمعوا علی من انکر صحبة ابی بکر الصدیق کفر بخلاف صحبة غیره لورود النص فی حقه حیث قال الله تعالی الاتنصروه فقد نصره الله اذ یقول لصاحبه......

وفی خلاصة الفتاوی (۴/۳۸۱): الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر.

وفی رد المحتار (۴/۲۳۶): اوالکافر بسب الشیخین اوبسبب احدهما فی البحر عن الجوهرة معزیا للشهید من سب الشیخین اوطعن فیهما کفر.

(۴۵) یوں کہنا کہ ”میں حلال وحرام نہیں جانتا“

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کسی کام میں مصروف تھا دوسرے نے منع کیا کہ یہ

کام حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے تو اس شخص نے کہا کہ میں حلال وحرام نہیں جانتا تو کیا یہ شخص ان الفاظ سے کافر ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر یہ الفاظ اس نیت سے کہتا ہے کہ وہ حلال وحرام کو ایک جانتا ہے یا دونوں کے استعمال میں کوئی فرق نہیں سمجھتا تو کافر ہوجائے گا۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۷۴): **ومن قال لاعرف الحلال والحرام کفر یعنی اذا اراد به عدم الفرق فی الاستعمال او اعتقاد الاستحلال بخلاف الاعتراف بانه من الجهال.**

وفی ردالمحتار (۲۲۳/۴): **فی البحر والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراما لغیره کمال الغیر لایکفر وان کان لعینه وان کان دلیله قطعیا کفر والا فلاوقیل التفصیل فی العالم اماالجاهل فلایفرق بین الحلال والحرام لعینه ولغیره وانما الفرق فی حقه ان ماکان قطعیا کفربه والافلا.**

(۴۶) غیر قبلہ کی طرف اور بغیر وضوء نماز پڑھنے والے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے جبکہ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو؟ نیز اگر بغیر وضو نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کسی شخص نے غیر جہت قبلہ کی طرف جان بوجھ کر نماز پڑھ لی تو یہ شخص سخت گناہ گار ہوگا البتہ اس عمل کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ اور اگر بغیر وضو کے نماز پڑھی تو کافر ہوجائے گا کیونکہ بغیر وضو کے نماز پڑھنا استخفاف کی علامت ہے۔

لمافی البحرالرائق (۲۸۶/۱): **ومن صلی الی غیر جهة الکعبة متعمدا لایکفر هوالصحیح لان ترک جهة الکعبة جائز فی الجملة بخلاف الصلاة بغیر طهارة لعدم الجواز بغیر طهارة بحال.**

(هکذا فی الطحطاوی علی المراقی : ص۱۹۸)

وفی ردالمحتار (۲۲۲/۴): **ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنهتکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین کالصلاة بلاوضوء عمدا.........قلت ویظهر من هذا ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به.**

(۴۷) کیا محمد بن عبد الوہاب النجدی خوارج میں سے تھا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد بن عبد الوہاب النجدی مسلمانوں کے خون اور اموال واعراض کے پامال کرنے کو جائز سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ موجودہ دور میں تمام لوگ مشرک ہیں اور وہ سلف کو برا بھلا بھی کہتا ہے آپ

حضرات کی ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے کیا وہ خوارج میں سے تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... محمد بن عبدالوہاب نجدی نے شریعت کی حدود سے تجاوز کیا ہے اور سلف اور صلحاء کے راستے کو چھوڑ دیا ہے اور شریعت مطہرہ میں انتہائی غلو سے کام لیا ہے البتہ سوال میں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان کا شمار خوارج میں ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں مشائخ کی کتابوں میں اس بات کی صراحت نہ مل سکی لہٰذا ان کو خوارج میں شمار کرنا مناسب نہیں۔

لمافی المهند علی المفند (صـ ۲۸): قد کان محمد بن عبدالوهاب النجدی یستحل دماء المسلمین .... الجواب الحکم عندنا فیهم ماقال فی الدرالمختار ......الی ان قال ......کماوقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اهل السنة وقتل علماء هم حتی کسر شوکتهم ....ثم اقول لیس هو ولا احد من اتباعه وشیعته من مشائخنا فی سلسلة من سلاسل العلم من الفقه والحدیث والتفسیر والتصوف.

(۴۸) شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کسی حرام چیز کے استعمال کے وقت وقت بسم اللہ پڑھتا ہے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر یہ شخص شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو اس سے کافر ہو جائے گا۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۸۹/۴): رجل یشرب الخمر وقال بسم الله اوقال عندالزنا یکفر.

وفی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۳۹/۶): شرب الخمر وقال بسم الله اوقال ذلک عندالزنا ....کفر.

وفی الهندیة (۲۷۳/۲): من اکل طعاما حراما وقال عندالاکل بسم الله حکی الامام المعروف بمشتملی انه یکفر.

(۴۹) نقلی داڑھی کی خرید وفروخت اور لگانے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سفید نقلی داڑھی بنا کر بیچتے ہیں۔ اس کو مختلف موقع پر لگایا جاتا ہے۔ کیا اس سے سنت کی تحقیر نہیں ہوتی؟ جو شخص خوش طبعی اور مذاق کے طور پر لگاتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے تو اس لگانے والے شخص کا اور جو اس پر ہنستے ہیں شریعت کا ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... نقلی داڑھی بنا کر بیچنا اور اسی طرح لوگوں کو ہنسانے کے لئے اس کو لگانے سے شعائر اسلام کی توہین لازم آتی ہے اور شعائر اسلام کی توہین کفر ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

لمافی البحر الرائق (۵/۱۲۱): ویکفر ...... باستخفافه بسنة من السنن.

وفی ردالمحتار (۴/۲۲۲): کفر الحنفية بالفاظ كثيرة، وافعال تصدر من المنتهكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلاوضوء عمدا............قلت ويظهر من هذا ان ماكان دليل الاستخفاف يكفر به.

(۵۰) کفریہ الفاظ ادا کرنے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کسی انسان سے کفریہ الفاظ صادر ہو جائیں تو کیا وہ اس سے کافر ہو جائے گا؟ اگر کافر ہو جائے تو اس کے احکامات کیا ہوں گے؟ اور قیامت کے دن اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جب کوئی شخص کفریہ الفاظ زبان سے کہہ دے تو وہ ان الفاظ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔ ایسے شخص کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی شبہ کی وجہ سے ارتداد کو اختیار کرے تو اس کے شبہ کو زائل کیا جائے گا اس کے بعد تین دن کی مہلت دی جائے گی اگر دوبارہ اسلام قبول کرلے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر بغیر توبہ کے یہ شخص مرگیا تو اس کا حشر کفار کے ساتھ ہوگا (العیاذ باللہ)۔

لمافی التفسير الكبير (۶/۹۵): ومن يكفر بالايمان فقد حبط عمله وهو فی الأخرة من الخاسرين ای ومن ينكر شرائع الاسلام وتكاليفه ويجحد اصول الايمان وفروعه فقد ابطل ثواب عمله وخاب فی الدنيا والأخرة، اما فی الدنيا فباعتبار ضياع اعماله وعدم الافادة منها وفی الآخرة بالخسارة والهلاک فی نارجهنم.

وفی شرح الفقه الاكبر (ص۱۶۵): اعلم ان المرتد يعرض عليه الاسلام على سبيل الندب دون الوجوب لان الدعوة بلغته ......وتكشف عنه شبهته فان طلب ان يمهل حبس ثلاثة ايام ......فان تاب فيها والاقتل وفی النوادر عن ابی حنيفة وابی يوسف يستحب ان يمهل ثلاثة ايام طلب ذلک اولم يطلب.

وفی الدر المختار (۴/۲۴۵): واعلم ان كل مسلم ارتد فانه يقتل ان لم يتب.

(۵۱) یوں کہنا کہ ''کاش شراب حرام نہ ہوتی، روزہ فرض نہ ہوتا''

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست کل آئے اور کہنے لگے کہ کاش اللہ تعالیٰ شراب کو حرام نہ کرتے تاکہ میں تم کو پلاتا اور تمہیں معلوم ہوتا کہ اس میں کتنا مزہ ہے (العیاذ باللہ) تو ان کلمات سے کہیں وہ کافر تو نہیں ہو گئے، نیز اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر نماز روزہ فرض نہ ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا کیا یہ جملہ بھی کفر کی طرف مفضی ہے یا نہیں؟ دونوں مسئلوں کا مفصل ومدلل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......ایسے احکامات جن کا حکم تمام ادیان میں حرمت کا ہو، تو ان کی حلّت کی تمنا کرنے والا کافر ہو جاتا ہے، جیسے زنا، ناحق قتل اور ایسے احکامات جو کہ سابقہ ادیان میں موجود نہ تھے، یا سابقہ ادیان میں ان کا حکم حلّت کا تھا، اور اب اس دین میں ان کا حکم حرمت کا ہے، تو ان کی حلّت کی تمنا کرنے والا کافر نہیں ہوگا، جیسے شراب کی حرمت، رمضان کا روزہ۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں آپ کے دوست کا شراب کی حلّت کی تمنا کرنے، اور دوسرے شخص کا نماز، رمضان کے روزے کے فرض نہ ہونے کی تمنا کرنے سے وہ کافر نہیں ہوئے۔ البتہ ایسے کلمات سے اجتناب کرنا ضروری ہے، کیونکہ اگر ان کلمات کو بطور مزاق یا حرام کو حلال سمجھتے ہوئے، استعمال کیا جائے، تو کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

لـمـافـي شرح الفقه الاكبر (صـ۲۵۲): ولو تمنّى ان لا يكون الخمر حراما او لا يكون صوم رمضان فرضا لـمـا يشـق عـلـيـه لايكفر، بخلاف ما اذا تمنى ان لا يحرم الزنا وقتل النفس بغير حق فإنه يكفر، لأن حرمة هـذيـن ثـابتة فـى جـمـيـع الأديـان مـوافقة للحكمة، ومن أراد الخروج عن الحكمة فقد أراد أن يحكم الله ماليس بحكمة وهذا جهل منه بربه سبحانه. وتوضيحه ما قال بعضهم من ان الضابطة هي ان الحرام الذى كـان حـلالا في شريعة فتمنى حله ليس كفر، والذى لم يكن حلالا فى شريعة فتمنى حله كفر، لأن حرمته الأبدية إنما هى التى اقتضتها الحكمة الأزلية مع قطع النظر عن أحوال الأشخاص الأولية والأخروية.

وفي الروض الأزهر (صـ۵۰۲، ۵۰۳): ومن تمنى ان لا يحرم الخمر ولا يفرض عليهم صوم رمضان لايكفر، ولعل الفرق ان الاوّل من المجمع على حرمته في جميع الكتب، وعند سائر الرسل بخلاف الأخيـريـن، فـإنـه كان شرب الخمر حلالا وصوم رمضان لم يكن فرضا على غير هذه الأمة، لكن لم يظهر لى نتيجة هذاالفرق، فانّه لا فرق بين الحكم الإلهى أوّلا بالعموم واخرا بالخصوص.

(۵۲) یوں کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ کا بچہ بھی آجائے تو اس سے کام لیں گے''

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نجی کمپنی کے ایک افسر نے یہ الفاظ کہے: ''اگر اللہ تعالیٰ کمپنی

کے کام کو خراب کرے تو اس کو بھی پھانسی دے دیں گے‘‘ اور ’’اگر اللہ تعالی کا بچہ بھی آئے تو اس سے بھی کام لیں گے‘‘ (العیاذ باللہ)۔ کیا یہ افسران الفاظ سے کافر ہو گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..........صورت مسئولہ میں مذکورہ افسران الفاظ کی ادائیگی سے مرتد ہو گیا ہے اسے چاہئے کہ تجدید ایمان کرے اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴٦۱): اذا وصف الله بمالايليق به او سخر باسم من اسماء الله تعالى او بامر من اوامره اوانكر وعده او وعيده يكفر.

وفي الهندية (۲/۲۵۸): يكفر اذا وصف الله تعالى بمالايليق به ....اوجعل له شريكاً او ولدا أوزوجة أونسبه الى الجهل أوالعجز أوالنقص.

(۵۳) آپ ﷺ کو حاضر وناظر، عالم الغیب اور مختار کل سمجھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر وناظر، عالم الغیب اور مختار کل ہیں کیا ایسے شخص کو قربانی میں شریک کرنا صحیح ہے؟ اگر شریک کر لیا تو دیگر شرکاء کی قربانی درست ہوگی یا نہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..........صورت مسئولہ میں چونکہ مذکورہ شخص ان عقائد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہے لہٰذا ایسے شخص کو قربانی میں شریک کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر شریک کر لیا تو باقی شرکاء کی قربانی درست نہ ہوگی۔

لمافي الدرالمنثور (٦/۵۳۲): واخرج ابن مردوية عن سلمة بن الاكوعص قال كان رسول الله في قبة حمراء اذ جاء رجل على فرس فقال: من انت؟ قال انارسول الله، قال: متى الساعة؟ قال غيب، ومايعلم الغيب الاالله، قال: مافي بطن فرسي؟ قال: غيب ومايعلم الغيب الاالله، قال فمتى تمطر؟ قال: غيب ومايعلم الغيب الاالله.

وفي مختصر تفسير ابن كثير (۱/۵۷۱): وان يمسسك الله بضر فلاكاشف له الاهو وان يمسسك بخير فهوعلى كل شئ قدير يقول تعالى مخبراً انه مالك الضر والنفع وانه المتصرف في خلقه بمايشاء لامعقب لحكمه ولا رادّ لقضاءه.

وفي الصحيح للبخاري (۲/۱۰۹۸): عن عائشة رضى الله عنها قالت من حدثك ان محمدا ......ومن حدثك انه يعلم الغيب فقد كذب.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص ۱۵۱): ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام لم يعلموا المغيبات من

الاشیاء الا ماعلمهم الله تعالی احیانا. وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاده ان النبیا یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالی قل لایعلم من فی السمٰوت والارض الغیب الاالله.

وفی الهندیة (۳۰۴/۵): ولو کان احد الشرکاء ذمیا کتابیا اوغیر کتابی وهو یرید اللحم اویرید القربة فی دینه لم یجز عندنا لان الکافر لایتحقق منه القربة فلحقه بالعدم .... والمسلم لواراد اللحم لایجوز عندنا.

(۵۴) غلطی سے کلمات کفر کہہ دینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بھول کر کہا کہ ''نہ میں کافر ہوں نہ مسلمان بلکہ ایک عام آدمی ہوں''۔ اس کے فوراً بعد کہا کہ ''افسوس میں نے کیا کہہ دیا''۔ اب ایسے شخص کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ کافر ہو گیا یا نہیں؟ اسی طرح اسے تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ایسے الفاظ کہنے والا اگرچہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا لیکن اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح بھی کرلے۔

لمافی الهندیة (۲۷۶/۲): الخاطئ اذا اجری علی لسانه کلمة الکفر خطأً بان کان یرید ان یتکلم بما لیس بکفر فجری علی لسانه کلمة الکفر خطأً لم یکن ذلک کفر عندالکل.

وفی ردالمحتار (۲۴۷/۴): وماکان خطأمن الالفاظ ولایوجب الکفر فقائله یقر علی حاله ولایؤمر بتجدید النکاح ولکن یؤمر بالاستغفار والرجوع عن ذلک وقوله احتیاطاای یأمره المفتی بالتجدید لیکون وطئه حلالا باتفاق.

(۵۵) یوں کہنا: میں فلاں کام کروں تو میں کافر ہو جاؤں پھر اس کام کو سرانجام دینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں کام کروں تو میں کافر ہوں، اب بعد میں وہی کام کرلیا تو کیا اس سے وہ کافر ہو گیا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... اس طرح کے کلمات کہنے کے وقت اگر واقعی عقیدہ یہ ہو کہ میں اس کام سے کافر ہو جاؤں تو ایسا شخص اس کام کو کرنے سے کافر ہو جائے گا، لیکن اگر یہ عقیدہ نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے کہے جیسے غصے کی وجہ سے کہہ دیا تو ایسا شخص ان کلمات کو کہنے کے بعد اس کام کو کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج تو نہ ہوگا البتہ اس پر توبہ کے ساتھ ساتھ قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ یعنی یہ قسم سمجھی جائے گی۔

لما فی قوله تعالی: لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ

(المائدة: ۸۹)

وفی المصنف لعبدالرزاق (۸/۴۸۰): عن ابن عباس فی الرجل یقول هو یهودی او نصرانی او مجوسی او برئ من الاسلام او علیه لعنة الله او علیه نذر قال یمین مغلظة.

عن ابن طاؤس عن ابیه قال من قال انا کافر اوانا یهودی او نصرانی او مجوسی او اخزانی الله او شبه ذلک فهی یمین یکفرها.

وفی الهدایة (۲/۴۸۱): وان قال ان فعلت کذا فهو یهودی او نصرانی او کافر یکون یمینا لانه لما جعل الشرط علما علی الکفر فقد اعتقده واجب الامتناع ......والصحیح انه لا یکفر فیهما ان کان یعلم انه یمین فان کان عنده انه یکفر بالحلف یکفر فیهما لانه رضی بالکفر حیث اقدم علی الفعل.

وفی المحیط البرهانی (۶/۷۰): جئنا الی اصل المسئلة وهو قوله یهودی او نصرانی ان فعل کذا اذا کان یمینا وفعل ذلک الفعل حتی حنث ولزمه الکفارة هل یصیر کافرا؟!اختلف المشائخ فیه قال شمس الائمة السرخسی المختار للفتوی ان کان عنده انه یکفر متی اتی بهذاالشرط ومع هذا اتی به یصیر کافرا لرضائه بالکفرو کفارته ان یقول لا اله الله وان کان عنده انه اذا اتی بالشرط لا یکون کافرا لا یکفر لان هذه الالفاظ صارت کنایة عن الیمین بالله وکأنه قال والله ان فعلت کذا ولو قال والله ان فعلت کذا وفعل لا یصیر کافرا کذا هنا.

وفی التاتارخانیة (۳/۴۲۲): جئنا الی اصل المسئلة وهو قوله هو یهودی او نصرانی ان فعل کذا اذا کان یمینا وفعل ذلک الفعل حتی حنث ولزمته الکفارة هل یصیر کافرا؟!اختلف المشائخ فیه قال شمس الائمة السرخسی والمختار للفتوی انه ان کان عنده انه یکفر متی اتی بهذا الشرط ومع هذا اتی به یصیر کافرا لرضائه بالکفر وکفارته ان یقول اشهدان لا اله الا الله محمد رسول الله وان کان عنده انه اذا اتی بالشرط لا یصیر کافرا لا یکفر.

هکذا فی الهندیة، (۲/۵۴)

وفی الدرالمختار (۳/۷۱۷): (و) القسم ایضا بقوله (ان فعل کذا فهو) یهودی او نصرانی او فاشهدوا علی بالنصرانیة او شریک للکفاراو(کافر) فیکفر بحنثه...... (و) الاصح ان الحالف (لم یکفر) سواء (علقه بماض او آت) ان کان عنده فی اعتقاده انه (یمین وان کان)جاهلا و(عنده انه یکفرفی الحلف) بالغموس وبمباشرة الشرط فی المستقبل (یکفر فیهما) لرضاه بالکفر.

(۵۶) حرام کی ابتداوانتہاء پر بسم اللہ والحمدللہ کہنا/ترک صلوٰۃ وقرأۃ پر قسم

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے یا کوئی بھی برا کام کرتا ہے تو اس کی ابتدا میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ پڑھتا ہے۔ اس کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

نیز اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ میں قرآن کی تلاوت نہیں کروں گا یا نماز نہیں پڑھوں گا تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی شخص شراب پینے کی ابتداء میں یا زنا کے وقت بسم اللہ پڑھے تو دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ اسی طرح آخر میں الحمدللہ کہنے سے بھی کافر ہوجائے گا۔ ہاں اگر آخر میں الحمدللہ بطور شکر کے کہتا ہے کہ باوجود فعل حرام کے ارتکاب کے اللہ تعالیٰ نے اسے رسوا نہیں کیا یا باوجود شراب کے حرام ہونے کے شراب اس کے حلق میں رکی نہیں بلکہ حلق سے نیچے اتر گئی تو بعض حضرات کے نزدیک کافر نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ قرآن کی تلاوت نہیں کرے گا یا نماز نہیں پڑھے گا تو اس سے کافر نہیں ہوگا البتہ اگر اس کی نماز نہ پڑھنے کی قسم نماز کے انکار پر مبنی ہو تو کافر ہوجائے گا۔

لمافی التاتارخانیة (۴۹۹/۵): من اکل طعاما حراما وقال عندالاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف بالمشتملی عن مشائخه انه یکفر لاستخفافه اسم اللہ ولوقال عندالفراغ عن الاکل الحمدللہ فقد قال بعض المشائخ انه لایکفر لانه شکر اللہ تعالی بر آنکه رسوانه کردش ولقمه بحلق وی اندر نماند واتفاق است .... بوقت مباشرت زنا یابوقت قمار کعبتین بگیرد وبگوید بسم اللہ کافر گردد بسبب استخفاف به نام خدائ عزوجل.

وفی الهندیة (۲۷۳/۲): من اکل طعاما حراما وقال عندالاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف بمشتملی انه یکفر ولوقال عندالفراغ الحمدللہ قال بعض المتأخرین لایکفر واتفاق است اگر قدح .... همچنیں بوقت مباشرت زنایابوقت قمار کعبتین بگیرد وبگوید بسم اللہ کافر شود.

وفی الاشباه (ص۱۱۹): ولایکفر بقوله لااصلی الاجحودا.

وفی الهندیة (۲۶۸/۲): وقول الرجل لااصلی یحتمل اربعة اوجه .... والرابع لااصلی اذلیس یجب علی الصلاة اولم اؤمر بهایکفر. واللہ اعلم بالصواب

(۵۷) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر وناظر ہیں؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ رسول اللہ ﷺ کو حاضر وناظر

سمجھتا ہے اوران کی دلیل انا ارسلنک شاھدا (الاحزاب:۴۵) ہے۔جس میں شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر سے کرتے ہیں۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں شاہد کا معنی حاضر و ناظر کرنا اور دلیل میں یہ بیان کرنا کہ گواہ وہ ہوتا ہے جو دیکھ کر گواہی دے لہٰذا اس کے معنی حاضر و ناظر کے ہوئے قطعاً صحیح نہیں ہے۔کیونکہ اگر اس کے معنی حاضر و ناظر کے لیے جائیں تو یہ معنی قرآن وسنت کی دوسری نصوص کے معارض ہے۔کیونکہ خود باری تعالیٰ نے:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا تو سورہ قصص آیت نمبر ۴۴ میں ہے: ''اور آپ مغربی جانب نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی''۔اور آیت کے آخر میں فرمایا ''وما کنت من الشاھدین''۔پہلے آپ کے وہاں حاضر ہونے کی نفی کی کہ آپ وہاں نہیں تھے پھر صراحۃً شاہد یعنی بقول ان کے جو حاضر و ناظر سے شاہد کا ترجمہ کرتے ہیں یہاں حاضر و ناظر کی نفی کردی۔

۲۔ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا، آخر میں آیت نمبر ۱۰۲ میں فرمایا ''یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ اپنی بات طے کررہے تھے''۔یہاں پہلے آپ کے وہاں حاضر و ناظر ہونے کی نفی اشارۃً کی کیونکہ فرمایا یہ غیب کی خبر ہے اور غیب اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ابھی تک دیکھی نہ ہو۔اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو پھر ''غیب'' کہاں باقی رہا۔اس کے بعد صراحۃً نفی کی کہ وما کنت لدیھم (آپ ان کے پاس نہ تھے) یعنی حاضر و ناظر نہ تھے۔

۳۔ سورۂ ہود آیت نمبر ۱۷: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے بینہ پر ہو اور اس کے ساتھ شاہد ہو............'' یہاں شاہد سے مفسرین نے قرآن، بعض نے اعجاز قرآن اور بعض نے انجیل مراد لی ہے۔اب اگر شاہد کے معنی حاضر و ناظر کئے جائیں تو پھر قرآن، انجیل یا اعجاز قرآن کے حاضر و ناظر ہونے کے کیا معنی ہوں گے۔

اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں کتنے ہی ایسے واقعات پیش آئے جن سے آپ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے:

۱۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صلح کے لئے کفار مکہ کے پاس بھیجا تو اس وقت کفار نے مشہور کردیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا۔اس پر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے صحابہ سے جہاد کے لئے بیعت لی اور آپ جہاد کیلئے تیار ہوگئے حالانکہ بعد میں پتہ چلا کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر جھوٹی تھی۔اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو بتلادیتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے، یہ جھوٹی خبر ہے۔

۲۔ منافقین کی طرف سے معرکۃ الآراء بہتان جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا اس میں آپ کافی دنوں تک سخت پریشان رہے۔کبھی تو صحابہ سے مشورہ کیا جارہا ہے، کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ان کی خادمہ سے سوالات کئے جارہے ہیں۔یہانتک کہ حضرت عائشہ اسی غم میں اپنے والد کے یہاں تشریف لے گئیں۔جب تک وحی نازل نہیں ہوئی یہ پریشانی بدستور رہی۔اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو پہلے سے بتلادیتے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان ہے۔

۳۔ غزوہ خیبر کے موقع پر آپ کو کھانے میں زہر دیا گیا اور آپ کو پتہ نہ چلا بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب بتلانے پر سبب ظاہر ہوا تو آپ کو پتہ چلا۔ اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو آپ کو پہلے سے پتہ ہوتا۔

ان کے علاوہ کتنے ہی ایسے واقعات ہیں جن سے آپ کے حاضر وناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر جگہ حاضر وناظر یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَاللهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْد، وَاللهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْن، وَاللهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّحِيْط﴾ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ لیس کمثلہ شیٔ (یعنی ذات اور صفات کسی بھی اعتبار سے خالق اور مخلوق کے درمیان مماثلت نہیں ہوسکتی) لہٰذا رب تعالیٰ کی صفات کسی مخلوق میں نہیں ہوسکتیں۔

نیز قرآن کریم کی تشریح وتفسیر نقل کی محتاج ہے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی تفسیر یا معنی بیان نہیں کر سکتے جب تک کہ اسلاف اور مقتداء امت میں سے کسی نے یہ معنی یا تفسیر مراد نہ لی ہو ورنہ نبی کریم ﷺ کی اس روایت کی وعید کے مصداق بنیں گے کہ آپ فرماتے ہیں: من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطأ (یعنی اگر کسی نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے اور خیال سے کی اور رائے ہونے کے باوجود حقیقت کے مطابق ہوگئی اور مراد وہی تھی وہ پھر بھی غلطی پر ہے)۔ اور اسلاف امت میں سے کسی نے اس کے معنی حاضر وناظر کے نہیں کئے من ادعیٰ فلیأت بحجۃ.

اب رہی یہ بات کہ اگر شاہد سے مراد حاضر وناظر نہیں تو پھر کیا مراد ہے تو اس کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں:

اول: آپ کو اس امت اور سابقہ امتوں کے انبیاء کی تبلیغ پر گواہ بنایا گیا اور اس گواہی کی بنیاد آپ کا حاضر وناظر ہونا نہیں بلکہ قرآن کریم کا یہ بیان ہے ”سابقہ امتوں کے انبیاء نے اپنی امتوں تک اللہ کا پیغام پہنچادیا“۔

دوم: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر گواہ بنا کر بھیجا۔

سوم: شاہ عبدالقادرؒ اور امام راغب اصفہانیؒ نے شاہد کا معنی معلم سے کیا یعنی اے نبی! ہم نے آپ کو معلم بنا کر بھیجا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ نبی علیہ السلام اپنے روضہ اطہر سے ہی کائنات کا مشاہدہ کر رہے ہیں تو یہ بات بھی روایات کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں گھومتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں“۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میرے روضہ کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے“۔ اگر آپ ساری کائنات کا خود مشاہدہ فرماتے ہیں تو پھر جہاں بھی کوئی امتی درود پڑھتا آپ کو معلوم ہو جاتا، حالانکہ جو امتی روضہ اطہر سے دور آپ پر درود پڑھتے ہیں فرشتوں کے ذریعے آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ شاہد کے معنی حاضر وناظر سے کرنا نصوص کے خلاف اور بالکل بے اصل ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔

لما فی روح المعانی (۲۲/۴۵): یآایھا النبی انا ارسلنک شاھدا. علی من بعثت الیھم تراقب احوالھم وتشاھد اعمالھم وتتحمل عنھم الشھادۃ بماصدر عنھم من التصدیق والتکذیب وسائر

ماهم عليه من الهدى والضلال ....ثم از تحمل الشهادة على من عاصرها واطلع على عمله امر ظاهر واماتحملها على من بعده باعيانهم فان كان مرادا ايضا ففيه خفاء لان ظاهر الاخبار انه عليه السلام لايعرف اعمال من بعده باعيانهم ، روى ابوبكر وانس وحذيفة وسمرة وابوالدرداء عنها ليردن على ناس من اصحابى الحوض حتى رأيتهم وعرفتهم اختلجوا دونى فاقول يارب اصحابى اصحابى فيقال لى انك لاتدرى مااحدثوا بعدك نعم قديقال انه عليه الصلوة والسلام يعلم بطاعات ومعاص تقع بعده من امته لكن لايعلم اعيان الطائعين والعاصين ....واما زعم ان التحمل على من بعده الى يوم القيمة لماانها حى بروحه وجسده يسير حيث شاء فى اقطار الارض والملكوت فمبنى على ما علمت حاله ....وقيل المراد شاهدابان لااله الاالله.

وفى احكام القرآن للقرطبى (۲۰۰/۱۴): قوله تعالى شاهدا قال سعيد عن قتادة شاهد اعلى امته بالتبليغ اليهم وعلى سائر الامم بتبليغ انبيائهم ونحوذلك.

وفيها ايضا (۲۷۶/۱۶) تحت آية "لقد رضى الله عن المؤمنين الاية": وكان رسول الله قبل الصلح قد بعث عثمان بن عفان الى مكة رسولا فجاء خبر الى رسول الله بان اهل مكة قتلوه فدعا رسول الله حينئذ الى المبايعة له على الحرب والقتال لاهل مكة فروى انه بايعهم على الموت.

وفيهاايضا (۱۹۷/۱۲): تحت "آية ان الذين جاؤو بالافك عصبة منكم لاتحسبوه شرالكم بل هو خير لكم لكل امرئ منهم مااكتسب من الاثم ، والذى تولى كبره منهم له عذاب اليم": سبب نزولها مارواه الائمة من حديث الافك الطويل فى قصة عائشة رضوان الله عليها ، وهو خبر صحيح مشهور أغنى اشتهاره عن ذكره.

وفى الصحيح للبخارى (۶۱۰/۲): حدثنا عبدالله بن يوسف ......عن ابى هريرة لمافتحت خيبر اهديت لرسول الله ا شاة فيها سم.

وفى المشكوة (ص۸۶): عن ابن مسعود ص قال قال رسول الله ا ان لله ملائكة سياحين فى الارض يبلغونى من امتى السلام.

وفيهاايضا (ص۸۷): عن ابى هريرة ص قال قال رسول الله من صلى عند قبرى سمعته ومن صلى نائيا ابلغته.

(۵۸) غلام علی، غلام مصطفیٰ اور غلام رسول نام رکھنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غلام علی، غلام رسول اور غلام مصطفیٰ نام رکھنا کیسا ہے؟

شریعت کی رو سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......مذکورہ نام رکھنے میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں بلکہ جائز ہیں البتہ فرقِ باطلہ میں سے کسی کے ساتھ تشبہ لازم آئے تو ایسی صورت میں احتراز اولیٰ ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم (۲۳۸/۲): عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لايقولن احدكم عبدی وامتی كلكم عبيدالله وكل نساء كم اماء الله ولكن ليقل غلامی وجاريتی وفتای وفتاتی.

وفی المفصل لاحكام المرأة والبيت المسلم (۲۸۳/۹): ويراعی فی تسمية المولود اختيار الاسم الحسن والاسم المستحب شرعااو المباح التسمية به ....وترک الاسماء القبيحة اوالمنهی عنها اواللتی تكره التسمية بها.........روی ابوداؤد فی سننه عن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ انكم تدعون يوم القيامة باسمائكم واسماء آباء كم فاحسنوا اسماء كم ....دلالة الحديث واضحة فی اختيار الاسم الحسن للمولود ولانه لاكلفة فی هذا الاختيار علی الوالد ولان من حق الولد علی والده ان يختار له اسما حسنا.

(۵۹) کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہے تو کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا شخص قابل تعزیر ہے اور کسی مسلمان کی ہتک وتوہین کبائر میں سے ہے لہٰذا ایسے کلام سے احتراز لازم ہے۔

لمافی الصحيح لمسلم (۵۷/۱): عن عبدالله بن دينار انه سمع ابن عمر يقول قال رسول الله ايما امرئ قال لاخيه كافر فقد باء بها احدهما ان كان كما قال والارجعت عليه.

وفی شرح النووی تحت هذا الحديث: فی تاويل الحديث اوجه انه محمول علی المستحل لذلک .... الثانی معناه رجعت عليه نقيصه لاخيه ومعصية تكفيره ...... الرابع ان ذلک يؤل به الی الكفر.

وفيها ايضا (۵۸/۱): عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله سباب المسلم فسوق وقتاله كفر.

وقال النووی تحته: السب فی اللغة الشتم والتكلم فی عرض الانسان بمايعيبه ......معنی الحديث فسب المسلم بغير حق حرام باجماع الامة وفاعله فاسق.

وفی الدر المختار (۴/۶۹): وعزرا لشاتم بیاکافر ....یافاجر یامخنث یاخائن.

(۶۰) اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد لکھنا یا کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ’’ اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد‘‘ پمفلٹ پر لکھ کر شائع کرنا کیسا ہے؟ کیا نحن عباد محمد میں عباد کے معنی’’اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں‘‘ کرنا صحیح ہے؟ نیز کسی کا نام عبدمحمد بمعنی غلام محمد ہو تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد پمفلٹ پر لکھ کر شائع کرنا درست نہیں اگر چہ نحن عباد محمد میں عباد کے معنی اطاعت گزار اور فرماں بردار کے لئے جائیں کیونکہ کم سے کم اس میں ایہام شرک ضرور ہے اور جس طرح شرک ممنوع ہے ایہام شرک بھی ممنوع ہے۔

نیز اسی طرح ایہام شرک کی بناء پر عبدمحمد نام رکھنا درست نہیں اگر چہ وہ غلام محمد کے معنی میں ہو۔

لما فی المرقات (۹/۱۰۶): وروی الحاکم فی الکنی والطبرانی عن ابی الزبیر الثقفی مرفوعا اذاسمیتمَ فعبدوا ای انسبوا عبودیتھم الی اسماء اللہ فیشمل عبدالرحیم وعبدالملک وغیرھما ولایجوز عبداالحارث ولاعبدالنبی ولاعبرۃ بماشاع فیما بین الناس.

وفی شرح الفقہ الاکبر (صـ۱۹۳): وامامااشتھر من التسمیۃ بعبدالنبی فظاھرہ کفرالاان اراد بالعبد المملوک.

وفی حجۃ اللہ البالغۃ (۱/۶۳): وقد ثبت فی احادیث لاتحصی ان النبی ﷺ غیر اسماء اصحابہ عبدالعزی وعبدالشمس ونحوھا الی عبداللہ وعبدالرحمن وماشبھھما فھذہ اشباح وقوالب للشرک نھی الشارع عنھا لکونھا قوالب لہ.

(۶۱) داڑھی کی توہین کرنا یا مذاق اڑانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ایک شخص سے جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی کہنے لگی آپ داڑھی کی وجہ سے بکرا لگتے ہیں اور داڑھی کی وجہ سے آپ کو کوئی رشتہ بھی نہیں مل رہا ہے لہٰذا اسے کاٹ دو یا چھوٹا کردو۔ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے یہ بات مذاقاً کہی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... شعائر اسلام اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑانا یا ان کی توہین کفر ہے لہٰذا ایسے کلمات سے یہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور اگر شادی شدہ ہے تو نکاح بھی ختم ہوگیا لہٰذا اسے چاہئے کہ تجدید اسلام اور نکاح کرے اور آئندہ کے لئے ایسے

کلام سے اجتناب کرے۔

لمافی البحر الرائق (۱۲۱/۵): ویکفر .... باستخفافه بسنة من السنن.

وفی الهندیة (۲۶۳/۲): من لم یقر ببعض الانبیاء اولم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر.

وفی ردالمحتار (۲۲۲/۴): ولااعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنتهکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین .... قلت :ویظهر من هذا ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به.

(۶۲) یوں کہنا کہ ''انامؤمن انشاء اللہ''

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کو اپنے بارے میں شک وتردد ہے اس بناء پر یوں کہتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔لیکن اگر محض تبرک کے لئے ایسا کہے یا مستقبل کے اعتبار سے کہے یعنی اس خیال سے بھی کہ ابھی تو میں مومن ہوں لیکن مستقبل کے بارے میں معلوم نہیں کہ مجھے ایمان پر دوام وثبات نصیب ہوگا یا نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی الهندیة (۲۵۷/۲): من شک فی ایمانه وقال انامومن ان شاء اللہ فهو کافر الااذا اوّل فقال لاادری اخرج من الدنیا مومنا فحینئذ لایکفر.

وفی ردالمحتار (۴۶/۳): لاتجوز مناکحة من یقول انامومن انشاء اللہ لانه کافر قال فی البحر انه محمول علی من یقوله شکافی ایمانه والشافعیة لایقولون بذلک .... وحقق ذلک فی الفتح بان الشافعیة یریدون به ایمان الموافاة کماصرحوا به وهوالذی یقبض علیه العبد وهواخبار عن نفسه بفعل فی المستقبل اواستصحابه الیه.

(۶۳) یوں کہنا کہ میں جزاوسزا سے آزاد ہوں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ''میں جزاوسزا سے آزاد ہوں، میں نے عبادت کر کے کیا کرنا ہے''۔ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں ان کلمات سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا لیکن یہ کلمات اندیشہ کفر سے خالی بھی نہیں ہیں۔چنانچہ بعض حضرات نے ایسے کلمات کہنے والے پر کفر کا حکم لگایا ہے لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح

کرلے اور آئندہ ایسے بے ہودہ کلام سے اجتناب کرے۔

لمافی الروض الازھرشرح فقہ الاکبر (صـ۵۲۲): ومن قال انا بریٔ من الثواب والعقاب اومن الموت والثواب فقد قیل انه یکفرای بناء علی انکاره الامر المقطوع به من ثبوت الثواب والعقاب ووقوع الموت بلاارتیاب والصحیح انه لایکفر لان البراء ة عنها کنایة عن عدم الالتفات الیها.

وفی المحیط البرھانی (۴۳۵/۷): رجل قال :انابریٔ من الثواب والعقاب اوقال بالفارسیة: من بیزارم از مزد وثواب فقد قیل انه یکفر .(وھکذا فی التاتارخانیة :۵۳۳/۵ وفی الھندیة:۲۸۱/۲)

(۶۴) ''انبیاء کرام کی قبور میں ازواج مطہرات کو پیش کیا جاتا ہے'' اس طرح کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا انبیاء کی قبور میں ازواج مطہرات کو پیش کیا جاتا ہے؟ نیز اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ بات (کہ انبیاء کی قبور میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں) من گھڑت اور بے بنیاد ہے اس کی قرآن وسنت اور عقائد اہل سنت والجماعت میں کوئی اصل نہیں۔ نیز ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص بھی اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں۔(کما صرح به فی الرسالة الاردیة المسماة بمطالعة بریلویت صـ۲۳)۔

لمافی القرآن الکریم(البقرة: ۱۵۴): ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیآء ولکن لا تشعرون.

وفی تکملة فتح الملھم(۳۱/۵): واما الشھداء فعلاقة ارواحھم بأجسادھم اقوی بالنسبة لسائر الموتی حتی ان الارض لاتأکل اجسادھم فاطلق القرآن علیھم اسم الاحیاء ولو کان المراد حیاتھم البرزخیة اوالروحیة فقط ...... وانما الفرق بینھم وبین سائر الموتی ان لأرواحھم تعلقا قویا بالاجساد فحیاتھم جسمانیة بھذا المعنی...... واما الانبیاء علیھم السلام فعلاقة ارواحھم باجسادھم. الشریفة اقوی العلاقات التی تتصور فی انسان بعد طریان الموت علیه...... (صـ۳۰) فیزعم بعض الناس انھا عین الحیاة الدنیویة التی عاشوا بھا قبل وفاتھم سواء بسواء والحق انه لا یقول احد باثبات الحیاة للانبیاء بعدوفاتھم بھذا المعنی وانما المقصود حیاتھم بمعنی ان لارواحھم تعلقا قویا باجسادھم الشریفة المدفونة فی القبور وبھذا التعلق القوی حدثت لاجسادھم الخصائص

كثيرة من خصائص الاحياء مثل سماع السلام ورده واشتغالهم بالعبادة و مالى ذلك من خصائص المنصوصة..... (ص ۳۱) وان هذه العلاقة القوية قد اثرت على بعض الاحكام الدنيوية ايضا فلا تقسم اموالهم بين ورثتهم ولا يجوز لاحد أن ينكح ازواجهم بعد وفاتهم......(ص ۳۰) ولا يقول احدمن اهل الحق بنسبة جميع الخصائص التى تثبت لهم فى حياتهم السابقه على وفاتهم.

ويقول العلامة السبكى رحمه الله فى شفاء الاسقام(ص ۱۹۱) ولا يلزم من كونها (اى الحياة) حقيقية ان تكون الابدان معها كما كانت فى الدنيا من الاحتياج الى الطعام والشراب، والامتناع عن النفوذ فى الحجاب الكثيف وغير ذلك من صفات الاجسام التى نشاهدها بل قد يكون لها حكم آخر" (ص ۳۲) اما الخوض فى كنه احوال البرزخ والسعى فى ادراک حقيقة تعلق الروح بالجسد او المشاحة فى الاصطلاحات فى تسمية هذه العلاقة بالحياة الجسمانية اوبالحياة البرزخية...... فليس من مهامّ اهل الحق ولا من طريق اهل العلم...... (ص ۳۰) وبالجملة فان هذه الاحاديث مع حديث الباب تدل على كون الانبياء احياء بعد وفاتهم وهو من عقائد جمهور اهل السنة والجماعة ......

وفى المرقاة (۱۱/۱۴۳): ان الانبياء لايموتون كسائر الاحياء بل ينتقلون من دار الفناء الى دار البقاء وقد ورد به الاحاديث والانباء وانهم احياء فى قبورهم فانهم افضل من الشهداء وهم احياء عند ربهم.

(۶۵) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسندیدہ چیز کواستہزاءناپسندیدہ کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس چیز کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے فلاں چیز پسند ہے اگر اس پر کوئی شخص یوں کہے کہ جو چیز آپ کو پسند ہے وہ مجھے پسند نہیں اور یہ بات استہزاء کرتے ہوئے کہتا ہے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......اگر کوئی شخص استہزاء کرتے ہوئے مذکورہ بالا الفاظ کہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج جاتا ہے۔

لمافى البحر الرائق (۵/۱۲۱): ويكفر ......بقوله انالااحبه حين قيل له ان النبى ﷺ كان يحب القرع وقيل ان كان على وجه الاهانة.

وفى الهندية (۲/۲۶۵): ولو قال رجل مع غيره كان رسول الله ﷺ يحب كذا بان قال مثلا كان يحب القرع فقال ذلك الغير انالااحبه فهذا كفر وهكذا روى عن ابى يوسف رحمه الله تعالى ايضا وبعض المتاخرين قالوا اذا قال ذلك على وجه الاهانة كان كفراوبدونه لايكون كفر.

(۶۶) یوں کہنا کہ گانا سننے سے سکون ملتا ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ چلو یار گانے سنتے ہیں تاکہ دل کو سکون ہو جائے۔ اسی طرح گانے سن کر مزے لیتا ہے یعنی خوش ہو کر سنتا ہے، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا شخص حرام کے ارتکاب کی وجہ سے سخت گناہگار ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔

لما في خلاصة الفتاوى (۳۴۵/۴): استماع صوت الملاهي كالضرب بالقصب وغيره حرام لانه من الملاهي وقال عليه الصلوة والسلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسوق والتلذذ بها من الكفر هذا على وجه التهديد.

وفي الدرالمختار (۳۴۹/۶): استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر اى بالنعمة ....فالواجب كل الواجب ان يجتنب كي لايسمع.

(۶۷) موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا کیسا ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل چند نعتیں بہت زیادہ رائج ہیں جس میں نعت کے ساتھ موسیقی بھی شامل ہوتی ہے، کیا اس طرح گانوں کی طرز پر موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا جائز ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......شریعت مطہرہ نے موسیقی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کی ممانعت کس قدر سختی سے کی گئی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے، ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں طبل کی آواز آنا شروع ہوگئی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں تاکہ یہ آواز غیر اختیاری طور پر بھی آپ کے کانوں میں نہ پڑے، پھر آپ وہاں سے ہٹ گئے اور تین دفعہ ایسا ہی کیا پھر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ کیا یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کافی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو موسیقی سے کس قدر نفرت تھی۔

اس کے علاوہ ایک روایت میں فرمایا کہ جب میری امت پندرہ چیزوں میں مبتلا ہوجائے گی تو ان میں مصائب کا نزول شروع ہوجائے گا ان چیزوں میں سے ایک چیز آپ نے یہ بھی ذکر فرمائی کہ جب ان میں گانے والیاں اور آلات موسیقی عام ہوجائیں گے۔

اب اس کے بعد ہر صاحب بصیرت شخص یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ جس چیز سے آپ کو اس قدر نفرت تھی کہ آپ اس کی آواز سننا پسند نہیں فرماتے تھے تو اب اگر اسی کے ساتھ آپ کا ذکر مبارک کیا جائے اور اسے ثواب بھی گردانا جائے تو اس سے بڑھ کر اور حماقت کیا ہوگی۔ یہی وجہ ہے

کہ ملاعلی قاریؒ نے اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں احناف کی کتب کے حوالے سے یہ جزئیہ نقل کیا ہے:

من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب یکفر (ص ١٦٧)

(جو شخص کلام مقدس کو دف یا بانسری پر پڑھے وہ کافر ہے)

اس کے بعد اپنا فتویٰ نقل کرتے ہوئے ملاعلی قاری حنفی فرماتے ہیں:

قلت !ویقرب منه ضرب الدف والقضیب مع ذکر الله تعالی ونعت المصطفی ﷺ،وکذا التصفیق علی الذکر.

اسی (کفر) کے قریب ہے دف اور بانسری بجانا اللہ کے ذکر اور محمد ﷺ کی نعت کے ساتھ، اور یہی حکم ذکر کے ساتھ تالی بجانے کا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ یہاں دف وغیرہ کا ذکر ہے جس کا بعض مواقع پر جواز بھی ثابت ہے، اور رہی آجکل کی موسیقی اس کے ناجائز ہونے میں تو کسی کا اختلاف بھی نہیں، اس کے بعد بھی اتنی جرأت؟ وہ ذات رؤف وکریم ہے ورنہ ہمارے اس فعل پر نہ معلوم ہمارے اوپر کیا کچھ نازل ہوجاتا اور ہم اسی کے مستحق تھے، کہ اللہ کے نبی ﷺ کا جب ہم نے سرعام مذاق اڑانا شروع کردیا آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ مذاق ہے یا نہیں؟ کہ جس چیز سے آپ منع کریں ہم نہ صرف وہی کام کریں بلکہ اسے علی الاعلان کرتے ہوئے اس پر یہ بھی سمجھیں کہ ہمیں اس پر ثواب بھی مل رہا ہے، تعجب ہے مسلمانوں کی سوچ پر کہ نہ معلوم انہیں کیا ہوگیا ہے کہ العیاذ باللہ اپنے نبی ﷺ کی نافرمانی کو انہوں نے فرمانبرداری سمجھ کر اس پر فخر کرنا شروع کردیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی حقیقی سمجھ عطا فرمائیں۔ امین

لما فی قوله تعالی :وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ o (لقمان: ٦)

وفی الجامع الترمذی (٢/٤٤): عن علی بن ابی طالب قال قال رسول الله ﷺ:اذا فعلت امتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء...... واتخذت القیان والمعازف.

وفی ابن ماجة (ص١٣٧): حدثنا محمد بن یحی ......عن مجاهد قال کنت مع ابن عمر فسمع صوت طبل فادخل اصبعیه فی اذنیه ثم تنحی حتی فعل ذلک ثلاث مرات ثم قال هکذا فعل رسول الله ﷺ.

وفی البدائع الصنائع (٦/٥١٣): ......دلت المسئلة علی ان مجرد الغناء معصیة وکذا الاستماع الیه وکذا ضرب القصب والاستماع الیه الا تری ان اباحنیفة رضی الله عنه سماه ابتلاء.

وفی الدرالمختار (٦/٣٤٨): وفی السراج ودلت المسئلة ان الملاهی کلها حرام ویدخل علیهم بلااذنهم لانکار المنکر قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات.

(۶۸) کسی ہندو کو کافر کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے گاؤں میں تین چار ہندو رہتے ہیں اور وہ لوگ زید کے گاؤں والوں سے برابر کے تعلقات رکھتے ہیں۔ ان ہندوؤں کو کافر کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر یہ ہندو کافر کہنے کو برا اور ہتک آمیز محسوس کرتے ہوں تو ان کو کافر کہہ کر مخاطب کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافي الهندية (۵/۳۴۸): لوقال ليهودي او مجوسي ياكافر يأثم ان شق عليه.

(وهكذا فی الدرالمختار (۴/۷۶)

(۶۹) یوں کہنا کہ میں انشاء اللہ نہیں جانتا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے ماتحت سے کہتا ہے کہ یہ کام کر دینا اور وہ کہتا ہے Ok (اوکے) انشاء اللہ یعنی ٹھیک ہے جناب انشاء اللہ۔ اس پر موصوف غصے میں آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں انشاء اللہ نہیں جانتا بس یہ کام کل تک ہونا چاہئے۔ ایسے جملے ادا کرنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص یہ جملہ ادا کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا لہٰذا ایسے شخص کو تجدید ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں تجدید نکاح کرنا چاہئے۔

لمافي التاتارخانية (۵/۴۶۶): ولوقال لغيره ان شاء الله كه فلاں كار بكنى فقال بى ان شاء الله بكنم يكفر. وهكذا فی الهندية (۲/۲۶۱)

(۷۰) یوں کہنا: میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو آدمی کسی کے کام کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں آپس میں بحث ومباحثہ کر رہے تھے کہ ایک نے اللہ اور قرآن مجید کی قسم کھائی، جبکہ دوسرا شخص کہنے لگا کہ میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا (العیاذ باللہ) تو کیا ان الفاظ سے اس کے ایمان پر کوئی اثر پڑا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... اللہ تعالیٰ اور کلام مقدس کا انکار کفر ہے، لہٰذا یہ شخص ان کے انکار سے کافر ہو گیا اسے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیے اور اپنے اس فعل قبیح پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور استغفار کے ساتھ ساتھ آئندہ اس طرح کے کلام سے احتراز کرنا چاہیے۔

لما فی البحرالرائق (۵/۱۲۲): ويكفر اذا انكر آية من القرآن او سخربآية منه......

وفيه ايضاً (۱۲۰/۵): فيكفر اذا وصف الله بمالا يليق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انكر وعده او وعيده او جعل له شريكا ......

وفي قاضي خان على هامش الهندية (۵۷۳/۳): رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه على الايمان يكون كافرا ولا يكون عندالله تعالى مؤمنا.

وفيه ايضاً (۵۸۱/۳): اجمع اصحابنا على ان الردة تبطل عصمة النكاح وتقع الفرقة بينهما بنفس الردة ......

وفي الخلاصة (۳۸۳/۴): ومنها ان ردة احد الزوجين يوجب البينونة بينهما في الحال بدون قضاء القاضي ...... اذا وصف الله تعالى بما لايليق به اوسخر باسم الله او بامر من اوامره او انكر وعده اووعيده.

وفي الهندية (۲۵۸/۲): يكفر اذا وصف الله تعالى بما لايليق به اوسخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره اوانكر وعده ووعيده......

وفيها ايضاً (۲۶۶/۲): اذا انكر الرجل آية من القرآن او تسخر بآية من القرآن وفي الخزانة اوعاب كفر......

وفيها ايضاً (۲۸۳/۲): رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافرا ولا يكون عندالله مؤمنا.

وفي الدرالمختار (۱۹۳/۳): (وارتداد احدهما) اى الزوجين (فسخ) فلا ينقص عدداً (عاجل) بلا قضاء.

وفيه ايضاً (۲۴۶/۴): مايكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد زنا ومافيه خلاف يومر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح.

(۱۷) مذاقاً سوال کرنا کہ کیا تمہارے نبی نے شراب پی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مذاق میں سوال کیا کہ "کیا تمہارے نبی نے شراب پی ہے؟" (العیاذ باللہ)۔ بعد میں سب کے زور دینے پر کلمہ پڑھ لیا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.......... صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص مذاق واستخفاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ بعد میں اگر تجدید ایمان کرلیا ہے تو صحیح ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

لـمـافـي الهندية (۲/۲٦۳): سئل عمن ينسب الى الانبياء الفواحش كعزمهم على الزنا ونحوه ...... يكفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم .... وقال مع ذلك ان الانبياء عليهم السلام عصوا فكافر لانه شاتم.

وفي ردالمحتار (۴/۲۳۴): ايما رجل مسلم سب رسول الله او كذبه او عابه او تنقصه فقد كفر بالله تعالى وبانت منه امرأته.

(۷۲) ''اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں'' کہنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں پھر اس نے وہ کام کر بھی لیا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ یہ قسم ہے کہ وہ حانث ہو چکا ہے، اس کام کے کرنے کی بناء پر یا یہ الفاظ کفر ہیں کہ اس کام کے کرنے کی بناء پر اس کا ایمان ختم ہو گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً...... صورت مسئولہ میں مذکورہ الفاظ قسم کے ہیں البتہ اگر مذکورہ شخص اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ اس طرح قسم کھانا کفر ہے تو جب وہ کام کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور امت محمدیہ سے نکل جائے گا اور اگر کوئی اعتقاد نہ ہو صرف جہالت کی وجہ سے ایسی قسم کھائی ہو تو کافر نہیں ہوگا۔

لمافي الهندية (۲/۵۴): اذاقال ان فعل كذا فانا بريئ من القرآن الذى تعلمت حيث يكون يمينا ولو قال انا بريئ عن الحجة وعن الصلاة كان يمينا .... ولو قال ان فعل كذا فهو يهودى اونصرانى اومجوسى اوبريئ من الاسلام اوكافر .... اونحو ذلك مما يكون اعتقاده كفر فهو يمين استخفافا .... والمختار للفتوى ان كان عنده انه يكفر متى اتى بهذا الشرط ومع هذا اتى يصير كافرا .... وان كان عنده انه اذا اتى بهذا الشرط لايصير كافرا لايكفر.

وفي الدرالمختار (۳/۷۱۴): وبرئ من الاسلام ومن المؤمنين يمين لانه كفر وتعليق الكفر بالشرط وسيجئ انه ان اعتقد الكفر به يكفر والا يكفّر.

وفي الشامية : يكفر بالتشديد اى تلزمه الكفارة.

(۷۳) ''کاش نماز روزہ فرض نہ ہوتے'' یہ کہنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ کاش نماز روزہ فرض نہ ہوتے ایسا شخص کا کیا حکم ہے آیا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر مذکورہ شخص تاویل کر کے یہ بات کہتا ہے بایں معنی کہ اس کی ادائیگی میں مشقت ہوتی ہے اور میں اس کی طاقت نہیں رکھتا تو کافر نہیں ہوگا اور اگر بغیر تاویل کے کہے تو کافر ہو جائے گا۔

وفی الخانیة (۴/۴۶۸): ولو تمنی ان الله تعالی لولم یفرض صوم رمضان لماشق علیه لایکون کافرا......اذانوی انه لایمکنه اداء حقوقه ......ولوقال ان هذه الطاعات جعلها الله عذاباعلینا ان نوی ان طاعتها مشقة علینا لایکون کفرا. وهکذافی الهندیة (۲/۲۷۰)

(۷۴) چند شرکیہ اشعار

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ اپنے آپ کو صوفی اور فنافی اللہ کہتا ہے نے یوں کہا کہ ؎

قطرہ دریا میں گر کر فنا ہوگیا بندہ وجد میں جاکر خدا ہوگیا

"خداتعالیٰ ازل سے وحدہ لاشریک تھا لیکن بعد میں اس نے اپنے روبرو آئینہ دیکھا پھر خدا جیسا کہ ایک دوسرا ہوگیا (العیاذ باللہ) ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ کلمات شرکیہ ہیں اور ایسا اعتقاد رکھنا کفر اور ان کلمات کا پڑھنا حرام ہے۔

لمافی قوله تعالی: هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآاِلٰهَ اِلَّاهُوَ ۚ الاية (الحشر: ۲۳) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (الاخلاص: ۱)
اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ الاية (النساء: ۴۸)

(۷۵) انامؤمن حقا اور انا مؤمن انشاء اللہ کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ انا مؤمن حقا اور انا مؤمن انشاء اللہ۔ یہ دونوں قول کہنا صحیح ہے یا صحیح نہیں ہے؟ اور کس مذہب کے مطابق صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..........صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص انا مؤمن حقا کہے تو عندالاحناف اس طرح کہنا درست ہے جبکہ شوافع کے نزدیک درست نہیں۔ اور انا مؤمن انشاء اللہ کہا تو اگر ایمان میں شک کی وجہ سے کہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر اس وجہ سے کہے کہ معلوم نہیں دنیا سے جاتے وقت میرا کیا حال ہوگا، یا کسی اور ایسی ہی تاویل کی بنیاد پر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۵۳۳): فاما الاستثناء فی الایمان هل هو شک ام لا قال بعض الفقهاء: ان هذا شک فی الایمان وقال بعضهم لیس بشک وصورة الاستثناء ان یقول انا مومن انشاء الله وهذا هو المذهب عند الشافعی وقال ابوحنیفة ینبغی ان یقول انامؤمن حقا وهذا هو الاصح. وقال بعضهم

لاخلاف فی المسألة لان الشافعی قال انا مؤمن انشاء اللہ علی وجہ الخوف وقال ابوحنیفة انا مومن حقا علی وجه حسن الظن باللہتعالی.

وفی خلاصة الفتاوی (۳۸۶/۴): رجل قال انا مؤمن انشاء اللہ یکفر ان قال من غیر تاویل ولوقال لاادری اخرج من الدنیا مؤمنااو لالایکفر. (وهکذافی الهندیة (۲۵۷/۲)

(۷۶) ”فلاں کا چہرہ ملک الموت کے چہرے کی طرح ہے“ کہنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور عمر دونوں میں آپس میں دشمنی ہے ایک روز زید نے یوں کہا کہ عمر کے چہرے کو تو میں ملک الموت (موت کے فرشتے) کے چہرے کی طرح سمجھتا ہوں۔ آیا اس طرح کہنے سے زید کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر زید نے یہ جملہ بوجہ موت کی ناگواری کے کہا ہے تو اس صورت میں وہ کافر نہیں ہوگا۔ اور اگر ملک الموت (موت کے فرشتے) کی اہانت کے طور پر کہا ہے تو کافر ہوجائے گا۔

لمافی التاتارخانیة (۴۸۹/۵): اذا قال لغیره رؤیتی ایاک کرؤیة ملک الموت هذا خطأعظیم وهل یکفر هذا لقائل؟ فیه اختلاف .... وقال بعضهم : ان قال ذلک لعداوة ملک الموت یصیر کافراوان قال لکراهة الموت لایصیر کافرا.

وهکذا فی الهندیة (۲۶۶/۲)

(۷۷) اللہ تعالیٰ کیلئے کسی جگہ یا مکان میں ہونے کے اعتقاد کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اللہ رب العزت کیلئے مکان کو ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں عرش پر ہیں یا اس پر بیٹھے ہوئے ہیں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر کوئی شخص اللہ رب العزت کیلئے مخصوص مکان کو ثابت کرے اور اس کا اعتقاد رکھے تو وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے چاہے یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں یا آسمانوں پر ہیں یا اس کے علاوہ کسی اور جگہ۔

لمافی التاتارخانیة (۴۶۴/۵): اذا قال اللہ تعالی فی السماء عالم ان اراد به المکان کفر وان اراد به الحکایة عماجاء فی ظاهر الاخبار لایکفر وان لم تکن له نیة یکفر عنداکثرهم.وفی التخییر وهوالاصح وعلیه الفتوی. وهکذا فی الهندیة (۲۵۹/۲)

(۷۸) ”اسلامی معاشی نظام، معاشی ترقی سے روکتا ہے“ یہ کہنے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ڈیموکریسی کا نظام انسانوں کی

اقتصادی ضروریات کو متضمن ہے اور اس میں انسان ترقی کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوجاتا ہے اور اسلامی نظام ترقی سے روکتا ہے معیشت میں کیونکہ شریعت نے بہت سارے تصرفات سے منع کیا ہے شریعت کا کیا حکم ہے اس شخص کے بارے میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا قول اگر ظاہر پر مبنی ہو بایں معنی کہ ظاہری طور پر ڈیموکریسی کے نظام کو دیکھ کر یہ بات کہہ رہا ہوں تو ایسا شخص فاسق وفاجر شمار ہوگا اور اگر وہ اعتقاد کے اعتبار سے ایسا کہہ رہا ہو بایں معنی کہ اسلامی نظام انسان کی معاشی ضروریات کو پورا نہیں کرتا ہے اور یہ ایک ناقص نظام ہے تو ایسا شخص کافر ہوجائے گا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

لمافی قوله تعالی (آل عمران : ۸۵) : وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ o

(آل عمران : ۱۹) : اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللهِ الْاِسْلَامُ قف الاية

(المائدة : ۳) : اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط الاية

(۷۹) توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......توہین رسالت کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے لہٰذا اگر ایسا شخص توبہ کرلے اور تجدید ایمان کرلے تو ٹھیک ورنہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔

لمافی التاتارخانية (۵/۴۷۷) : من لم يقر ببعض الانبياء عليهم السلام اوعاب نبيا بشئ اولم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر.

وفي الهندية (۲/۲۶۳) : من لم يقر ببعض الانبياء عليهم السلام اولم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر ...... قال ابوحفص الكبير كل من ارادبقلبه بغض نبي كفر.

(۸۰) یوں کہنا کہ اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم نہیں مانیں گے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مجمع مسجد کے قریب بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا ایک عالم وہاں سے گزرے تو انہوں نے ان لوگوں کو منع کیا اور کہا کہ کم ازکم نماز کے اوقات میں ٹی وی بند کردیا کرو لیکن وہاں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب رہنے دو اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم بند نہیں کریں گے (العیاذ باللہ) ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ اسے تجدید ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت

میں تجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۴۸۵/۵): اذا قال لو امرنی الله تعالی بکذا لم افعل اوقال لوصارت القبلة الی هذه الجهة ماصلیت فقد کفر. وفی الهندیة هکذا (۲۵۸/۲)

(۸۱) شرعی قانون وراثت کا انکار کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک پورا خاندان مسلمان ہوا اور اب وہ تمام احکام شریعت کو تسلیم کرتا ہے لیکن شرعی قانون وراثت کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم اپنے آباء واجداد کے قانون وراثت کو نہیں چھوڑ سکتے تو ایسی جماعت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ نومسلم جماعت ایک ایسے حکم کا انکار کر رہی ہے جس کا حکم قرآن وسنت میں صراحۃ موجود ہے اور ہر خاص وعام جانتا ہے کہ شریعت کا اپنا قانون وراثت ہے گویا شرعی قانون وراثت کا انکار ماعلم من الدین ضرورۃً کا انکار ہے لہٰذا ایسی جماعت کو ابتداء سمجھایا جائے، اگر تسلیم کرلیں تو ٹھیک ورنہ یہ جماعت دائرہ اسلام سے خارج سمجھی جائے گی۔

لمافی الهندیة (۲۶۶/۲): اذا أنکر الرجل آیة من القرآن تسخر بآیة من القرآن وفی الخزانة اوعاب کفر کذا فی التاتارخانیة.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۳/۴): والکفر لغة ستر وشرعاتکذیبه ای شئ مما جاء به من الدین ضرورة.

وفی الشامیة تحته: المراد بالتکذیب عدم التصدیق الذی مرأی عدم الاذعان والقبول لماعلم مجیئه بها ضرورةً ای علما ضروریا لایتوقف علی نظر واستدلال .... واما اذلم یبلغ حد الضرورة کاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت باجماع المسلمین فظاهر کلام الحنفیة الاکفاربجحده.

(۸۲) کافر کو کافر کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کو کافر کہنا ازروئے شرع کیسا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر کافر کو کافر کہنا ناگوار گزرتا ہو تو جائز نہیں۔

لمافی الهندیة (۳۴۸/۵): لوقال لیهودی اومجوسی یاکافر یأثم ان شق علیه.

وفی الدرالمختار (۷۶/۴): وفی القنیة قال لیهودی او مجوسی یاکافر یأثم ان شق علیه.

(۸۳) یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد اور یاعلی مشکل کشا کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یارسول اللہ مدد کہے یاعلی مدد کہے اسی طرح علی مشکل کشا کے نعرے لگائے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر ماتحت الاسباب ایسے الفاظ سے پکارے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جواب سے پہلے ضروری تمہید کے طور پر عرض ہے کہ کفریہ وشرکیہ الفاظ کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن ہو، دوسرے یہ کہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن نہ ہو۔ اگر قائل کا قول ایسا صریح ہے کہ اس میں کسی طرح تاویل کی گنجائش نہیں تو اس صورت میں کسی طرح کی تاویل اس کو کفر سے نہیں بچا سکے گی۔ اس لئے کہ ضروریات دین میں تاویل سے کفر سے نہیں بچا جاسکتا۔ اور اگر وہ قول ایسا ہے کہ اس میں تاویل ممکن ہے اور متکلم سے جب اس کی مراد معلوم کی جاتی ہے تو وہ کفر صریح کے بجائے کسی بدعقیدگی یا جاہلانہ عقیدے پر دلالت کرتی ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کفر کا قول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے قول میں تاویل کر لی جائے گی۔

اب مذکورہ سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد اور اس طرح کے دوسرے الفاظ غیر اللہ سے مدد مانگنے کے جواز کے عقیدے کے ساتھ کہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح غیر اللہ سے بھی اسی طرح کی مدد ممکن ہے تو یہ کفر صریح ہوگا اور مذکورہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

اور اگر قائل کی مراد یہ ہے کہ ان کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا کیونکہ واسطہ کی صورت میں بھی خطاب اللہ تعالیٰ کو ہی ہونا چاہئے کیونکہ وہی ذات عالم الغیب اور عالم ما کان وما یکون ہے لیکن یہ شخص کافر نہیں سمجھا جائے گا۔

نیز جہاں تک ماتحت الاسباب اس طرح پکارنے کا تعلق ہے تو یہ صرف انکی زندگی میں ممکن تھا۔ اب ان کی حیات کے بعد ماتحت الاسباب بھی اس طرح پکارنا صحیح نہیں ہے۔

لما فی قوله تعالی (یونس: ۱۰۶): وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَالَایَنْفَعُکَ وَلَایَضُرُّکَ ج فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذاً مِّنَ الظّٰلِمِیْنَo

(الرعد: ۱۴): .... لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ط وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَایَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیْهِ اِلَی الْمَاءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَاهُوَ بِبَالِغِهٖ ط الایة

(النساء: ۴۸): .... اِنَّ اللهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرِکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج الایة

وفی مجموعة الفتاوی علی هامش الخلاصة (۳۳۳/۴): استفتاء سوال: گفتن یارسول الله ویاولی جائز است یانه؟ .... وگفتن یارسول الله ویاولی الله که عادت هندیان است که درنشست

وبرخاست میگویند نزد فقهاء حنفیا ن ناجائز است.

وفی فتاوی اللجنة الدائمة (۱/۹۷): نداء الانسان رسول اللہ اوغیرہ کعبدالقادر الجیلانی اواحمد التیجانی عندالقیام أوالقعود والاستعانة بهم فی ذلک اونحوہ لجلب نفع اودفع ضر نوع من انواع الشرک الاکبر.

(۸۴) عامل یا نجومی سے چور متعین کروانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کا کوئی نقصان مثلاً چوری وغیرہ ہوجائے تو وہ شخص کسی عامل یا نجومی وغیرہ کے پاس جاتا ہے اور پھر نجومی یا عامل جس شخص کے بارے میں اپنے شک کا اظہار کرتا ہے تو یہ شخص اس کے کہنے کی بناء پر اس شخص سے اپنا نقصان وصول کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ تو آیا اس شخص کا اس نجومی یا عامل کی خبر پر اعتماد کرنا اور متعین کئے گئے شخص سے وصولی کا تقاضا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں عامل یا نجومی کے قول پر اعتماد کر کے وصولی کا تقاضا قطعاً صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی بات کی تصدیق کرنا کفر ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی المشکوة (ص۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول اللہ ا من اتی عرافا فسأله عن شئ لم یقبل له صلوة اربعین لیلة. .... وعن ابی هریرة ص قال قال رسول اللہ من اتی عرافا او کاهنا فصدقه بمایقول فقد برئ ممانزل علی محمد.

وفی ردالمحتار (۴/۲۴۲): والحاصل ان الکاهن من یدعی معرفة الغیب باسباب وهی مختلفة ...... والکل مذموم شرعامحکوم علیهم وعلی مصدقهم بالکفر..............وفی التاتارخانیة: یکفر بقوله انا اعلم المسروقات اوانااخبر عن اخبار الجن ایای.

(۸۵) کیا آپ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب تھے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ حاضر وناظر اور غیب کے جاننے والے ہیں جبکہ میں نے سنا ہے کہ ان عقائد سے انسان کافر ہوجاتا ہے اور اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ آپ فیصلہ فرمائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......غیب کا علم ہونا اور حاضر وناظر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں اور خالق کی صفات مخلوقات میں نہیں پائی جاسکتیں لہٰذا اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی اور بھی حاضر وناظر یا عالم الغیب ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج

ہو جائے گا۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۵۳،۵۷

(۸۶) جنات کی طرف آپ ﷺ کی بعثت کا انکار کرنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص انکار کرے اس بات کا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی طرف بھی مبعوث کیے گئے تھے آیا وہ کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... جو شخص جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرے تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرنا کئی آیات کے انکار کو مستلزم ہے جو کہ کفر ہے۔

لما فی قوله تعالی (الفرقان: ۱): تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْراً ٥

وفی روح المعانی (۲۳۱/۱۸) تحت هذه الآیة: والمراد بالعالمین جمع من العالمین الانس والجن ممن عاصره الی یوم القیمة ویؤیده قرأة ابن الزبیر للعالمین للجن والانس وارساله ا الیهم معلوم من الدین بالضرورة فیکفر منکره.

وفی لقط المرجان فی احکام الجان (ص۷۷): لم یخالف احد من طوائف المسلمین فی ان الله تعالی ارسل محمدا الی الانس والجن. وبه فسر حدیث الصحیحین بعثت الی الاحمر والاسود ......

وقال امام الحرمین فی الارشاد : قد علمنا ضرورة انه ا ادعی کونه مبعوثا الی الثقلین.

(۸۷) حالت حیض میں بیوی سے ہمبستری کرنے کو حلال سمجھنے والے کا حکم

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بیوی سے حالت حیض میں ہمبستری کرنے کو حلال سمجھے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... جو شخص اپنی بیوی سے حالت حیض میں ہمبستری کرے اور اس بات کا اعتقاد رکھے کہ یہ حلال اور جائز ہے تو وہ کافر نہیں ہوا لیکن اس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

لما فی الهندیة (۲۷۳/۲): لو استحل وطء امرأته الحائض یکفر وکذا لواستحل اللواطة من امرأته وفی النوادر عن محمد رحمه الله لایکفر فی المسئلتین هو الصحیح.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۹۷/۱): ووطؤها یکفر مستحله کماجزم به غیر واحد ......

وقیل لایکفر فی المسئلتین وهو الصحیح وعلیه المعول لانه حرام لغیره. ولمایجیٔ فی المرتد انه

لایفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایة ضعیفة.

وفی الشامیة: (قولہ ووطؤھا) ای الحائض.

(لانہ حرام لغیرہ) ای حرمتہ لالعینہ ....من اعتقد الحرام حلالا اوعلی القلب یکفر اذا کان حراما لعینہ وتثبت حرمتہ بدلیل قطعی. اما اذاکان حراما لغیرہ بدلیل قطعی اوحراما لعینہ باخبار الآحاد لایکفر اذا اعتقدہ حلالا.

(۸۸) کلمات کفر کا صدور

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کلمات کفر کہے مثلاً اللہ تعالیٰ نہ رزق دیتا ہے اور نہ شفاء (العیاذ باللہ) بلکہ رزق آدمی محنت سے حاصل کرتا ہے اور شفاء دوا سے ملتی ہے۔ تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی شخص ایسے کلمات کفر کہے جن میں کسی طرح کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو جیسا کہ مذکورہ بالا سوال میں ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اس پر توبہ اور تجدید اسلام ونکاح ضروری ہے۔

لمافی قولہ تعالی (الذاریات:۵۸): ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوة المتین o

(ھود:۶): ......ومامن دآبة فی الارض الا علی اللہ رزقھا الایة

(الشعراء:۸۰): ...... واذا مرضت فھو یشفین o

وفی الھندیة (۲/۲۵۷): یکفر اذا وصف اللہ تعالی بما لایلیق بہ ....او جعل لہ شریکا.

(۸۹) شیعہ کی نماز جنازہ پڑھانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو سنی العقیدہ ہے وہ ایک شیعہ کی نماز جنازہ پڑھاتا ہے۔ اب ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً............صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص شریعت کا حکم سمجھ کر جنازہ پڑھاتا ہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر اس کا خیال یہ ہے کہ شریعت نے اس سے منع کیا ہے لیکن اس ممانعت کے باوجود پڑھاتا ہے تو فاسق وفاجر ہے۔

لمافی قولہ تعالی (التوبة:۸۴): ولاتصل علی احد منھم مات ابداولاتقم علی قبرھط انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتواوھم فاسقونo

وفی احکام القرآن للقرطبی (۸/۲۲۱) تحت ھذہ الایة: قال علماء نا ھذانص فی الامتناع من الصلاة علی الکفار.

وفی روح المعانی (١٠/١٥٣): اشارة الی اهانتهم بعدالموت. اخرج البخاری عن ابن عمر......
والمراد من الصلوة المنهی صلاة المیت المعروفة.
ولمافی الصحیح للبخاری (٢/٦٧٣): عن ابن عمر رضی الله عنهما قال لماتوفی عبدالله بن ابی جاء ابنه عبدالله بن عبدالله الی رسول الله ﷺ فسأله ان یعطیه قمیصه یکفن فیه اباه فاعطاه ثم سأله ان یصلی علیه فقام رسول الله ﷺ لیصلی فقام عمر فاخذ بثوب رسول الله ﷺ............قال فصلی علیه رسول الله ا قال فانزل الله ولاتصل علی احد منهم مات ابداولاتقم علی قبره ......
وفی الهندیة (٢/٢٦٤): یجب اکفارالروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الی الائمة وبقولهم خروج امام باطن وبتعطلهم الامر والنهی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبرائیل غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی بن ابی طالب وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین.

(۹۰) ’’شیعہ سنی بھائی بھائی‘‘ نعرہ لگانے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل علماءِ حق نے شیعوں کو کافر قرار دیا ہے تو اس کے بعد بھی جو شخص شیعہ سنی بھائی بھائی کا نعرہ لگائے آیا ایسے شخص کو کافر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ شیعوں کے بارے میں علی الاطلاق کفر کا فتویٰ نہیں ہے کیا یہ بات صحیح ہے خوب وضاحت کے ساتھ جواب دیں اور تفصیلاً یہ بھی بتائیں کہ علی الاطلاق کفر کا فتویٰ کیوں نہیں ہے کیونکہ شیعہ تو شیعہ ہی ہوتا ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......شیعہ اثنا عشریہ اور ہر وہ شخص جو تحریف قرآن اور موجودہ قرآن کے اصلی قرآن ہونے کا منکر ہو یا شیخین (حضرات ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو بُرا بھلا کہتا ہو یا ان کے بارے میں صحابی رسول اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا انکار کرتا ہو یا اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معبود مانتا ہو یا حضرت جبرائیل علیہ السلام پر وحی لانے میں غلطی کا الزام لگاتا ہو تو وہ شخص شریعت کی رُو سے کافر ہے۔ اوران کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن چونکہ شیعوں کے فرقے بہت زیادہ ہیں۔ اور یہ بات کہ تمام شیعہ اس قسم کے کفریہ عقائد رکھتے ہیں تحقیق سے ثابت نہیں ہوئی، اور دوسری طرف شیعوں کے عقائد پر تقیہ کی چادر ہے ان کے عقائد معلوم ہونا بہت مشکل ہے، نیز کسی کو کافر قرار دینا چونکہ نہایت سنگین معاملہ ہے، اس لئے اس میں بے حد احتیاط ضروری ہے، اسی لئے چودہ سو سال سے علمائے اہلسنّت کی اکثریت شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے بجائے یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کفریہ عقائد رکھے تو وہ کافر ہے، اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علماء دیوبند کا رہا ہے، لیکن علی الاطلاق کافر نہ کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ شیعوں کی گمراہی میں کوئی شبہ ہے۔ جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے بلاشبہ وہ بھی سخت ضلالت اور گمراہی میں ہیں، لہٰذا

جن شیعوں کے کفر پر اتفاق ہے ان کو مسلمان کہنے سے کافر ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی بھائی بھائی کہتا ہے تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ گنہگار ہوگا۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شیعوں سے میل جول، یا اتحاد یا بھائی چارگی کا نعرہ نہ لگائیں۔ بالخصوص جبکہ شیعہ اس قسم کے تعلقات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے غلط عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں بلکہ ان کے غلط عقائد سے واقف ہونے کے باوجود ان کے ساتھ میل جول یا تعلقات رکھنے سے اپنے ایمان کو بھی بسا اوقات خطرہ ہوتا ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منہ

لـمـا فـي القرآن الكريم(سورة الانعام:٦٨): واما ينسينک الشيطان فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين.

(سورة آل عمران:٢٨): لا يتخذ المؤمنون الكافرين اولياآء من دون المؤمنين ج ومن يفعل ذالک فليس من الله في شيءٍ الا ان تتقوا منهم تقة ط ويحذركم الله نفسه. الآية

وفي تفسير روح المعاني(١٢٨/٢٦): وفي المواهب ان الامام مالكا قد استنبط من هذه الآية تكفير الروافض الذين يبغضون الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم، فانهم يغيظونهم ومن غاظه الصحابة فهو كافر، ووافقه كثير من العلماء انتهى، وفي البحر ذكر عند مالک رجل ينتقص الصحابة فقرأ مالک هذه الآية فقال من اصبح من الناس في قلبه غيظ من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقدا صابته هذه الآية.

وفي مشكوة المصابيح(ص۵۵۴): عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رايتم الذين يسبون اصحابي فقولوا لعنة الله على شركم.

وفي منح الروض الازهر في شرح الفقه الاكبر(ص۴۵۸):ومن جحد القرآن، اى كله او سورة منه أو آية، قلت: وكذا كلمة أو قراء ة متواترة، أو زعم انها ليست من كلام الله تعالىٰ كفر.

وفي الهندية (٢٦٤/٢):الرافضي اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرم الله وجهه على ابي بكر رضي الله تعالىٰ عنه لايكون كافرا الا انه مبتدع ......ولو قذف عائشة رضي الله عنها بالزنى كفر بالله ولو قذف سائر نسوة النبي صلى الله عليه وسلم لايكفر ويستحق اللعنة ولو قال عمر وعثمان وعلي رضي الله عنهم لم يكونوا اصحابا لايكفر ويستحق اللعنة كذا في خزانة الفقه، من انكر امامة ابي بكر الصديق رضي الله عنه فهو كافر وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر والصحيح انه كافر وكذالک من انكر خلافة عمر رضي الله عنه في اصح الاقوال كذا في الظهيرية، ويجب اكفارهم باكفار عثمان وعلي وطلحة وزبير وعائشة رضي الله تعالىٰ عنهم، ويجب اكفار الزيدية كلهم في قولهم بانتظار نبي من العجم ينسخ دين نبينا وسيدنا محمد صلى الله عليه وسلم كذا

فی الوجیز للکردری، ویجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الا له الی الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن وبتعطیلهم الامروالنهی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه و هؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین کذا فی الظهیریة...... وفی (صـ۲٦٦): اذا انکر الرجل آیة من القرآن أو تسخر بآیة من القران وفی الخزانة أو عاب کفر کذا فی التتارخانیة.

وفی الشامیة (۲۳۷/۴): اقول: نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر، وان کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع اهـ وهذا لایستلزم عدم قبول التوبة، علی ان الحکم علیه بالکفر مشکل، لما فی الاختیار اتفق الائمة علی تضلیل اهل البدع اجمع وتخطئتهم وسب احد من الصحابة وبغضه لایکون کفرا، لکن یضلل الخ وذکر فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالهم ویکفرون الصحابة حکمهم عند جمهور الفقهاء واهل الحدیث حکم البغاة، وذهب بعض اهل الحدیث الی انهم مرتدون، .... نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أو انکر صحبة الصدیق، أو اعتقد الا لوهیة فی علی أو ان جبریل غلط فی الوحی، أو نحوذالک من الکفر الصریح المخالف للقرآن، ولکن لو تاب تقبل توبته......

وفی الدرالمختار (۲۲۹/۴، ۲۳۰): واعلم انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن اوکان فی کفره خلاف ولو کان ذالک روایة ضعیفة.

(۹۱) کیا سجدہ تعظیمی کفر ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے بہنوئی بدعتی اور مشرک عقیدہ کے مالک ہیں، قبر پر سجدہ بھی کر لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میں سجدہ کی نیت نہیں کرتا بلکہ تعظیما جھکتا ہوں، ہماری بہن چار سال سے لڑائی جھگڑے کے بعد سے ہمارے پاس ہے اس کے دو بچے ہیں لڑکا باپ کے پاس ہے لڑکی ہمارے پاس ہے، بہنوئی نے بہن کو دو طلاقیں دینے کے بعد رجوع کر لیا تھا لیکن اس کے بعد بھی جھگڑے ہوتے رہے، اب چار سال سے بہن ہمارے پاس ہے، اب وہ بہت عاجزی سے کہہ رہے ہیں کہ بچوں کی خاطر بھیج دو جو آپ کہو گے میں ویسا کروں گا۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ اس خراب عقیدہ کے انسان کے پاس بہن کو بھیجنا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بہن کو بھیجنا ہی پڑے تو کن شرائط کے

تحت بھیجیں تا کہ ہم گناہ گار نہ ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......سجدہ تعظیمی قطعی حرام ہے اس کا ارتکاب کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے افراد پر لعنت بھیجی ہے جو قبروں پر سجدے کرتے ہیں، البتہ آپ کا بہنوئی اس سجدے سے کافر نہیں ہوا اس لئے اس کے ساتھ آپ کی بہن کا نکاح برقرار ہے، لہٰذا اگر وہ اپنے ان افعال قبیحہ سے توبہ واستغفار کرلیتا ہے اور اس کے خاندان کے بڑے اس کی ضمانت لیتے ہوں تو آپ اپنی بہن کو اس کے پاس بھیج دیں۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۱۷۷): عن عائشة عن النبی ﷺ قال فی مرضه الذی مات فیه لعن الله الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد.

وفی التاتارخانیة (۳/ص۵): رجل زوج ابنته من رجل ثم زعم انه تکلم بکفر وان ابنته حرمت علیه والزوج ینکر فالقول قول الزوج لانه ینکر الفرقة ولا یحل للمرأة ان تمنع نفسها منه اذالم تکن سمعت منه کلمة الکفر فان فعلت کانت عاصیة ناشزة.

وفی الهندیة (۳۶۸/۵): التواضع لغیر الله حرام کذا فی الملتقط من سجد للسلطان علی وجه التحیة او قبل الارض بین یدیه لایکفر ولکن یاثم لارتکابه الکبیرة هو المختار.

وفیهاایضاً (۲۷۹/۲): اذا سجد لانسان سجدة تحیة لا یکفر کذا فی السراجیة.

وفی الدرالمختار (۳۸۳/۶): وکذا مایفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی به آثمان لانه یشبه عبادة الوثن وهل یکفر ان علی وجه العبادة والتعظیم کفر وان علی وجه التحیة لا وصار آثما مرتکبا للکبیرة، وفی الملتقط التواضع لغیر الله حرام.

(۹۲) مسواک کا مذاق اڑانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسواک کر رہا تھا کہ دوسرے نے کہا یہ لکڑی کیسی ہے یا اس نے کہا کہ یہ کیا ہے۔ کیا یہ شخص اس طرح کہنے سے گناہ گار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً.........صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کا مقصود یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ مسواک کون سے درخت کی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر اس طرح کے سوال سے مقصود سنت کا مذاق ہے تو اس سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔

لمافی التاتارخانیة (۴۷۷/۵): من لم یقر ببعض الانبیاء ....اولم یرض بسنة من سنن المرسلین علیهم السلام فقد کفر.

وهکذا فی الهندیة (۲۶۳/۲)

وفیها ایضا (۵/۴۸۲): قیل هذا استخفاف بسنة رسول الله ﷺ وانه کفر .... وکذالک فی سائر السنن خصوصا فی سنة هی معروفة وثبوتها بالتواتر کالسواک وغیره.

(۹۳) خلافت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا انکار کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر ہو تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر کسی شبہ یا تاویل کی وجہ سے خلافت کا منکر ہو تو کافر نہیں بلکہ فاسق ہے جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔اور اگر بغیر شبہ یا کسی تاویل کے انکار کرے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۸۵): من انکر خلافة ابی بکر فهو کافر علی قول بعضهم وقال بعضهم: هو مبتدع لیس بکافر والصحیح انه کافر وکذا من انکر خلافة عمر رضی الله عنه فی اصح الاقوال.

وهکذا فی الهندیة (۲/۲۶۴)

وفی ردالمحتار (۴/۲۶۳): قال فی شرح منیة المصلی :ان ساب الشیخین ومنکر خلافتهما ممن بناه علی شبهة له لایکفر.

(۹۴) کیا نماز ورزش ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو یوں کہے کہ نماز ایک ورزشی عمل ہے اصلاح بدن کیلئے لہٰذا جس کی صحت خراب ہو تو اس کو زیادہ نمازیں پڑھنا چاہیے اور ہماری صحت تو ٹھیک ہے لہٰذا ہم کو زیادہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں اگر ہمارا دل چاہے گا تو نماز پڑھیں گے ورنہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... کسی شخص کا یہ کہنا کہ نماز ورزش ہے اگر اس سے اُس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز فرض ہی نہیں اور اس کا یہ کہنا جب ہم چاہیں گے پڑھیں گے اور جب چاہیں گے چھوڑ دیں گے اس سے اُس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے تو ایسے عقیدے کا حامل شخص کافر ہے۔لیکن اگر مذکورہ الفاظ سے اس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز تو اللہ تعالیٰ کا ایک فریضہ ہے لیکن وہ سستی اور کاہلی کی بنا پر نماز نہیں پڑھتا تو اگرچہ کافر تو نہیں لیکن فاسق ضرور ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۹۴): وفی واقعات الناطفی قال محمد رحمه الله قول الرجل لااصلی یحتمل اربعة اوجه .... والثالث لااصلی فسقا مجانة فهذه الثلاث لیس بکفر والرابع لااصلی اذلیست تجب علی الصلاة اولم اومر بها جحودا بها وفی هذا الوجه یکفر.

وهكذا في الهندية (۲/۲۶۸)

(۹۵) یوں کہنا کہ حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو……

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص یہ کہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں گندم کا دانہ نہ کھاتے تو ہم جنت میں ہوتے۔ آیا اس طرح کا قول صحیح ہے؟ آیا اس سے وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً……اگر مذکورہ شخص حضرت آدم علیہ السلام کی حقارت کے طور پر کہے یا مطلب یہ ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے ہم اس طرح بد بخت نہ ہوتے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

اور اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو ہم ان مصائب اور آلام میں نہ پڑتے تو بلاشبہ سخت گناہ گار ہوگا البتہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا۔ اور اگر ویسے ہی کہتا ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو آپ کو جنت سے نہ اتارا جاتا اور ہم ان کی اولاد میں سے ہیں اولاد بھی جنت میں ہی ہوتی تو اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

لمافي التاتارخانية (۵/۴۸۰): اذا قال لولم يأكل آدم الحنطة لماوقعنا في هذه البلايا ففي كفره اختلاف المشائخ وفي الفتاوى الخلاصة :ولوقال لولم يأكل آدم الحنطة ماصرناأشقياء يكفر.

وفي البزازية على هامش الهندية (۶/۳۲۷): لولم يأكل آدم الحنطة ماصرنااشقياء يكفرولوقال ماوقعنا في هذالايكفر عند بعضهم. واللہ اعلم بالصواب

(۹۶) کیا ہر حرام کا منکر کافر ہے؟

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مقلدین تین طلاقوں کو ایک مانتے ہیں اور اسے حلال سمجھتے ہیں کیا ایسا حرام جس میں تھوڑا بہت اختلاف ہو اسے حلال سمجھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ نیز غیر مقلدین کا حکم کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً……جس چیز کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا انکار کفر ہے اور جب حرمت دلیل ظنی سے ثابت ہو اور اس کا منکر اگر تاویل سے انکار کرے تو ایسا شخص کافر نہیں بلکہ اس پر فسق کا حکم بھی نہیں لگایا جائے گا اور اگر تاویل کے بغیر انکار کرے تو فاسق وفاجر ہے۔

اور تین طلاق کا تین واقع ہونا یہ اجماع سکوتی سے ثابت ہے اور اجماع سکوتی ایسی دلیل قطعی نہیں جس کے منکر کو کافر کہا جا سکے البتہ یہ ایک ایسی چیز کا انکار ہے جس پر صحابہ اور بعد میں چاروں ائمہ کا اتفاق ہے لہٰذا جو شخص تین طلاقوں کو ایک مجلس میں تین نہیں بلکہ ایک شمار کرے وہ ضال ومضل ہے۔

لمافي احكام القرآن للقرطبي (۳/۱۲۹): تحت آية "الطلاق مرتان فامساك بمعروف اوتسريح

باحسان "قال علماء نا : واتفق ائمة الفتوی علی لزوم ایقاع الطلاق الثلاث فی کلمة واحدة وهو قول جمهور السلف.

وفی اعلاء السنن (۱۱/۱۷۳): والحق هو ماقال جماهیر اهل الاسلام من الصحابة وغیرهم ان الثلاث واقعة مجتمعة ومفرقة فی المدخول بها وفی غیر المدخول بها تقع مجتمعة ولاتقع مفرقة.

وفی ردالمحتار (۳/۲۳۳): واماامضاء عمر الثلاث علیهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بانها کانت واحدة فلایمکن الاوقد اطلعوا فی الزمان المتاخر علی وجود ناسخ اولعلمهم بانتهاء الحکم لذلک لعلمهم باناطته بمعان علموا انتفاء ها فی الزمن المتاخر.

وفی نورالانوار (صـ۲۲۲): فالاقوی اجماع الصحابة نصا .... ثم الذی نص البعض وسکت الباقون من الصحابة وهوالمسمی بالاجماع السکوتی ولایکفر جاحده وان کان من الادلة القطعیة.

وفی الشامیة (۳/۲۳۳): توفی رسول اللہ ﷺ عن مائة الف عین رأته فهل صح لکم عنهم وعن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطل؟ اما اولا فاجماعهم ظاهر لانه لم ینقل عن احد منهم انه مخالف عمر حین امضی الثلاث ولا یلزم فی نقل الحکم الاجماعی عن مائة الف تسمیة کل فی مجلد کبیر لحکم واحد علی انه اجماع سکوتی .... وقد ثبت النقل عن اکثرهم صریحا بایقاع الثلاث ولم یظهر لهم مخالف.

(۹۷) ہاتھ کی لکیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... ہاتھ کی لکیروں پر یقین غیب کے عقیدے اور مؤثر حقیقی سمجھے بغیر صرف علامت کے طور پر ہوتو گناہ کبیرہ ہے اور اگر مؤثر حقیقی یا غیب کے علم کے طور پر ہوتو کفر ہے۔

لمافی المشکوة (صـ۳۹۳): عن ابی هریرة ص قال قال رسول اللہ من اتیٰ عرافا او کاهنا فصدقه بمایقول......... فقد بریٔ مما انزل علی محمد.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۵۱): ذکر فی الفتاوی ان قول القائل عند رؤیة هالة القمر ای دائرته یکون مطر مدعیا علم الغیب لابعلامة کفر.

وفی الدرالمختار (۴/۲۴۰): والکافر بسبب اعتقاد السحرتوبة له ولوامرأة فی الاصح ....
یکفر الساحر بتعلمه وفعله اعتقد تحریمه اولا ویقتل انتهی لکن فی حظر الخانیة لواستعمله

للتجربة والامتحان ولايعتقده لايكفر.

وفي الشامية تحته: في الفتح :السحر حرام بلاخلاف بين اهل العلم واعتقاد اباحته كفر .... وحاصله انه اختار انه لايكفر الااذا اعتقد مكفرا وبه جزم في النهر .... وعلم به وبمانقلناه عن الخانية انه لايكفر بمجرد عمل السحر مالم يكن فيه اعتقاد اوعمل ماهو مكفرولذا نقل في تبيين المحارم عن الامام ابي المنصوران القول بانه كفر على الاطلاق خطأويجب البحث عن حقيقته فان كان في ذلك رد مالزم في شرط الايمان فهو كفر والافلا اه.

(۹۸) سنت کا مذاق اڑانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی داڑھی کاٹتا ہے پھر آئینہ کے سامنے کھڑے ہوکر کہتا ہے کہ میں خوبصورت ہوگیا یعنی سنت کا مذاق اڑاتا ہے تو کیا یہ شخص ان الفاظ کے کہنے سے سنت کا مذاق اڑانے والا نہیں سمجھا جائے گا؟ ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس شخص نے مسنون داڑھی کٹوا کر یہ الفاظ کہے تو استخفاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا لیکن اگر کوئی شخص روزانہ داڑھی کاٹتا ہے تو ایسا شخص ان الفاظ سے کافر نہیں ہوگا البتہ سخت گناہ گار ہوگا جس سے اجتناب ازحد ضروری ہے۔

لمافي البحر الرائق (۱۲۱/۵): ويكفر ....باستخفافه بسنة من السنن.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۲/۴): من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف.

وفي الشامية: ولاعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنهتكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلاوضوء عمدا بل بالمواظبة على ترك سنة استخفافا بها بسبب انه فعلها النبيا ...... قلت ويظهر من هذا ان ماكان دليل الاستخفاف يكفر به.

(۹۹) داڑھی والے شخص کو بکرا کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک داڑھی والے شخص کو بکرا کہا۔ ہماری مسجد کے مولانا صاحب نے جمعہ کے بیان میں فرمایا کہ ایسا شخص کافر ہوجائے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس نے داڑھی کی حقارت اور استخفاف کی وجہ سے یہ الفاظ کہے تو یہ شخص کافر ہوجائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق.

(۱۰۰) یوں کہنا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے تو اس نے کہا کہ مجھے اچھی نہیں لگتی۔ آیا اس طرح کا کلمہ کہنا صحیح ہے؟ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر یہ کلمات کہنے والا اگر سنت کے استہزاء یا حقارت کے طور پر کہے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا لیکن اگر ویسے ہی کہہ دے سنت کی توہین مقصود نہ ہو تو کافر نہیں ہوگا البتہ گناہ گار ضرور ہوگا اور اس طرح کے کلمات سے احتراز کرنا چاہئے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال :۹۸

(۱۰۱) ستارہ ملنے اور نہ ملنے کی حقیقت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے رشتے کی بات چل رہی تھی، لڑکے کے متعلق ساری معلومات کرلی گئیں بعد میں لڑکی کے والد نے کہا کہ میں کل جواب دوں گا۔ دوسرے دن اس نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ میں نے وظیفہ کیا ہے، لڑکی اور لڑکے کا آپس میں ستارہ نہیں مل رہا۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ ستارہ نہ ملنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں شرعا اس طرح کرنا ناجائز ہے اور قریب ہے کہ اس طرح کہنا آدمی کو کفر تک پہنچادے لہٰذا اس طرح کی لغویات سے احتراز کرنا چاہئے۔ ایسے معاملات میں سب سے بہتر صورت استخارہ کی ہے کہ استخارہ کرلیا جائے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی میں خیر ہوگی۔

لمافی المشکوة (ص۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول الله ا من اتی عرافا فسأله عن شئ لم یقبل له صلاة اربعین لیلة.

وعن ابی هریرة ﷺ قال قال رسول اللہا من اتی عرافا کاهنا فصدقه بمایقول .... فقد برئ بما انزل علی محمد.

وفی ردالمحتار (۲۴۳/۴): واما علم النجوم فهو فی نفسه حسن غیر مذموم اذهو قسمان .... ولو لم یعتقد بقضاء الله تعالی او ادعی علم الغیب بنفسه یکفر.

(۱۰۲) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام پر سوال کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سید عبدالقادر جیلانیؒ یا کسی دوسرے بزرگ کے نام پر سوال کرے تو اس کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو ایسے سائل کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کسی بزرگ کے نام پر لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور ایسے شخص کو کچھ دینا بھی جائز نہیں۔

لمافی قوله تعالی (النحل :۱۱۵): حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وماأهل لغیرالله بهج.

(المائدة :۲):.......... وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

وفی المشکوة (صـ۱۴۵): عن ابی کبشة الانماری انه سمع رسول الله ﷺ یقول ثلث اقسم علیهن واحدثکم حدیثا فاحفظوه فاماالذی اقسم علیهن فانه مانقص مال عبدمن صدقة ....ولافتح عبدباب مسئلة الافتح الله علیه باب فقر ....

(۱۰۳) یامحی الدین وغیرہ کے الفاظ پکارنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ''یا شیخ محی الدین، یاابوبکر، یاعثمان'' اسی طرح دوسرے اولیاء کو پکارتے ہیں۔ جبکہ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ اس طرح پکارنا شرک ہے حالانکہ یہ لوگ اس کو شرک نہیں گردانتے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ التحیات میں آج بھی ایہاالنبی کے الفاظ موجود ہیں حالانکہ اسے کوئی بھی شرک نہیں کہتا۔

نیز بعض جگہوں پر ''محی الدین شیئاً للہ'' وغیرہ کے الفاظ سے بھی پکارا جاتا ہے اوران لوگوں کا عقیدہ ہے کہ شیخ محی الدین ہماری مجالس میں حاضر ہوتے ہیں اور پکار کا جواب دیتے ہیں، یہ کئی دفعہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے۔

آپ فیصلہ فرمائیں کہ اس طرح پکارنا اوراس طرح کے عقائد رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مذکورہ طریقوں سے پکارتا ہے، خصوصاً جبکہ اس عقیدے کے ساتھ پکارے کہ ہماری پکار کو یہ سنتے ہیں اور ہماری حاجات پوری کرتے ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

باقی رہا معاملہ التحیات میں ایہاالنبی کے الفاظ موجود ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ہم اسی چیز کی اتباع کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو سکھلائی اور آپ نے صحابہ کو اسی طرح سکھایا تھا لہٰذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بجائے ایہاالنبی کے السلام علی النبی کے الفاظ سے التحیات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

نیز جولوگ ''محی الدین شیئا للہ'' کے الفاظ سے پکارتے ہیں اگران کا عقیدہ یہ ہو کہ اس طرح سے شیخ محی الدین مجالس

میں حاضر ہو جاتے ہیں اور حاجت روائی کرتے ہیں تو ایسے لوگ شرک میں مبتلا ہیں جس سے توبہ اور اجتناب کی ضرورت ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۸۳

(۱۰۴) سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے، کیا اس کا یہ فعل شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں۔

لمافی الطحطاوی علی مراقی الفلاح (۱/۵): واماالمکروہ فکما فی اکل الشبهات قیل ومنه الاتیان بهافی شرب الدخان عندالجمهور.

وفی ردالمحتار (۱/۹): وتکرہ عند کشف العورة اومحل النجاسات ......وقیل عندشرب الدخان أی ونحوہ من کل ذی رائحة کریهة کاکل ثوم وبصل.

(۱۰۵) فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کا فون نمبر کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے کسی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے ایک کارڈ چھاپا جس میں پانچوں نمازوں کے فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کا ٹیلیفون نمبر لکھا اور آگے مزید لکھا کہ روزانہ پابندی وقت سے ڈائلنگ کرتے رہیں۔ ایمرجنسی کی صورت میں ڈائریکٹ "۶" نمبر تہجد میں رابطہ کیجئے اور اپنی پریشانی کو فوراً حل کیجئے۔ آیا ایسے الفاظ استعمال کرنا شعائر اللہ کی تعظیم کے خلاف نہیں ہے؟ کیا شرعاً ایسے کارڈ چھاپنا جائز ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرما کر مطمئن فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں ایسا کہنا فی نفسہ جائز ہے گویا انسان اس طرح کی ادائیگی سے اپنے رب سے مناجات کرتا ہے لیکن عرف عام میں اس طرح کے جملوں کو بے ادبی سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس طرح کے کارڈ چھاپنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۷۶): حدثنامسلم بن ابراهیم ....عن انس قال قال النبیا ان احدکم اذاصلی یناجی ربه فلایتفلن عن یمنیه ولکن تحت قدمه الیسری.

وفی عمدة القاری (۵/۱۸) تحت هذه الروایة: هذاباب یذکر فیه المصلی یناجی ربه من ناجاه یناجیه فهو مناج وهوالمخاطب لغیره.

(۱۰۶) کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں

؟یعنی یہ طریقہ اختیار کرنا بجائے دستک دینے کے شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......کسی کو بلانے کیلئے دستک کے بجائے کلمہ طیبہ پڑھنا جائز نہیں اور ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔

لمافي الهندية (۵/ ۳۱۵): وان سبح القفاعي اوصلى على النبي ﷺ عند فتح قفاعه على قصد ترويجه وتحسينه او القصاص اذاقصد بها اثم وعن هذا يمنع اذا قدم واحد من العظماء الى مجلس فسبح اوصلى على النبي ﷺ واصحابه اعلاما بقدومه حتى ينفرج له الناس اويقوموا له يأثم.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/ ۴۳۱): وقد كرهوا والله اعلم ونحوه لاعلام ختم الدرس حين يقرر.

وفي الشامية:(لاعلام ختم الدرس) امااذا لم يكن اعلامابانتهائه لايكره لانه ذكر وتفويض بخلاف الاول فانه استعمله للاعلام ....واذا قال الحارس لااله الاالله ونحوه ليعلم باستقاظه فلم يكن المقصود الذكر.

(۱۰۷) داڑھی کاٹ دو ورنہ رشتہ نہیں ملے گا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے ایک شخص جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی اس سے کہنے لگی کہ آپ داڑھی کے ساتھ بکرا لگتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہنے لگی کہ اس داڑھی کی وجہ سے آپ کو کوئی رشتہ نہیں دے گا۔ اسے کاٹ دو یا چھوٹا کردو۔ ایسی عورت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے یہ الفاظ مذاق کے طور پر کہے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ الفاظ کہنے سے وہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اسے تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہئے کیونکہ داڑھی نبی کریم ﷺ کی سنت اور شعائر اسلام میں سے ہے جن کی توہین موجب کفر ہے۔ **والله اعلم بالصواب**

دلائل المسئلة مرت سابقا في رقم السؤال :۹۸

(۱۰۸) اہل قبلہ سے کیا مراد ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ بریلوی اہل قبلہ میں داخل ہیں یا نہیں کیونکہ یہ لوگ حضور ﷺ کو غیب دان جانتے ہیں ،اگر بریلوی اہل قبلہ میں داخل ہیں تو پھر شیعہ کیوں خارج ہیں؟ کیونکہ اگر مراد صرف قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والے کو اہل قبلہ میں سے شمار کیا جائے تو دونوں ہی اہل قبلہ ہی میں سے سمجھنا چاہئے ایک کو نکالنا اور دوسرے کو شامل کرنا کن وجوہات کی بناء پر ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......اہل قبلہ سے مراد ایسے اشخاص ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہ ہوں۔ اگر وہ ضروریات دین

میں کسی چیز کے منکر ہوں تو پھر اگر چہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے رہیں اہل قبلہ میں سے نہیں سمجھے جائیں گے۔اور روافض ضروریات دین میں سے کئی چیزوں کے منکر ہیں اس لئے انہیں اہل قبلہ میں سے شمار نہیں کیا جاتا،اسی طرح اگر کوئی بریلوی بھی ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہوتو وہ بھی خارج ہوگا ورنہ نہیں۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۵۴): اعلم ان المراد باهل القبلة الذی اتفقوا علی ماهو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالکلیات والجزئیات وماشبه ذلک من المسائل .فمن واظب طول عمره علی الطاعات والعبادات مع اعتقادهم قدم العالم اونفی الحشر اونفی علمه سبحانه بالجزئیات لایکون من اهل القبلة. وان المراد بعدم تکفیر احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لایکفر مالم یوجد شئ من امارات الکفر وعلاماته ،ولم یصدر عنه شئ من موجباته.

وفی جامع العقائد (صـ۱۴۵): ان المراد بقول علمائنا لانجوز تکفیر اهل القبلة بذنب لیس مجرد التوجه الی القبلة فان الغلاة من الروافض الذی یدعون ان جبرائیل علیه السلام غلط فی الوحی ، فان الله تعالی ارسله الی علی ص وبعضهم قالوا : انه اله وان صلوا الی القبلة لیسوا بمؤمنین وهذا هو المراد بقوله ا من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا الی آخر الحدیث.

(۱۰۹) دست شناسی کی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام میں دست شناسی کی حیثیت کیا ہے؟ اس فن کا سیکھنا یا اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......دست شناسی کا سیکھنا اور اس پر یقین کرنا اگر غیب کے عقیدے اور مؤثر سمجھے بغیر صرف علامت کے طور پر ہو تو گناہ کبیرہ ہے اور اگر مؤثر حقیقی اور غیب کے عقیدے کے ساتھ ہو تو کفر ہے۔ **والله اعلم بالصواب**

دلائل المسئلة مر سابقا فی رقم السؤال : ۹۷

(۱۱۰) حجر اسود کے بوسہ کے وقت گھن آنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سرمایہ دار خاتون حج کے لئے گئی۔واپس آکر اس نے بتایا کہ دوران حج جب وہ حجر اسود کو بوسہ دینے گئی تو وہاں مختلف لوگوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھ کر مجھے گھن آئی تو میں نے بوسہ نہیں دیا۔اب آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ عورت نے ایسا فعل شعائر اسلام کے استہزاء یا تحقیر کے طور پر کیا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور اگر استہزاء یا تحقیر مقصود نہیں بلکہ طبعی کراہت کی وجہ سے ایسا کیا تو اس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگی۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۸۹/۴): ولوقال لرمضان آمد این ماه گران اوبعتیهااندر افتادم ان قال تهاونا برمضان او بالموسم یکفر وان اراد به التعب لنفسه لایکفر.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۹/۴): اعلم انه لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف.

وفی الشامیة: مقتضی کلامهم ایضا انه لایکفر بشتم دین مسلم ای لایحکم بکفره لامکان التاویل.

(۱۱۱) حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی کا کھانا چوری کرے پھر کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ کیونکہ کھانا حرام کا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر حرام کھانے پر بسم اللہ سے مقصود بسم اللہ کی تحقیر ہے تو یہ شخص بالاتفاق دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔اور اگر بغیر ارادہ تحقیر کے پڑھے تو راجح قول کے مطابق اس فعل سے کافر نہیں ہوگا۔

لمافی روح المعانی (۶۷/۱): التسمیة علی الحرام والمکروه ممالاینبغی بل هی حرام فی الحرام لاکفر علی الصحیح مکروهة فی المکروه وقیل مکروهة فیهما ان لم یقصد استخفافاوان قصده -والعیاذ باللہ تعالی- کفر مطلقا.

وفی الهندیة (۲۷۳/۲): من اکل طعاما حراماوقال عندالاکل بسم الله حکی الامام المعروف المشتملی انه یکفر.

وفی ردالمحتار (۹/۱): فی البزازیة وغیرها یکفر من بسمل عندمباشرة کل حرام قطعی الحرمة.

(۱۱۲) گناہ صغیرہ کو حلال سمجھ کر کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اور اسے حلال سمجھتا ہے اور وہ گناہ صغیرہ ہے کبیرہ نہیں تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً......گناہ کو حلال سمجھنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے چاہے گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ جبکہ وہ دلیل قطعی سے ثابت ہو۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۲): ان استحلال المعصیة صغیرة کانت او کبیرة کفر، اذا ثبت

کونها معصية بدلالة قطعية.

وفی التاتارخانية (۵/۵۰۵): وسألت اذا اعتقده حلالا وهو حرام قال ينظر ان كان حراما لغيره كمال الغير لايكفر اذا اعتقده حلالا، وان كان محرم العين بأن كانت حرمته ثابتة بدليل مقطوع به يكفر .... هذا التفصيل في العالم اما في الجاهل لايتفاوت بينهما اذا كان حراما بعينه او لغيره لانه لايعرف الفرق، بعد ذلك ان تثبت حرمته بدليل مقطوع به يكفر والافلا.

(۱۱۳) یوں کہنا کہ مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے یوں کہا کہ مجھے شریعت سے کیا تعلق ہے ،شریعت کیا ہے، مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں ۔ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں یہ کلمات کہنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

لمافی التاتارخانية (۵/۲۶۸): وفی الينابيع ولوقال لرجل حكم خدائ تعالى چنيں است فقال من چكنم حكم خداى چه دانم فهذا استخفاف بالله فيكفر ، وفی الفتاوی العتابية اگر خدای رایاشریعت پیغامبر رانه پسندید چنان که کسی گوید ش خدا چهار زن حلال کرده است ،گوید من این حکم رانمی پسندم فهذا کفر.

وفی الهندية (۲/۲۶۱): وفی العتابية اگر حکم خدای رایاشریعت پیغمبر رانه پسندم ....الخ.

(۱۱۴) انبیاء وشیخین کو گالی دینا، قرآنی آیات میں تاویل اور زکوۃ کو ٹیکس قرار دینا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ ،سابقہ انبیاء اور شیخین کو گالی دے اور قرآنی آیات میں تاویل کرے، زکوۃ کو ٹیکس قرار دے اور دوسرے شخص کے جھوٹ پر اسے داد دیتے ہوئے بارک اللہ فی کذبک کہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورِ مسئولہ کی پہلی صورت میں جبکہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ ،سابقہ انبیاء یا شیخین پر سب وشتم کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔

دوسری صورت میں اگر وہ شخص قرآنی آیات کی ایسی تاویل کرتا ہے جو صراحۃ قرآن وسنت کی نصوص کے خلاف ہے تو ایسا شخص کافر ہوجائے گا اور اگر ایسی تاویل نہیں کرتا تو ضال ومضل اور گمراہ ہوگا۔

تیسری صورت میں زکوۃ کو تاوان یا ٹیکس تصور کرنا یہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے جو مسلمانوں کی انتہائی پستی پر

دلالت کرتی ہے۔

چوتھی صورت میں جب یہ شخص جھوٹ پر برکت کی دعا دے تو یہ معصیت کا استحلال ہے (گناہ کو حلال سمجھنا) یا وہ نصوص جن میں جھوٹ پر لعنت وارد ہوئی ہے ان کا استہزاء (مذاق) ہے اور یہ دونوں چیزیں موجب کفر ہیں۔

لمافي قوله تعالى (آل عمران : ۶۱): فنجعل لعنة الله على الكاذبين ٥

وفي الجامع للترمذي (۲/۴۴): عن علي بن ابي طالب قال قال رسول الله ﷺ اذافعلت امتي خمس عشرة خصلة حل بها البلاء قيل وماهي يارسول الله قال اذا كان المغنم دولا والامانة مغنما والزكوة مغرما......الى آخر الحديث.

وفي شرح الفقه الاكبر (صـ۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة اوكبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية وكذا الاستهانة بها كفر.

وفي الروض الازهر (صـ۴۵۹): ومن دعى الى جماعة فقال اصلي مؤحدا اى منفردا فان الله تعالى قال ان الصلوة تنهىٰ كفر يعني استدل بقوله تعالى تنهىٰ انه بمعنى تنها بلغة العجم وقدقال عليه الصلوة والسلام من فسر القرآن برأيه فقد كفر مع انه بدل وحرف وغير.

وفي الهندية (۲/۲۶۴): الرافضي اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذبالله فهو كافر.

وفي ردالمحتار (۴/۲۳۵): اذا شتم احدامن الانبياء او الملائكة كفر ....فان تاب فبها والاقتل.

(۱۱۵) بینک میں اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بینک میں رقم رکھوائی اور اپنا مذہب شیعہ لکھوایا تاکہ بینک والے اس رقم سے زکوۃ نہ کاٹیں حالانکہ اس شخص کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد کی طرح ہیں۔ اور اگر وہ شخص یوں کہے کہ میں نے ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ خود زکوۃ مستحقین تک پہنچا سکوں کیونکہ بینک والے زکوۃ کی تقسیم صحیح طریقے سے نہیں کرتے۔ ان دوصورتوں میں کیا حکم ہوگا؟

نیز اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں کوئی شخص ایسا کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کفر پر رضامندی بھی کفر ہے لہٰذا یہ شخص اس فعل کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ اور اس فعل کی دلیل یہ بیان کرنا کہ بینک والے زکوۃ صحیح طریقے سے تقسیم نہیں کرتے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے بچنے کے لئے یہ صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے کہ بینک میں رقم رکھوائی ہی نہ جائے یا رکھوائی جائے تو زکوۃ کی کٹوتی سے پہلے نکلوالی جائے یا کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائی جائے، ان

صورتوں میں زکوۃ نہیں کاٹی جاتی۔

نیز اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ اسلامی ملک میں رہتے ہوئے مسئلہ سے ناواقفیت عذر نہیں جس کی وجہ سے احکامات تبدیل ہوجائیں۔

لمافی قوله تعالی (البقرة : ۴۳): واقيموا الصلوة واتوا الزكوة واركعوا مع الراكعين٥

وفی الصحیح للبخاری (۱/ ۱۸۷): عن ابن عباس ان النبی ﷺ بعث معاذا الی الیمن .... ان الله افترض عليهم صدقة فی اموالهم توخذ من اغنياء هم وترد فی فقرائهم.

وفی الهداية (۲/۳۱۷): ولم يشترط العلم بالخيار لانها تتفرغ لمعرفة احكام الشرع والدار دار العلم فلم تعذر بالجهل.

وفی السراجية (صـ۹۲): من كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان لاينفعه مافی قلبه ولايكون عندالله مؤمنا.

وفی الهندية (۲/ ۲۵۷): ومن يرضى بكفر نفسه فقد كفر.

(۱۱۶) یوں کہنا کہ تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے یوں کہا کہ میں مسلمان ہوں دوسرا شخص جواب میں کہتا ہے تیرے اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے۔ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اسی طرح ایک شخص دوسرے کو ماررہا تھا اس نے کہا کہ اللہ سے نہیں ڈرتے تو اس نے کہا نہیں تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ کی پہلی صورت میں یہ شخص ایسے الفاظ کہنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔اور دوسری صورت میں یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوگا لیکن گناہ گار ہوگا جس پر توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور آئندہ ایسے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی الهندية (۲/ ۲۵۷): رجل قال للآخر مسلمانم فقال له لعنت بر تو وبر مسلمانی تويكفر.

وفيها ايضا (۲/ ۲۶۱): رجل اراد ان يضرب غيره فقال له ذلك الرجل ألا تخاف الله تعالى فقال لا. روى عن محمد رحمه الله انه سئل عن هذا فقال لايكفر لان له ان يقول التقوى فيما افعل.

(۱۱۷) یوں کہنا کہ اللہ ورسول کو گواہ بناتا ہوں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں اس معاملے میں اللہ اور اس کے

رسول کو گواہ بناتا ہوں تو کیا اس طرح کے الفاظ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اختلاف فقہاء کی بناء پر اس طرح کے الفاظ سے کافر تو نہیں ہوگا لیکن احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کر لینا چاہئے اور اس طرح کے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی الدرالمختار (۳/ ۲۷): تزوج بشهادة الله ورسوله لم يجز بل قيل يكفر والله اعلم.

وفي الشامية تحته: (قيل يكفر) لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ عالم الغيب. قال في التاتارخانية وفي الحجة ذكر في الملتقط انه لايكفر لان الاشياء تعرض على روح النبي ﷺ وان الرسل يعرفون بعض الغيب.

وفيها ايضا (۴/ ۲۲۹): واعلم انه لايفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن اوكان في كفره خلاف ولو كان ذلك رواية ضعيفة.

وفي الشامية: ان مايكون كفر اتفاقا يبطل العمل والنكاح ومافيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اهـ.

(۱۱۸) جادوگر کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جادوگر کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے، کیا یہ کافر ہیں یا مسلمان؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر جادوگر کفریہ اعمال یا کفریہ عقائد میں مبتلا ہو تو کافر ہو جائے گا اور اس ارتداد کی وجہ سے اسے قتل کرنا جائز ہے۔ اور اگر کفریہ اعمال وعقائد سے وابستہ نہیں تو کافر نہیں ہوگا البتہ اگر اس کی وجہ سے فساد کا خطرہ ہو تو اس صورت میں فساد کو ختم کرنے کے لئے اسے قتل کرنا جائز ہے لیکن قتل کرنا حاکم یا اس کے نائب کی ذمہ داری ہے۔

لمافي شرح الفقه الاكبر (ص۱۴۵): قال الشيخ ابومنصور الماتريدي القول بان السحر كفر على الاطلاق خطأ بل يجب البحث عنه فان كان ذلك رد مالزمه في شرط الايمان فهو كفر والا فلا. فلوفعل مافيه هلاك انسان اومرضه اوتفريق بينه وبين امرأته وهو غير منكر بشئ من شرائط الايمان لايكفر لكنه يكون فاسقا ساعيا في الارض بالفساد فيقتل الساحر والساحرة لان علة القتل السعي في الارض بالفساد.

وفي ردالمحتار (۴/ ۲۴۰): السحر حرام بلاخلاف بين اهل العلم واعتقاد اباحته كفر .... وحاصله انه اختار انه لايكفر الااذا اعتقد مكفرا، وبه جزم في النهر وتبعه الشارح وانه يقتل مطلقا

ان عرف تعاطیہ لہ.

(۱۱۹) یوں کہنا کہ شریعت غلط ہے/ میں خدا کو نہیں مانوں گا/سودی قرض لے کر تبلیغ پر جانا

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے غصے کی حالت میں یہ الفاظ کہے کہ (العیاذ باللہ) نبی علیہ السلام کی بیان کردہ شریعت غلط ہے اس وجہ سے کہ بہن اگر بھاگ بھی جائے (یعنی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے) تو بھی شریعت کی رو سے اسے ترکہ میں سے حصہ دینا پڑتا ہے۔ایک بہن بھی گئی، دوسرے زمین بھی دو۔ایسے شخص کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

۲۔ اسی طرح ایک شخص نے غصہ کی حالت میں دوسرے کو یوں بددعا دی کہ میں تہجد پڑھ کر تیرے لئے بددعا کروں گا کہ خدا تجھے غرق کرے اور اس وقت تک بددعا کرتا رہوں گا جب تک کہ تو غرق نہ ہو جائے۔اگر خدا نے تجھے غرق نہ کیا تو میں خدا کو خدا نہیں مانوں گا (العیاذ باللہ)۔ایسے شخص کا کیا حکم ہے جبکہ وہ پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتا ہے؟

۲۔ غیر مسلم سے سودی قرض لے کر تبلیغ کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً……مسئولہ صورتوں کی پہلی صورت میں شریعت مطہرہ کو غلط کہنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اسے تجدید ایمان ونکاح اور اپنے ان کفریہ کلمات پر کثرت سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

دوسری صورت میں اپنی خواہشات کی تکمیل پر ایمان کو موقوف کرنا بڑی بدبختی اور موجب کفر ہے۔یہ الفاظ کہنے والے پر بھی تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور آئندہ کے لئے ایسے بے ہودہ کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

تیسری صورت میں سودی قرضہ لے کر تبلیغ میں جانا جائز نہیں کیونکہ سود سے بچنا ہر حال میں واجب ہے اور تبلیغ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دور دراز مقام کے سفر کئے جائیں، رقم موجود نہ ہونے کی صورت میں اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی یہ کام کیا جا سکتا ہے۔

لمافی شرح الفقه الاكبر (صـ۱۷۴): قال ماذا الشرع هذا كفر ………من اهان الشريعة او المسائل التى لابد منها كفر.

وفيها ايضا (صـ۱۶۲): ولايكفى ان المراد بقول علمائنا لانجوز تكفير أهل القبلة بذنب ليس مجرد التوجه الى القبلة، فان الغلاة من الروافض الذين يدعون ان جبرائيل عليه السلام غلط فى الوحى فان الله تعالى ارسله الى على رضى الله عنه وبعضهم قالوا: انه اله وان صلوا الى القبلة ليسوا بمؤمنين وهذا هو المراد بقوله ﷺ من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا ………قال القونوى ولو تلفظ بكلمة الكفر طائعا غير معتقد له يكفر لانه راض بمباشرته وان لم يرض بحكمه.

وفى الاشباه والنظائر (صـ۹۰): درء المفاسد اولى من جلب المصالح فاذا تعارضت مفسدة

ومصلحة قدم دفع المفاسد غالبالان اعتناء الشرع بالمنهيات اشد من اعتنائه بالمامورات ولذا قال عليه السلام (اذا أمرتكم بشئ فاتوا منه مااستطعتم واذانهيتكم عن شئ فاجتنبوه) وروی فی الکشف حديثا (لترک ذرة مما نهی الله عنه افضل من عبادة الثقلين).

(۱۲۰) استاد، امام یا والدین کی گستاخی کرنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اگر کوئی شخص اپنے والدین، امام یا استاد کی توہین کرے تو کیا قاضی یا عالم ایسے شخص کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... امام، استاد یا والدین کی توہین گناہ کبیرہ ہے جس سے اجتناب واجب ہے البتہ یہ کفر نہیں لہٰذا اگر کسی نے ایسا کرلیا تو اس کی وجہ سے تجدید ایمان ونکاح کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

لمافی قوله تعالی (الاسراء: ۲۳): ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریماo

وفی احکام القرآن للجصاص (۳/ ۳۹۷): ان الذين ينادونک من وراء الحجرات اکثرهم لايعقلون .... وهذه الآيات وان کانت نازلة فی تعظيم النبيا وايجاب الفرق بينه وبين الامة فيه فانه تاديب لنا فيمن يلزمنا تعظيمه من والد وعالم.

وفی خلاصة الفتاوی (۴/ ۳۲۶): حق العالم علی الجاهل والاستاذ علی التلميذ قال کلاهما واحد وهو ان لايفتح الکلام قبله ولايجلس مکانه ان غاب عنه ولايرد عليه کلامه ولايتقدم عليه فی مشيته.

(۱۲۱) یوں کہنا کہ میں نہیں جانتا کہ کافر جنتی ہے یا جہنمی

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ ”مجھے پتہ نہیں کہ کافر جنت میں جائیں گے یا جہنم میں“۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... ایسا کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافی قوله تعالی (زمر: ۷۱): وسيق الذين کفروا الی جهنم زمرا ط الاية

(هود: ۱۰۶): فاماالذين شقوافففی النار الاية

وفی التاتارخانية (۵/ ۴۸۷): رجل قال لادری الکافر فی الجنة اوفی النار فانه کافر لانه جاحد لکتاب الله تعالی وقال ابومطيع سألت اباحنيفة عمن يقول لادری اين يصير الکافر قال هو جاحد لکتاب الله فهو کافر.

(۱۲۲) یوں کہنا ’’مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی‘‘ اس کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ بھائی تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے؟ تو اس نے جواباً کہا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی، اس پر میں نے اسے خوب برا بھلا کہا جس کی وجہ سے وہ مجھ سے ناراض ہو گیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کہنے سے میرا دوست اسلام سے خارج تو نہیں ہوگیا؟ اور کیا میرا اسے برا بھلا کہنا درست تھا؟ نیز یہ بتادیں کہ آئندہ ایسے شخص سے تعلقات رکھوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اس طرح کے کلمات کہنے والا سنت کے استہزاء (مذاق اڑانا) یا سنت کی حقارت کی وجہ سے ایسے کلمات کہے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور اگر یہ مقصود نہ ہو بلکہ ویسے ہی کہہ دے تو ایسی صورت میں سخت گناہ گار ہوگا جس پر استغفار کرنا ضروری ہے۔

۲۔ آپ کا ایسے شخص کو ملامت کرنا درست تھا۔

۳۔ ایسے شخص سے تعلقات ختم کردینے چاہیے جب تک کہ وہ اس فعل شنیع سے توبہ تائب نہ ہوجائے۔

لما فی القرآن الکریم: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین٥(الانعام:۶۸)

وفی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۱۳/۴):قال ابن العربی وهذا دلیل علی ان مجالسة اهل الکبائر لا تحل.

وفی البحر الرائق (۱۲۱/۵)(ط:ماجدية):ویکفر...... باستخفافه بسنة من السنن.

وفی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۲۸/۶): والحاصل انه اذا استخف بسنة او حدیث من احادیثه علیه السلام کفر.

وفی الهندیة (۲۶۳/۲): من لم یقر ببعض الانبیاء علیهم الصلاۃو السلام او لم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر.

وفی الدرالمختار (۲۲۲/۴):وفی الفتح من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف فهو ککفر العناد

وفی الشامیة (من هزل بلفظ کفر) ای تکلم به باختیاره غیر قاصد معناه ......ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنهتکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین کالصلاۃ بلا وضوء عمداًبل بالمواظبة علی ترک سنة استخفافا......

قلت:ویظهر من هذا ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر به وان لم یقصد الاستخفاف لانه لو توقف

علی قصده لمااحتاج الی زیادة عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصدیق

(۱۲۳) داڑھی کی وجہ سے حقارت سے دیکھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے داڑھی والے شخص کو صرف اس لئے حقارت سے دیکھا کہ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو شریعت میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر کسی شخص کی صرف اس بناء پر تحقیر کی جائے کہ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو یہ سنت کی تحقیر ہے لہٰذا تحقیر کرنے والا یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال:۹۸

(۱۲۴) قرأت سبعۃ عشر کا انکار

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قرأت سبعۃ عشر متواتر ہیں یا اسے صرف قراء کے ہاں متواتر شمار کیا جاتا ہے؟ اور کیا اس کے تواتر کا انکار کفر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... قرأت سبعۃ عشر قراء اور غیر قراء دونوں کے ہاں متواتر ہیں لہٰذا جو شخص اس کے تواتر کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لما فی احکام القرآن للقرطبی (۱/۴۶): وهذه القراء ات المشهورة هی اختیارات اولئک الائمة القراء .... وکل واحد من هولاء السبعة روی عنه اختیار ان أو اکثر وکل صحیح. وقد اجمع المسلمون فی هذه الاعصار علی الاعتماد علی ماصح عن هولاء الائمة مارووه ورأوه من القراءات وکتبوافی ذلک مصنفات فاستمر الاجماع علی الصواب .... قال ابن عطیة: ومضت الاعصار والامصار علی قرأة السبعة وبهایصلی لانها ثبتت بالاجماع.

وفی الاتقان للسیوطی (۱/۸۲): القراء ات السبع التی اقتصر علیها الشاطبی والثلاث التی هی قرأة ابی جعفر ویعقوب وخلف متواترة معلومة من الدین بالضرورة وکل حرف انفرد به واحد من العشرة معلوم من الدین بالضرورة انه منزل علی رسول الله لایکابر فی شئ من ذلک الاجاهل.

(۱۲۵) کسی کو بے ایمان کہنے سے کفر لازم آتا ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص کسی کو بے ایمان کہے۔ اس طرح کہنے سے کہنے

والا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس طرح کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے البتہ ایسا کہنے والا سزا کا مستحق ہے۔

لمافی الهندية (۲/۱۶۸): من قذف مسلما بيافاسق وهو ليس بفاسق ......ياخبيث ......ياخائن ......

يازنديق ...... عزر.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۶۹): وعزر الشاتم بيا كافر ياخبيث ياسارق يافاجر.

وفی الشامية: (بيا كافر) لم يقيد بكون المشتوم بذلك مسلما لمايذكره بعد.

(۱۲۶) اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو کسی بات پر تین طلاقیں دے دیں ،شوہر کو بعد میں لوگوں نے کہا کہ آپ تو نماز بھی نہیں پڑھتے بڑے شرم کی بات ہے ،تمہاری بیوی ،ساس ،سسر سب تو نمازی تھے۔اس پر اس شخص نے کہا کہ ''نماز کس کی پڑھوں ،خدا تو مر گیا ہے'' (نعوذ باللہ)۔کیا یہ الفاظ کہنے سے یہ شخص کافر ہو گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ان کلمات کے کہنے سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

لمافی التاتارخانية (۵/۴۶۳): ولو قال لله تعالى شريك أوولد اوزوجة اوهو جاهل اوعاجز اونقص بذاته او صفاته كفر.

وفی الهندية (۲/۲۵۸): يكفر اذا وصف الله تعالى بمالايليق به اوسخر باسم من اسمائه ...... اونسبه الى الجهل اوالعجز او النقص يكفر.

(۱۲۷) ماں سے نکاح کو حلال سمجھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گھر کے قریب ایک شخص رہتا ہے اور وہ بظاہر مسلمان لگتا ہے لیکن وہ اپنی ماں سے نکاح کو حلال سمجھتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا شخص شریعت مطہرہ کے ایک قطعی حکم سے انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لقوله تعالى (النساء :۲۳): حرمت عليكم امهاتكم الاية.

وفی التاتارخانية (۵/۵۰۵): سألت اذا اعتقده حلالا وهو حرام؟ قال ينظر ان كان حراما لغيره ......

...... وان كان محرم العين بأن كانت حرمته ثابتة بدليل مقطوع به يكفر ......ان تثبت حرمته بدليل مقطوع به يكفر.

وفی الهندیة (۲/۲۷۲): اذا کان حراما لعینه انما یکفر اذا کانت الحرمة ثابتة بدلیل مقطوع به.

(۱۲۸) کلام مقدس کی بے حرمتی کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کلام مقدس پر پاؤں رکھ دے یا کھڑا ہو جائے تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جب کوئی شخص استخفافاً کلام مقدس پر پاؤں رکھ دے، یا اس پر کھڑا ہو جائے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۹۱): سئل الحسن بن علی عمن وضع رجله علی المصحف حالفا هل یکفر فقال نعم ان کان علی وجه الاستخفاف.

وفی الهندیة (۲/۲۶۶): اذا انکر الرجل آیة من القرآن اوتسخر بآیة من القرآن وفی الخزانة اوعاب کفر.

(۱۲۹) اولیاء سے مدد مانگنا/اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا کیسا ہے؟
قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا ناجائز اور شرک میں داخل ہے۔

۲۔ آنحضرت ﷺ، صحابہ یا تابعین سے یا ان کے ادوار میں کہیں سے مروجہ درود وسلام ثابت نہیں ہے بلکہ اس کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدین کے زمانہ میں ۷۸۱ھ میں ہوئی لہٰذا اس کا التزام واہتمام بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی روح المعانی (۱۴/۱۶۶): ثم اذا کشف الضر عنکم اذا فریق منکم بربهم یشرکون ...... وفی الآیة مایدل علی ان صنیع اکثر العوام الیوم من الجوأر الی غیره تعالی ممن لایملک لهم بل ولالنفسه نفعا ولاضر اعنداصابة الضر لهم واعراضهم عن دعائه تعالی عند ذلک بالکلیة سفه عظیم وضلال جدید لکنه اشد من الضلال القدیم.

وفی المرقات (۱۰/۵۳): عن ابن عباس قال کنت خلف رسول الله ﷺ یوما فقال یاغلام احفظ الله یحفظک احفظ الله تجده تجاهک واذا سألت فاسأل الله واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامة

لواجتمعت على ان ينفعوك بشئ لم ينفعوك الابشئ قد كتبه الله لك ولو اجتمعوا على ان يضروك بشئ لم يضروك الابشئ قد كتبه الله عليك رفعت الاقلام وجفت الصحف.

وفى المرقات تحت هذا الحديث: واذا سألت فاسئل الله ....فاسئل الله وحده فان خزائن العطايا عنده ومفاتيح المواهب والمزايا بيده وكل نعمة اونقمة دنيوية اواخروية فانها تصل الى العبد اوتندفع عنه برحمته من غير شائبة غرض ولا ضميمة علة لانه الجواد المطلق والغنى الذى لايقتصر ......واذا استعنت اى اردت الاستعانة فى الطاعة وغيرها من امور الدنيا والاخرة.

وفى البحرالرائق (۱/۲۶۱): والزيادة فى الاذان مكروهة.

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۳۹۰): التسليم بعدالاذان حدث فى ربيع الاخر سنة سبعمائة واحدى وثمانين فى عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة.

وفى الشامية: (قوله سنة ۷۸۱) كذافى النهر عن حسن المحاضرة للسيوطى ثم نقل عن القول البديع للسخاوى انه فى سنة ۷۹۱ وان ابتداءه كان فى ايام السلطان الناصر صلاح الدين بامره.

(۱۳۰) کتب فقہ کی توہین کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کتب فقہ کی توہین کرتا ہے اور کبھی یوں بھی کہتا ہے کہ ’’چھوڑ و یار فقہ شقہ کیا ہے‘‘۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں کتب فقہ سے اگر اہل حق کی مشہور ومعتبر کتب مراد ہیں جن میں دین کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہیں اور یہ شخص ان کتب سے نفرت کی بناء پر ایسا کہتا ہے تو اس کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے۔ اور اگر فقہ سے مراد مسائل اجتہادیہ، مختلف فیہا ہیں تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ اس کے گمراہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

لمافى الروض الازهر (ص۲۷۳): وفى التتمة من اهان الشريعة او المسائل التى لابد منها كفر.

وفى التاتارخانية (۵/۵۰۹): اذا جاء احدا لخصمين الى صاحبه بفتوى الائمة فقال صاحبه ليس كمافتوا، اوقال لايعمل بهذاكان عليه التعزير وفى اليتيمة: سئل والدى عن قائل يقول لااقول بفتوى الائمة ولااعمل بفتواهم ماحاله؟قال يلزمه التوبة والاستغفار وسئل عن هذا بعضهم فقال: اذا كان ذا رأى واجتهاد وعنى انه يجتهد رأى نفسه دون رأيهم فهو معذور وان لم يكن يخشى عليه الكفر.

وهكذا بتغيير يسير فى الهندية (۲/۲۷۲)

(۱۳۱) یوں کہنا کہ غلام احمد نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ غلام احمد قادیانی اگر نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا اور اس سے مراد اس کی یہ ہے کہ نبی تو عیوب سے پاک ہوتا ہے اور یہ کانا مجسم عیب ہے۔ اب ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ نیز جو شخص قادیانی کو کذاب سمجھنے کے باوجود کافر نہ کہے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں چونکہ یہ شخص غلام احمد پر تنقید کررہا ہے اس لئے اس قول سے وہ کافر نہ ہوگا لیکن اگر تنقید مقصود نہیں بلکہ صرف یوں کہے کہ ''فلاں شخص اگر نبی ہوتا تب بھی اسے نہ مانتا''۔ ایسے کلمات کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ''اگر اللہ تعالیٰ اسے نبی بنادیتے تو بھی میں اسے نبی نہ مانتا'' گویا اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کررہا ہے۔

غلام احمد قادیانی باجماع اہل حق کافر ہے اس لئے اس کے عقیدے کا علم ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اسے کافر نہ سمجھے تو وہ خود کافر ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۷۸): لوقال فلان نبیا لم اؤمن به فقد کفر. وفی الصغری: لوقال بالفارسیة: اگر فلان پیغامبری بودی من باو نگردیدمی فان اراد به: لوکان فلان رسول الله لم اؤمن به فقد کفر.

وفی الهندیة (۲/۲۶۳): ولوقال لوکان فلان نبیا لم اؤمن به فقد کفر کذا فی المحیط.

(۱۳۲) ''کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے'' اور ''جو کافر کو کافر نہ کہے خود کافر ہے'' میں تعارض کا دفعیہ

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت مولانا پالن پوری حقانی صاحب اپنی کتاب ''شریعت وجہالت'' کے صفحہ نمبر ۱۰۵ پر لکھتے ہیں کہ کسی کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے۔ حالانکہ دیوبندی جماعت کے مشہور مناظر مولانا مرتضیٰ حسن پوری اپنی کتاب ''اشد العذاب'' شائع شدہ دارالعلوم دیوبند کے صفحہ ۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ بظاہر دونوں اقوال میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ اس تعارض کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں دونوں حضرات کے اقوال میں فرق ہے۔ پہلی صورت سے مراد یہ ہے کہ کسی کی تذلیل کے لئے اسے کافر کہہ کر مخاطب کیا جائے۔ چونکہ شریعت نے بلاوجہ کسی کی تذلیل کی اجازت نہیں دی لہٰذا اسے مکروہ کہا گیا جبکہ دوسری صورت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کفریہ عقائد کے باوجود اس کے کفر کا قائل نہ اور اسے کافر نہ سمجھے تو وہ خود کافر ہے۔

لقوله تعالیٰ (الاسراء: ۷۰): ولقد کرمنا بنی آدم الایة

وفی الهندیة (۵/۳۴۸): لوقال لیهودی اومجوسی یاکافر یأثم ان شق علیه کذافی القنیة.

وفی الدرالمختار (۴/۷۶): وفی القنیة قال لیهودی اومجوسی یاکافر یأثم ان شق علیه.

(۱۳۳) سبقت لسانی سے کلمہ کفر کہہ دینا/غلطی سے آیت غلط پڑھ دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی زبان سے سبقت لسانی سے اللہ تعالیٰ کی نسبت اشرف المخلوقات نکل گیا حالانکہ وہ اشرف الحاکمین کہنا چاہتا تھا۔اس پر دوسرے شخص نے فوراً حکم لگا دیا کہ یہ شخص کافر ہوگیا اسے تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہئے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟

۲۔ ایک شخص نے انما المشرکون نجس کے بجائے انما الکافرون نجس پڑھ لیا، کیا اس طرح پڑھنے سے ایمان پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں غلطی سے اللہ تعالیٰ کو ''اشرف المخلوقات'' کہنے والا کافر نہیں ہوا۔اور دوسرے شخص کا بلاعلم کفر کا حکم لگا دینا شریعت کے اصولوں کے خلاف اور لاعلمی وجہالت کا نتیجہ ہے جس سے ازحد احتیاط واجتناب کی ضرورت ہے۔

۲۔ آیت غلطی سے پڑھنے کی وجہ سے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑا البتہ جب معلوم ہو جائے تو دوبارہ صحیح طریقے سے پڑھنا چاہئے۔

لمافی الهندية (۲/۲۷۶): الخاطئ اذا جرى على لسانه كلمة الكفر خطأ بان كان يريد ان يتكلم بماليس بكفر فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأ لم يكن ذالك كفرا عندالكل.

وفي ردالمحتار (۱/۶۳۰ و ۶۳۱): ان الخطأ امافي الاعراب ....اوفي الحروف بوضع حرف مكان آخر ....اوتقديمه اوتاخيره ....والقاعدة عندالمتقدمين ماغير المعنى تغييرا يكون اعتقاده كفرا.

وفيها ايضا (۴/۲۲۹): ولايفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن اذا اراد ان يتكلم بكلمة مباحة فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأ بلاقصد لايصدقه القاضي وان كان لايكفر فيمابينه وبين ربه تعالى.

(۱۳۴) دعویٰ مجددیت ومہدیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کے لئے جیسے دعوی نبوت ضروری ہوتا ہے اسی طرح مجدد اور مہدی کے لئے دعویٰ مجددیت اور مہدیت ضروری ہے یا نہیں؟ آج کل کئی لوگوں نے مہدی ہونے کا دعوی کیا ہے۔ان کے بارے میں شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......روایات میں صرف اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر میں ایک مجدد کو پیدا کرتے ہیں اس کی خاص علامات وغیرہ روایات میں مذکور نہیں لہٰذا کسی خاص شخص کے بارے میں متعین طور یہ کہنا کہ یہ مجدد ہے بہت مشکل ہے اسی طرح اگر کوئی

شخص خود بھی دعوی کرے تو وہ نا قابل قبول ہوگا۔

اور مہدی علیہ السلام کی علامات روایات میں موجود ہیں۔ان علامات کو دیکھ کر اس وقت کے لوگ پہچان لیں گے کہ یہی مہدی علیہ السلام ہیں اور یہ قیامت کے قریب ہوگا۔آج کل جو حضرات مہدی ہونے کا دعوی کرتے ہیں یہ محض جھوٹ ہے اور ایسا جھوٹا دعوی کرنے والے شخص کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لمافی سنن ابی داؤد (۲/۲۳۳): عن ابی هريرة فيمااعلم عن رسول الله ﷺ قال ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها.

وفی المشكوة (۲/۴۷۱): عن ام سلمة عن النبی ﷺ قال يكون اختلاف عند موت خليفة ...... وذكر الحديث وفيه فاذا رأى الناس ذلک اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه ...... عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ اذا رأيتم الرايات السود قد جاء ت من قبل خراسان فاتوهافان فيها خليفة اللهالمهدى.

وفی الفتاوى الحديثية (ص۳۷): وسئلت عن طائفة يعتقدون فی رجل مات من منذ اربعين سنة انه المهدى الموعود بظهوره آخرالزمان وان من انكر كونه المهدى المذكور فقد كفر فمايترتب عليه؟ فاجبت بان هذا اعتقاد باطل وضلالة قبيحة وجهالة شنيعة :اما الاول فلمخالفته لصريح الاحاديث التی كادت تتواتر بخلافه ....واما الثانی فلانه يترتب عليه تكفير الائمة المصرحين فی كتبهم بمايكذب هؤلاء فی زعمهم وان هذا الميت ليس المهدى المذكور ومن كفر مسلما لدينه فهو كافر مرتد يضرب عنقه ان لم يتب وايضا فهولاء منكرون للمهدى الموعود به آخرالزمان، وقد ورد فی حديث عند ابی بكر الاسكافی انها قالا من كذب بالدجال فقد كفر ومن كذب بالمهدى فقد كفر وهولاء مكذبون به صريحا فيخشی عليهم الكفر.

(۱۳۵) یارسول اللہ کہنا اور مصافحہ کے وقت انگوٹھا دیکھنا کیسا ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات ''صلوۃ وسلام'' ہمیشہ یاءؔ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔کیا شرعا اس طرح پڑھنا جائز ہے؟

نیز مصافحہ کے وقت ہاتھ دبانا اور انگوٹھا دیکھنا اس خیال سے کہ شاید یہ خضر علیہ السلام ہوں شرعا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... روضہ مبارک کے علاوہ بطور ندا ''یارسول اللہ'' کیساتھ صلوۃ وسلام پڑھنا اگر اس عقیدے سے ہو کہ حضور ﷺ ہر جگہ خود موجود ہیں اور سنتے ہیں یہ عقیدہ خود آپ ﷺ کے ارشادات کے خلاف ہے اور شرعا ناجائز ہے۔اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد

ہے "جوشخص میرے روضہ پر درود پڑھتا ہے اسے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے فرشتے مجھ تک پہنچاتے ہیں"۔

مصافحہ کے وقت ہاتھ دبانا یا انگوٹھا دیکھنا اس خیال سے کہ کہیں یہ خضر علیہ السلام تو نہیں بالکل بے اصل ہے، شرعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

لمافی المشکوۃ (۱/۸۶): عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام.

وفیھا ایضا (ص۸۷): عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ.

وفی المرقات (۲/۳۴۱) تحت الروایۃ الاولی: (من امتی علیہ السلام) اذا سلموا علی قلیلا او کثیرا وھذامخصوص بمن بعد عن حضرۃ مرقد ہ المنور ومضجعہ المطھر.

(۱۳۶) کافر کو سلام کرنا یا جواب دینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کو سلام کرنا کیسا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ نیز کافر کے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں کافر کو اگر تعظیما سلام کیا جائے تو یہ موجب کفر ہے اور اگر تعظیم مقصود نہ ہو بلکہ صرف ملاقات کے وقت محض تحیہ کے طور پر کرے تو بھی ناجائز ہے البتہ اپنی کسی حاجت وضرورت کے لئے کرے تو جائز ہے۔ اور سلام کا طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ سے سلام کرے "السلام علی من اتبع الھدی" اور جواب میں صرف "وعلیک" کہے۔

لمافی الھندیۃ (۵/۳۴۸): وقال مجاھد اذاکتبت الی الیھودی او النصرانی فی الحاجۃ فاکتب السلام علی من اتبع الھدی.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۶/۴۱۲): ویسلم المسلم علی اھل الذمۃ لولہ حاجۃ والاکرہ ھو الصحیح .... ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر.

وفی الشامیۃ: (لولہ حاجۃ) ...... قال فی التاتارخانیۃ لان النھی عن السلام لتوقیرہ ولاتوقیر اذا کان السلام لحاجۃ.

(۱۳۷) کیا مولانا کہنا شرک ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی عادت ہے کہ ہر عالم دین کو ادب کے ساتھ مولانا

کے لفظ سے مخاطب ہوتا ہے جبکہ عمرو اسے کہتا ہے کہ مولانا کا لفظ عام مخلوق کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ ہمارے مولی تو صرف اللہ تعالی ہیں۔آیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں زید کا کسی بھی عالم کے ادب کے لئے مولانا کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے اور عمرو کا قول صحیح نہیں کیونکہ یہ لفظ (مولی) جب مخلوق کے لئے استعمال ہو تو اس سے وہ معنی مراد نہیں ہوتے جو خالق کے لئے استعمال کے وقت مراد ہوتے ہیں۔

لمافی جامع المسانید والسنن (۲۱۵/۱۹): .... رسول اللہ ﷺ یقول لعلی یوم غدیر خم: ألیس اللہ اولی بالمؤمنین قالوا بلی ، قال : اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ.

وفی المشکوۃ (ص۵۶۴): عن زید بن ارقم ان النبی ﷺ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ.

وفی الھندیة (۳۷۸/۵): ولوقال لاستاذہ مولانا لابأس به وقد قال علی رضی اللہ عنہ لابنه الحسن قم بین یدی مولاک عنی استاذہ وکذا لابأس به اذا قال لمن ھو افضل منه.

(۱۳۸) کافر سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مریض پر کافر سے جھاڑ پھونک کرانا جائز ہے یا نہیں؟ میرے ایک دوست کا کہنا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ میرا دل اسے تسلیم نہیں کرتا اور مجھے یہ شرک معلوم ہوتا ہے۔آپ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمائیں کہ کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......ایسی جھاڑ پھونک جس میں شرکیہ الفاظ ہوں یا جس کے معنی معلوم نہ ہوں جائز نہیں ہے اور کفار کی جھاڑ پھونک عام طور پر ایسی ہی ہوتی ہے لہٰذا اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی الصحیح لمسلم (۲۲۴/۲): عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا نرقی فی الجاھلیة فقلنا یارسول اللہ کیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علی رقاکم لابأس بالرقی مالم یکن فیه شرک.

وفی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۰): واتفقوا کلھم ایضا علی ان کل رقیةوتعزیم اوقسم فیه شرک باللہ فانه لایجوز التکلم.وکذا الکلام الذی لایعرف معناہ لایتکلم به لامکان ان یکون فیه شرک لایعرف.

(۱۳۹) ارکان اسلام کا انکار

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا کہنا یہ ہے کہ اگر زکوۃ ڈھائی فیصد سے زیادہ

ہوتی اورروزے ایک مہینے سے زیادہ ہوتے تومیں نہ توزکاۃ ادا کرتا اورنہ ہی روزے رکھتا۔ایسے شخص کے بارے میں کیاحکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگراس شخص کی مراد یہ ہے کہ میرے اندراس سے زیادہ کی طاقت نہیں لہٰذامیں حکم کی بجاآوری نہیں کرسکتاتواس میں کوئی حرج نہیں۔اوراگرمقصوداللہ تعالیٰ کے حکم کاانکارہےتواس سے یہ شخص کافرہوجائے گا۔البتہ بہرصورت اس طرح کےکلمات سےاجتناب کرناچاہئے۔

لـمافي التاتارخانية (۵/۴۸۲): لوقال لوامرني الله بالزكاة اكثر من خمسة دراهم او الصوم اكثر من شهر لاافعل فانه كفر.

وفي الهندية (۲/۲۷۰): ولو قال هذه الطاعات جعلها الله عذابا علينا ان تأول ذلك لا يكفر.

وفي الهندية (۲/۲۵۸): اذاقال لوامرني الله بكذا لم افعل فقد كفر كذافي الكافي.

(۱۴۰) بغیرتحقیق کفرکافتویٰ

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکوئی عالم بغیرتحقیق کسی پرکفرکافتویٰ لگائےتویہ فتویٰ دینا کیساہے؟کیاشریعت کی روسےجائزہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......کسی عالم یامفتی کے لئے بغیرتحقیق کسی پرکفرکافتویٰ دیناجائزنہیں ہے بلکہ اگراس کےقول یافعل کی کوئی اچھی تاویل ممکن ہوتواس پرمحمول کرناچاہئے۔

لـمافي الهندية (۲/۲۸۳): اذاكان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع فعلى المفتي ان يميل الى ذلك الوجه.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۲۲۳): قال في البحر وقد الزمت نفسي ان لاافتي بشئ منها.

وفـي الشامية: روى الـطـحـاوي عن اصحابنا لايخرج الرجل من الايمان الاجحود ماادخله فيه ثم مـاتيـقـن انه ردة يحكم بها ومايشك انه ردة لايحكم بها اذا الاسلام الثابت لايزول بالشك مع ان الاسـلام يـعـلـو ويـنـبـغـي للعالم اذا رفع اليه هذا ان لايبادر بتكفير اهل الاسلام مع انه يقضي بصحة اسـلام الـمكره ......وفي الفتاوى الصغرى : الكفر شئ عظيم لااجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية انه لايكفر.

(۱۴۱) علم غیب اورفالنامہ

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنات کے ذریعے غیب کی باتیں بتاناکیساہے؟جوشخص

ہاتھ کی لکیروں یاپرندوں کے ذریعے سے فال نکالتا ہے جو کہ لکھ کرلفافے میں بند کی ہوتی ہے پھر پرندہ اس لفافے کونکال لاتا ہے تو کیا ایسا شخص کافر ہے یافاسق؟ وضاحت فرمائیں۔

نیز رسول اللہ ﷺ سے علم غیب کی نفی مع الادلۃ واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جنات کے ذریعے غیب کی باتیں بتانا جائز نہیں ہے کیونکہ جنات کوخودعلم غیب حاصل نہیں ہے لہٰذا ان کی باتوں میں ایک آدھ بات سچی اور باقی سب جھوٹ ہوتا ہے اور جنات کے ذریعے لوگوں کوغیب کی خبریں بتانے سے لوگوں کے اذہان میں اوہام پیدا ہوتے ہیں جس سے لوگوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں لہٰذا یہ ناجائز ہے۔

۲۔　　حضور ﷺ سے علم غیب کی نفی نصوص قطعیۃ سے ثابت ہے کیونکہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ کی صفات **علیم، عالم، علام، اعلم، علیم بذات الصدور، عالم الغیب والشهادة، علام الغیوب** اور **الله اعلم بمايكتمون** ہیں۔

۳۔　　جوشخص فال نکالتا ہے اوراس کاعقیدہ یہ ہوکہ میں علم غیب سے واقف ہوں تو ایسا شخص کافر ہے اور اگر اس کاعقیدہ یہ نہیں ہے بلکہ صرف کاروبار کیلئے ایسا کرتا ہے تو یہ شخص فاسق وگناہگار ہے کیونکہ اس سے لوگوں کے عقائد پر برااثر پڑتا ہے۔

لقوله تعالى(سورة البقرة:۳۳):انی اعلم غیب السموات والارض واعلم ماتبدون وماکنتم تکتمون٥

(سورة الانعام: ۵۹): وعنده مفاتح الغیب لایعلمها الاھو ط الاية

(هود:۱۲۳): ولله غیب السمٰوٰت والارض واليه يرجع الامر كله الاية

(كهف: ۲۶): لهٗ غیب السمٰوٰت والارض ط أبصر به واسمع ط الاية

(النحل: ۷۷): ولله غیب السمٰوٰت والارض ط وماأمر الساعة الا كلمح البصر ط الاية

(الانعام: ۵۰): قل لااقول لكم عندى خزائن الله ولااعلم الغيب ولااقول لكم انى ملك ج ان اتبع الامايوحى الى ط الاية

(الاعراف ۱۸۸): ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير ج الاية

(لقمان: ۳۴): ان الله عنده علم الساعة ج وينزل الغيث ج ويعلم مافى الارحام ط وماتدرى نفس ماذا تكسب غداط وماتدرى نفس بأى ارض تموت ط الاية

وفي المشكوة (ص۳۹۲): وعن عائشة قالت سأل اناس رسول الله ﷺ عن الكهان فقال لهم رسول الله ﷺ انهم ليسوا بشئ قالوا يارسول الله فانهم يحدثون احيانا بالشئ يكون حقافقال رسول الله ﷺ تلك الكلمة من الحق يخطفها الجنى فيقرها فى اذن وليه قر الدجاجة فيخلطون فيها اكثر من مائة كذبة متفق عليه.

وفیھا ایضا (صـ۳۹۳):عن ابی ھریرة قال قال رسول اللهﷺ من اتی کاھنا فصدقه بمایقول...... فقد بریٔ مما انزل علی محمد.

قال الملاعلی القاری تحته فی المرقات (۹/ ۱۷): (فقد بریٔ مما انزل الله) ای کفر وھو محمول علی الاستحلال اوعلی التھدید والوعید.

وفی النبراس (صـ۵۷۵): خامسھا خبر الکاھن لانه ممایخبره الجن عن مشاھدة اوسماع عن الملائکة الذین عرفوا الکوائن المستقبلة بالوحی ثم نقول قد نطق کثیر من الاحادیث واقوال السلف بکفر المنجم والکاھن ومن یصدقھماوذکر غیر واحد من المحققین ان التکفیر خاص بمن یدعی علم الغیب اویزعم النجوم مدبرة بالاستقلال اویزعم الجن عالمة بالغیب ....قلت ومع ھذا لیس الاشتغال بالنجوم والکھانة وتصدیقھما من فعل الصالحین ولاشک ان فیھا اخلالا بعقائد ضعفاء المسلمین لزعمھم ان المخبرعالم بالغیب.

وفی شرح الاکبر (صـ۱۵۱): وبالجملة العلم بالغیب امر تفرد به اللهتعالی لاسبیل الیه للعباد الاباعلام منه.

وفیه ایضا (صـ۱۴۹): ومنھا ان تصدیق الکاھن بمایخبر من الغیب کفر لقوله تعالی قل لایعلم من فی السماوات والارض الغیب الاالله ولقوله علیه السلام من اتی کاھنا فصدقه بمایقول فقد کفر بماانزل علی محمد ....ثم الکاھن ھو الذی یخبر عن الکوائن فی مستقبل الزمان ویدعی معرفة الاسرار فی المکان.

وفی التفسیر المنیر (۲۲/ ۱۰۲): لیس لاحد من الملائکة والجن والانبیاء والناس ادعاء علم الغیب وانماذلک مختص باللهتعالی.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/ ۲۴۲): والکاھن لمافی مختصر النھایة للسیوطی من یتعاطی الخبر عن الکائنات فی المستقبل ویدعی معرفة الاسرار ....والحاصل ان الکاھن من یدعی معرفة الغیب باسباب وھی مختلفة فلذا انقسم الی انواع متعددة کالعراف والرمال والمنجم وھوالذی یخبر عن المستقبل بطلوع النجم وغروبه والذی یضرب بالحصی والذی یدعی ان له صاحباه من الجن یخبر عماسیکون والکل مذموم شرعا محکوما علیھم وعلی مصدقھم بالکفروفی البزازیة یکفر بادعاء الغیب وباتیان الکاھن وتصدیقه.

(۱۴۲) عالم دین کے ساتھ بغض رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب علم کی فضیلت پر بیان کررہے تھے، بیان کرتے ہوئے انہوں نے ایک بات یہ بیان کی کہ اگر کوئی شخص عالم دین کے ساتھ بغض رکھے تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہوجاتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا یہ کہنا اس اعتبار سے صحیح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم دین سے اس کے عالم ہونے کی بناء پر بغض رکھے تو اس کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے۔ البتہ اگر علم کے علاوہ کسی اور وجہ سے ایسا کرتا ہے تو پھر وہ کافر نہ ہوگا تاہم کسی مسلمان خصوصاً عالم دین سے بغض رکھنا درست نہیں۔ لقوله عليه السلام ولاتباغضوا ولا تحاسدو الخ

لمافي شرح الفقه الاكبر (صـ۱۷۳): وفي الخلاصة من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر. قلت: الظاهر انه يكفر لانه اذا ابغض العالم من غير سبب دنيوى اواخروى فيكون بغضه لعلم الشريعة ولاشك في كفر من انكره فضلا عمن ابغضه.

وفي ردالمحتار (۷۲/۴): ذكر في شرحه على الملتقى ايضا انه على وجه المزاح يعزر فلو بطريق الحقارة كفر لان اهانة اهل العلم كفر على المختار.

(۱۴۳) عالم کی تضحیک کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عالم دین کی تضحیک کرنا اوراسے مذاق کا نشانہ بنانا، اس کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو عرف میں برے سمجھے جاتے ہیں مثلاً عالم کو ''رانگڑ'' یا ''رانگڑ اول'' کہنا جبکہ عرف میں رانگڑ جاہل اور بدتہذیب لوگوں کو کہا جاتا ہے، کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..........صورت مسئولہ میں ایسے شخص کے بارے میں کفر کا اندیشہ ہے لہٰذا ایسے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافي التاتارخانية (۵۰۸/۵): وفي الذخيرة ومن شتم عالما اوفقيها من غير سبب خيف عليه الكفر.

وفي الهندية (۲۷۰/۲): ويخاف عليه الكفر اذا شتم عالما اوفقيها من غير سبب.

(۱۴۴) عالم دین کو مسجد کا میراثی کہنے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب نے ایک عالم کے بارے میں یوں کہا کہ

''میرے اوران کے درمیان یہ فرق ہے کہ میں میدان کا میراثی ہوں اور وہ مسجد کا'' ایسے بے ہودہ کلمات کہنے والے شخص کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ سے پہلے یہ سمجھئے کہ عام ضابطہ یہ ہے کہ انسان کا جس سے تعلق ہوتا ہے اس کے تمام متعلقین سے بھی وہ روابط رکھتا ہے اوران میں سے کسی کے بارے میں ہرایسی بات کہنے سے گریز کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے تعلقات پر برا اثر پڑے چاہے اسے کسی موقع پرتھوڑا بہت نقصان ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے، اب یہ دیکھ لیجئے کہ علماء کون ہیں؟ ان کے بارے میں صادق ومصدوق رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' الحدیث (مشکوۃ المصابیح ۳۴) یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔اب ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ جب کسی شخص کا کسی خاندان کے بڑے سے تعلق ہواور وہ اس کے خاندان کے دوسرے افراد پرلعن طعن کرے چاہے وہ ورثاء کیسے ہی کیوں نہ ہوں تو اس خاندان کا بڑا کبھی بھی اسے برداشت نہیں کرے گا خاص طور پر جب وہ خاندان کا سربراہ فخر یہ طور پر اپنے خاندان والوں کے بارے میں کہے کہ یہ میرے اپنے ہیں، پھر کیا خیال ہے آپ کا ان علماء کے بارے میں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ خود یہ فرمار ہے ہیں کہ یہ میرے اپنے ہیں اوران کا صرف میرے ساتھ تعلق نہیں بلکہ تمام انبیاء کے ساتھ ہے،اس کے بعد وہ شخص جسے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ ہو، زبانی دعوے میں وہ عشق نبی ﷺ کو اپنی زندگی کا بہترین سرمایہ شمار کرتا ہو، وہ آپ کی اطاعت کو اپنی کامیابی کا ذریعہ گردانتا ہو،اس کے باوجود جنہیں رسول اللہ ﷺ اپنا کہیں ان پر اعتراضات کرے ان کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرے تو کیا یہ شخص اپنے دعوے میں سچا سمجھا جائے گا؟؟

باقی رہا یہ معاملہ کہ علماء میں اگر آپ کو کوئی خامی نظر آتی ہے تو یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر وہی غلطی آپ کی اولاد کرے یا آپ کا کوئی عزیز کرے تو آپ کا اس پہ ردعمل کیا ہوگا؟ کیا آپ وہاں یہ دلیل نہیں دیں گے کہ انسان خطاء کا پتلا ہے اس سے خطاء کا سرزد ہونا کوئی بعید نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کو علماء پر نکتہ چینی کرتے وقت بھولے سے بھی یہ بات یاد نہیں آتی کیا آپ انہیں فرشتے سمجھتے ہیں؟ کہ ان سے غلطی کا صدور نہیں ہونا چاہیے۔

دوسری بات یہ کہ یہ آپ کا معیار ہے کہ آپ انہیں قابل ملامت ٹھہرار ہے ہیں آپ کو کیا معلوم کہ جس وجہ سے ان پر ملامت کرر ہے ہیں اس کی حقیقت تک آپ پہنچے ہیں یا نہیں ورنہ اگر یہ لوگ ایسے ہی ہوتے جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا ناں، کہ یہ ایسے ہوں گے پھر اپنے نبی ﷺ سے یہ اعلان کیوں کروایا (''العلماء ورثۃ الانبیاء'' الحدیث) کیوں کہ آپ ﷺ تو ایک بات بھی اپنی طرف سے بیان نہیں فرماتے جب تک اللہ تعالیٰ انہیں اس کا حکم نہ دیں وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی الایۃ (النجم:۳،۴) آخر کوئی بات تو تھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کروایا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اپنی کتابوں میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر کوئی شخص علماء پہ بلاوجہ لعن طعن کرے تو سخت گناہ گار ہے اور اگر علماء کو برا بھلا کہنے سے مقصود دین اسلام کی اہانت واستخفاف ہو تو ایسے شخص کے اسلام کے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں۔

اب اس کے بعد وہ حضرات ذرا اپنی زندگی کا جائزہ لے لیں جن کا مشغلہ ہی یہ ہے کہ جہاں کسی عالم کا تذکرہ ہوا انہوں نے فوراً علماء کی

مخالفت میں دلائل دینا شروع کر دیے، کیا یہ حضرات اپنے تئیں اسے دانشمندی گردانتے ہیں، یہ کیسی دانشمندی ہے جو دین کو کمزور کرنے کے مترادف ہے کیونکہ لوگ اس طرح کی باتوں کی وجہ سے دین سے متنفر ہوں گے، یہ ہمارا اپنا نقصان ہے اس طرح کی باتوں سے ہم کسی کا کیا بگاڑ رہے ہیں۔ اس مشغلہ میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جو کسی داڑھی والے شخص یا کسی مدرسے سے وابستہ شخص کی برائی کو علماء کی برائی قرار دے کر اسے کئی دنوں تک اخبارات کی زینت بناتے ہیں اور اتنا معلوم کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے کہ وہ کون تھا واقعی عالم تھا یا مدرسے کا باورچی، اور ستم بالائے ستم یہ کہ اپنی غلطی ماننے کو تیار بھی نہیں ہوتے۔

آخری گزارش! اگر واقعی ایسا ہے کہ کسی جگہ کوئی ایسا شخص ہے جس نے علماء کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور اس کے کام علماء کے طریقے کے خلاف ہیں تو آپ بتائیں آپ اس کی اصلاح چاہتے ہیں؟ یا اسے مزید بربادی کی طرف دھکیلنا چاہتے ہیں؟ اگر اصلاح مقصود ہو تو جگہ جگہ مجالس میں بیٹھ کر کسی کی برائی بیان کرنا یہ اصلاح کا طریقہ نہیں اگر اس طرح کی کوئی مثال موجود ہو کہ اس روش پر کسی کی اصلاح ہوئی ہو تو آپ بتا دیں بلکہ اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ آپ جس کی اصلاح چاہتے ہیں اسے نرمی سے علیحدگی میں سمجھا دیں خود نہیں سمجھا سکتے تو اس کیلئے کسی ایسے شخص کا انتخاب کریں جو یہ کام احسن طریقے سے پورا کر سکے، اور اگر آپ سے یہ کام نہیں ہوسکتا تو بلا وجہ غیبت کر کے اپنی نیکیاں برباد نہ کریں بلکہ آپ اس معاملے کو چھوڑ دیں جیسا کہ آپ بہت سے معاملات پر اس لئے خاموش رہتے ہیں کہ آپ کے اظہار خیال کا کوئی فائدہ نہیں ہے ایسے ہی اسے بھی سمجھ لیجئے کہ آپ کے بولنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اگر آپ سے اچھا کام نہیں ہوسکتا تو برائی نہ پھیلائیں، یہی آپ کے اور آپ کے مسلمان بھائیوں کے حق میں بہتر ہے اور اگر خاموش بھی نہیں رہ سکتے تو کم سے کم اتنا ضرور کیجئے کہ اس فرد واحد کی برائی کریں نہ کہ اس برائی میں تمام علماء کو شامل کریں جیسا کسی ادارے میں اگر کوئی ایک شخص خراب ہو تو آپ اسے ہی برا شمار کرتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا بھی اس ادارے کی برائی کرے تو آپ اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ سارا ادارہ ایسا نہیں بلکہ یہ سارا کیا دھرا فلاں شخص کا ہے اگر یہ یہاں سے فارغ ہو جائے تو یہ ادارہ بالکل صحیح ہے تو یہی معاملہ یہاں بھی کیجئے حالانکہ ہوسکتا ہے کہ کسی ادارے کا دفاع کرنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہو جب کہ اس معاملے میں اگر آپ نے دین کی نصرت کی نیت کر لی تو یہ آپ کے ہمیشہ کام آنے والی چیز کا سودا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر اجر جزیل عطاء فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

لما فی الاشباه والنظائر (ص ۱۹۱): الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر.

وفي المحيط البرهاني (۴۲۰/۷): واذا خاصم فقيها في حادثة وبين الفقيه له وجها شرعيا فقال ذلك المخاصم اين دانشمندی بود او قال دانشمندی مکن که پیش نرود يخاف عليه الكفر واذا قال لفقيه ای دانشمندک او قال لعلوی ای علویک لا يكفر ان لم يكن قصد الاستخفاف بالدين.

وفي خلاصة الفتاوى (۳۸۸/۴): ومن ابغض عالما بغير سبب ظاهر خيف عليه الكفر ......نقل عن الامام الفضلي ان فقيها شكىٰ اليه وقال !قال رجل : دمزه اینجاماندی ورفتی لکتاب تركه فامر الفضلي بقتله.

وفی البزازیۃعلی ھامش الھندیۃ (۶/۳۳۷): قال الفقیہ دانشمندک او لعلوی علویک یکفران قصد بہ الاستخفاف بالدین وان لم یرد بہ الاستخفاف بالدین لا یکفر ویجئی التصغیر للتعظیم ایضا وشتم العالم او العلوی لامرغیر صالح فی ذاتہ وعداوتہ لخلافہ الشرع لا یکون کفراً ولا خطأ.

وفی الدرالمختار (۴/۷۱): لا یعزر بیا حمار یا خنزیر، یا کلب، یا تیس، یا قرد، یا ثور، یا بقر، یاحیۃ لظھور کذبہ واستحسن فی الھدایۃالتعزیر......

وفی الشامیۃ (واستحسن فی الھدایۃ)......وقیل ان کان المسبوب من الاشراف کالفقھاء والعلویۃ یعزر لانہ یلحقھم الوحشۃ بذلک وان کان من العامۃ لا یعزر وھذا احسن ......(ص۔۷۲. تنبیہ) ذکر فی شرحہ علی الملتقی ایضا انہ لو علی وجہ المزاح یعزر فلو بطریق الحقارۃ کفر لان اھانۃ اھل العلم کفر ......

(۱۴۵) علماءکرام کوسب وشتم کرنے والے کاحکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو یوں کہتا ہو کہ موجودہ زمانے کے علماء کرام یہودی اور نصرانی ہیں ان میں کوئی ابھی ایسا عالم نہیں جوشریعت کے راستے پر چلتا ہواور وہ علماء کرام کوسب وشتم بھی کرتا ہوتو ایسا شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......مذکورہ شخص اگر علماء کرام کوحقیر سمجھتے ہوئے اوران کی اہانت کرتے ہوئے ایسے الفاظ کہتا ہےتو وہ کافر ہےاس طرح اگر بغیرکسی سبب کےایسا کہےتب بھی کافرہوجائے گا۔

دلائل المسئلۃ مرت سابقافی رقم السؤال : ۱۴۲ و۱۴۳

(۱۴۶) مشائخ پرلعن طعن کرنے والے سےتعلقات رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مقلدین جوفقہ کے منکر ہیں اور بڑے بڑے مشائخ کو گالیاں دیتے ہیں خاص طور پر احناف سے حددرجہ بغض وعناد رکھتے ہیں اور خصوصاصاحب ہدایہ وغیرہ کوگالیاں دیتے ہیں۔وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے مذہب حنفی کوقرآن وسنت کے دلائل سے ثابت کیا ہے۔یہ حضرات اس بات کوتسلیم نہیں کرتے اورسب وشتم پراترآتے ہیں۔آیا ایسے منکرین فقہ اور گستاخ مشائخ لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنا جائز ہے یانہیں؟اگر یہ امام بنیں توان کی اقتدامیں نماز پڑھنا صحیح ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......ایسے اشخاص فاسق ہیں۔مشائخ اورفقہاء کرام کوگالیاں دینے سے کفرکااندیشہ ہےلہٰذاان سے تعلقات قائم کرنا اوران کی اقتداءمیں نماز پڑھنامکروہ ہے۔

لـمافی احکام القرآن للقرطبی (۱۳/۷): فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ......قال ابن العربی وهذا دلیل علی مجالسة اهل الکبائر لاتحل.

وفی الهندیة (۸۵/۱): وتجوز امامة الاعرابی .... والفاسق ...... الاانها تکره.

وفیها ایضا (۲۷۰/۲): من ابغض عالما من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر.

وفـی ردالـمحتار (۲۳۷/۴): وترد شهادة من یظهر سب السلف لانه یکون ظاهر الفسق ...... وقال الـزیـلـعی اویظهر سب السلف یعنی الصالحین منهم وهم الصحابة والتابعون لان هذه الاشیاء تدل علی قصور عقله وقلة مروء ته.

(۱۴۷) بے نمازی اوراس کے ساتھ تعلق رکھنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بے نمازی کو کامل مسلمان کہنے اوراس کے گھر کا کھانا کھانے اوراس کے ساتھ تعلقات رکھنے کا شرعاً حکم کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... جان بوجھ کرمحض اپنی سستی کی وجہ سے نماز نہ پڑھنا بہت بڑا گناہ ہے۔قرآن وحدیث میں ایسے شخص کے متعلق بہت سخت وعیدیں آئی ہیں تاہم ایسا شخص ایمان سے نہیں نکلتا بلکہ مؤمن ہوتا ہے گوکامل ایمان نہ ہولہٰذا یہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ضرور جنت میں جائے گااور چونکہ یہ مومن ہے اس لئے دوسرے مسلمانوں پراس کے حقوق (عیادت، جنازہ وغیرہ) ادا کرنا بھی لازم ہے اورعام حالات میں اس کے ساتھ تعلقات رکھنا، اس کے گھر کا کھانا کھانا جب کہ اس میں کوئی دینی نقصان نہ ہو جائز ہے، البتہ تادیباً اس امید سے اس سے قطع تعلق کرنا کہ شاید اس طرح وہ نماز اور دین کا پابند ہو جائے جائز ہے بلکہ اگر اس طریقہ سے اس کے نماز اور دین کے پابند ہونے کا غالب گمان ہوتو اس وقت یہ قطع تعلق ضروری ہوگی۔اسی طرح اگر اس سے تعلقات رکھنے میں غالب گمان یہ ہو کہ اس طرح یہ نماز اور دین کا پابند ہو جائے گا تو پھر تعلقات رکھنا مناسب ہے۔

لمافی تکملة فتح الملهم(۳۵۶/۵): وحاصل ذلک ان الهجران انما یحرم اذا کان من جهة غضب نـفسانی اما اذا کان علی وجه التغلیظ علی المعصیة والفسق اوعلی وجه التادیب کما وقع مع کعب بن مالک وصاحبیه او کما وقع لرسول الله ﷺ مع ازواجه او لعائشة مع ابن الزبیر رضی الله عنهم فانه لیس من الهجران الممنوع.

وفی الهندیة(۵۰/۱): ولایقتل تارک الصلوة عامدا غیر منکر وجوبها بل یحبس حتی یحدث توبة.

وفـی الشامیة (۳۸۸/۲): (قوله وجاز عیادة فاسق) وهذا غیر حکم المخالطة ذکر صاحب الملتقط یکره للمشهور المقتدی به الاختلاط برجل من اهل الباطل والشر الا بقدر الضرورة لانه یعظم امره

بين الناس ولو كان رجل لايعرف يداريه ليدفع الظلم عن نفسه من غير اثم فلا بأس به.

وفي الشامية(۶/۳۳۸): والمراد بها سنن الهدى كالجماعة والاذان والاقامة فان تاركها مضلل ملوم كمافي التحرير والمراد الترک على وجه الاصرار بلا عذر.

(۱۴۸) توہین رسالت کے مرتکب کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس شخص کے بارے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرتا ہو اور توہین رسالت کا مرتکب ہو اور کہتا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری شریعت بیان نہیں کی (العیاذ باللہ) کیا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً...... جو شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو اور العیاذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرتا ہو تو ایسا شخص مرتد ہے اور ایسے شخص کو وہی سزا دی جائے گی جو کہ مرتد کو دیجاتی ہے۔

لمافي الهندية (۲/۲۶۳): سئل عمن ينسب الى الانبياء الفواحش كعزمهم على الزنى ونحوه الذى يقوله الحشوية في يوسف عليه السلام قال يكفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم قال ابوذر من قال ان كل معصية كفر وقال مع ذلک ان الانبياء عليهم السلام عصوا فكافر لانه شاتم.

وفي الدر المختار مع ردالمحتار (۴/۲۳۱، ۲۳۳): والكافر بسب النبى من الانبياء فانه يقتل حدا ولاتقبل توبته مطلقا ......لكن صرح في آخر الشفاء بان حكمه كالمرتد ومفاده قبول التوبة كمالايخفى.

وفي الشامية: ان المشهور عن مالک واحمد انه لايستتاب ولايسقط القتل عنه وهوقول الليث بن سعد وذكر القاضي عياض انه المشهور من قول السلف وجمهور العلماء وهواحد الوجهين لاصحاب الشافعي. وحكى عن مالک واحمد انه تقبل توبته وهوقول ابى حنيفة واصحابه .... فهذا صريح كلام القاضي عياض في الشفاء والسبكي وابن تيمية وائمة مذهبه على ان مذهب الحنفية قبول التوبةبلاحكاية قول اخر عنهم.

(۱۴۹) نداء غیر اللہ کے جواز کی ایک صورت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نداء غیر اللہ سے متعلق بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اگر پکارنے والا تصفیہ باطن سے منادیٰ کا مشاہدہ کررہا ہو تو جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تصفیہ باطن کے بعد اولیاء اللہ کو پکارا جاسکتا ہے۔ اس کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......قابل غور امر یہ ہے کہ تصفیہ باطن کے بعد نداء غیر اللہ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص معرفت الٰہیہ میں ترقی کرتے کرتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ بعض غیر منکشف احوال اللہ تعالیٰ اس پر منکشف فرمادیں۔اسی انکشاف کو کرامت یا کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ کرامات وکشف صحابہ کرام سے لیکر اولیاء اللہ تک ثابت ہیں جیسے ایک لشکر حضرت عمرؓ نے روانہ فرمایا، ایک موقع پر اس لشکر کو شکست ہونے لگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عین دوران خطبہ جمعہ آواز لگائی "یاسارية الجبل" اور یہ آواز مدینہ سے ہزاروں میل دور لشکر نے سنی، اس پر عمل کیا اور شکست سے بچ گئے۔

اب یہاں ندائے غیر اللہ تو پائی جارہی ہے لیکن اس ندا سے مراد وہ ندا نہیں جو ہمارے یہاں معروف ہے کہ کسی ولی کو مدد کے لئے پکارا جائے تا کہ وہ اسے نفع پہنچائے یا نقصان سے بچائے کیونکہ ایسی ندا نصوص کے خلاف اور شرک ہے کیونکہ اس ندا میں اس "ولی اللہ" کو مؤثر خیال کیا جاتا ہے اور یہی شرک ہے۔ باقی جو ندا اس واقعہ میں ثابت ہے اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں کیونکہ یہ مدد کے حصول کے لئے نہیں بلکہ ایک دینی مصلحت کے تحت ہے اس طرح کی ندا کسی ولی سے بھی ظاہر ہو جائے ممنوع نہیں بلکہ یہ اس ولی کی کرامت سمجھی جائے گی۔

لمافي البداية والنهاية (۷/۱۳۴): ذكر سيف عن مشائخه ان سارية بن زنيم قصد فسا ودار ابجرد .... فرأى عمر فى تلك الليلة فيمايرى النائم معركتهم وعددهم فى وقت من النهار .... فخطب الناس واخبرهم بصفة مارأى ثم قال ياسارية الجبل الجبل ثم اقبل عليهم وقال :ان لله جنودا ولعل بعضها ان يبلغهم .... وذكر سيف فى رواية اخرى عن شيوخه ان عمر بينما هو يخطب يوم الجمعة اذقال: ياسارية بن زنيم الجبل الجبل. فلجأ المسلمون الى جبل هناك فلم يقدر العدو عليهم الامن جهة واحدة فاظفرهم الله بهم.

وهكذا فى اسدالغابة (۴/۱۷۴)

فصل فی السنة و البدعة

(سنت اور بدعت کے بیان میں)

(۱۵۰) قبروں پر چادریں چڑھانا اور اس کی چوری کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے بلکہ پورے پاکستان میں یہ رواج ہے کہ لوگ بزرگوں یا عام مردوں کی قبروں پر چادر ڈالتے ہیں۔ آیا قبر پر چادر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر کوئی اس کو چوری کرلے تو اس پر شرعی سزا کے طور پر اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قبروں پر چادریں ڈالنا چاہے وہ بزرگوں کی ہوں یا عام لوگوں کی ہر صورت میں ناجائز ہے۔ اور اگر ان چادروں کو کوئی چوری کرلے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے کیونکہ یہ غیر محفوظ مال ہے۔

لمافی الهندية (۱۷۰/۲): وهی فی الشرع اخذ العاقل البالغ نصابا محرزا اوماقيمة نصاب ملكا للغير لاشبهة له فيه علی وجه الخفية.

وفی الشامية (۲۳۸/۲): تكره الستور علی القبور.

(۱۵۱) بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کرنا/مصیبت کے وقت اذان دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب قحط سالی ہونے لگے اور بارشیں بند ہوجائیں تو بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ کیا شرعاً ایسا کرنا صحیح ہے؟ نیز مصیبت کے وقت اذان دینا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں جانور اگر تقرب لغیر اللہ (غیر اللہ کی رضا وخوشنودی) کے لئے ذبح کیا تو وہ جانور حرام ہوگا۔ اور اگر تقرب الی اللہ مقصود ہو اور جانور ذبح کرتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا ہو تو جانور حلال ہوگا لیکن دونوں صورتوں میں مزارات پر جانور ذبح کرنا ناجائز اور بدعت ہے جس کا کوئی ثبوت خیر القرون سے نہیں پایا جاتا اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔

نیز مصیبت کے وقت اذان دینا مسنون ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲۲۳/۲): "وماأهل به لغير الله" ای ذكر عليه غير اسم الله تعالیٰ ......

وجرت عادة العرب بالصياح باسم المقصود بالذبيحة وغلب ذلك فی استعمالهم حتی عبر به عن

النية التي هي علة التحريم.

وفي روح المعاني (۲/۴۲): (وما اهل لغير الله) اى ماوقع متلبسا به اى بذبحه الصوت لغير الله تعالى ..... والمراد بغير الله تعالى الصنم وغيره كماهو الظاهر.

وفي الدرالمختار (۲/ ۳۸۵): وفي حاشية البحر للخير الرملي رأيت في كتب الشافعية انه قد يسن الاذان لغير الصلوة كما في اذان المولود والمهموم والمصروع.

(۱۵۲) وعظ ونصیحت کے لئے دن متعین کرنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بڑے بھائی ہر جمعرات کو تبلیغی مرکز جاتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ یہ بھی بدعت ہے لیکن وہ نہیں مانتے بلکہ مجھے دلائل دینے شروع کر دیئے۔ کیا اس طرح جانا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......وعظ ونصیحت کے لئے کسی دن کو مقرر کر لینا درست اور خیر القرون سے ثابت ہے۔

لمافي الصحيح للبخاري (۱/۱۶): عن ابى وائل قال كان عبدالله يذكر الناس في كل خميس فقال له رجل يا اباعبدالله لوددت انک لو ذكرتنا كل يوم قال اما انه يمنعني من ذلک انى اكره ان املكم وانى اتخولكم بالموعظة كما كان النبى ﷺ يتخولنا بها مخافة السامة علينا.

وفي فيض الباري تحت هذا(۱/۱۷۰): ان هذه التعينا ت لاتعد بدعةو البدعة عندى مالاتكون مستندة الى الشرع وتكون ملتبسة بالدين.

(۱۵۳) عاشورہ کے دن سرمہ لگانا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ میری والدہ مجھے عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی بہت زیادہ تاکید کرتی ہیں آپ شریعت کی رُو سے اس کا حل بتلائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......سرمہ لگانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے، اور سرمہ لگانے کا کوئی خاص دن متعین نہیں ہے جب چاہے لگا سکتے ہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص ہر روز سرمہ لگاتا ہو اور وہ عاشورہ کے دن بھی لگائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص خاص یوم عاشورہ ہی کے دن سرمہ لگائے، اور اس کو ضروری یا سنت سمجھے، اور نہ لگانے والے پر طعن وتشنیع کرے تو یہ درست نہیں۔ اس سے اجتناب بہرحال لازم ہے۔

لمافي البحر الرائق(۸/۳۷۶): الاكتحال في يوم عاشوراء لابأس به.

وفي المقاصد الحسنة(۱/۴۰۱): من اكتحل بالاثمد يوم عاشوراء لم ترمد عينه ابدا، الحاكم

والبيهقي في الثالث والعشرين من الشعب، والديلمي من حديث جويبر عن الضحاك عن ابن عباس به مرفوعا، وقال الحاكم انه منكر، قلت: بل موضوع أورده ابن الجوزي في الموضوعات من هذا الوجه ومن حديث ابي هريرة بسند لين فيه احمد بن منصور الشونيزي فكانه ادخل عليه وهو اسناد مختلف لهذا المتن قطعا قال الحاكم: والاكتحال يوم عاشوراء لم يرد عن النبي صلى الله عليه وسلم فيه أثر وهو بدعة ابتدعها قتلة الحسينؓ.

وفي الشامية (۲/۴۱۸): "(قوله وحديث التوسعة) وهو من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها" قال جابر: جربته أربعين عاما فلم يتخلف ط وحديث الاكتحال هو ما رواه البيهقي وضعفه "من اكتحل بالاثمد يوم عاشوراء لم يررمدا أبدا" ورواه ابن الجوزي في الموضوعات، "من اكتحل يوم عاشوراء لم ترمد عينه تلك السنة."

قلت: ومناسبة ذكر هذا هنا أن صاحب الهداية استدل على عدم كراهة الاكتحال للصائم بأنه عليه السلام قد ندب إليه يوم عاشوراء والى الصوم فيه.

وانما الروافض لما ابتدعوا إقامة المأتم واظهار الحزن يوم عاشوراء لكون الحسين قتل فيه ابتدع جهلة اهل السنة اظهار السرور واتخاذ الحبوب والاطعمة والاكتحال، ورووا احاديث موضوعة في الاكتحال وفي التوسعة فيه على العيال. وهو مردود بأن احاديث الاكتحال فيه ضعيفة لاموضوعة كيف وقد خرجها في الفتح ثم قال: فهذه عدة طرق ان لم يحتج بواحد منها، فالمجموع يحتج به لتعدد الطرق.

وفي الموضوعات الكبرى (صـ ۱۳۴): قال: واما احاديث الاكتحال والادهان والتطييب فمن وضع الكذابين، وقابلهم آخرون فاتخذوه يوم تألم وحزن، والطائفتان مبتدعان خارجتان عن السنة. واهل السنة يفعلون ما امربه النبي ﷺ من الصوم، ويجتنبون ما امربه الشيطان من البدع قلت: فينبغي لمن يكتحل يوم عاشوراء ان يكون تبعا للحديث، لا لا ظهار الفرح والحزن، كما هو طريق الخوارج المضادة للروافض، وقد اشتهر عن الرافضة في بلاد العجم من خراسان والعراق بل في بلاد ماوراء النهر منكرات عظيمة من لبس السواد والدواران في البلاد، وجرح رؤوسهم وابدانهم بأنواع من الجراحة، ويدعون انهم محبوا اهل البيت وهم بريئون منهم.

(۱۵۴) مزاروں پر چادریں چڑھانا اور وہاں کا نمک چاٹنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں گھر کے قریب ایک مزار ہے جس پر لوگ چادریں چڑھاتے

ہیں اور وہاں نمک رکھا ہوتا ہے وہ چاٹتے ہیں۔ اب میرے گھر والے بھی چادر چڑھانے کا مطالبہ کر رہے ہیں، آپ بتائیں کہ شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... اولیاء اللہ کے مزارات پر چادریں چڑھانا بالکل بے اصل اور بدعت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں ورنہ اس وقت اولیاء اللہ بھی تھے، لوگوں کو ان سے محبت بھی تھی اور چادریں بھی دستیاب تھیں۔ اگر اس فعل میں شرعا کوئی خوبی ہوتی تو صحابہ کرام ضرور اس کام کو کرتے لیکن ان سے جب یہ فعل ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ اس فعل میں کوئی خوبی نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔ اور وہاں کا نمک چاٹنا بھی درست نہیں۔

لمافی مختصر تفسیر ابن کثیر (۲/۳۵۰): ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال وهذا حرام الایة (النحل ۱۱۶). ویدخل فی هذا کل من ابتدع بدعة لیس له فیها مستند شرعی.

وفی المشکوة (صـ۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد.

قال الملا علی القاری فی المرقات تحته (۱/۲۱۵): قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر اوخفی ملفوظ او مستند فهو مردود علیه ...... وفی روایة مسلم من عمل عملا ای من اتی بشی من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا او سابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول.

(۱۵۵) وضوء میں اور حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو میں انگوٹھوں کا چومنا اور محمد ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھوں کا چومنا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ چومنا جائز ہے یا نہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر آپ علیہ السلام کے نام نامی پر یہ حکم ہے تو اللہ کے نام پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... وضو میں اور حضور ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے کی شرعا کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ خود ساختہ عمل ہے جو شریعت میں قابل قبول نہیں۔ نیز حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنے سے متعلق جو احادیث پیش کی جاتی ہیں ان میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

لمافی المشکوة (صـ۲۷): عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفی المقاصد الحسنه (صـ۳۸۳): حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع المؤذن اشهد ان محمد رسول الله مع قوله اشهد ان محمد عبده ورسوله رضیت بالله ربا ..... ذکره الدیلمی فی الفردوس .... بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام .... قال فی آخر البحث: ولا یصح فی المرفوع من کل هذا شئ.

وفی الموضوعات الکبیر (صـ۱۰۸): مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع المؤذن .... وکل مایروی فی هذا فلایصح رفعه البتة.

(۱۵۶) سبز پگڑی کا اہتمام کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل ہری پگڑی اتنی عام ہوگئی ہے کہ ہر جگہ یہی نظر آنے لگی ہے کیا یہ سنت سے ثابت ہے؟ اگر ثابت نہیں تو اس کو سنت بتلانا اور اس پر اتنا سخت اہتمام کرنا کیسا ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کالا، سفید اور سبز عمامہ کا استعمال ثابت ہے لیکن اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید عمامہ کا استعمال کیا ہے اور خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ کرام کا بھی سفید عمامہ پر معمول تھا پس سفید عمامہ باندھنا افضل ہے اور سیاہ عمامہ باندھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ سبز عمامہ کا استعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تو ہے لیکن آج کے دور میں چونکہ یہ اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے اور وہ اس کو تمام دوسرے عماموں پر ترجیح دیتے ہیں اور جب کوئی کام اہل فسق وبدعت کا شعار بن جائے تو اس کا ترک کر دینا بہتر ہوتا ہے۔

لمافی القرآن الکریم (سورة الحشر:۷): وما اتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهوا.

(الاحزاب:۲۱): لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجوا الله والیوم الاخر وذکر الله کثیرا.

وفی التفسیر المظهری (۱۳۳/۲): وقال علی وابن عباس رضی الله عنهم کانت علیهم عمائم بیض قد ارسلوها بین اکتافهم......اهـ.

وفی الجامع للترمذی (۳۰۴/۱): عن جابر قال: دخل النبی صلی الله علیه وسلم مکة یوم الفتح وعلیه عمامة سوداء ...... قال وفی الباب عن علی وعمرو بن حریث وابن عباس و رکانة حدیث جابر حدیث حسن صحیح.

وفی مصنف لابن ابی شیبة (۵۴۵/۱۲): حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا جریر بن حازم عن

یعلی بن حکیم عن سلیمان بن ابی عبداللہ قال ادرکت المهاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود و بیض وحمر وخضر وصفر...... (رقم : ۲۵۴)

وفی خلاصة الفتاویٰ (۱۵۳/۳): مسئله در بستن دستار سنت آنست که سفید باشد بی آمیزش رنگ دیگر ودستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم اکثر اوقات سفید بود وگاهی دستار سیاه واحیانا سبز بعضے گفته اند در وقت جنگ وغزا برسر مبارک صلی اللہ علیه وسلم دستار سیاه بود............... ودر بعض کتب معتبره نوشته اند شخصی که خودرا اکثر اوقات بلباس سیاه وسبز مشهور بگرداند مکروه وممنوع است.

وفی المستدرک علی الصحیحین (۵۸۳/۴): کتاب الفتن والملاحم: حدثنا علی بن حمشاد العدل .... عن عطاء بن ابی رباح قال: کنت مع عبداللہ بن عمر فاتاه فتی یساله عن اسدال العمامة (الحدیث)...... ثم أمر عبدالرحمن بن عوف یتجهز لسریة بعثه علیها واصبح عبد الرحمن قد اعتم بعمامة من کرابیس سوداء فأدناه النبی صلی اللہ علیه وسلم ثم نقضه وعممه بعمامة بیضاء وأرسل من خلفه اربع اصابع او نحو ذلک وقال "هکذا یا ابن عوف اعتم فانه اعرب واحسن" الحدیث.

وفی مرقاة المصابیح(۱۳۷/۴): وفیه اشارة إلی أن کل سنة تکون شعار أهل البدعة ترکها اولیٰ.

وفی احیاء علوم الدین (۳۶۵/۲): وبهذه العلة نقول بترک السنة مهما صارت شعارا لأهل البدعة خوفاً من التشبه بهم.

(۱۵۷) قبروں کا طواف کرنا اور منگھو پیر کے چشمے سے غسل کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک دفعہ میرے دوست ایک مزار پر لے گئے اگرچہ عام حالات میں میں مزاروں پر نہیں جاتا۔ جب میں وہاں پہنچا تو کچھ لوگ مزار کے گرد چکر لگا رہے تھے گویا طواف کر رہے تھے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا قبروں کا طواف کرنا شرعاً صحیح ہے؟

نیز منگھو پیر کے چشمے میں غسل کرنے سے صحت یاب ہونے کو بابا کی کرامت سمجھنا اور یہاں غسل کرنا کیسا ہے؟ واضح جواب دیکر میرے خلجان کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... انبیاء وصلحاء کی قبور کا طواف خالص بدعت اور حرام ہے کیونکہ طواف عبادت ہے اور حضور ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ انبیاء وصلحاء کی قبور کو عبادت گاہ بنایا جائے اور شریعت میں طواف جیسی عبادت صرف بیت اللہ کے ساتھ خاص ہے لہٰذا اس

سے قطعاً اجتناب ضروری ہے۔

نیز منگھو پیر کے چشمے میں اگر طبی اعتبار سے ایسے اجزاء ہوں جو کسی مرض سے شفاء کا سبب بنتے ہوں جیسا کہ مشہور ہے تو اس اعتبار سے غسل درست ہے لیکن صاحب قبر بزرگ کو متصرف سمجھ کر شفاء کے لئے غسل کرنا شرعاً درست نہیں کیونکہ شفا صرف اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے۔

۱ .... لقوله تعالى (الحج: ۲۹): وليطوفوا بالبيت العتيق o

وفي المشكوة (ص۶۹): عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال في مرضه الذى لم يقم منه لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياء هم مساجد. .... وعن جندب قال سمعت النبى ﷺ يقول الا وان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبياء هم وصالحيهم مساجد الافلا تتخذوا القبور مساجد انى انهاكم عن ذلك.

وفي المرقات (۲/۲۰۲) تحت هاتين الروايتين: سبب لعنهم اما لانهم كانوا يسجدون لقبور انبياء هم تعظيما لهم وذلك هو الشرك الجلي ...... والتوجه الى قبورهم حالة الصلاة نظرا منهم بذلك الى عبادة الله.

۲ .... قال الله تعالى (الشعراء: ۸۰): واذا مرضت فهو يشفين o

وفي احكام القرآن للقرطبي (۱۳/۱۱۰) تحت هذه الآية: فالمرض والشفاء من الله عزوجل.

(۱۵۸) چالیس روز تک قبر پر تلاوت اور خیرات کرنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ کسی کے انتقال کے بعد چالیس روز تک اس کی قبر پر تلاوت کی جاتی ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ اسی طرح یہ لوگ چار جمع یا سات جمع کرتے ہیں اور اس کے ساتھ قرآن مجید کا ختم کرتے ہیں۔ اور ایک یا دو پارے پڑھنے پر پڑھنے والوں کو دس یا بیس روپے دیتے ہیں۔ نیز سال ختم ہونے پر بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور ساتھ میں خیرات بھی کرتے ہیں۔ اب اس صورت حال میں کچھ لوگ غریب بھی ہوتے ہیں جن میں اتنا کچھ کرنے کی سکت نہیں ہوتی لیکن رواج کی وجہ سے مجبوراً ایسا کرتے ہیں۔ شرعاً ان تمام امور کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید کی تلاوت گھر یا قبر پر دونوں صورتوں میں جائز ہے اور موجب ثواب ہے۔ اسی طرح صدقہ وخیرات کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے لیکن سوال میں مروجہ طریقے میں تین خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے یہ امور ناجائز ہوں گے:

اول: یہ لوگ چالیس روز تک تلاوت، چار جمع، سات جمع اور سال کے بعد خیرات کرتے ہیں۔ اس طرح کی تعیین قرون اولی سے

ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ بدعت ہے۔

دوم: ختم قرآن پر کھانا کھلاتے ہیں جبکہ یہ صورت درست نہیں۔

سوم: ایک یا دو پارے پڑھنے والے کو دس یا بیس روپے دیئے جاتے ہیں۔ یہ صورت بھی ناجائز ہے۔اس صورت میں نہ تو میت کو ثواب پہنچتا ہے اور نہ تلاوت کرنے والے کو بلکہ پڑھنے والا اور پیسے دینے والا دونوں گناہ گار رہتے ہیں۔علاوہ ازیں ان چار جمعوں، سات جمعوں اور سال بعد خیرات کرنے میں نام ونمود، ریا، دکھلاوا اور رسم ورواج کا کرشمہ کارفرما ہوتا ہے جیسا کہ سائل کے سوال سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ان امور میں رضاء الٰہی مقصود نہیں ہوتی لہٰذا ان امور سے احتراز کرنا چاہئے اور مروجہ قرآن خوانی اور دنوں کی تعیین کئے بغیر میت کے ایصال ثواب کے لئے تلاوت وخیرات کرنا چاہئے۔

لمافی الهندية (١/١٦٦): قرأة القرآن عندالقبور عندمحمد لايكره ومشائخنا اخذوا بقوله وهل ينتفع المختار انه ينتفع.

وفی الشامية (٦/٥٧): ولوزار قبر صديق اوقريب له وقرأ عنده شيئا من القرآن فهو حسن.

وفيها ايضا (٢/٢٤٣): من صام اوصلى اوتصدق وجعل ثوابها لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة.

وفی الطحطاوی علی المراقی (ص٣٣٩): ويكره اتخاذ الطعام فی اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ...... واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن.

وفی الشامية (٦/٥٧): ولايصح الاستئجار على القرأة واهدائها الى الميت ......وقد قال العلماء ان القاری اذا قرأ لاجل المال فلاثواب له فای شئ يهديه الى الميت.

وفی الشامية (٦/٥٦): ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقاری وقال العينی فی شرح الهداية ويمنع القاری للدنيا والآخذ والمعطی آثمان ....والحاصل ان ماشاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجر لايجوز.

وفی الشامية (٢/٢٤٠): ويكره اتخاذ الطعام فی اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع واتخاذ الدعوة بالقرأة ...... وقال هذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لانهم لايريدون به وجه الله تعالى.

(١٥٩) جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا اور حیلہ اسقاط کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہمارے یہاں جنازے کے گرد چند افراد مولوی صاحب کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور قرآن مجید کے نیچے کچھ رقم رکھتے ہیں پھر اس کو گھمایا

جاتا ہے۔ بعدازاں اس رقم کو وہ لوگ آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس عمل کو حیلہ اسقاط کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ بات تو مسلم ہے کہ قرآن مجید ایک مبارک کتاب ہے اس کا اپنے پاس رکھنا موجب برکت وثواب ہے اور شریعت مطہرہ میں مسلمان ہر معاملے میں قرآن وسنت کا پابند ہے۔ کسی بھی معاملے میں اپنی طرف سے بنایا ہوا بے اصل فعل شریعت میں قابل قبول نہیں اور نہ ہی شریعت ایسے کاموں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے بلکہ شریعت نے ایسے کاموں کو ضلالت اور گمراہی سے تعبیر کیا ہے۔

اب صورت مسئولہ میں ذکر کردہ دونوں صورتیں قرآن مجید جنازے کے ساتھ لے جانا اور حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ نہ تو حضور ﷺ سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام سے اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی سے حالانکہ صحابہ کرام اور سلف صالحین دین اور خیر کے معاملے میں بڑے ہی حریص تھے اگر ان کاموں میں ذرا بھی خیر کا پہلو ہوتا تو یہ حضرات ضرور ان کاموں کو کرتے لہٰذا یہ طریقہ من گھڑت اور بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

لمافی قوله تعالی (النحل: ۱۱۶): ولاتقولوا لماتصف السنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام الاية

وفی مختصر تفسير ابن كثير (۳۵۰/۲) تحت هذه الآية: ويدخل فی هذا كل من ابتدع بدعة ليس له فيها مستند شرعی.

وفی المشكوة (ص۲۷):عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

قال الملاعلی القاری تحت هذا فی المرقات (۲۱۵/۱): قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأيا لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر وخفی ملفوظ اومستند فهو مردود عليه ......

...... وفی رواية لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشئ من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنيوية والاخروية سواء كان محدثا اوسابقا علی الامر ليس عليه امرنا ای وكان من صفته انه ليس عليه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غير مقبول.

(۱۶۰) حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟ ہمارے علاقے میں اس طرح ہوتا ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد بعض لوگ گول دائرہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اہل میت قرآن مجید، صابن اور کچھ پیسے لیکر آتے ہیں اور یہ لوگ آپس میں اس کی بخشش کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ میت کی نمازوں اور روزوں اور دیگر اعمال کے کفارہ ادا کرنے کا ذکر کرتے ہیں ایسا کرنے کے بعد دو تین آدمی اٹھ کر ان چیزوں کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں جبکہ یہ لوگ اس کے جواز کے لئے کچھ کتب کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔ براہ

کرم آپ ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مروجہ حیلہ ناجائز ہے۔رہا معاملہ کتب کے حوالہ جات کا تو متقدمین کی کتب میں تو اس کا ثبوت بھی نہیں ملتا البتہ متأخرین نے ضرورت کی بناء پر اس کے جواز کا فتوی دیا ہے اور متاخرین نے جس حیلے کے جواز کا قول کیا ہے مروجہ حیلہ اس سے قطعاً مختلف ہے۔کیونکہ متاخرین کی عام کتب میں جو حیلہ درج ہے وہ یہ ہے اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمے کچھ نمازیں اور روزے ہوں اور اس کے ترکہ کے ثلث مال سے ان نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا نہ ہوسکتا ہو یا پھر میت نے وصیت نہیں کی اور ولی بطور تبرع کے ایسا کرنا چاہے تو اس وقت اس حیلہ کی گنجائش ہے۔جس کا طریقہ یہ ہے کہ ولی میت کسی فقیر کو نقدی یا گندم کا مالک بنائے وہ فقیر اپنی مرضی سے مالک کو وہ جنس واپس ہدیہ دے دے یا کسی تیسرے شخص کو دے دے اور وہ تیسرا شخص ولی میت کو ہدیہ کردے۔اگر فقیر یا تیسرا شخص واپس نہ کرنا چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے اسی طرح متعدد بار کیا جائے یہانتک کہ میت کے روزوں اور نمازوں کے بقدر ہو جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالی اس کو قبول فرما کر اس بندے کے حق میں درگزر کا معاملہ فرمائیں گے۔اب اس کے مقابلے میں مروجہ حیلہ قطعاً اس سے مختلف ہے کیونکہ.........

۱۔ مروجہ حیلہ میں وصیت اور عدم وصیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

۲۔ یہ حیلہ میت کی غربت کی وجہ سے نہیں کیا جاتا کہ میت غریب تھا اور اس کے ترکہ کا ثلث مال فدیہ کے لئے کافی نہیں بلکہ امیر وغریب ہر شخص کا کیا جاتا ہے یہانتک کہ میت کے ذمے نمازیا روزوں کی قضالازم ہو یا نہ ہو ہر صورت میں کیا جاتا ہے۔

۳۔ یہ حیلہ فدیہ کی مقدار کے مطابق نہیں بلکہ امیر وغریب کے اعتبار سے کیا جاتا ہے کہ امیر کے مرنے پر رقم زیادہ ورنہ کم ہوتی ہے۔

۴۔ حیلے کے وقت حیلے کے لئے بیٹھنے والے فقیر اور صدقے کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص کو بیٹھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

۵۔ اگر بالفرض حیلے کے لئے بیٹھنے والے سب کے سب فقیر بھی ہوں تو یہاں کسی شخص کو مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ صرف ملکیت کا ایک ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔

۶۔اگر بالفرض تملیک کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو مالک بنایا جانے والا اصل مالک کو واپس نہیں کرتا اور نہ ہی تیسرا شخص واپس کرتا ہے بلکہ اسے صرف آگے چلایا جاتا ہے۔

۷۔ اگر بالفرض اس کو حیلہ تسلیم بھی کرلیں تو فدیہ کی مقدار کے بقدر نہیں ہوتا بلکہ ایک یا دو دفعہ گھمانے کے بعد تقسیم کرلیا جاتا ہے۔

۸۔ اس میں قرآن مجید لانے اور گھمانے کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ صابن اور دوسری چیزوں کے ساتھ ملا کر کلام مقدس کو اس طرح گھمانا بےادبی ہے جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

۹۔ اگر واقعتاً کسی شخص کے حیلے کی ضرورت ہی پڑگئی تو کیا ضروری ہے کہ جنازے کے فوراً بعد سارے لوگوں کے سامنے اس حیلہ کو کیا جائے تا کہ سب لوگ دیکھیں کہ زندگی میں اس نے نمازیں نہیں پڑھیں اور روزے نہیں رکھے حالانکہ یہ گناہ کا اظہار ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

۱۰۔ اور سب سے بڑھ کر یہ سستی مغفرت (حیلہ) لوگوں میں غفلت اور سستی پیدا کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اس کو دیکھ کر عام تأثر یہی ہوتا ہے کہ زندگی میں احکام شریعت کے اتباع کی ضرورت نہیں ہے بس مرنے کے بعد کچھ رقم حیلے میں لگا دیں گے اور ہماری بھی بخشش ہو جائے گی۔

ان وجوہ کی بناء پر مروجہ حیلہ کتب شرعیہ میں موجود حیلے سے قطعاً مختلف اور ناجائز ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

لمافی الهندية (۱/۱۲۵): اذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة فاوصى بان تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع وبصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله وان لم يترك مالايستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى مسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم وثم حتى يتم لكل صلاته.

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۷۳): ولومات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وانمايعطى من ثلث ماله ولولم يترك مالايستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقيرللوارث ثم وثم حتى يتم.

وفى الشامية: "ولولم يترك مالا" اى اصلا اوكان ماا وصى لايفئ وزاد فى الامداد اولم يوص بشئ واراد الولئ التبرع واشار بالتبرع الى ان ذلك ليس بواجب على الولى. (قوله ويستقرض نصف صاع مثلاالخ) اى اوقيمة ذلك ....فيستقرضها قيمتها ويدفعها للفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير اولفقير آخر.

(۱۶۱) کیا سبز عمامہ سنت ہے؟ بادشاہی مسجد کے عمامے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سبز عمامہ سنت ہے؟ آج کل ایک طبقہ سبز عمامہ کو لازم قرار دیتا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ بادشاہی مسجد میں جو سبز عمامہ ہے وہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا سبز عمامے کی شریعت وسنت میں کوئی اصل ہے؟ عمامہ میں کون سا رنگ سنت ہے اور حضور اکرم ﷺ کو کون سا رنگ پسند تھا؟

الجواب حامداًومصلیاً......احادیث وآثار میں کہیں سبز عمامے کا ثبوت نہیں ملتا۔ علامہ سیوطی اور بعض دوسرے حضرات کی تصریح کے مطابق اس کی ابتدا ۷۷۳ھ میں ایک بادشاہ شعبان بن حسین نے کروائی۔ اس تصریح کے بعد اس کو سنت کہنا یا سمجھنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

آج کل جہاں کہیں ایسی اشیاء موجود ہیں جن کو آپ ﷺ یا صحابہ کرام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ان کی کوئی سند موجود نہیں اور جو سند کسی درجے میں بیان کی جاتی ہے وہ قابل اعتبار نہیں لہٰذا ایسی چیزوں کی نہ تو نفی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اثبات کیا جاسکتا ہے البتہ

علامہ سیوطیؒ وغیرہ کی تصریح کی بناء پر سوال میں ذکر کردہ نسبت کا ضعف زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کو سفید رنگ سب سے زیادہ محبوب تھا اور بعض مواقع پر سیاہ عمامہ بھی ثابت ہے لہٰذا اگر کسی کے دل میں احیائے سنت کی تڑپ ہو، اپنی علیحدہ پہچان بنانے کا داعیہ اور ہٹ دھرمی دل میں نہ ہو تو وہ سنت کی اتباع میں سفید اور سیاہ عمامہ استعمال کرے۔

لمافی المشکوۃ (صـ۳۷۴): عن سمرة ان النبی ﷺ قال البسوا الثیاب البیض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم.

وفی السنن للنسائی (۲/۲۵۵): عن جابر ان رسول الله ا دخل یوم فتح مکة وعلیه عمامة سوداء.

وهکذا فی مسند احمد بن حنبل (۳۳۶/۴) وفی ابن ماجة (صـ۱۵۶)

وفی الحاوی للفتاوی (۲/۳۳): هل یلبسون العلامة الخضراء والجواب ان هذه العلامة لیس لها اصل فی الشرع ولافی السنة ولاکانت فی الزمن القدیم وانما حدثت فی سنة ثلاث وسبعین وسبعمائة بامر الملک الاشرف شعبان بن حسین وقال فی ذلک جماعة من الشعراء مایطول ذکره من ذلک قول ابی عبدبن جابر الاندلسی الاعمی صاحب الالفیة المشهور بالاعمی والبصیر ؎

جعلوا لابناء الرسول علامة ان العلامة شان من لم یشتهر

نور النبوة فی وسیم وجوههم یغنی الشریف عن الطراز الاخضر

(۱۶۲) بارہ ربیع الاوّل کے دن پکے ہوئے کھانے کو کھانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایسا کھانا کھانا جائز ہے جو کہ بارہ ربیع الاوّل کے دن پکایا جائے؟ ایسے کھانے کو نذر میں شمار کیا جائے گا یا بدعت میں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... وہ کھانا جو کہ بارہ ربیع الاوّل کے دن بنایا جاتا ہے اگر غیر اللہ کے نام پر پکایا گیا ہو تو وہ قطعی طور پر حرام ہے اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ غیر اللہ کی نذر ماننا ہے اور غیر اللہ کی نذر ماننا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور یہ اللہ رب العزت کے اس ارشاد **وما اهل به لغیر الله** کے تحت آتا ہے اور اگر اس کھانے کو اللہ کے نام پر پکایا گیا اور اس کا ثواب کسی معین شخص کو بھیجا جائے جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی یا غیر معین شخص کو ثواب پہنچائے تو یہ حلال ہے اور ایسا کھانا کھانا جائز ہے لیکن یہ سب چیزیں کسی دن کو مخصوص کر کے کرنا بدعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے تحت داخل ہے کہ جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو دین کا حصہ نہیں تو وہ مردود ہے۔

لمافی قوله تعالی (المائدة: ۳): حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به الایة

وفی روح المعانی (۲/۴۲): وما اهل به لغیر الله ای ماوقع متلبسا به ای بذبحه الصوت لغیر الله تعالی ......ثم قیل لرفع الصوت وان کان بغیره والمراد بغیر الله تعالی الصنم وغیره کماهو الظاهر.

وفی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد ....وعن جابر رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ امابعد فان خیرالھدی ھدی محمد وشرالامور محدثاتھا وکل بدعة ضلالة.

وفی الشامیة (۲/۴۳۹): واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثرالعوام ومایؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقرباالیھم فھو بالاجماع باطل وحرام.

(۱۶۳) قبروں کو بوسہ دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ میں اپنے دوست کے ساتھ اس کے والد کے قبر پر فاتحہ کے لئے گیا وہاں اس نے پہلے جھک کر والد کی قبر کو بوسہ دیا پھر فاتحہ پڑھی۔ کیا شرعا اس طرح بوسہ دینا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......قبر کو بوسہ دینا جائز نہیں ہے۔

لمافی الطحطاوی علی المراقی (ص۵۱۳): والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستقبلا وجه المیت ، وان یسلم ولایمسح القبر ولایقبله ولایمسه فان ذلک من عادة النصاری.

وفی الھندیة (۵/۳۵۱): ولایمسح القبر ولایقبله فان ذلک من عادة النصاری.

(۱۶۴) قبر پر قرآن خوانی کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مرگیا، تجہیز وتکفین کے بعد اس کے بیٹے اور ورثاء قبر پر جمع ہو کر تلاوت کرنے لگے۔ کیا شرعا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر میت کے بیٹے اور دوسرے ورثاء اتفاقا قبر پر جمع ہو جائیں اور بغیر اجرت کے محض اللہ تعالی کی رضا اور ایصال ثواب کے لئے تلاوت کریں تو یہ جائز ہے اور اگر انہیں جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا یا اس کے بعد کھانے وغیرہ کا انتظام والتزام کیا جاتا ہو تو یہ عمل ناجائز ہوگا۔

لمافی الھندیة (۵/۳۵۰): ولومات رجل واجلس وارثه علی قبرہ من یقرأ الاصح انه لایکرہ وھو قول محمد رحمه اللہ.

وفی الدرالمختار (۲/۲۴۵): لایکرہ الدفن لیلا ولااجلاس القارئین عندالقبر وھو المختار.

وفی الشامیة تحته : (ولااجلاس الخ) عبارة نور الایضاح وشرحه ولایکرہ الجلوس للقرأة فی

المختار لتأدية القرأة على الوجه المطلوب بالسكينة والتدبر والاتعاظ.

(۱۶۵) مصافحے کے وقت اپنے ہاتھوں کو چومنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ مصافحہ کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو چومتے ہیں۔ کیا شرعا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... مصافحہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو چومنا مکروہ ہے۔

لمافی الهندية (۵/۳۶۹): ومايفعله الجهال من تقبيل يدنفسه بلقاء صاحبه فذالک مکروه بالاجماع کذافی خزانة الفتاوی.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۶/۳۸۳): وكذامايفعله الجهال من تقبيل يدنفسه اذالقى غيره مكروه فلارخصة فيه.

وفی الشامية: (مكروه) ای تحريما ويدل عليه قوله بعد فلارخصة فيه.

(۱۶۶) ختم قرآن کے موقع پر عزیز واقارب اور بچوں کو مدعو کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص قرآن کے ختم پر اپنے عزیز واقارب کو مدعو کرتا ہے ، اسی طرح بچوں کو بھی جمع کرتا ہے تاکہ دعا میں سب شریک ہوسکیں۔ کیا ایسا کرنا شرعا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... عزیز واقارب وغیرہ کو ختم قرآن کے موقع پر دعا میں شریک کرنے کیلئے جمع کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن عمل ہے۔

لمافی المصنف ابن ابی شيبة (۶/۱۲۹): حدثناوكيع عن مسعر عن قتادة عن انس انه كان اذا ختم جمع اهله.

وفی القرطبی (۱/۴۰): عن نافع عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلماختمها نحر جزورا ....ان عمر بن الخطاب حفظ البقرة فی بضع عشرة سنة فلما حفظها نحر جزورا شكر لله.

لمافی الهندية (۵/۳۱۷): ويستحب له ان يجمع اهله وولده عندالختم ويدعوا لهم كذافی الينابيع.

(۱۶۷) بدعتی کی عزت واکرام کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ایسے شخص کے بارے میں جو بدعتی شخص سے عقیدت ومحبت رکھتا ہو اور اس کا اعزاز

واکرام کرتا ہو یہ بات جانتے ہوئے کہ وہ اپنے غلط عقیدے اور عمل میں متشدد ہے کیا اس کیلئے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کسی بھی شخص کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ بدعتی لوگوں کا اعزاز واکرام کرے الا یہ کہ کوئی بہت ہی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ بدعتی کی عزت وتوقیر کرنے پر وعید نازل ہوئی ہے اور محبت وعقیدت یہ تو اس کے آگے درجہ ہے لہٰذا کسی بھی حال میں بدعتی سے محبت وعقیدت رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

لـمـافي المشكوة (صـ ۳۱): عن ابراهيم بن ميسرة قال قال رسول الله ﷺ من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام.

وفـي المرقات (۱/ ۲۵۷) تحت هذه الرواية: (من وقر صاحب بدعة) سواء كان داعيا لها ام لا قال ابن حجر كأن قام وصدره في مجلس او خدمهٗ من غير عذر يلجئه الى ذلك.

(۱۶۸) کلمہ اور قرآنی آیات والی چادر میت پر ڈالنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں یہ رسم رائج ہے کہ لوگ میت پر ایسی چادر ڈالتے ہیں جس پر کلمہ طیبہ اور قرآن شریف کی آیات لکھی ہوتی ہیں اور یہ چادر پاؤں تک ہوتی ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......جس چادر پر کلمہ طیبہ اور قرآن شریف کی آیات لکھی ہوں اسے میت پر ڈالنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

لـمـافي الهـنـدية (۵/ ۳۲۳): كتابة القرآن على مايفترش ويبسط مكروهة ....بساط او مصلى كتب عليه الملك لله يكره بسطه والقعود عليه واستعماله.

وفـي ردالـمـحـتـار (۲/ ۲۴۶): تـكـره كـتـابة الـقـرآن واسـماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران ومايفرش وماذاك الالاحترامه وخشية وطئه ونحوه ممافيه اهانة فالمنع اولى.

(۱۶۹) نماز کے بعد اجتماعی طور پر درود پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں یہ طریقہ رائج ہے کہ امام نماز کے بعد بلند آواز سے آیت ان الله وملـئكته يصلون على النبي الاية کی تلاوت کرتا ہے پھر سارے مقتدی ملکر اجتماعی صورت میں درود شریف پڑھتے ہیں۔ کیا اس طریقے پر درود وسلام پڑھنا قرآن وسنت سے ثابت ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اس طرح درود پڑھنا صحابہ سے لیکر اکابر اسلاف تک کسی سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اس کا التزام بدعت اور قابل ترک ہے۔

لمافی المشکوٰة (ص۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱۱۹/۲): وسجدة الشکر مستحبة به یفتی لکنها تکره بعد الصلاة لان الجهلة یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه.

وفی الشامیة :- (فمکروه) الظاهر انها تحریمیة لانه یدخل فی الدین مالیس منه.

وفیها ایضا (۲۳۵/۲): وقد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلاة مع ان المصافحة سنة وماذاک الالکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع فالمواظبة علیها فیه توهم العوام بانها سنة فیه ولذا منعوا عن الاجتماع لصلاة الرغائب التی احدثها بعض المتعبدین لانها لم تؤثر علی هذه الکیفیة فی تلک اللیالی المخصوصة وان کانت الصلاة خیر موضوع.

(۱۷۰) عید کے دن مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ عید کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے اور شیعوں کی کن کتب سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... مصافحہ شریعت میں انس ومحبت کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ملاقات کرنے پر مصافحہ کرنا سنت ہے لیکن اپنی طرف سے مصافحہ کو بعض مواقع کے ساتھ خاص کر لینا اور ان مواقع پر اہتمام والتزام کے ساتھ مصافحہ کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا ترک لازم ہے جیسا کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔ علامہ شامیؒ نے اس کو شیعوں کا شعار قرار دیا ہے۔

لمافی سنن ابی داؤد (۳۵۲/۲): عن ایوب بن بشیر ......عن رجل من عنزة انه قال لابی ذر حیث سیر من الشام انی ارید ان اسألک عن حدیث رسول اللہ ﷺ ....کان رسول اللہ ﷺ یصافحکم اذا لقیتموه قال مالقیته قط الاصافحنی.

وفی ردالمحتار (۳۸۱/۶): فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلاة بکل حال لان الصحابة رضی اللہ عنهم ماصافحوا بعد اداء الصلاة ولانها من سنن الروافض.

(۱۷۱) بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے قرآن کریم ختم ہونے پر دعوت کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا قرون اولی سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......بچوں کے قرآن کریم ختم ہونے پر دعوت کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا صحیح ہے اور قرون اولی میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

لمافی المصنف ابن ابی شیبة (۱۲۹/۲): حدثناوکیع عن مسعر عن قتادة عن انس انه کان اذاختم جمع اهله.

وفی القرطبی (۴۰/۱): عن نافع عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلماختمها نحر جزورا .... ان عمر بن الخطاب حفظ البقرة فی بضع عشرة سنة فلما حفظها نحر جزورا شکر لله.

وفی الطحطاوی علی الدر المختار (۱۰/۴): وانواع الولائم احدعشر نظمها بعض الفضلاء فی قوله ؎

ان الولائم عشرة مع واحد — من عدها قدعز فی اقرانه
فالخرس عند نفاسها وعقیقة — للطفل والاعذار عند ختانه
ولحفظ قرآن وآداب لقد — قالوا الحذاق لحذقه وبیانه

(۱۷۲) رمضان میں خاص سورتوں کا التزام کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں رمضان کے مہینے میں ۲۳ ویں رات کو سارے محلے والے مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ چینی بھی لاتے ہیں۔تراویح کے بعد امام مسجد سورۃ العنکبوت، سورۃ الروم اور بعض دوسری سورتیں پڑھ کر چینی پر دم کرتا ہے۔اس کے بعد یہ چینی لوگ گھروں میں لے جاتے ہیں اور اس کو کھایا جاتا ہے اور اس دن سے امام صاحب کے لئے رقم جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔اور یہ جمع شدہ رقم امام صاحب کو دے دیتے ہیں۔ہر سال اس دن لازمی طور پر یہ عمل کیا جاتا ہے۔آیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......قرآن مجید کا پڑھنا، پڑھانا، سننا، سنانا باعث ثواب بلکہ عین مامور بہ ہے۔خاص طور پر رمضان المبارک میں لیکن اس میں وہی طریقہ قابل اعتبار ہوگا جو قرآن وسنت اور خیر القرون سے ثابت ہو ورنہ بجائے ثواب کے گناہ کا سبب ہوگا اور جس چیز کو شریعت نے متعین نہیں کیا اس کی اپنی طرف سے تعیین، التزام اور اہتمام صحیح نہیں ہے لہٰذا مذکورہ مروجہ طریقہ درست نہیں۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفی المرقات (۲۱۵/۱): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشئ من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من

صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول.

(۱۷۳) فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقوں میں صبح اور عصر کی نماز کے بعد جب امام صاحب سلام پھیرتے ہیں تو دعا کے بعد کئی آدمی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں ان میں سے کئی ایک اس کو مسنون سمجھتے ہیں جبکہ بعض مسنون تو نہیں سمجھتے لیکن نہ کرنے والوں کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نماز کے بعد اس طرح مصافحہ کرنا اور اسے مسنون یا مستحب سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بوقت ملاقات مصافحہ کرنا امر مستحسن بلکہ مسنون ہے لیکن اوقات کی تخصیص کرنا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے اور اسے مسنون سمجھنا یا نہ کرنے والوں کو اچھا نہ سمجھنا قطعاً صحیح نہیں ہے جو لوگ اس کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ ایک بدعت کے مرتکب ہو رہے ہیں انہیں چاہئے کہ اس پر توبہ کر کے آئندہ کے لئے اس سے اجتناب کریں۔

لمافی المرقات (۹/۷۴): قال العلامة ملاعلی القاری بعد البحث ....ان عمل الناس فی الوقتین المذکورین لیس علی وجه الاستحباب المشروع فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقات وقد یکون جماعة یتلاقون من غیر مصافحة .... ثم اذا صلوا یتصافحون فاین هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مکروهة حینئذ وانها من البدع المذمومة.

وفی ردالمحتار (۲/۲۳۵): وقد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وماذاک الالکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع فالمواظبة علیها فیه توهم العوام بانها سنة فیه.

(۱۷۴) فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نمازوں کے بعد لوگ پیشانیوں پر ہاتھ رکھتے ہیں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو اس میں کیا پڑھا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور مشائخ کا معمول بھی رہا جس میں مختلف اوراد پڑھے جاتے ہیں۔مثلاً بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّیَ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ.

لمافی کنزالعمال (۷/۵۳): [۱۷۹۱۵] کان اذا صلی مسح بیده الیمنی علی رأسه ویقول بسم الله الذی لااله غیره الرحمن الرحیم، اللهم اذهب عنی الهم والحزن (خط عن انس).

(۱۷۵) میت کے گھر سے ہر جمعرات یا چالیس روز تک کھانا بھیجنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے ورثاء چالیس دن تک مسجد میں کھانا بھیجتے ہیں کیا مؤذن وخادم کیلئے یہ کھانا کھانا جائز ہے؟ اسی طرح جمعرات کو بھی بھیجتے ہیں تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اہل میت کا میت کیلئے ایصال ثواب کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دنوں کی تعیین کئے بغیر کوئی کار خیر کر کے (مثلاً کھانا کھلانا فقراء مساکین کو یا ان کو صدقہ وخیرات دینا) اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ اس عمل کا ثواب میت کی روح کو پہنچا دیا جائے۔ اپنی طرف سے چالیس دن اور ہر جمعرات کی تعیین کو ثواب اور اس میں کھانا پکا کر مؤذن وخادم کو ہی بھیجنا لازم سمجھتے ہوئے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے اور مؤذن وخادم کو ایسے کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافي القرآن الكريم(سورة الحشر:۷): وما اتاكم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا.

(سورة الاحزاب: ۲۱): لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الأخر وذكر الله كثيرا.

وفي الصحيح البخاري(۲/۱۰۸۰): حدثنا آدم بن ابی ایاس.......... قال عبدالله بن مسعود ان احسن الحديث كتاب الله واحسن الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الامور محدثاتها وان ماتوعدون لأت وما انتم بمعجزين.

وفي المصنف لابن ابی شيبة(۷/۲۴۰): حدثنا وكيع عن مالك بن مغول عن طلحة قال: قدم جرير على عمر فقال: هل يناح قبلكم على الميت قال لا قال فهل تجتمع النساء عندكم على الميت ويطعم الطعام؟ قال: نعم قال تلك النياحة.

وفي سنن ابن ماجة(صـ۱۱٦): حدثنا محمد بن يحى ..... عن جرير بن عبدالله قال كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة.

وفي الحاشية واما صنعة الطعام من اهل الميت اذا كان للفقراء فلا بأس به لان النبی ﷺ قبل دعوة المرأة التي مات زوجها كمافي سنن ابى داؤد واما اذا كان للاغنياء والاضياف فممنوع ومكروه ...... اى نعدوزره كوزر النوح.

وفي الشامية (۲/۲۴۰): وقال ايضا: ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل البيت لانه شرع في السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة وروى الامام احمد وابن ماجة باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال "كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة". وفي البزازية:

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول وفیه نظر والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القران وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص...... وقال: وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لایریدون بها وجه الله تعالیٰ.

وفی مالا بدمنه (ص۱۶۱): جناب قاضی محمد ثناء الله صاحب قدس سره وصیت کرده است: وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دهم وبستم وچهلم وششماهی وبرسینی هیچ نکند که رسول الله ﷺ زیاده ازسه روز ماتم کردن جائز نداشة اند.

(۱۷۶) آیت کریمہ کا ختم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں رواج ہے کہ جب کسی پر مصیبت نازل ہوتو سوالاکھ مرتبہ آیت کریمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ کا ورد کیا جاتا ہے۔اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... یہ آیت کریمہ یقیناً مبارک اور دفع بلایا ومصائب کے لئے مجرب ہے البتہ یہ طریقہ اور مخصوص تعداد شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں ہے صرف بزرگوں کا مجرب عمل ہے۔

لقوله تعالی (الانبیاء: ۸۷): فنادیٰ فی الظلمٰت ان لآاله الاانت سبحانک ق انی کنت من الظالمینo فاستجبنا له لا ونجیناه من الغم ط وکذلک ننجی المؤمنین o

وفی تفسیر ابن کثیر (۱۸۳/۳): وکذلک ننجی المؤمنین ای اذاکانوا فی الشدائد ودعونا منیبین الینا ولاسیما اذا دعوا بهذا الدعا فی حال البلاء فقد جاء الترغیب فی الدعاء به عن سید الانبیاء ....عن سعدقال قال رسول الله ﷺ من دعا بدعاء یونس استجیب له ....سعد بن أبی وقاص یقول سمعت رسول الله ﷺ اسم الله الذی اذادعی به اجاب واذا سئل به اعطی دعوة یونس بن متی قال قلت یا رسول الله هی لیونس خاصة ام لجماعة المسلمین قال هی لیونس بن متی خاصة ولجماعة المؤمنین عامة اذادعوابها.

(۱۷۷) آپ علیہ السلام کی ولادت باسعادت اورمروجہ میلاد

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کس ماہ میں ہوئی اور کس تاریخ کو ہوئی اور آج کل میلادالنبی کامنانا جائز ہے یا نہیں؟اگرجائز نہیں تو میلادمنانے والوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی البتہ تاریخ میں اختلاف کی بناء پر مختلف اقوال نقل کئے گئے جن میں زیادہ راجح آٹھ (۸) ربیع الاول ہے۔

نیز مروجہ میلاد کا خیر القرون سے کوئی ثبوت نہیں ملتا لہٰذا یہ بدعت قبیحہ ہے جس کا ترک لازم ہے اور جانتے بوجھتے بدعت کا ارتکاب کرنے والا فاسق ضرور ہے۔

لمافي المشکوۃ (صـ ۲۷): عن عائشة قالت قال رسول الله من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفی فیض الباری (۲/۳۱۹): واعلم ان القیام عند ذکر میلاد النبی ﷺ لااصل له فی الشرع واحدثه ملک الاربل کمافی تاریخ ابن خلکان انه کان یعقد له مجالس ویصرف علیها اموالا.

وعلی هامشه یقول العلامة محمد بدرعالم المیرتهی : یقول العبد الضعیف: ولاینبغی ان یشک ان المیلاد المروج بین اظهرنا حرام قطعا فانه یشتمل علی المحرمات الکثیرة والمعاصی الظاهرة والباطنة من اضاعة المال وقرأة الروایات الموضوعة التی لااصل لها فی الدین .... فتلک المجالس کلها مجالس البدع فاحذروها وعلیکم بسنة نبیکم فانها العروة الوثقیٰ لاانفصام لها.

وفی السیرة النبویة لابن کثیر (۱/۱۹۸): ولد صلوات الله علیهم وسلامه یوم الاثنین ....ثم الجمهور علی ان ذلک کان فی شهر ربیع الاول فقیل للیلتین خلتا منه قاله ابن عبدالبر فی الاستیعاب ورواه الواقدی عن ابی معشر نجیح بن عبد الرحمن المدنی وقیل لثمان خلون منه حکاه الحمیدی عن ابن حزم ورواه مالک وعقیل ویونس بن یزید وغیرهم عن الزهری عن محمد بن جبیر بن مطعم. ونقل ابن عبد البر عن اصحاب التاریخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الکبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی ورجحه ابوالخطاب بن دحیة .....وقیل لعشر خلون منه نقله ابن دحیة .... وقیل لثنتی عشر خلت منه نص علیه ابن اسحاق..........وهذا هو المشهور عند الجمهور.

وهکذا فی البدایة والنهایة (۲/۲۴۲)

(۱۷۸) دس محرم کے مروجہ افعال

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ دس محرم کو کھچڑہ پکانا، سرمہ لگانا، نیا کپڑا پہننا یہ سب سنت ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ کھچڑہ اس وجہ سے سنت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر دس محرم کو پہنچی تھی اور آپ نے اتر کر کھچڑہ پکایا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ تمام افعال فی نفسہ جائز ہیں لیکن انہیں دس محرم کے ساتھ خاص کرنا اور سنت سمجھ کر کرنا عدم ثبوت کی بناء پر جائز

نہیں۔روایات سے دس محرم کا روزہ تو ثابت ہے لیکن یہ افعال ثابت نہیں لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

نیز یہ کہنا کہ نوح علیہ السلام نے جودی پہاڑ پر پہنچنے کے بعد دس محرم کو کھچڑہ پکایا تھا اس کی کوئی اصل موجود نہیں بلکہ روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح اوران کے متبعین نے شکرانے کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۹/۴۱): واستوت علی الجودی وقیل بعداللقوم الظالمین ای هلاکا لهم الجودی جبل بقرب الموصل. استوت علیه فی العاشر من المحرم یوم عاشوراء فصامه نوح وامر جمیع من معه من الناس والوحش والطیر والدواب وغیرها فصاموه شکراًللّٰه تعالی.

وفی المشکوة (صـ۱۷۸): وعن ابن عباس قال حین صام رسول الله ﷺ عاشوراء وامر بصیامه قالوا یارسول الله انه یوم یعظمه الیهود والنصاریٰ فقال رسول الله ﷺ لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع.

وفی شمائل الترمذی ص ۴:– عن ابن عباس رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال اکتحلوا بالاثمد فانه یجلوالبصر وینبت الشعر وزعم ان النبی ﷺ کانت له مکحلة یکتحل منها کل لیلة.

(۱۷۹) قبروں پر چادریں چڑھانا اور قبروں کی مٹی کھانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ پیروں کی قبروں پر چادریں اور پھول چڑھاتے ہیں، قبر کی مٹی خود کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں تا کہ بیماریوں سے شفا حاصل ہو۔ نیز دس محرم کو خصوصی طور پر شربت پیتے اور پلاتے ہیں۔ شرعاً ان سب امور کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں پیروں کی قبروں پر یا کسی اور قبر پر چادریں یا پھول وغیرہ چڑھانا جائز نہیں اسی طرح قبر کی مٹی اس نیت سے کھانا کہ اس میں اس صاحب قبر کی وجہ سے شفا ملے جائز نہیں بلکہ شرک ہے جو گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ نیز دس محرم کو شربت پلانا اور پینا غیر اللہ کی نذر کے طور پر ہوتا ہے یا پھر تشبہ بالروافض کے طور پر ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ عمل ناجائز ہے۔

لمافی قوله تعالی (الشعراء : ۸۰): واذامرضت فهویشفین ٥

وفی تفسیر روح البیان (۲۸۴/۲): واذامرضت فهو یشفین یبرئنی من المرض ویعطی الشفاء لاالاطباء وذلک انهم کانوا یقولون المرض من الزمان ومن الاغذیة والشفاء من الاطباء والادویة فاعلم ابراهیم ان الذی امرض هوالذی یشفی وهوالله تعالی.

وقوله تعالی (المائدة : ۳): حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وماأهل لغیرالله به الایة.

وفی عمدة القاری (۱۲۱/۳): وکذالک مایفعله اکثرالناس من وضع مافیه رطوبة من الریاحین والبقول ونحوهما علی القبور لیس بشیٔ.

وفی المرقات (۱/۱۵۱): وقد انکر الخطابی مایفعله الناس علی القبور من الاخواص ونحوها بهذا الحدیث وقال لااصل له۔

وفی الهندیة (۵/۳۴۱): الطین الذی یحمل من مکة ویسمی طین حمزة هل الکراهة فیه کالکراهة فی اکل الطین علی ماجاء فی الحدیث ....الکراهة فی الجمیع متحدة۔

(۱۸۰) ختم بخاری شریف اور مروجہ عرس میں فرق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تقریب ختم بخاری شریف کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ جائز ہے تو کیا وجہ ہے کہ عرس ناجائز ہے؟ دونوں میں کیا فرق ہے جس کی وجہ سے ایک کو جائز اور دوسرے کو ناجائز کہا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ختم بخاری شریف علماء کے ہاں نہ تو واجب ہے اور نہ ہی فرض بلکہ لزوم کے اعتقاد کے بغیر بخاری شریف کی آخری حدیث کے موقع پر اجتماع منعقد کیا جاتا ہے جس میں علماء وطلباء کے علاوہ عوام بھی شرکت کرتے ہیں۔ مشائخ بیانات کرتے ہیں اور آخر میں دعا سے یہ اجتماع ختم ہوجاتا ہے اور اس اجتماع کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ تجربہ شاہد ہے کہ ختم بخاری پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ اس تقریب سعید میں شامل ہوجائے۔

اس کے برخلاف عرس میں منکرات وفواحش کا ایک ہجوم برپا ہوتا ہے کیونکہ عموما عرسوں میں مردوزن کا بے جا اختلاط پایا جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ نوبت بدکاری تک پہنچ جاتی ہے۔ گانا بجانا اور موسیقی عرس کا جز ولازم سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ قبور کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے جو کام کئے جاتے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔

لہٰذا ان تمام وجوہات کی بناء پر عرس اور ختم بخاری شریف کی تقریب میں فرق ہے کہ ختم بخاری شریف جائز اور مروجہ عرس ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱۸۱) عرس میں شرکت کے لئے نئے پہننے والے کپڑے کو احرام کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ بزرگوں کے عرس میں شرکت کرنے کے لئے خاص قسم کا جوڑا پہن کر جاتے ہیں اور اس جوڑے کو احرام کہتے ہیں۔ ایسا سمجھنا اور کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اس طرح کرنا اور کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ بدعت ہے اور لفظ احرام جو بیت اللہ کی زیارت کے لئے جاتے وقت پہننے والے کپڑوں پر بولا جاتا ہے اسے ایسی جگہ جاتے وقت پہننے والے کپڑوں پر بولنا جہاں دنیا بھر کی خرافات ہوتی ہیں قطعاً صحیح نہیں ہے۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد.

وفی المرقات (۱/۲۱۵) تحت هذه الروایة: قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سندظاهر اوخفی ملفوظ اومستنبط فهومردود علیه.

(۱۸۲) عاشورہ کی رسومات اور بدعات

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم الحرام کے پہلے عشرے میں وعظ ونصیحت کی مجالس کا انعقاد ختم قرآن اور حضرت حسینؓ کا ذکرِ شہادت بنیت ثواب اور اس کوثواب پہنچانا کیا شریعت مطہرہ سے یہ چیزیں ثابت ہیں یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......مذکورہ چیزوں کی شریعت مطہرہ میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ ساری چیزیں روافض کی گھڑی ہوئی ہیں کیونکہ دس محرم کا اور ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ رکھنا مشروع ہے۔پس روزے کے ماسوا دس محرم میں دیگر چیزیں ممنوع اور بدعت کے زمرے میں شامل ہیں۔نیز یہ روافض کے ساتھ تشبہ کی بنا پر بھی ناجائز ہے۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد.

وفیها ایضا (ص۱۷۸): عن ابن عباس قال مارأیت النبی ﷺ یتحری صیام یوم فضله علی غیره الاهذا الیوم یوم عاشوراء وهذا الشهر ....وعنه قال حین صام رسول الله ﷺ عاشوراء وامر بصیامه قالوا یارسول الله انه یوم یعظمه الیهود والنصاری فقال رسول الله ﷺ لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع.

وفی ردالمحتار (۲/۴۱۸): وتعقبه ابن العز بانه لم یصح عنها فی یوم عاشوراء غیر صومه وانماالروافض لماابتدعوا اقامة المأتم واظهار الحزن یوم عاشوراء..........ابتدع جهلة اهل السنة اظهار السرور واتخاذ الحبوب.

(۱۸۳) ’’الصلوة والسلام علیک یارسول الله‘‘ کہنے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ الصلوة والسلام علیک یارسول الله کہنا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً ......صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ کلمات حاضر وناظر کے عقیدے کے بغیر کہے جائیں تو اس میں کچھ حرج نہیں البتہ آج کل مروجہ طریقہ التزام کی وجہ سے ناجائز اور بدعت میں شامل ہوگا۔اوراگر حاضر وناظر کے عقیدے کے ساتھ کہے جائیں تو شرک ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۹۲۶/۲): حدثناابونعیم ......ابن مسعود یقول علمنی النبی ﷺ وکفی بین کفیہ التشھد ......التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ .... فلما قبض قلنا السلام علی یعنی النبیا.

وفی عمدۃ القاری (۱۱۱/۶): فان قلت ماالحکمۃ فی العدول عن الغیبۃ الی الخطاب فی قولہ علیک ایھاالنبی مع ان لفظ الغیبۃ ھوالذی یقتضیہ السیاق ......قلت اجاب الطیبی بمامحصلہ نحن نتبع لفظ الرسول بعینہ الذی علمہ للصحابۃ ویحتمل ان یقال علی طریقۃ اھل العرفان ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لھم بالدخول فی حریم الحی الذی لایموت فقرت اعینھم بالمناجات فنبھوا علی ان ذلک بواسطۃ نبی الرحمۃ وبرکۃ متتابعۃ فاذا التفتوافاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیہ قائلین السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

وفی المشکوۃ (ص۸۶): عن ابی ھریرۃ ص قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لاتجعلوابیوتکم قبورا ...... وصلواعلی فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم.

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام.

وفیھاایضا (ص۸۷): عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیاابلغتہ.

(۱۸۴) محفل میلاد کا مروجہ طریقہ اوراس کی شرعی حیثیت

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محفل میلاد منعقد کرنا اوراس میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیاحضور ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً ......مروجہ میلاد کا انعقاد،اس میں شرکت کرنا یہ بدعات کے پرچار کے مترادف ہے کیونکہ یہ طریقہ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔نیز حضور ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ محفل میلاد میں حاضر ہوتے ہیں شرک ہے جس سے توبہ اورآئندہ ایسے کلمات سے اجتناب ازحد ضروری ہے۔

دلائل المسئلۃ مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۷

(۱۸۵) جنازہ کے آگے قرآن مجید لیکر چلنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک رسم یہ ہے کہ جنازہ سے آگے آگے قرآن مجید لیکر جاتے ہیں۔ کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں جنازے سے آگے قرآن مجید لیکر جانا خیر القرون سے کہیں بھی ثابت نہیں اور کسی غیر ثابت کام پر التزام کرنا ہی بدعت کہلاتا ہے لہٰذا یہ کام بھی بدعت میں شامل سمجھا جائے گا جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافي المشكوة (صـ۲۷): عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرناهذا ماليس منه فهو رد .... وعن جابر ص قال قال رسول الله ﷺ امابعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ﷺ وشرالامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة.

وفيها ايضا(صـ۲۸): عن ابى هريرة ص قال قال رسول الله ﷺ يكون فى آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولاآباء كم فاياكم واياهم لايضلونكم ولايفتنونكم.

(۱۸۶) قرآنی آیات اور حضور ﷺ کے ناموں کے کتبوں کو چومنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں قرآنی آیات اور نبی کریم ﷺ کے ناموں کے کتبے لگے ہوتے ہیں بعض لوگ ان پر ہاتھ لگا کر چومتے ہیں کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اس طرح کے کتبوں کو تعظیم کی بنا پر چومنا نہ صرف جائز بلکہ امر مستحسن ہے البتہ التزام سے پرہیز کریں کہ کہیں اس سے فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے۔

لمافي الدرالمختار (۳۸۴/۶): وفى القنية فى باب مايتعلق بالمقابر تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روى عن عمر رضي الله عنه انه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول: عهد ربى ومنشور ربى عزوجل وكان عثمان رضي الله عنه يقبل المصحف ويمسحه على وجهه.

(۱۸۷) ایصال ثواب کا مروجہ طریقہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کے رشتہ دار طلباء کو بلا کر لاتے ہیں جو قرآن ختم کرتے ہیں پھر انہیں پیسے یا کپڑے وغیرہ دیئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی نہ دے تو پھر ختم کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ تو کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے اور اس طرح مردے کو ثواب پہنچتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس طرح کی تقریبات میں شامل ہونے کی نیت عموما کھانے اور پیسوں کی ہوتی ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ اگر پہلے سے معلوم ہوجائے کہ کھانے کو کچھ نہ ملے گا تو کوئی وہاں جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا جیسا کہ خود سائل نے بھی ذکر کیا ہے۔ایسی نیت کے ساتھ پڑھنے والے کو ہی ثواب نہیں ملتا چہ جائیکہ وہ مردے کے لئے ایصال ثواب کرے اس کے علاوہ بھی اس طرح کے اجتماعات میں کئی قباحتیں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے ان سے احتراز لازم ہے۔

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنی مرضی سے خود ہی پڑھ کر مردے کو ایصال ثواب کردے اور قرآن ختم کرنا ضروری نہیں۔سنت کے مطابق تھوڑا سا بھی عمل زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ بہت زیادہ عمل کیا جائے لیکن وہ خلاف سنت ہو بلکہ ایسا عمل مزید وبال کا سبب بنتا ہے۔

لمافی ردالمحتار (۲/۲۴۰): واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأة سورة الانعام او الاخلاص ....ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاكل يكره.

وفيهاايضا (۲/۵۶): فالحاصل ان ماشاع فى زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقرأة واعطاء الثواب للآمر والقرأة لاجل المال فاذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولولاالاجرة ماقرأ احد لاحد فى هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسباووسيلة الى جمع الدنيا انالله وانااليه راجعون.

(۱۸۸) آتش بازی کو ثواب سمجھ کر کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ شب برأت میں آتش بازی کرتے ہیں اور اسے ذریعہ ثواب سمجھا جاتا ہے۔آپ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ فرمائیں کہ اسے ثواب سمجھنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس طرح کی آتش بازی اسراف میں داخل ہے جو کہ ناجائز ہے اور اسے ثواب سمجھنا بدعت ہے۔

لمافى قوله تعالى (الاسراء :۲۷): ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين الاية

وفى البحر الرائق (۵/۲۱۵): وفى القنية واسراج السرج الكثيرة فى السكك والاسواق ليلة البراءة بدعة.

(۱۸۹) ۲۲ویں رجب کے کونڈوں کی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۲۲ویں رجب کے کونڈوں کا آج کل عام رواج ہے اور اس

میں طرح طرح کی رسومات اور خرافات ہوتی ہیں۔ کیا شرعاً یہ رسم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا سلف سے یہ ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......۲۲ویں رجب کے کونڈے اور اس طرح کی دوسری خرافات شرعاً عدم ثبوت کی وجہ سے ناجائز ہیں۔ دراصل یہ صحابہ کے ساتھ بغض کی علامت ہے کہ ابتداء میں روافض نے اسے ایجاد کیا کیونکہ اس دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس خوشی میں رافضیوں نے کونڈوں کو ایجاد کیا اور ان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں یہ رائج ہوگئے لہٰذا ان سے از حد اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد ....وعن جابر ص قال قال رسول اللہ ﷺ امابعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ا وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة.

وفي البداية والنهاية (۸/ ۱۴۵): بعد ذكر احوال معاوية ....ولاخلاف انه توفى بدمشق فى رجب سنة ستين فقال جماعة: ليلة الخميس للنصف من رجب سنة ستين وقيل ليلة الخميس لثمان بقين من رجب سنة ستين.

(۱۹۰) رمضان میں ختم قرآن پر دعا کرنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں ختم قرآن کے بعد اجتماعی یا انفرادی طور پر دعا کرنا کیسا ہے؟ براہِ کرم تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......ختم قرآن کے بعد اجتماعی اور انفرادی دعا کرنا مستحسن عمل ہے اور رمضان المبارک چونکہ نزول رحمت کا مہینہ ہے جبکہ ختم قرآن کا موقع بھی نزول رحمت وبرکت کا ہے لہٰذا اس موقع پر بلانیت التزام اجتماعی یا انفرادی دعا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن عمل ہے۔

لمافی القرآن الکریم (سورة المؤمن: ۶۰): وقال ربكم ادعونى استجب لكم.

وفى المصنف لابن ابى شيبة (۱۵ / ۴۷۱): عن انس انه كان اذا ختم جمع اهله.

وفيه ايضاً: عن عبدالرحمن بن الاسود قال يذكر انه يصلى عليه اذا ختم.

وفيه ايضاً: عن الحكم قال كان مجاهد وعبدة بن ابى لبابة وناس يعرضون المصاحف فلما كان اليوم الذى ارادوا ان يختموا ارسلو الىّ وإلى سلمة بن كهيل فقالوا انا كنا نعرض المصاحف فاردنا ان نختم اليوم فأحببنا ان تشهدونا انه كان يقال: اذا ختم القرآن نزلت رحمة عند خاتمته او: حضرت الرحمة عند خاتمته.

وفيه ايضاً(صـ۴۷۲): عن الحكم عن مجاهد قال: الرحمة تنزل عند ختم القرآن.

وفى الهندية (۳۱۸/۵):الدعاء عند ختم القرآن فى شهر رمضان مكروه لكن هذا شئ لا يفتى به يكره الدعاء عند ختم القرآن بجماعة لان هذا لم ينقل عن النبى صلى الله عليه وسلم ...... وينبغى أن يدعو فى صلوته بدعاء محفوظ واما فى غير حالة الصلوة ينبغى ان يدعو بما يحضره ولا يستظهر الدعاء لان حفظ الدعاء يذهب برقة القلب...... وفى (صـ۳۱۷) ولا بأس باجتماعهم على قراءة الاخلاص جهرا عند ختم القرآن...... ويستحب له أن يجمع اهله وولده عند الختم ويدعو لهم...... كذا فى الينابيع.

وفى الدرالمختار(۱۷۵/۲):وينبغى ان تكون خطبة الكسوف وختم القران كذلک و لم اره الخ......

وفى تقريرات الرافعى(۱۱۵،۱۱۴/۲):(قول الشارح لم اره) قال الشيخ الرحمتى لم ارذكر خطبة ختم القرآن ولا حكمها ولا كيفيتها...... الى قوله ان عمر بن عبدالعزيز استحسن قراءة قل هو الله احد ثلاثا عند ختم القرآن ولم يستحسنه بعض المشايخ وقال الفقيه ابو الليث هذا شئ استحسنه بعض اهل العراق وأئمة الامصار فلا باس به لان ماراه المومنون حسنا فهو عند الله حسن الا ان يكون ختم القرآن فى الصلوٰة المكتوبة فلا يزيد على مرّة ويكره الدعاء عند ختم القرآن فى شهر رمضان وعند ختم القرآن بجماعة لان هذا لم ينقل عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا عن أصحابه رضى الله عنهم ولذا قال ابو القاسم الصفار لولا اهل البلدة يقولون يمنعنا من الدعاء لمنعتهم ولكن هذا شئ لا يفتى به لانه لا ينبغى أن يقال للعامة مالا يفهمون ومثله فى التجنيس وفى الخانية وتكلموا فى الدعاء.

عند ختم القرآن فى رمضان وعند ختمه بجماعة واستحسنه المتأخرون فلا يمنعون من ذلک اهـ

(۱۹۱) سنن کے بعد کی اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز اور اسی طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم کیا ہے؟ یہ بھی وضاحت فرمادیں کی فرض یا سنتوں کی دعا میں تین دفعہ ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

فرض اور سنت کے بعد اگر اجتماعی دعا ثابت نہیں تو نور الایضاح کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے:

"ويستحب للامام بعد سلامه ان يتحول الى يساره لتطوع بعد الفرض وان يستقبل بعده (اى بعد

التطوع مراقی الفلاح) الناس ویستغفرون ...... ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم......'' (فصل فی الاذکار الواردة بعدالفرض، صـ۸۰)

نیز التزام اور دوام میں فرق بیان کرنے کے بعد یہ بتائیں کہ جولوگ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا التزام کرتے ہیں اور دعا نہ کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں تمام سوالات کے جوابات بالترتیب ملاحظہ ہوں۔

۱۔ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کا حکم

فرائض کے بعد مسنون طریقہ یہ ہے کہ باجماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب مل کر دعا کریں۔ یہی طریقہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ فرض نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد سب مل کر دعا کیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

مامن عبد مؤمن یبسط کفیه فی دبر کل صلاة ثم یقول اللهم الهی و اله ابراهیم واسحاق ویعقوب......الا کان حقاعلی الله ان لایرد یدیه خائبتین . (کنز العمال، ۲/۱۳۴)

(یعنی جو بندہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالی سے دعا کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اے میرے معبود، اے ابراہیم واسحاق اور یعقوب کے معبود ...... اللہ تعالی اس کی دعا کو ضرور قبول فرماتے ہیں اسے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتے)

اسی طرح تفسیر ابن کثیر (۱/۴۸۲) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ان رسول الله ﷺ رفع یده بعد ماسلم وهومستقبل القبلة فقال اللهم خلص الولید بن الولید ......الحدیث

معارف السنن (۳/۱۲۵) میں بھی ''مصنف ابن ابی شیبۃ'' کے حوالے سے روایت مروی ہے۔

منها ما اخرجه ابن ابی شیبة فی مصنفه من حدیث الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول الله ﷺ الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا.

(یعنی آپ علیہ الصلاۃ والسلام فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد پلٹے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی)

کنز العمال کی مذکورہ روایت ''مامن عبد'' چونکہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے اس لئے اس کی تائید میں اسود عامری کی حدیث پیش کرنے کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اعلاء السنن (۳/۲۰۱) میں فرماتے ہیں۔

قلت : دلالته علی رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوة المفروضة ظاهرة والحدیث وان کان ضعیفاًفله شاهد من روایة الاسود عند ابن ابی شیبة وبه یحصل للضعیف قوة علی ان الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع صرح به ابن الهمام فی کتاب الجنائزمن الفتح.

اس کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ آگے چل کر (۳/۲۰۵) فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں رائج

دعا مستحب ہے۔

فثبت ان الدعاء مستحب بعد كل صلاة مكتوبة متصلا بها برفع اليدين كما هو شائع في ديارنا وديار المسلمين قاطبة.

اسی طرح علامہ بنوریؒ معارف السنن (۳/۱۲۵) میں روایات کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

فهذه وما شاكلها من الروايات في الباب تكاد تكفي حجة لما اعتاده الناس في البلاد من الدعوات الاجتماعية دبر الصلوات......

یعنی نماز کے بعد اجتماعی دعا کیلئے بطور حجت یہی روایات کافی ہیں۔

اسی طرح علامہ شامی نے ردالمحتار (۱/۳۹۹) میں بھی صراحت فرمائی ہے۔

فدل ان الامر للاستحباب والندب كامره بالدعاء في ادبار الصلوات ونحوه.

۲۔سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم

حضور اقدس ﷺ، صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کا طریقہ یہ رہا کہ فرض نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد سنتیں اور نوافل الگ الگ پڑھتے اور ان کے بعد دعا بھی الگ ہی کرتے بلکہ شریعت مطہرہ نے سنت ونوافل گھر میں پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے

عن كعب بن عجرة قال ان النبي ﷺ اتى مسجد بني عبد الاشهل فصلى فيه المغرب فلما قضوا صلوتهم راهم يسبحون بعدها فقال هذه صلوة البيوت. (مشكوة المصابيح، صـ۱۰۵)

یعنی نبی ﷺ ایک دفعہ بنو اشہل کی مسجد میں تشریف لائے اور وہیں مغرب کی نماز ادا فرمائی نماز (فرض) کے بعد آپ نے دیکھا کہ لوگ سنتیں اور نوافل ادا کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ نمازیں گھر میں پڑھنے کی ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ اسی پر تمام حضرات اکابر کا عمل بھی رہا، لہٰذا جب سنتیں مسجد میں ادا نہ ہوں گی تو سنن کے بعد کی دعا کیسے ثابت ہوگی کیونکہ سنتیں گھر میں پڑھنے کے بعد دعا کیلئے دوبارہ جمع ہونا بھی ثابت نہیں، بلکہ اگر کسی مصلحت یا مجبوری سے مسجد میں سنتیں ادا بھی کرنی پڑیں تو آپ نے مقتدیوں کے ساتھ دعا نہیں فرمائی، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کا طریقہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كان رسول الله ﷺ يطيل القراءة في الركعتين بعد المغرب حتى يتفرق اهل المسجد

(مشكوة المصابيح، صـ۱۰۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ مغرب کی سنتوں میں اس قدر طویل قرات فرماتے ہیں کہ نمازی مسجد سے چلے جاتے۔

اسی طرح شرح معانی الآثار (۱/۳۳۹) میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ مروی ہے۔

عن ابن عباس قال قال لی العباس :بت ا للیلة بآل رسول الله ﷺقال فصلی رسول الله العشاء ثم صلی بعدها حتی لم یبق فی المسجد غیرہ.(یہ حوالہ نہ مل سکا)

یعنی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا، آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر نماز میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ مسجد میں آپ کے سوا کوئی نہ رہا۔

اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کا معمول سنن کے بعد اجتماعی دعا کا نہ تھا۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ شروع سے ہی سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا معمول نہ تھا اب اسے ضروری اور لازم سمجھ کر کرنا اور نہ کرنے والوں پر طعن وتشنیع کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ خصوصا ایک ایسا کام جو بدعت کے زمرے میں داخل ہو حالانکہ ہمیں صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور آپ نے اپنے صحابہ کی اتباع کا حکم دیا ہے چنانچہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

فانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوابها وعضوا علیها بالنواجذوایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة. (مشکوة المصابیح، صـ ۳۰)

یعنی تم میں سے جو میرے بعد رہے گا تو وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، (پس ایسے اختلاف کے وقت) تمہارے لئے میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے، اسی پر مضبوطی سے قائم رہو اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس معاملے میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ کے متعلق منقول ہے۔

عن مجاهد قال دخلت مع عبدالله بن عمر مسجدا وقد اذن فیه ونحن نرید ان نصلی فیه فثوب المؤذن فخرج عبدالله بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم یصل فیه. (بجامع الترمذی، ۱/۵۰)

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں گیا، وہاں اذان ہوچکی تھی، ہمارا ارادہ وہاں نماز پڑھنے کا تھا، مؤذن نے لوگوں کو دوبارہ جمع کرنے کیلئے آواز دی (جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ سنے) تو وہاں سے نکلنے کیلئے کھڑے ہوگئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ مجھے اس بدعتی کے پاس سے نکالو۔ گویا آپ نے اس قدر بھی پسند نہ فرمایا کہ اذان کے بعد لوگوں کو صرف جماعت کے وقت میں جمع کرنے کیلئے کوئی کلمات ادا کئے جائیں اور کس قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ وہاں نماز بھی ادا کرنا گوارا نہ کیا۔

اس طرح ایک دوسرے موقع پر آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ مسجد میں جا کر چاشت کی نماز ادا کر رہے ہیں تو چونکہ اس قدر اہتمام سے مسجد

میں آکر ادا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں تھا لہذا آپ نے اسے بدعت قرار دیا۔

عن مجاهد قال دخلت انا وعروة بن الزبير المسجد فاذا عبدالله بن عمر جالس الى حجرة عائشة و اذا اناس يصلون فى المسجد صلاة الضحى قال فسألناه عن صلاتهم فقال بدعة.

(صحیح البخاری، ۱/۲۳۸)

چنانچہ فتح الباری میں اس نکیر کی علت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔

قال عياض وغيره انما انكر ابن عمر ملازمتها واظهارها فى المساجد وصلاتها جماعة لا انها مخالفة للسنة. (۳/۴۱)

اسی طرح صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے والے اسلاف نے بھی ایسے امور کو قطعا برداشت نہیں کیا جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہوں ،خواہ ظاہری اعتبار سے وہ فعل کتنا ہی معمولی کیوں نہ معلوم ہوتا ہو، چنانچہ علامہ شاطبی نے اپنی کتاب میں امام مالکؒ کا قول نقل کیا ہے

قال ابن الماجشون :سمعت مالكا يقول من ابتدع فى الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم ان محمدا ﷺ خان الرسالة لان الله يقول "اليوم اكملت لكم دينكم" فما لم يكن يومئذ دينا فلا يكون اليوم دينا. (الاعتصام صـ۳۰)

یعنی امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس نے دین میں نئی بات ایجاد کی اور اسے بہتر بھی سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے احکام خداوندی کی تبلیغ میں (العیاذ باللہ) خیانت کی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ آج میں نے دین کو مکمل کر دیا تو جو کام آپ ﷺ کے زمانے میں دین میں داخل نہ تھا وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ علامہ رازی "لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

لان العمل اذا كان خالصا غير صواب لم يقبل وكذالك اذا كان صوابا غير خالص ،فالخالص ان يكون لوجه الله والصواب ان يكون على السنة. (التفسير الكبير، جـ۱۵/ جزء ۲۹/صـ۵۶)

یعنی جو عمل خالص ہو لیکن صواب (درست) نہ ہو تو قبول نہیں اسی طرح جو صواب ہو لیکن خالص نہ ہو وہ بھی قبول نہیں اور خالص یہ ہے کہ اللہ کی رضا کیلئے ہو جبکہ صواب یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔

حاصل یہ ہوا کہ عمل کی قبولیت کیلئے جیسے نیت کا خالص اللہ کیلئے ہونا ضروری ہے ایسے ہی اس عمل کا سنت کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔

حضرت احمد بن الحواری فرماتے ہیں

من عمل عملا بلا اتباع سنة فباطل عمله. (الاعتصام، صـ۶۴)

یعنی جو عمل سنت کی اتباع کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہے۔

بلا ثبوت کسی کام کو کرنا تو دور کی بات ہے بلکہ ہر وہ کام جس کی شریعت نے صرف اجازت دی ہے اور اسے کار ثواب بتلایا، اگر اس کام کیلئے

شریعت نے کوئی خاص وقت متعین نہیں کیا، یا مکان کی تعیین نہیں کی، اب اگر ایسے کام کیلئے اوقات یا مکان کی تعیین کر دی جائے تو فقہاء نے اسے بھی بدعت میں شامل کیا ہے۔ اس کی سب سے واضح دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وہ اثر ہے جو پیچھے نقل ہو چکا کہ آپ نے چاشت کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کو بدعت فرمایا حالانکہ یہ نماز فی نفسہ ثابت ہے لیکن جس طرح ثابت ہے جب اس طریقے سے ہٹ گئی تو اسے بدعت میں شامل فرمایا۔ اسی طرح علامہ شاطبی نے اپنی کتاب میں صراحت فرمائی ہے۔

ومنها التزام العبادات المعينة فى اوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فى الشريعة. (۲۳/۱)

یعنی بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ عبادات معینہ کی اوقات معینہ میں ادائیگی کا ایسا التزام جس کا شریعت نے پابند نہیں کیا۔

آج کل یہی معاملہ دعا جیسی عظیم الشان عبادت کے ساتھ کیا جارہا ہے، شریعت نے اس عبادت کو کسی خاص کیفیت وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ عام رکھا ہے تاکہ ہر ایک کسی وقت بھی اپنے رب سے مناجات کرنا چاہے تو کسی بھی وقت کر لے، لیکن آج کل اس عبادت کو خاص عمل (سنتوں کے بعد) کے ساتھ لازم کیا جارہا ہے، اور جو ایسے نہ کرے اس پر نکیر بھی کی جاتی ہے، ظاہر ہے شریعت مطہرہ میں اس کا ثبوت کہیں بھی نہیں ہے، اسی وجہ سے علامہ عثمانیؒ اس کو بدعت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ورحم الله طائفة من المبتدعة فى بعض اقطار الهند حيث واظبوا على ان الامام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراء تهم اللهم انت السلام ومنك السلام الخ ثم اذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الامام عقب الفاتحة جهرا بدعاء مرة ثانية والمقتدون يؤمنون على ذلك وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى ان بعض العوام اعتقدوا ان الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الامام والمامومين ضرورى واجب ...... ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الامامة ويطعنونه ولا يصلون خلف من لايصنع بمثل صنيعهم وايم الله ان هذا امر محدث فى الدين.

(اعلاء السنن، ۲۰۵/۳)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ سرزمین ہندوستان کے بعض بدعتی دھڑوں پر رحم فرمائیں جہاں پیش امام اور مقتدی حضرات فرائض کے بعد مسنون دعا ''اللھم انت السلام'' پڑھنے کے بعد سنن ونوافل ادا کرنے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد امام سورۃ فاتحہ پڑھ کر باآواز بلند دوسری مرتبہ دعا مانگتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور یہ عمل ان میں دوام اور التزام کے طور پر رائج ہے حتیٰ کہ لوگ سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کو ضروری اور واجب گردانتے ہیں۔ جو امام بے چارہ ان کی اس خود ساختہ روش پر عمل پیرا نہ ہو اس کو منصب امامت سے معزول کر کے طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور جو ان کے اس طرز دعا کے قائل نہیں ان کی اقتداء میں نماز تک نہیں پڑھتے۔ رب کعبہ کی قسم یہ دین میں نیا اضافہ ہے۔

اسی طرح علامہ بنوریؒ فرماتے ہیں۔

فى معارف السنن (۱۲۶/۳): ثم ان ما راج فى كثير من بلاد الهند الجنوبية الدعاء بكيفية مخصوصة

بعد الرواتب ...... ففی مثل هذه یقال انه بدعة تضمنت بدعات کثیرة.

سرزمین ہندوستان کے بعض جنوبی علاقوں میں فرائض کے بعد جو مخصوص کیفیت اور طریقہ سے دعا جاری اور رائج ہے......

اسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک بدعت بدعات کثیرہ کو شامل اور متضمن ہے۔

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے آج کل جو طریقہ رائج ہے کہ سنتوں کے بعد دوبارہ اجتماعی دعا کی جاتی ہے ''خدا کی قسم یہ دین میں اپنی طرف سے زیادتی ہے''۔

دعا کیلئے تین بار ہاتھ اٹھانا

ماقبل تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا ہی ثابت نہیں ہے، البتہ جہاں فرائض کے بعد ثبوت ہے تو وہاں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ دعا کیلئے تین مرتبہ ہاتھ اٹھائے گئے ہوں، لہٰذا جب سنتوں کے بعد اجتماعی دعا ثابت ہی نہیں تو تین مرتبہ ہاتھ اٹھانا کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔ نیز عدم ثبوت کی ایک واضح اور روشن دلیل یہ بھی ہے کہ دعا کا معاملہ عمر بھر میں کوئی ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ روزانہ کئی مرتبہ کا ہے اگر اس کا کوئی ثبوت ہوتا تو صحابہ ضرور نقل کرتے، جب صحابہ اسے نقل نہیں کرتے تو اس کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کا طریقہ ہی نہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ بنوریؒ اس پر بحث کے بعد آخر میں فرماتے ہیں۔

غیر انه یظهر بعد البحث والتحقیق انه وان وقع ذلک احیانا عند حاجات خاصة لم تکن سنة مستمرة له ﷺ ولا للصحابة رضی الله عنهم والا لکان ان ینقل متواتراً البتة. (معارف السنن، ۱۲۶/۳)

نورالایضاح کی عبارت کا جواب

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اعلاء السنن میں یہ عبارت نقل کرنے کے بعد اس کا جواب دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

فانه لا دلالة فیه علی قراءة کل ذلک والدعاء بعدها مجتمعین وان یفعل ذلک کله فی المسجد فان صیغة الجمع لا تستدعی الاجتماع والاصطحاب اصلا نص علی ذلک الاصولیون فمعنی کلامه ان المسلمین ینبغی لهم قراءة الاوراد الماثورة بعد المکتوبات بان یأتی کل احد بها علی حدة ویدعو کل احد بعدها لنفسه وللمسلمین لان الشرنبلالی نفسه قد نص قبل ذلک علی ان الافضل بالسنن اداؤها فیما هو ابعد من الریاء واجمع للخلوص سواء البیت او غیره. فلما کان الافضل بالسنن عنده البیت ونحوه فکیف یمکن حمل کلامه ویستغفرون الله ویحمدونه الخ علی فعل ذلک فی المسجد بالاجتماع. (۲۰۸/۳)

یعنی مذکورہ عبارت سنتوں کے بعد اجتماعی دعا پر دلالت نہیں کررہی، اگرچہ اس عبارت میں جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں لیکن یہ اس امر کا تقاضا نہیں کرتے کہ وہ سب مل کر ایک ساتھ دعا کریں، بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ سنتوں کے بعد اپنے لئے اور سب مسلمانوں کیلئے دعا کرے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ شرنبلالیؒ نے خود اس بات کی صراحت کی ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں خلوص

ہو جاتا ہے گھر میں پڑھ لے یا کسی اور جگہ، لہذا جب ماتن کے نزدیک سنتیں گھر وغیرہ میں پڑھنا افضل ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس عبارت کو مسجد میں سنتوں کے بعد اجتماعی دعا پر محمول کیا جائے۔ واللہ اعلم

الغرض کوئی بھی کام انفرادی یا اجتماعی جس طرح آپ ﷺ نے کیا اسی طرح کرنا اطاعت ہے، اس سے ہٹ کر کرنا دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے خسارے کا سبب ہے، لہٰذا دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کون سا کام کس طریقے سے کیا ہے نہ کہ ایسا ہو کہ یہ کام ہمیں اچھا لگتا ہے لہذا ہم تو ایسے ہی کریں گے، اور اس کیلئے ثبوت تلاش کیا جائے، من گھڑت قصے سنائے جائیں اور ایات و احادیث کو توڑ موڑ کر پیش کیا جائے، اس سے ہماری علیحدہ پہچان تو ہو سکتی ہے، لوگوں میں ہمارا تذکرہ تو ہو سکتا ہے لیکن اللہ کے ہاں تو وہی عمل مقبول ہے جو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہے، چاہے ہمیں وہ اچھا لگے یا نہ لگے کیونکہ ہماری پسند کوئی معیار نہیں، معیار تو صرف آپ ﷺ کے طریقے ہیں۔ لہذا ضد وہٹ دھرمی، عناد اور اندھی تقلید کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فیصلہ کیجئے کہ آپ کو کون سا طریقہ پسند ہے، جس سے اللہ اور اس کا رسول خوش ہو یا جس سے آپ کی علیحدہ پہچان ہو، اور ساتھ میں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جب حق بات سامنے آجائے اور کوئی حق کو سمجھنے اور قبول کرنے کے بجائے ضد پر ہی ڈٹ جائے تو اللہ تعالی اس کی فہم کی استعداد ختم کر دیتے ہیں اس کے بعد حق بات اسے سمجھ میں ہی نہیں آتی، چنانچہ ایسے ہی حضرات کا اللہ تعالی نے خود ذکر فرمایا۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَ تْ مَاحَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّایُبْصِرُوْنَ. (البقرة:۱۷)

التزام اور دوام میں فرق

التزام اور دوام ہیں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ التزام میں اعتقاد کا دخل ہوتا ہے جبکہ دوام میں اعتقاد کا دخل نہیں ہوتا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ التزام اور دوام اصطلاحی اعتبار سے ہم معنی ہیں، البتہ التزام میں کسی کام پر دوام کے ساتھ اسے اپنے اوپر لازم سمجھا جاتا ہے۔ شرعی اعتبار سے دونوں میں یہ فرق ہے کہ شریعت نے بعض امور کے کرنے اور نہ کرنے دونوں کا اختیار دیا ہے، اب اس اختیار کے باوجود کوئی ان امور کو تسلسل اور دوام کے ساتھ کرتا ہے، مثلاً اوابین یا تہجد کے نوافل، ان کو ہمیشہ ادا کرنا صحیح ہے جیسا کہ سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا البتہ اگر کوئی اس دوام کے ساتھ ان کو لازم سمجھے بایں طور کہ ان کو چھوڑنا گناہ سمجھے اور نہ کرنے والے کو قابل ملامت گردانے تو یہ التزام ہے، اور یہ گناہ کا سبب ہے کیونکہ اس صورت میں شریعت نے جو مرتبہ ان امور کو دیا ہے اس سے ہٹا دینا لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں

قال ابن المنير فيه ان المندوبات قد تنقلب مكروهات اذا رفعت عن رتبتها لان التيامن مستحب فی كل شیء ای من امور العبادة لكن لما خشی ابن مسعود رضی الله عنه ان يعتقدوا وجوبه اشار الی كراهته. (فتح الباری، ۲/۲۷۰)

ابن منیر فرماتے ہیں کہ جب مندوبات اور مستحبات کو شریعت کی جانب سے طے شدہ مرتبہ اور رتبے سے ہٹایا جائے تو وہ

مکروہات کی روپ دھار لیتے ہیں۔ دیکھیں عبادت میں ہر چیز کا آغاز دائیں جانب سے کرنا مستحسن اور پسندیدہ ہے لیکن جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ اس کو واجب نہ سمجھ لیں تو آپ نے کراہت کی طرف اشارہ فرمایا۔

اسی طرح ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

قال الطیبی وفیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر وجاء فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان اللہ عزوجل یحب ان تؤتی رخصہ کما یحب ان تؤتی عزائمہ. (مرقات المفاتیح، ۲/۳۵۳،۳۵۲)

ترجمہ: علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب اور عمل مندوب پر ایسا التزام اور اصرار کرے کہ اس کو عزیمت بنائے اور رخصت پر عمل پیرا ہونے کا قائل ہی نہ ہو تو یقیناً شیطان اس کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جب ایک مستحب عمل پر مذکورہ طرز سے التزام شیطانی مشن کی تکمیل ہے تو ایک ناجائز اور امر بدعت پر التزام اور اصرار کے وبال کا خود فیصلہ کیجئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جس طرح کہ عزیمتوں پر عمل کرنا اس کو پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کے وسیلے سے اچھی سمجھ، سنت سے حقیقی محبت اور بدعت سے حقیقی نفرت عطاء فرمائے۔ امین

(۱۹۲) نماز تراویح کے دوران الصلوۃ بر محمد کا نعرہ لگانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں نماز تراویح کے دوران ہر چار رکعات کے بعد زور سے الصلاۃ بر محمد کا نعرہ لگایا جاتا ہے اور اکثر نمازی انتہائی بلند آواز سے یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کے کلمات کا نماز تراویح کے درمیان کہنا کیسا ہے؟ کیا یہ کہیں سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں نماز تراویح میں چار رکعات کے بعد الصلاۃ بر محمد کا نعرہ لگانا کہیں سے ثابت نہیں ہے البتہ چار رکعات کے بعد تسبیح وتہلیل اور دعا ثابت ہے لہٰذا اس بدعت سے اجتناب ضروری ہے۔ نیز زور سے نعرہ لگانے میں مسجد کی بھی بے ادبی ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد.

وفی المرقات (۱/۲۱۵): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشیٔ من الطاعات او بشیٔ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول فهذه الروایة اعم.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۴۶): یجلس بین کل اربعة بقدرها وکذا الخامسة والوتر ویخیرون بین تسبیح وقرأة وسکوت.

وفی الشامیة: (بین تسبیح) قال القهستانی فیقال ثلث مرات "سبحان ذی الملک والملکوت

....

(۱۹۳) بزرگی کا معیار اور کافر کی تعظیم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کے طریقہ زندگی پر زندگی نہ گزار کر بزرگی کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو بزرگ کہنا چاہئے یا نہیں؟

۲۔　عام طور پر مشہور ہے کہ کافر کی تعظیم بھی کفر ہے۔اب سوال یہ ہے کہ آج کل ہمارے حکمران غیر مسلم ممالک کے دورے پر جاتے ہیں یا کافر ممالک کے غیر مسلم حکمران ہمارے یہاں آتے ہیں تو مسلمان حکمران ان غیر مسلموں کا استقبال وتعظیم کرتے ہیں۔آیا یہ فعل کفر شمار ہوگا یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ بزرگی کا معیار ہے کہ جو شخص جس قدر آپ ﷺ کے طریقے پر عمل پیرا ہوگا وہ اسی قدر بڑے پائے کا بزرگ ہے۔اب کوئی شخص آپ ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر کیسے بزرگ ہوسکتا ہے۔ایسا شخص جھوٹا اور دھوکے باز تو ہوسکتا ہے، بزرگ نہیں ہوسکتا۔لہٰذا ایسے شخص کو بزرگ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

۲۔　اگر کوئی مسلمان کفار کی اپنے افعال یا اقوال سے تعظیم کرے تو اگر یہ تعظیم ان کے کفر کی بناء پر ہو تو یہ مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا لیکن اگر یہ تعظیم کفر کی بناء پر نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ اس قدر تعظیم سے بھی احتراز کرنا چاہئے کیونکہ کافر کی تعظیم فی الجملة کفر کی تائید ہے۔

لمافی شرح العقائد (صـ۲۲۳): ولن یکون ولیا الا وان یکون محقا فی دیانته ودیانته الاقرار بالقلب واللسان برسالة رسوله مع الطاعة له فی اوامره ونواهیه حتی لو ادعی هذا الولی الاستقلال بنفسه وعدم المتابعة لم یکن ولیا.

وفیها ایضاً (صـ۲۴۳): ولایصل العبد مادام عاقلا بالغا الی حیث یسقط عنه الامر والنهی لعموم الخطابات الواردة فی التکالیف واجماع المجتهدین علی ذلک.

وفی التاتارخانیة (۵/۵۲۲): واتفق مشائخنا ان من رأیٰ امر الکفار حسنا فھو کافر.
وفی الدرالمختار (۶/۴۱۳): ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر.
وفی الشامیة تحته: (قوله تبجیلا) قال فی المنح قید به لانه لو لم یکن کذلک بل کان لغرض من الاغراض فلابأس به ولا کفر.

(۱۹۴) شب جمعہ کے اجتماع میں جانے کی شرعی حیثیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہر جمعرات کو شب جمعہ کے لئے تبلیغی مرکز جانا اور اجتماع کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس کی کوئی نظیر موجود ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... وعظ ونصیحت کے لئے کسی دن کو مقرر کر لینا درست ہے اور یہ حضور ﷺ اور دوسرے اکابرین صحابہ سے ثابت ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۲۰): عن ابی سعید ن الخدری قال قالت النساء للنبی ﷺ غلبنا علینا الرجال فاجعل لنا یوما عن نفسک فوعدھن یوما لقیھن فیه فوعظھن وامرھن.
وفیھا ایضا (۱/۱۶): حدثنا عثمان بن ابی شیبة عن ابی وائل قال کان عبداللہ یذکر الناس فی کل خمیس فقال له رجل یااباعبدالرحمن لوددت انک ذکرتنا کل یوم قال اما انه لم یمنعنی من ذلک انی اکره ان املکم.
وفی فیض الباری (۱/۱۷۰): ان مثل ھذه التعینات لاتعد بدعة والبدعة عندی مالاتکون مستندة الی الشرع وتکون متلبسة بالدین.

(۱۹۵) رمضان کی ستائیسویں شب کے التزامات

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات کو ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہو جیسا کہ میں نے اکثر سنا ہے تو اس میں جو اتنا زیادہ انتظام واہتمام کیا جاتا ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟ نیز اس رات قبرستان جانا کیسا ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... شب قدر کے بارے اختلاف ہے کہ یہ کون سی رات ہے، اکثر حضرات کا رجحان اس طرف ہے کہ رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہے البتہ یہ اختلاف پھر بھی باقی ہے کہ کون سی رات ہے، اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت والی رات کو مخفی رکھا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں جنہیں وہ خود ہی بہتر جانتے ہیں، ہر چیز کا معلوم ہونا ہمارے لئے ضروری نہیں ہمارا کام صرف تعمیل ارشاد

خداوندی ہے نہ کہ احکام کی علتوں کا معلوم کرنا ،لہذا یہ دعوی کرنا کہ فلاں شب شب قدر ہے بہت مشکل ہے، کیونکہ اولاً اس کے بارے میں معلوم نہیں، چنانچہ خود حضرت عائشہؓ کی روایت بخاری شریف (۱/۲۷۰) میں موجود ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ قال تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان"

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو دوم قرائن وعلامات سے معلوم ہو بھی جائے کہ اس رمضان میں فلاں رات تھی تو آئندہ سال اسی رات میں دوبارہ شب قدر کا ہونا کوئی یقینی نہیں ہے بلکہ کسی دوسری رات میں بھی ہوسکتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہمارے امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ تھا کہ اس کا رمضان میں ہونا بھی کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ یہ سال بھر کی راتوں میں گھومتی رہتی ہے لہذا رمضان کے علاوہ میں بھی ہوسکتی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو یہ خود بخود واضح ہوگیا کہ ستائیسویں شب یقینی طور پر شب قدر نہیں ہوسکتی۔ اگر چہ بعض آثار سے ستائیسویں شب کا شب قدر ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن اس پر کلی اعتماد نہیں ہوسکتا کیونکہ اولاً فقہاء ہم سے زیادہ ان آثار سے واقف تھے وہ ضرور صراحت کرتے کہ شب قدر ستائیسویں شب میں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ ثانیاً جس طرح ستائیسویں شب کے بارے میں روایات ہیں اسی طرح دوسری راتوں کے بارے میں بھی روایات موجود ہیں۔ ثالثاً ان حضرات کا بیان ان کی اپنی حیات سے متعلق تھا کہ ان کی حیات میں یہ شب کس رات میں تھی۔ حاصل بحث یہ ہے کہ اس رات کو ہی شب قدر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ دوسری رات بھی شب قدر ہوسکتی ہے۔

البتہ ہمارے ہاں کچھ حضرات ایسے ہیں کہ انہیں چھل پہل، کھانے اور پینے سے خاصی رغبت ہے اگر چہ یہ فی نفسہ مرغوب چیزیں ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ اپنی حدود میں رہیں، کوئی چیز اپنی ذات کے اعتبار سے کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو لیکن جب اپنی حدود سے آگے بڑھ جاتی ہے تو اس میں فساد پیدا ہوجاتا ہے، چنانچہ یہی معاملہ یہاں پر بھی ہوا کہ یہ حضرات اس شوق میں یہ بھول گئے کہ دین کے معاملات میں ہر وہ عمل قابل اتباع اور قابل ستائش ہے، جو آقا ﷺ کی حیات مبارکہ میں موجود ہو اگر عبادت سے متعلق کوئی چیز ایسی ہو کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وہ خاص وقت آنے کے باوجود، اور ایک بار نہیں بار بار آنے کے باوجود اگر اس پر ویسا عمل نہیں کیا گیا، جیسا کہ آج کل ہورہا ہے تو یہ کام کے صحیح نہ ہونے کی علامت کیلئے کافی ہے اس کیلئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اس دین سے محبت کرنے والا کون ہوسکتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں وہ کام نہیں کروایا تو اس کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس کا حکم ہی نہ تھا اس کے بعد صحابہ سے زیادہ سچا عاشق کوئی نہیں ہوسکتا اگر کسی کام کو وہ بھی نہیں کر رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام مشروع نہیں ہے۔ اب ایک نظر ان کاموں کا جائزہ لیتے ہیں جو ہمارے ہاں رائج ہیں

ختم قرآن: بعض فقہاء نے آثار کی وجہ سے اس رات میں ختم قرآن کو مستحب قرار دیا ہے لہذا اس میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ علامہ عالم بن علاء انصاری اندلسی اپنے فتاوی "تاتارخانیۃ" (۱/۶۶۰) میں اس کی صراحت فرماتے ہیں......

وینبغی للامام اذا ارادالختم ان یختم فی اللیلۃ السابعۃ والعشرین لکثرۃ ماجاء من الاخبار انہا لیلۃ القدر.

لیکن اس کا اس طور پر اہتمام کرنا کہ گویا اس رات کے علاوہ میں ختم قرآن ہو نہیں سکتا یہ صحیح نہیں ہے۔

شبینہ: اسی طرح اس رات میں شبینہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں درج ذیل مفاسد ہیں۔

۱۔ شبینہ کی نماز نوافل میں سے شمار ہوتی ہے، جبکہ احناف کے ہاں راجح مذہب کے اعتبار سے نوافل کی جماعت مکروہ ہے، حالانکہ یہاں جماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۲۔ کلام مقدس کو جلدی جلدی پڑھ کر ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس میں بعض اوقات انتہائی فحش غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

۳۔ سننے اور سنانے والے قرآن پاک کو اس کی عظمت کا خیال کر کے نہیں سنتے یا سناتے کیونکہ ہر ایک کے دل میں یہی خیال ہوتا ہے کہ اتنا زیادہ کون سنے گا لہذا جنہوں نے بعد میں سنانا ہے وہ بڑے مزے سے پیچھے بیٹھ کر گپ شپ لگاتے ہیں تاکہ تھوڑا آرام ہو جائے اور سننے والے بھی انتظار کرتے ہیں کہ جب رکوع کے قریب پہنچ جائیں تو نماز میں شامل ہوں گے۔ یہ مالک الملک کی عبادت کی عظمت کے خلاف ہے۔

۴۔ عام طور پر اس موقع پر لاؤڈ اسپیکر کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس مسجد کے قریب میں کوئی مریض ہو یا کوئی آرام کرنا چاہتا ہو تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے، حالانکہ اپنی عبادت کیلئے دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کرنا کونسی عبادت ہے، خاص طور پر اس وقت جب کہ مسجد میں موجود اشخاص تو رکوع کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوں اور لوگوں کو پریشان کر کے اسے ثواب سمجھا جا رہا ہو اس سے بڑی حماقت اور کیا ہوگی۔

۵۔ عام طور پر تلاوت کے بعد تلاوت کرنے والوں کو کچھ دینے کا رواج بھی ہے، حالانکہ تلاوت قرآن پر اجرت وغیرہ جائز نہیں، چاہے پہلے طے کر کے ہو یا معروف ہو، اور آپ اسے ہدیہ کا نام دیں یا کچھ اور، کیونکہ اگر یہ ہدیہ ہوتا تو کتنے حفاظ ان کے علاوہ بھی ہیں کیا آپ انہیں بھی ایسے ہی ہدایا دیتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور اگر بالفرض مان بھی لیں کہ آپ سب کو دیتے ہیں تو اس خاص موقع پر دینا کیا ضروری ہے، جبکہ اس سے شریعت کے خلاف ہونے کا کم سے کم شبہ ضرور موجود ہے۔

۶۔ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، کھانے پینے کی اشیاء کی فراوانی، تلاوت کے بعد قیمتی تحائف یہ سب ریاکاری پر دلالت کرتے ہیں جس کا کوئی فائدہ پہنچنا تو درکنار الٹا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

۷۔ شبینہ کے بعد حفاظ کے درمیان موازنہ جو بعض اوقات دوسروں کی غیبت تک لے جاتا ہے، ورنہ کم سے کم ہتک عزت تو ہے ہی۔

۸۔ شبینہ میں جاگنے والوں میں سے بعض سے صبح کی نماز کا قضاء ہو جانا حالانکہ رات بھر کی نوافل سے صبح کی باجماعت نماز زیادہ ضروری ہے۔

۹۔ عام طور پر اس میں مسجد کی کمیٹی رقم خرچ کرتی ہے اور ان کے پاس مسجد کے چندے کی رقم ہوتی ہے، اسی میں سے اس موقع پر خرچ کر دی جاتی ہے، حالانکہ وہ چندہ شبینے کے لیے جمع نہیں کیا گیا ہوتا اس میں وہ افراد جو مسجد کی کمیٹی میں شامل ہیں اللہ کے ہاں مجرم ہیں جنہوں نے مسجد کی رقم دوسرے کام میں لگا دی۔

۱۰۔ اور اگر اس کے لئے علیحدہ سے چندہ کیا بھی جائے تو اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے، تمام افراد کے لئے ایک متعینہ رقم خاص کر دی جاتی ہے کہ

ہر شخص اتنی رقم ضرور ادا کرے گا اس سے زیادہ چاہے تو ادا کرسکتا ہے، اب اس میں بعض افراد نہیں دینا چاہتے لیکن اپنی عزت بچانے کیلئے مجبوراً دینا پڑتی ہے اور اگر یہ طریقہ نہ اختیار کیا جائے تو دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ سب کے سامنے اعلان کردیا جاتا ہے اس میں بعض افراد باتوں کا نشانہ بننے سے بچنے کیلئے دیتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے ''لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس'' (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۵۵)

یعنی آپ کیلئے کسی دوسرے مسلمان بھائی کا مال اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ اپنی دلی چاہت سے نہ دے۔

الحاصل ان تمام مفاسد کی وجہ سے شبینہ کا اہتمام صحیح نہیں ہے۔

چراغاں کرنا: اس رات کیلئے مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے اور یہ سارا خرچ مسجد کا شمار ہوتا ہے، حالانکہ فقہاء اس سے منع فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ مسجد کا خرچ نہیں لہذا اگر کمیٹی کے صدر نے ایسا کیا تو یہ خرچ اپنی جیب سے بھرے گا۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم حنفی (۷۸ے ھم) اپنی کتاب البحرالرائق میں فرماتے ہیں

''ولا یجوز ان یزاد علی سراج المسجد لان ذلک اسراف سواء کان فی رمضان او غیرہ ولا یزین المسجد بھذہ الوصیۃ ......ویضمن القیم وکذا یضمن اذا اسرف فی السرج فی رمضان او فی لیلۃ القدر'' (۲۱۵/۵)

یعنی مسجد کی عام معمول سے زیادی روشنی کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ اسراف ہے، اگر مسجد کے متولی (کمیٹی کے صدر) نے ایسا کیا تو یہ خرچ اس کی جیب سے وصول کیا جائے گا۔

قبرستان جانا: جب عرب کے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تو آپ ﷺ کو خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قبرستان جاتے وقت انہیں شیطان دوبارہ پھسلادے اور یہ دوبارہ جاہلیت والے کاموں میں لگ جائیں لہذا آپ نے انہیں قبرستان جانے سے منع کردیا جب وہ اس معاملے میں راسخ ہوگئے تو آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی اور یوں فرمایا:

'' کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا فانھا تزھد فی الدنیاوتذکرالآخرۃ''

(کنز العمال، ۱۵/۶۴۶)

ترجمہ: میں تم کو زیارت قبور اور قبرستان جانے سے منع کرتا رہا ہاں اب تم قبرستان جایا کرو کیونکہ اس سے دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کی یاد میں مدد ملتی ہے۔

اب شریعت مطہرہ نے زیارت قبور کیلئے کسی وقت کو خاص نہیں کیا بلکہ جس وقت جانا چاہیں اسی وقت جاسکتے ہیں البتہ شریعت کے غیر متعین امر کی اپنی طرف سے تعیین صحیح نہیں بلکہ شریعت کی رخصت کو تنگی میں تبدیل کرنا ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی آج کل جانا صحیح نہیں کیونکہ مرد و زن کا اختلاط، قوالی اور دوسرے مفاسد ثواب سے زیادہ گناہ کا موجب بنتے ہیں اور خاص طور پر عورتوں کو تو عام حالات میں قبرستان جانے کی اجازت نہیں خاص اس موقع پر جب مردوں کا ہجوم ہوتا ہے بے پردگی کا صرف وہم نہیں بلکہ یقین ہوتا ہے ایسی

صورت میں عورتوں کیلئے جانا کیسے جائز ہوگا۔

لما فی تفسیر روح المعانی (۲۴۴/۱۰): واخرج احمد والبخاری ومسلم والترمذی عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من شهر رمضان وفی حدیث اخرجه احمد وجماعة عن عبادة بن صامت مرفوعا وحدیثین اخرجهما ابن جریر وغیره عن جابر بن سمرة وعن عبدالله بن جابر کذلک مایدل علی ماذکر ایضا بل الاخبار الصحیحة الدالة علیه کثیرة وبالجملة الاقوال فیها مختلفة جدا الا ان الاکثرین علی انها فی العشر الاواخر لکثرة الاحادیث الصحیحة فی ذلک واکثرهم علی انها فی اوتارها لذلک ایضا وکثیرمنهم ذهب الی انها اللیلة السابعة من تلک الاوتار وصح من روایة الامام احمد ومسلم وابی داؤد والترمذی والنسائی وابن حبان وغیرهم ان ذربن حبیش سأل ابی کعب عنها فخلق لا یستثنی انها لیلة سبع وعشرین فقال له بم تقول ذلک یااباالمنذر فقال بالآیة والعلامة التی قال رسول الله ﷺ انها تصبح من ذلک الیوم تطلع الشمس لیس لها شعاع وبعض الاخبار عن ابن عباس ظاهرة فی ذلک......

وفی الصحیح للبخاری (۳۷۱/۱): عن عائشة قالت قال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد .

وفی الصحیح لمسلم (۲۵۹/۱): ان عبدالله بن مسعود یقول من قام السنة اصاب لیلة القدر فقال ابی والله الذی لا اله الا هو انها لفی رمضان یحلف ما یستثنی ووالله انی لاعلم ای لیلة هی هی اللیلة التی امرنا بها رسول الله ﷺ بقیامها هی لیلة صبیحة سبع وعشرین وامارتها ان تطلع الشمس فی صبیحة یومها بیضاء لا شعاع لها.

وفی شرح مسلم للنوویؒ تحت هذا :وهذا احد المذاهب فیها واکثر العلماء علی انها لیلة مبهمة من العشر الاواخر من رمضان وارجاها اوتارها وارجاها لیلة سبع وعشرین وثلاث وعشرین واحدی وعشرین......

وفی الهندیة (۸۳/۱): التطوع بالجماعة اذاکان علی سبیل التداعی یکره .

وفی الدرالمختار (۴۸/۲): (التطوع بجماعة خارج رمضان) ای یکره ذلک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر......وفی الاشباه عن البزازیة :یکره الاقتداء فی صلاة رغائب وبراءة وقدر......

وفی الشامیة (علی سبیل التداعی)هو ان یدعوا بعضهم بعضا کما فی المغرب وفسره الوانی بالکثرة

وهو لازم معناه ......(وقدر)الظاهر ان المراد بهاليلة السابع والعشرين من رمضان.

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۲): (بزيارة القبور)ای لابأس بها بل تندب كما فی البحر عن المجتبى فكان ينبغي التصريح به للامر بها في الحديث المذكور كما فی الامداد وتزار فی كل أسبوع كما فی مختارات النوازل، قال في شرح لباب المناسک الا ان الافضل يوم الجمعة والسبت والاثنين والخميس فقد قال محمد بن واسع الموتى يعلمون بزوارهم يوم الجمعة ويوما قبله ويوما بعده، فتحصل ان يوم الجمعة افضل.

(۱۹۶) ۲۷ رجب میں عبادت کا اہتمام اور مساجد کا چراغاں کرنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل ۲۷ رجب کو شب معراج بڑے دھوم دھام سے منائی جاتی ہے، کیا ۲۷ رجب کو جاگنا، اس رات میں عبادت کرنا، مساجد کا چراغاں کرنا ان تمام چیزوں کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے یا نہیں؟ نیز میں نے سنا ہے کہ شب معراج کا ثبوت ۲۷ رجب میں نہیں کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں قرآن وسنت سے شب معراج ثابت تو ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک یا ڈیڑھ سال پہلے ہوا لیکن یہ معراج کون سے مہینے اور تاریخ کو ہوئی اس میں مختلف اقوال ہیں، مثلاً سترہ ربیع الاول، ربیع الثانی، ستائیس رجب، رمضان اور شوال وغیرہ۔ بعض حضرات نے سترہ ربیع الاول اور بعض نے ستائیس رجب کو ترجیح دی ہے۔ حاصل یہ کہ ان اختلافات کے ہوتے ہوئے کسی ایک شب کو تعیین کے ساتھ شب معراج کہنا مشکل ہے۔

فضیلت کے اعتبار سے یہ شب قدر سے کم نہیں ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ شب قدر میں عبادت وریاضت کا ثبوت ملتا ہے جبکہ اس رات میں عبادت کا ثبوت نہیں ملتا، ویسے تو ہر رات کو عبادت کرنا اللہ کے ہاں قربت کا ذریعہ ہے لیکن خاص اہتمام سے لوگوں کو جمع کرنا اور مساجد میں جمع ہو کر عبادت کرنا بغیر ثبوت کے مشکل ہے، اسی طرح چراغاں کرنا چند وجوہ سے صحیح نہیں۔

۱۔ ضرورت سے زائد روشنی اسراف ہے جو جائز نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ان اللّٰه لا يحب المسرفين" یعنی اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے، اب یہ کام عبادت کے موقع پر ہو رہا ہے اور کام ایسا ہے جو اللہ کے ہاں ناپسند ہے تو بجائے فائدے کے نقصان کا کام ہوا۔

۲۔ روشنی کا یہ انتظام یا تو مسجد کے چندے سے ہوگا یا لوگوں سے چندہ کر کے، اگر مسجد کے چندے سے ہو تو جائز نہیں، کیونکہ یہ مسجد کی ضروریات سے زائد ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کے مشہور فقیہ علامہ ابن نجیم اپنی کتاب البحر الرائق میں فرماتے ہیں:

"ولا يجوز ان يزاد على سراج المسجد لان ذلک اسراف سواء كان في رمضان او غيره ولا يزين المسجد بهذه الوصية ......ويضمن القيم وكذا يضمن اذا اسرف فی السرج فی رمضان او فی ليلة

القدر" (۲۱۵/۵)

یعنی مسجد کی عام معمول سے زیادہ روشنی کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ اسراف ہے، اگر مسجد کے متولی (کمیٹی کے صدر) نے ایسا کیا تو یہ خرچ اس کی جیب سے وصول کیا جائے گا۔

اور اگر یہ خرچ چندے سے کیا جائے تو سارے خرچ کے اعتبار سے عام افراد سے متعین کر کے وصول کیا جاتا ہے، جس میں بعض افراد مجبوراً دیتے ہیں اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ "لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس" (کسی کا مال اس کی دِلی چاہت کے بغیر کھانا، استعمال کرنا جائز اور حلال نہیں ہے) لہذا یہ بھی ناجائز ہوا۔

حاصل یہ کہ یہ سارے کام ثابت نہیں پھر ان کا التزام واہتمام بدعت تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح عدم ثبوت کے علاوہ بھی اس میں دوسرے مفاسد ہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

لما فی القرآن الكريم: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ○ (الاسراء: ۱)

وفی روح المعانی (۵/ص۶): وكذا اختلف فی شهره وليلته فقال النووی فی الفتاوی: كان فی شهر ربيع الاول وقال فی شرح مسلم تبعا للقاضی عياض انه فی شهر ربيع الاخر وجزم فی الروضة بانه فی رجب وقيل فی شهر رمضان وقيل فی شوال وكان علی ماقيل الليلة السابعة والعشرين من الشهر. وهی علی مانقله السفيری افضل الليالی حتی ليلة القدر مطلقا وقيل هی افضل بالنسبة الی النبی ﷺ وليلة القدر افضل بالنسبة الی امته ﷺ ورد بان ماكان افضل بالنسبة اليه افضل بالنسبة الی امته ﷺ مطلقا نعم لم يشرع التعبد فيها والتعبد فی ليلة القدر مشروع الی يوم القيٰمة.

وفی الصحيح للبخاری (۲/ ۶۸۴): عن جابر بن عبدالله قال سمعت النبی ﷺ يقول لما كذبنی قريش قمت فی الحجر فجلی الله لی بيت المقدس فطفقت أخبرهم عن اياته وانا انظر اليه.

وفی الصحيح لمسلم (۲/ ۷۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

وفيه ايضاً (۱/ ۷۶): ...... سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الله كره لكم ثلاثا قيل وقال واضاعة المال وكثرة السؤال.

وفی طبقات ابن سعد (۱/ ۱۴۵): اسری برسول الله ﷺ ليلة سبع عشرة من شهر ربيع الاول.

وفی السيرة النبوية لابن كثير (۲/ ۹۳): اسری برسول الله ﷺ قبل خروجه الی المدينة بسنة ...... ان الاسراء كان ليلة السابع والعشرين من رجب.

وفی سیر اعلام النبلاء (۱/۲۶۴): اسری برسول الله ﷺ الی بیت المقدس قبل الهجرة بسنة.

وفی مختصر سیرة الرسول (صـ۱۹۶): کان الاسراء قبل الهجرة بسنة......وقال ابن عبدالبر وغیره کان بین الاسراء والهجرة سنة وشهران ......وذکر النووی فی فتاواه انه کان فی ثالث عشر ربیع الاخر وقال فی شرح مسلم فی ربیع الاول وقیل کان لیلة السابع والعشرین من رجب واختاره الحافظ عبدالغنی بن سرور المقدسی.

وعلی هامش اللجنة الدائمة (۳/۲۵): وهذه اللیلةالتی حصل فیها الاسراء والمعراج لم یأت فی الاحادیث الصحیحة تعیینها وکل ماورد فی تعیینها فهو غیر ثابت عن النبی ﷺ عند اهل العلم بالحدیث ...... ولوثبت تعیینها لم یجز للمسلمین ان یخصوها بشیٔ من العبادات فلم یجز لهم ان یحتفلوا بها ولوکان الاحتفال بها امراً مشروعا لبینه الرسول ﷺ للامة اما بالقول او الفعل...... ولنقله الصحابة الینا ...... فعلم ان الاحتفال بهاوتعظیمها لیسا من الاسلام فی شیٔ.

(۱۹۷) ماہِ صفر میں چھولے بانٹنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ صفر المظفر میں چھولے بانٹتے ہیں آیا اس کی کوئی شرعی حیثیت ہے یا نہیں؟ کیا اس کی کوئی فضیلت وارد ہوئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ماہِ صفر میں چھولے بانٹنے کی کوئی فضیلت وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی یہ طریقہ صحابہ وتابعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے۔ اس لئے اس کا التزام بدعت ہے لہٰذا چھولے بانٹنے اور اس کو لے کر کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوة (صـ۲۷): عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت قال رسول اللّٰه ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفی المرقات (۱/۲۱۵): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشیٔ من الطاعات او بشیٔ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول.

(۱۹۸) قبر پر اذان دینا/نجومی کو ہاتھ دکھانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں مردے کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دی جاتی ہے اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور فرشتے جب سوال کرنے آتے ہیں تو مردہ صحیح صحیح جواب

دیتا ہے۔کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

نیز پنجاب بلکہ غالباً پورے ملک ہی میں لوگ نجومی کو ہاتھ دکھاتے ہیں اور وہ ہاتھ دیکھ کر حالات بتاتا ہے۔اور کبھی اس کے بتائے ہوئے حالات بالکل درست ثابت ہوتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں میت کے دفن کے وقت یا دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

اور نجومی کے پاس جانا اور اسے ہاتھ دکھا کر احوال معلوم کرنا شرعاً ناجائز ہے جو نجومی علم غیب کا دعویٰ کرے اور اس غیب پر جو شخص اس کی تصدیق کرے دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

لمافی المشکوٰة (ص۲۷): عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت قال رسول اللّٰهﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفیها ایضا (ص۳۹۳): عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰهﷺ من اتی کاهنا فصدقه بمایقول .... فقد بریٔ ممانزل علی محمد.

وفی ردالمحتار (۲/۲۳۵): لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کماهو معتاد الآن. وقدصرح ابن حجر فی فتاویه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قیاساعلی ندبها للمولود الحاقا لخاتمة الامر بابتدائه فلم یصب.

وفیها ایضا (۴/۲۴۲): والحاصل ان الکاهن من یدعی معرفة الغیب باسباب وهی مختلفة فلذا انقسم الی انواع متعددة کالعراف والرمال والمنجم .... والکل مذموم شرعا محکوم علیهم وعلی مصدقهم بالکفر.

(۱۹۹) قبر پر پھول چڑھانا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں لوگ قبروں پر سبز پتے، پھول یا خوشبو وغیرہ ڈالتے ہیں۔آیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جواب مدلل اور واضح بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......قبروں پر پھول یا خوشبو ڈالنا شرعاً بے اصل ہے۔اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور آج کل اس کو کارِ ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے جو کہ بدعت ہے اور اس کا ترک واجب ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۱۸۲،۱۸۴): عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بحائط من حیطان المدینة اومکة فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورهما فقال النبی ﷺ یعذبان ومایعذبان فی کبیر

ثم قال بلی کان احدهما لا يستتر من بوله وكان الآخر يمشي بالنميمة ثم دعا بجريدة فكسرها كسرتين فوضع على كل قبر منهما كسرة فقيل يارسول الله لم فعلت هذا قالا لعله ان يخفف عنهما مالم ييبسا اوالى ان ييبسا.

وفي عمدة القاری (۱۲۱/۳): وكذلک مايفعله اكثر الناس من وضع مافيه رطوبة من الرياحين والبقول ونحوهما على القبور ليس بشئ.

وفي فيض الباری (۴۸۹/۲): وقال العينى رحمه الله ان القاء الرياحين ليس بشئ ولم يمنع عن انبات الشجرة وفي العالمكيرية ان القاء الرياحين ايضا مفيد قلت :والاعتماد على ماذكره العينى.

وفي معارف السنن (۳۲۶/۱) تحت هذه الرواية: وقد استنكر الخطابی ومن تبعه وضع الناس الجريد ونحوه في القبر عملا بهذا الحديث. وقال الطرطوشي لان ذلک خاصة ببركة يده وقال القاضي عياض لانه علل غرزهما على القبر بامر مغيب وهو قوله ليعذبان ....قال الراقم :اتفق الخطابی والطرطوشي والقاضي عياض على المنع وقولهم اولى بالاتباع حيث اصبح مثل تلك المسامحات والتعللات مثارا للبدع المنكرة والفتن السائرة.

(۲۰۰) نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح اگر اتفاق سے نماز جنازہ کے وقت میت کو الٹا رکھا گیا اور اسی طرح نماز پڑھ لی تو یہ نماز ہو جائے گی یا دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......احادیث مبارکہ میں میت کو جلد از جلد دفن کرنے کی تاکید آئی ہے، چنانچہ انہی روایات کی بناء پر فقہاء کرام نے کفن ودفن کا جو طریقہ بیان کیا ہے اس میں یہ صراحت کی ہے کہ جنازہ سے فراغت کے بعد فوراً میت دفنانے کیلئے لے جانا چاہیے، جنازہ کے بعد دعا یا تلاوت قرآن کے لئے نہ روکنا چاہیے، لہٰذا نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی درست نہیں، خاص طور پر جبکہ نماز جنازہ میت کے حق میں خود دعا ہے اور جنازہ میں اس طرح فاتحہ خوانی ثابت بھی نہیں کیونکہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں کتنے لوگوں کی آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اسی طرح صحابہ نے اپنی زندگیوں میں کتنے لوگوں کی نمازیں پڑھائیں لیکن کہیں جنازے کے بعد فاتحہ کا ثبوت نہیں ملتا لہٰذا جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کرنا بدعت ہے۔

۲۔ نماز جنازہ کے وقت اگر میت کو الٹا رکھ دیا گیا تو بھی نماز درست ہوگی اعادے کی ضرورت نہیں چاہے یہ الٹا رکھنا غلطی سے ہو یا جان بوجھ کر البتہ یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ اور عمداً کرنے سے گناہ ہوگا۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۱۷۶): عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال اسرعوا بالجنازة فان تک صالحة فخیر تقدمونها وان تک سوی ذلک فشر تضعونه عن رقابکم.

وفی البحرا لرائق (۲/۱۸۳): لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصة.

وفی خلاصة الفتاوی (۱/۲۲۵): لا یقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة ......ولا یقوم بالدعاء فی قراءة القرآن لاجل المیت بعد صلوة الجنازة وقبلها والله اعلم.

وفی التاتارخانیة (۲/۱۷۷): واذا اخطئوا بالراس وقت الصلاة فجعلوه فی موضع الرجلین فصلوا علیها جازت الصلوة فان فعلوا ذلک عمدا جازت صلاتهم وقد اساؤا وفی شرح الطحاوی لا تعاد.

وفیها ایضاً (۲/۱۸۰): ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوة الجنازة.

وفی الشامیة (۲/۲۰۹):......ان السنة وضع رأسه مما یلی یمین الامام کما هو المعروف الان ولهذا علل فی البدائع للاساءة بقوله لتغییرهم السنة المتوارثة.

(۲۰۱) اہل میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے ورثاء میت کے کفن دفن کے ساتھ کھانے کا انتظام بھی کرتے ہیں اور جنازے کی ادائیگی کے بعد لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا کرنا صحیح نہیں۔ آپ بتائیں کہ کون سی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں ورثاء میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ انتہائی قبیح بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی الهندیة (۱/۱۶۷): ولابأس بأن یتخذ لاهل المیت طعام کذا فی التبیین ولایباح اتخاذ الضیافة عندثلاثة ایام.

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۰): ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة وروی الامام احمد وابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبدالله قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة.

(۲۰۲) تعزیت کے ساتھ مالی امداد کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کسی کی تعزیت کے لئے جاتے ہیں تو

وہاں سے واپس آنے سے پہلے وہاں بچھی ہوئی دریوں کے نیچے سو، پانچ سو یا ہزار روپے رکھ کر آتے ہیں۔اس سے مقصود ورثاء میت کی امداد ہوتی ہے۔چاہے ورثاء امیر ہوں یا غریب۔پھر ورثاء اس رقم کو جمع کر کے آنے والے لوگوں کے لئے حقہ، چائے اور کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔اگر کوئی شخص پیسے دیئے بغیر چلا جائے تو اسے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔کیا شرعاً اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ہماری اصلاح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں تعزیت کے لئے جانے والوں کا اس طرح پیسے دینا، اس کو ضروری سمجھنا اور نہ دینے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا شرعاً ناجائز اور بدعت کے زمرے میں آتا ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافي المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

وفي ردالمحتار (۲/۲۴۰): وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتي لايفتن ....والتعزية ان يقول: اعظم الله اجرك، واحسن عزاءك وغفر لميتك ......ويكره اتخاذ الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة وروى الامام احمد وابن ماجة باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة.

(۲۰۳) حیلہ اسقاط کا شرعی طریقہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بعض علاقوں میں حیلہ اسقاط مروج ہے۔جس پر بعض علماء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ جائز نہیں جب کہ حیلہ کرنے والے کتب فقہ کے حوالے سے اس کے جواز کو ثابت کرتے ہیں۔ان میں سے کون سی بات صحیح ہے؟اور جو حیلہ کتب فقہ میں درج ہے اس کا طریقہ کار اور شرائط بھی بیان فرمائیں تا کہ ہماری اصلاح ہو سکے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز ہے۔رہا معاملہ کتب کے حوالہ جات کا تو متاخرین کی کتب میں اس کا ثبوت ملتا ہے لیکن جس حیلے کو متاخرین نے جائز قرار دیا ہے وہ حیلہ مروجہ حیلہ سے قطعاً مختلف ہے۔کیونکہ جو حیلہ کتب میں درج ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کا انتقال ہوا کہ اس کے ذمے کچھ نمازیں یا روزے باقی تھے اور اس کے ترکہ کا ثلث مال اس فدیے کے لئے کافی نہ تھا تو ایسی صورت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ ولی میت کسی فقیر کو نقدی یا گندم وغیرہ کا مالک بنائے اور وہ فقیر اپنی مرضی سے مالک کو نقدی یا وہ جنس واپس ہدیہ کردے یا کسی تیسرے شخص کو دے دے۔اور وہ تیسرا شخص ولی میت کو ہدیہ کردے۔اور اگر فقیر یا تیسرا شخص واپس نہ کرنا چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے یعنی واقعی فقیر کو مالک بنایا جائے صرف ملکیت کا ڈھونگ نہ رچایا جائے۔اس طرح متعدد بار کیا جائے، اس طرح جتنی مقدار بن جائے تو اس قدر تک اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ بطور فدیہ کے قبول فرمالیں۔

یہ ہے کتب میں درج حیلہ۔ اور ہمارے یہاں کیا ہوتا ہے وہ ہر کس و ناکس پر واضح ہے جسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔
مزید تفصیل سوال: ۱۶۰ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۰۴) تعزیت کے لئے ورثاء میت کے پاس جانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ میت کے دفن کرنے کے بعد قبر سے واپسی پر میت کے ورثاء کی تسلی وتشفی اور اس کو صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح تعزیت کے لئے جمع نہیں ہونا چاہئے، یہ بدعت ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً...... صورت مسئولہ میں جو لوگ نماز جنازہ اور دفن میں شریک ہوئے ان کے ذمے سے میت کا حق ادا ہوگیا۔ اب دفن کے بعد ورثاء کے پاس رسماً جانا مکروہ اور بدعت ہے البتہ اگر صبر کی تلقین کے لئے اپنے تعلق کی وجہ سے ورثاء میت کے ہاں جائیں تو اس کی گنجائش ہے۔

لما في البحر الرائق (۱۹۲/۲): والتعزية للمصاب سنة للحديث من عزى مصابا فله مثل اجره قال البقالي فلابأس بالجلوس للعزاء ثلاثة ايام في بيت اومسجد وقد جلس رسول الله ﷺ لماقتل جعفر وزيد بن حارثة والناس يأتون ويعزونه والتعزية في اليوم الاول افضل والجلوس في المسجد ثلاثة ايام للتعزية مكروه وفي غيره جاءت الرخصة ثلاثة ايام للرجال وتركه احسن ويكره للمعزى ان يعزى ثانيا.

وفي الهندية (۱۶۷/۱): التعزية لصاحب المصيبة حسن وروى الحسن بن زياد اذا عزى اهل الميت مرة فلاينبغي ان يعزيه مرة اخرى .... ووقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۳۹/۲): ولابأس بنقله .... وبتعزية اهله وترغيبهم في الصبر .... وبالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة ايام واولها افضل وتكره بعدها الالغائب وتكره التعزية ثانيا وعندالقبر.

وفي الشامية: وقال كثير من متاخرى ائمتنا يكره الاجتماع عندصاحب البيت ويكره له الجلوس في بيته حتى يأتي اليه من يعزى بل اذا فرغ ورجع الناس من الدفن فليتفرقوا ويشتغل الناس بأمورهم وصاحب البيت بامره اهـ.

(۲۰۵) میت یا کفن میت پر کلمہ لکھنا/ قبر پر اذان دینا/ میت کو چھتری سے ڈھانک کر لے جانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل کے بعد میت کی پیشانی اور سینے پر کسی خوشبودار چیز

سے کلمہ اور بسم اللہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اسی طرح کفن میت پر کلمہ شہادت وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟

۳۔ میت کو چھتری سے ڈھانپ کر جنازہ گاہ یا قبر تک لے جانا کیسا ہے؟

۴۔ بعد دفن میت کی قبر سے چالیس قدم ہٹ کر اذان دینا کیسا ہے؟

تمام سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں چاروں چیزیں بے اصل ہیں، ان کا شریعت وسنت میں کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوۃ (صـ۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد.

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۶): وقد افتی ابن الصلاح بانه لایجوز ان یکتب علی الکفن یٰسٓ والکهف ونحوهما خوفا من صدید المیت ....فالاسماء المعظمة باقیة علی حالها فلایجوز تعریضها للنجاسة والقول بانه یطلب فعله مردود لان مثل ذلک لایحتج به الااذاصح عن النبی ﷺ طلب ذلک ولیس کذلک اهـ.

وفیها ایضا (۲/۲۳۵): لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کماهو المعتاد الآن. وقدصرح ابن حجر فی فتاویه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قیاساعلی ندبها للمولود الحاقالخاتمة الامر بابتدائه فلم یصب.

(۲۰۶) بچوں کے ختم قرآن پر دعوت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے ختم قرآن کے موقع پر دعوت کرنا یا مٹھائی تقسیم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کیا یہ درست ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ بارہ سال میں ختم کی اور اس کے ختم پر ایک اونٹ ذبح کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا یا مٹھائی تقسیم کرنا شرعاً جائز ہے البتہ اسے ضروری نہ سمجھا جائے۔ نیز یہ بات درست ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ بارہ سال میں ختم کی اور اس کے ختم پر ایک اونٹ ذبح کیا تھا۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۱

(۲۰۷) مبتدع (بدعتی) کی تعریف

سوال...... بدعتی یا مبتدع کی تعریف کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... بدعتی یا مبتدع ایسے شخص کو کہتے ہیں جو دین میں کوئی نیا طریقہ ایجاد کرے جس کا ثبوت قرآن وحدیث وصحابہ کے آثار سے نہ ملتا ہو اور یہ طریقہ احکام دین کے مشابہ ہو اگر چہ اس سے (اس کا) مقصود اللہ کی بندگی میں کثرت اور مبالغہ ہو، اور اسے دین سمجھ کر کرے۔

لما فی الصحیح البخاری (۱/۱/۳۷۱): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رَدٌّ. اهـ

وفی مرقاة المفاتیح (۱/۲۱۶): قال النووی البدعة کل شئ عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول الله ﷺ اهـ.........

قال الشافعی رحمه الله أحدث مما یخالف الکتاب أو السنة أو الاثر أو الاجماع فهو ضلالة وما أحدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذلک فلیس بمذموم......اهـ

وفی کتاب الاعتصام (۱/۲۱): وأصل مادة بدع للاختراع علی غیر مثال سابق، ومنه قول الله تعالیٰ (بدیع السموات والارض) أی مخترعهما من غیر مثال سابق متقدم.................. یقال ابتدع فلان بدعة یعنی ابتدأ طریقة لم یسبقه إلیها سابق.

وفی (صـ۲۲)...... وهذا هو الابتداع والبدعة ویسمی فاعله مبتدعاً، فالبدعة إذن عبارة عن (طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشرعیة یقصد بالسلوک علیها المبالغة فی التعبد لله سبحانه) وهذا علی رأی من لایدخل العادات فی معنی البدعة وانما یخصها بالعبادات وأما علی رأی من أدخل الاعمال العادیة فی معنی البدعة فیقول.

(البدعة طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشرعیة یقصد بالسلوک علیها مایقصد بالطریقة الشرعیة).

(۲۰۸) غیر اللہ کی نذر کے بغیر مزار پر کھانا لے جانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کے مزار پر کوئی چیز اس لئے رکھ دے کہ یہاں فقراء ومساکین بکثرت آتے ہیں یہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اولاً بدعقیدگی کا خطرہ ہے کیونکہ شیطان اسی طرح آہستہ آہستہ بہکاتا ہے اور دوسری بات یہ کہ کم سے کم دوسرے لوگوں کی بدعقیدگی کا سبب ضرور ہے کیونکہ دوسرے لوگ یہی سمجھیں گے کہ غیراللہ کے نام پر یہ اشیاء یہاں رکھی جارہی ہیں خاص طور پر ہمارے زمانے میں جبکہ مزارات شرک وبدعات کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔اور اگر مقصود صرف فقراء کو ہی کھلانا ہے تو اس کے لئے کئی دوسرے انتظامات کئے جاسکتے ہیں،مزارات پر لانا کیا ضروری ہے؟

لمافي المشكوة (۱/۲۴۱): وعن النعمان بن بشير قال قال رسول الله ﷺ الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات لايعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك ان يرتع فيه الاوان لكل ملك حمى الاوان حمى الله محارمه الى آخر الحديث.

(۲۰۹) رقم جمع کر کے اہل میت کے ہاں کھانا پکانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ جب میت کو دفن کردیا جاتا ہے تو دفن میں شریک ہونے والے لوگ آپس میں رقم جمع کر کے میت کے گھر کھانا پکاتے ہیں جس میں سے جنازہ میں شامل ہونے والے اور دوسرے لوگوں سب کو کھلایا جاتا ہے۔کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ انفرادی طور پر کھانا تیار کر کے اہل میت کے ہاں بھیج دیا جائے۔دفن میں شریک ہونے والوں سے اس طرح رقم جمع کر کے اہل میت کے ہاں کھانا پکانا جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کئی ایسے افراد بھی ہوں گے جو پیسے نہیں دینا چاہتے لیکن دوسروں کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لئے مجبوراً دیتے ہیں۔اسی طرح روایات میں میت کے ورثاء کے ہاں کھانا بھیجنے کا ذکر ہے وہاں جاکر کھانے کا نہیں لہٰذا اس طرح انتظام واجتماع اور کھانا کھلانا جائز نہیں۔

لمافي الجامع للترمذي (۱/۱۹۵): عن عبدالله بن جعفر قال لما نعي جعفر قال النبي ﷺ اصنعوا لاهل جعفر طعاما فانه قدجاء هم مايشغلهم قال ابوعيسى .... وقد كان بعض اهل العلم يستحب ان يوجه الى اهل الميت بشئ لشغلهم بالمصيبة.

وفي سنن ابن ماجة (ص۱۱۶): عن جرير بن عبدالله البجلي قال كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة.

وفي كنزالعمال (۱/۹۲): [۳۹۷] لايحل مال امرئ مسلم الابطيب نفس منه (د عن حذيفة الرقاشي)

وفي ردالمحتار (۲/۲۴۰): قال في الفتح :ويستحب لجيران اهل الميت والاقرباء الاباعد تهيئة

طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله عليه السلام اصنعوا لآل جعفر طعاما الى آخر الحديث

..........ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فى السرور لافى الشرور.

(۲۱۰) تیجہ چالیسواں اور برسی منانا کیسا ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو تیجہ، چالیسواں اور برسی منائی جاتی ہے، اور پھر وہ لوگ جو اپنے آپ کو دیندار کہتے ہیں اس کھانے کو یہ کہہ کر کھا لیتے ہیں کہ قل ہی تو پڑھی ہے کھالو۔ کیا تیجہ چالیسواں اور برسی منانا اوران کا کھانا کھانا جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صور مسئولہ میں میت کے تیجے، چالیسویں اور برسی کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، یہ رسوم ورواج شریعت مطہرہ پر اپنی طرف سے اضافہ کرنے کے ساتھ دوسری کئی خرافات کے مجموعے ہیں لہٰذا ناجائز ہیں۔

ان کا کھانا اگرچہ فی نفسہ ناجائز نہ بھی ہو تو ایک ناجائز کام کی حوصلہ افزائی ضرور ہے، جبکہ شریعت نے اس سے بھی منع کیا ہے لہٰذا کھانا کھانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

لما فى الجامع الترمذى (۱/۱۹۵):عن عبدالله بن جعفر قال لما جاء نعى جعفر قال النبى ﷺ اصنعوا لاهل جعفر طعامافانه قد جاء هم مايشغلهم.

وفى السنن لابن ماجة (صـ۱۱٦):عن جرير بن عبدالله البجلى قال كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت و صنعة الطعام من النياحة.

وفى الشامية (۲/۲۴۰): ويكره اتخاذالضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فى السرور لا فى الشرور وهى بدعة مستقبحة.

(۲۱۱) سوئم کی شرعی حیثیت / دفن کے بعد دعا کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کے سوئم میں یعنی تیسرے دن گٹھلیوں پر کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اسی طرح اس دن آنے والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا کیسا ہے اور اس کام کے لئے تیسرا ہی دن متعین کرنا کیسا ہے؟

نیز دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح ہے یا نہیں اور سر اور پاؤں کی طرف شہادت کی انگلی قبر کی مٹی کے اندر کر کے آیات کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟ ان سب کے تفصیلی جوابات عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں تیسرے دن اہتمام والتزام سے کلمہ طیبہ کا اجتماعی طور پر ورد کرنا اور سوئم کے دوسرے لوازمات

بدعات میں سے ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے۔

میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرنا ثابت ہے چاہے ہاتھ اٹھا کر ہو یا بغیر ہاتھ اٹھائے اسی طرح دفن کے بعد میت کے سر کی طرف سورہ بقرۃ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کی طرف آخری آیات پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن سوال میں ذکر کردہ مخصوص طریقہ یعنی شہادت کی انگلی کو قبر کی مٹی میں داخل کرنا ثابت نہیں ہے۔

لما في السنن للنسائي (۲۲۲/۱): اخبرنا يوسف بن سعيد ....سمعت عائشة تحدث قالت الاأحدثكم عني وعن النبي ﷺ قلنا بلى قالت ....وذكر الحديث حتى جاء البقيع فرفع يديه ثلث مرات فاطال ثم انحرف – الى آخر الحديث –

وفي المشكوة (صـ۲٦): وعن عثمان قال كان النبي ﷺ اذافرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لاخيكم ثم سلوا له بالتثبيت فانه الآن يسأل.

وفي ردالمحتار (۲۴۰/۲): وفي البزازية ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعدالاسبوع ونقل الطعام الى القبر في المواسم واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأة سورة الانعام اوالاخلاص.

وفيه ايضا (۲۳۷/۲): وكان ابن عمر يستحب ان يقرأ على القبر بعدالدفن اول سورة البقرة وخاتمتها.

وفي مجموعة الفتاوى (۱۹۵/۱): سوال :روز سوم ياپنجم مردم طلب يابلاطلب جمع ميشوند وچند ختمے كلام مجيد مى خوانند بعضے آهسته وبعضے بآواز بلند درپياله خوشبو كل مى اندازند وديگر خصوصيات ورسوم اول مى آرند چه حكم دارد ؟ جواب :مقرر كردن روز سوم وغيره بالتخصص.......... واين مجموع بدعت است ومكروه نعم تعزيت اهل ميت وتسليه وصبر فرمودن سنت ومستحب است امااين اجتماع مخصوص روز سوم وارتكاب تكلفات ديگر وصرف اموال بى وصيت ازحق يتامى بدعت است وحرام است انتهى.

(۲۱۲) دفن کے بعد تین دفعہ دعا کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں بعض ائمہ مساجد میت کو دفن کرنے کے بعد تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگتے ہیں۔ کیا شریعت مطہرہ میں اس کا کوئی ثبوت موجود ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں دفن کے بعد ایک دفعہ دعا کرنا تو صحیح ہے البتہ تین دفعہ التزام واہتمام سے دعا کرنا کہیں سے

ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔ کیونکہ دفن کے بعد کا معاملہ بار ہا حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیش آیا۔ اگر کہیں آپ نے تین دفعہ دعا کی ہوتی تو کوئی نہ کوئی صحابی ضرور اس کو نقل کرتا لیکن کسی بھی روایت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۶): عن عثمان قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسأل.

(۲۱۳) جنازہ اٹھا کر دس قدم ناپ کر چلنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوبہ پنجاب کے بعض علاقوں میں رائج ہے کہ جب جنازہ کی چارپائی اٹھائی جاتی ہے تو امام صاحب دس قدم آگے، دس پیچھے اسی طرح دائیں اور بائیں ناپ کر چلتے ہیں۔ اس وقت تک جن لوگوں نے میت کو اٹھایا ہوتا ہے وہ آہستہ آہستہ چلتے ہیں اس کے بعد جب امام کے چالیس قدم پورے ہوجاتے ہیں تو تیز تیز چلنا شروع کردیتے ہیں۔ آیا شرعاً اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں جو چیز شرعاً ثابت ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ میت کی چارپائی کے چاروں پائے اٹھا کر دس دس قدم چلا جائے جس میں امام اور غیر امام سب برابر ہیں لہٰذا مروجہ طریقہ جس میں امام چارپائی اٹھائے بغیر دس دس قدم چلتا ہے اس کے بعد چارپائی اٹھانے والے تیز چلنا شروع کردیتے ہیں شرعاً ثابت نہیں ہے لہٰذا امام مذکور کا یہ فعل ناجائز ہے۔

لمافی الھندیة (۱/۱۶۳): ثم ان حمل الجنازة شیئین نفس السنة وکمالها امانفس السنة فهی ان تاخذ بقوائمها الاربع علی طریق التعاقب .... واما کمال السنة فلایتحقق الافی واحد وهو ان یبدأ الحامل بحمل یمین مقدم الجنازة .... فیحمله علی عاتقه الایمن ثم المؤخر الایمن علی عاتقه الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقه الایسر ثم المؤخر الایسر علی عاتقه الایسر.

وفی الدرالمختار (۲/۲۳۹): واذاحمل الجنازة وضع مقدمها علی یمینه ثم مؤخرها علی یمینه کذلک ثم مقدمها علی یساره ثم مؤخرها کذلک.

(۲۱۴) تین دن تک تعزیت اور تعزیت کا طریقہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے عزیز واقارب تین دن تک تعزیت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ آیا اس طرح تعزیت کے لئے تین دن تک جمع ہونا جائز ہے یا نہیں؟

نیز جب کوئی شخص تعزیت کے لئے آتا ہے تو کہتا ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ اور دعا کرو چنانچہ سب لوگ اس کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں۔ اسی طرح جاتے وقت بھی کہتا ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ اور دعا کرو حتی کہ وہاں موجود لوگوں کو اس دوران بار بار ہاتھ اٹھا کر

دعا کرنی پڑتی ہے۔کیاایسا کرنا صحیح ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں تین دن تک تعزیت کے لئے بیٹھنے کی گنجائش ہے البتہ اسے لازم سمجھنا صحیح نہیں ہے اور بار بار ہاتھ اٹھانا کہیں سے ثابت نہیں ہے بلکہ تعزیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ میت کے ورثاء کو صبر کی تلقین کی جائے اور میت کے لئے دعاء مغفرت کی جائے۔

لمافی الهندية (۱/۱۶۷): التعزية لصاحب المصيبة حسن ....ووقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام ويكره بعدها ....ويستحب ان يقال لصاحب التعزية غفر الله تعالى لميتك وتجاوز عنه وتغمده برحمته ورزقك الصبر على مصيبته واجرك على موته ....ولابأس لاهل المصيبة ان يجلسوا فى البيت اوفى المسجد ثلاثة ايام والناس يأتونهم ويعزونهم.

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۲۳۹): وبتعزية اهله وترغيبهم فى الصبر ....وبالجلوس لها فى غير مسجد ثلاثة ايام واولها افضل وتكره بعدها ....ويقول اعظم الله اجرك واحسن عزاءك وغفر لميتك.

وفى الشامية: (وبالجلوس لها) اى للتعزية واستعمال لابأس هنا على حقيقته لانه خلاف الاولى ......وفى الاحكام عن خزانة الفتاوى الجلوس فى المصيبة ثلاثة ايام جاءت الرخصة فيه.

(۲۱۵) میت کی چارپائی کے نیچے گندم وغیرہ رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ جب کسی کے گھر میت ہوتی ہے تو ایک یا دو من گندم میت کی چارپائی کے نیچے رکھ دیتے ہیں جب غسل دینے والا میت کو غسل دیتا ہے تو میت کے دفن سے پہلے پہلے وہ غلہ غسل دینے والے کو دے دیا جاتا ہے کیا یہ طرزِ عمل شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً ......صورتِ مسئولہ میں آپ کے علاقہ میں یہ جو رسم ہے کہ میت کی چارپائی کے نیچے ایک یا دو من گندم رکھ دیتے ہیں اور پھر یہی گندم میت کو غسل دینے والے کو دیدیتے ہیں۔تو یہ عمل بالکل جاہلانہ رسم ہے۔جس کا ثبوت نہ تو قرآن وسنت سے ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ سے ہے۔لہٰذا مسلمانوں کو اس سے گریز کرنا چاہئے۔اور اسے ترک کرنا واجب ہے۔

لمافى القرآن الكريم (سورة الاحزاب: ۲۱): لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الاخر وذكر الله كثيراً الآية.

(سورة الحشر: ۷): وما آتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا واتقوا الله ان الله شديد العقاب. الاية

وفی صحیح البخاری (۱/۳۷۱): عن عائشة قالت قال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو ردّ. وفی روایة لمسلم (۲/۷۷): من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو ردّ.

وفی مشکوة المصابیح (۱/۲۷): عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمدٌ وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة.

وفی فتح الملهم (۵/۴۴۷): قال النووی: البدعة کل شئ عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول الله ﷺ .... وتحصل للعبد الضعیف من کلمات شیوخنا وافاداتهم أن الأصل فی البدعة الشرعیة انما هو قول النبی ﷺ من احدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ والمراد بالأمر الدین کما صرّحوا به فلا یطلق الا علی الأمور المحدثة فی الدین لاعلی کل امر محدث وبهذا یخرج امثال التوسع فی المطاعم وغیرها من الأمور المباحة بل بعض الرسم التی یفعل فاعلوها لاعلی وجه التقرب والاحتساب ایضا عن حد البدعة الشرعیة وإن کانت داخلة فی حد البدعة اللغویة فان هذه الافعال لایباشرها من باشرها ظانا وناویا انها من الدین فلیست هی من الاحداث فی الدین فی شئ وکذا قوله علیه السلام مالیس منه یدل علی أن الأمور التی لها أصل من الکتاب أو من سنته ﷺ أو من سنة الخلفاء الراشدین المهدین أو تعامل عامة السلف رضی الله عنهم والاجتهاد المعتبر بشروطه المستند إلی النصوص لاتسمی محدثة ولا بدعة شرعیة فان هذه الأصول کلها من الدین تنصیصا أو تعلیلاً کما تقرر فی محله.

(۲۱۶) قضائے عمری کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں بعض لوگ ۱۵ شعبان کو ظہر کے بعد اسی طرح جمعۃ الوداع کے دن قضاء عمری کے نام سے نمازیں پڑھتے ہیں کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس نماز سے پوری عمر کی نمازیں معاف ہو جاتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مروجہ قضائے عمری کہیں سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ اسلام دشمنوں کی طرف سے ایجاد کردہ قبیح بدعت ہے تاکہ مسلمان سال بھر نماز پڑھنے کے بجائے سال میں ۲ یا ۴ رکعت پڑھ کر اپنے آپ کو بریٔ الذمہ سمجھنے لگیں۔ چنانچہ ان کی یہ سازش کچھ اپنوں کی وجہ سے کامیاب ہوگئی جنہیں اپنے ہاں کچھ چہل پہل اور رونق چاہیے تھی۔ انہوں نے ان مواقع پر باقاعدہ اہتمام سے اس پر عمل کرنے کی لوگوں کو ترغیب دی جیسے یہ دین کا انتہائی اہم شعبہ ہو۔ حالانکہ یہ عمل کہیں سے بھی ثابت نہیں ہے بلکہ کتب احادیث اور تمام فقہاء کی کتب میں یہ صراحت موجود ہے کہ جب کسی شخص کی نماز قضا ہو جائے تو بعد میں اس کی قضا پڑھنا ضروری ہے اور اگر متعدد

نمازیں فوت ہوجائیں تو سب کی قضاء بھی اسی طرح پڑھی جائے گی۔قضاءِ عمری کا مذکورہ طریقہ جائز نہیں ہے۔

لمافی الجامع الترمذی (۱/۴۳): عن قتادة قال ذکروا للنبی ﷺ نومهم عن الصلوة فقال انه لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظة فاذا نسی احدکم صلاة اونام عنها فلیصلها اذا ذکرها .... عن ابی عبیدة بن عبدالله بن مسعود قال قال عبدالله ان المشرکین شغلوا رسول الله ﷺ عن اربع صلوات یوم الخندق حتی ذهب من اللیل ماشاء الله فامر بلالافاذن ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر ثم اقام فصلی المغرب ثم اقام فصلی العشاء.

وفی الهندیة (۱/۱۲۱): کل صلاة فائت عن الوقت بعد وجوبها فیه یلزم قضاء ها سواء ترک عمدا اوسهوا أوبسبب نوم وسواء کانت الفوائت کثیرة اوقلیلة.

(۲۱۷) تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ختم قرآن اور دوسرے وظائف کے آخر میں تین بار سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں۔کیا ایسا کرنا درست ہے یا یہ ہمارے دور کی ایجاد ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں ختم قرآن یا دوسرے وظائف کے بعد تین بار سورۃ اخلاص پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ اس کو لازم نہ سمجھا جائے البتہ فرض نماز میں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

لمافی التاتارخانیة (۱/۵۰۳): قرأة قل هو الله احد ثلاث مرات عند ختم القرآن لم یستحسنها بعض المشائخ.وقال الفقیه ابوالليث: هذا شئ استحسنه اهل القرآن وائمة الامصار فلابأس به وفی النوازل: قال الفقیه :وبه نأخذ لان مارآه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن الاان یکون ختم القرآن فی الصلاة.وفی الخانیة :فی المکتوبة فلایزید علی مرة واحدة.

وفی الهندیة (۵/۳۱۷): قرأة قل هوالله احد ثلاث مرات عقیب الختم لم یستحسنها بعض المشائخ واستحسنها اکثرالمشائخ لجبر نقصان دخل فی قرأة البعض الاان یکون ختم القرآن فی الصلاة المکتوبة فلایزید علی مرة واحدة.

(۲۱۸) نعمت کے شکرانے کے طور پر عید میلاد النبی منانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دوران بیان یہ کہا کہ حضور ﷺ کائنات کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہیں اور قرآن میں ہے ربنا انزل علینا مائدة من السماء تکون لنا عیدالاولنا وآخرنا الایة.

یہاں مائدۃ کے نعمت کی وجہ سے عید منائی جارہی ہے تو اگر مائدہ کی وجہ سے عید منائی جاسکتی ہے تو حضور ﷺ جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہیں آپ کا اس دنیا میں تشریف لانا بھی نعمت ہے لہٰذا اس دن بطریق اولی عید منانا جائز ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس آیت سے عید میلا دالنبی پر استدلال کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں تو اس کا جواب کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... نبی کریم ﷺ کا وجود اطہر ومبارک بلاشک وشبہ کائنات کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے۔ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی خاک پا اور آپ کی سواری تک کا ذکر انتہائی مبارک ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا آپ ﷺ سے ذرا بھی تعلق ہے اس کا ذکر نہایت پسندیدہ اور اعلی درجے کا مستحب عمل ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس کے لئے ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ اسی دن کو مقرر کر کے عید میلا دالنبی منانا، محفل میلاد منعقد کرنا، جلوس نکالنا یا اسی دن کو مخصوص کر کے فقراء ومساکین کو کھانا کھلانا اور دلیل میں یہ آیت مبارکہ پیش کرنا کہ مائدہ خداوند کریم کی طرف سے نعمت ہے اور نعمت خداوندی کی وجہ سے بنی اسرائیل نے کہا کہ تکون عیدا لاولنا الآیۃ. اس آیت سے عید میلا دالنبی ﷺ ثابت کرنا محض سینہ زوری ہے ورنہ کہاں یہ آیت کریمہ اور کہاں اس سے استدلال......؟؟

اس لئے کہ وہاں پر عید اس لئے کہ نبی کی مبارک ومقدس زبان سے اسے عید کہا جارہا ہے جبکہ یہاں ۱۲ ربیع الاول کو عید منانے کا ثبوت حضور ﷺ کے ۲۳ سالہ دور نبوت میں نہیں ملتا اس کے بعد ۳۰ سالہ خلافت راشدہ کا دور گزرا اس میں بھی کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ حالانکہ جن حضرات نے بلاواسطہ نبی کریم ﷺ سے قرآن اور دوسری تعلیمات سیکھیں وہ صحابہ ایسے عاشق صادق تھے کہ آپ کے وضو کا پانی اپنے بدن پر مَلا کرتے تھے، آپ کے لعاب مبارک کو کبھی زمین پر گرنے نہیں دیا اور آپ کے خون کو بھی باعث برکت سمجھ کر پی لیا۔ اگر اس طرح کے افعال میں کوئی بھلائی ہوتی تو کیا وہ لوگ اس کام کو سب سے پہلے نہ کرتے حالانکہ حضور ﷺ کے بعد ایک سو سال تک صحابہ کا وجود پاک اس دنیا پر رہا، کیا کسی صحابی سے ایک دفعہ بھی ایسا کرنا ثابت ہے؟

اس کے بعد تابعین کا دور بھی تقریباً ایک صدی پر محیط ہے جنہیں نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے خیر القرون کا لقب ملا، ان کے اس دور میں بھی کہیں سے عید میلا دالنبی کا ثبوت نہیں ملتا۔ پھر تبع تابعین سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

ان مبارک ادوار میں اگر کوئی چیز موجود نہیں تھی تو پھر بعد میں آپ اور میں زبردستی اسے دین میں داخل کرنا چاہیں اور یہ چاہیں کہ ہمیں اپنی مرضی سے کام کرنے کے باوجود اللہ تعالی کی طرف سے ثواب بھی ملے گا اور اسے دین کی خدمت بھی سمجھا جائے تو ہمارے یہ افعال مردودہ ہمارے منہ پر ماردیئے جائیں گے اور بجائے ثواب کے اس پر مواخذہ ہوگا۔ یہی حال عید میلا دالنبی اور اس دن مروجہ رسوم کا ہے کہ ان پر ثواب کے بجائے مواخذہ کے امکانات زیادہ ہیں۔

ضد وعناد کی وجہ سے اپنا دینی واخروی نقصان کرنا کونسی عقل مندی ہے لہٰذا جب حق سامنے آجائے تو اسے قبول کر لینا چاہئے اور حق یہی ہے کہ عید میلا دالنبی اور اس میں مروجہ افعال کا دین سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا ان سے احتراز کرتے ہوئے نبی علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ وماعلینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۷

(۲۱۹) تبرکات کی زیارت کے لئے تعیین وقت

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بزرگان دین اور سلف صالحین کے کپڑوں یا دوسرے تبرکات کی زیارت کرنا کیسا ہے؟ نیز اس کے لئے وقت اور دن متعین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بزرگان دین کے تبرکات اپنے پاس رکھنا، دوسرں کو زیارت کرانا اور ان کی زیارت کرنا سب صورتیں جائز ہیں البتہ دن اور وقت کی تعیین کہیں سے ثابت نہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

لمافي الصحيح للبخاري (۳۱/۱): قال ابو موسیٰ دعاالنبی ﷺ بقدح فيه ماء فغسل يديه ووجهه فيه ومج فيه ثم قال لهما اشربامنه وافرغا علی وجوهكما ونحوركما.

وفيها ايضا (۳۸/۱): قال عروة عن المسور ومروان خرج رسول الله ﷺ زمن الحديبية فذكر الحديث .... وماتنخم النبی ﷺ نخامة الاوقعت فی كف رجل منهم فدلک بهاوجهه وجلده.

وفی سنن ابی داؤد (۸۵/۲): عن اسامة بن زيد قال خرج رسول الله ﷺ يعود عبدالله ....فلما مات اتاه ابنه فقال يانبی الله ان عبدالله ابی قدمات فاعطنی قميصک اكفنه فيه فنزع رسول الله ﷺ قميصه فاعطاه اياه.

وفی ردالمحتار (۲۳۵/۲): وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وماذاک الالكونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع فالمواظبة عليها فيه توهم العوام بانها سنة فيه.

(۲۲۰) بیت اللہ اور روضہ مبارک کی شبیہ بنانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کعبہ اور روضہ رسول کے مشابہ کعبہ اور روضہ کا نمونہ (ماڈل) بنانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص ثواب کی نیت سے ان کی زیارت کرے تو از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں کعبہ اور روضہ رسول کے مشابہ کعبہ اور روضہ رسول بنانا جیسا کہ آج کل مبتدعین ربیع الاول میں بناتے ہیں کئی وجوہ سے ناجائز ہے:

اول: اس میں بیت اللہ اور روضہ مبارکہ کی توہین ہے جو کہ ناجائز ہے۔

ثانی: اسراف مال ہے جو عوام سے ہزار دھوکے کر کے لیا جاتا ہے اور انہیں حصول ثواب کی امید دلائی جاتی ہے جو عدم ثبوت کی

وجہ سے جھوٹ ہے۔ اور یہ دونوں یعنی اسراف مال اور جھوٹ کبائر میں سے ہیں۔

ثالث: اس کے ذریعے سے عوام میں غلط عقائد پھیلتے ہیں کہ مصنوعی چیز کی بنیت ثواب زیارت کرنے لگتے ہیں جیسا کہ اہل بدعت کے ہاں یہی کچھ ہو رہا ہے اور ہر وہ چیز جو بدعقیدگی کا باعث بنے ناجائز ہے۔

رابع: عورتوں اور مردوں کا اختلاط پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس میں کئی قباحتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا یہ جائز نہیں۔

ان خرافات اور غیر مشروع اشیاء کی زیارت بنیت ثواب یہ بجائے ثواب کے گناہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اور بلانیت ثواب زیارت سے بھی احتراز کرنا چاہئے کیونکہ اس سے کم از کم بنانے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور غیر مشروع چیز کی حوصلہ افزائی بھی شریعت کی نظر میں صحیح نہیں ہے۔

لقوله تعالى (الانعام: ۱۴۱): ولا تسرفوا ط انه لايحب المسرفين ۝

(الحج: ۳۰): واجتنبوا قول الزور ۝

وفي المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

(۲۲۱) شادی کے وقت چھوہاروں کی تقسیم

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی کے وقت چھوہارے تقسیم کرنا کیسا ہے؟ میرے ایک دوست نے اپنی شادی کے موقع پر چھوہارے تقسیم کئے، میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ وجہ بتلائی کہ یہ سنت ہے جبکہ میرے دیگر دوستوں کا کہنا ہے کہ یہ بدعت ہے کہیں سے ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ براہ کرم آپ وضاحت فرمائیں کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں چھوہارے تقسیم کرنا مسنون ہے، انہیں بدعت کہنا صحیح نہیں۔ البتہ یہ ایسی چیز نہیں کہ جس پر زیادہ اصرار کیا جائے لہٰذا اگر کوئی چیز تقسیم ہی نہ کی جائے یا تقسیم کی جائے لیکن چھوہاروں کے علاوہ کوئی چیز ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

لما في اعلاء السنن (۱۱/۱۲): قالت ام حبيبة (زوج النبي ﷺ فذكرت قصة هجرتها الى الحبشة وارتداد زوجها الاول الى النصرانية وكتاب النبي ﷺ الى النجاشي يأمره ان يخطبها للنبي ﷺ ويزوجها منه ففعل واصدقها اربعمائة دينار من عنده فقبضها خالد ابن سعيد لام حبيبة ثم ارادو ان يقوموا: فقال اجلسوا فان سنة الانبياء عليهم الصلاة والسلام اذاتزوجوا ان يؤكل الطعام على التزويج فدعا بطعام فاكلوا ثم تفرقوا.

قلت: وليس ذلک بوليمة بل هو طعام التزويج ويلتحق به ماتعارفه المسلمون من نثر التمر ونحوه في مجلس النكاح. فقد روى البيهقي عن معاذ بن جبل بسند فيه ضعف وانقطاع: ان النبي ﷺ حضر

فی املاک (ای نکاح) فاتی بطباق علیها جوز ولوز وتمر ، فنثرت فقبضنا ایدینا، فقال :مابالکم لاتأخذون فقالوا:لانک نهیت عن النهبی فقال :ممانهیتکم عن نهبی العساکر خذوا علی اسم الله فجاذبنا وجاذبناه.

(۲۲۲) یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر چھٹی کا مطالبہ

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یوم پیدائش اور یوم وفات وغیرہ منانے کا کیا حکم ہے؟ اور اسی طرح یہ مطالبہ کرنا کہ یوم صدیق اکبر سرکاری طور پر مناتے ہوئے عام تعطیل کی جائے۔ شریعت مطہرہ میں اس مطالبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایام کو اس طرح منایا جائے کہ ان کی دینی خدمات اور سیرت کو بیان کیا جائے تاکہ ان کے حالات زندگی اور دوسرے معمولات لوگوں کے سامنے آئیں جس سے لوگوں میں دین کی رغبت اور شوق پیدا ہو تو یہ عمل جائز و مستحسن ہے۔ البتہ اس کو دین کا حصہ نہ سمجھا جائے اور اس کا التزام واہتمام بھی نہ کیا جائے۔ نیز اس دن چھٹی کرنا اور جلوس نکالنا عدم ثبوت کی بناء پر جائز نہیں، اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد.

وفی شرعة البهیة (۱/۱۶۵): ان عمل المولد بدعة لم یقل به ولم یفعله رسول الله ﷺ والخلفاء والائمة ......وقد اتفق علماء المذاهب الاربعة بذم هذا العمل. (بحواله راه سنت)

(۲۲۳) اجتماعی طور پر سورہ یٰسین کا اہتمام کرنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر مدارس میں فجر کے بعد اجتماعی طور پر سورۃ یٰسین تلاوت کی جاتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ کیا اس کا شمار بدعت میں تو نہیں ہوگا۔

الجواب حامداًومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں سورۃ یٰسین پڑھنا باعث خیر و برکت ہے جیسا کہ مختلف احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اور اجتماعی طور پر پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے البتہ اگر اسے لازم سمجھا جائے اور نہ پڑھنے والوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے تو یہ بدعت میں داخل ہو جائے گی۔ لیکن اگر طعن و تشنیع ترک یٰسین پر نہ ہو بلکہ مدرسہ کے اصول وضوابط کی خلاف ورزی پر ہو تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۱۸۹): عن عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رسول الله ﷺ قال من قرأ یٰس فی

صدر النهار قضيت حوائجه. عن انس بن مالک ﷺ قال قال رسول الله ﷺ قال ان لكل شئ قلبا وقلب القرآن يٰس ومن قرأيٰس كتب الله له لقرأتها قرأة القرآن عشرمرات.

وفي اعلاء السنن (۳/۱۸۳): عن ابن مسعود ﷺ قال لايجعلن احدكم للشيطان من نفسه جزء لايرى الاان حقاعليه ان لاينصرف الاعن يمينه اكثر مارأيت رسول الله ﷺ ينصرف عن شماله.

قال الامام النووى فى شرح مسلم ....اما الكراهة التى اقتضاها كلام ابن مسعود ص فليست بسبب اصل الانصراف عن اليمين اوالشمال وانما هى فى حق من يرى ان حقاعليه فانماذم من راٰه حقا عليه.

(۲۲۴) ہر جمعرات یٰسین کا ختم کروانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے کی مسجد میں ہر جمعرات کو یٰسین شریف کا ختم ہوتا ہے اور ختم کے بعد اجتماعی دعا بھی کی جاتی ہے۔ غیر مقلدین حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بدعت ہے، لہذا اس میں شرکت نہ کرو۔ آپ اس سلسلے میں ہماری راہنمائی فرمائیں کہ کیا اس ختم میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی رو سے جواب عنایت فرمائیں۔ جزاک اللہ خیرا احسن الجزاء

الجواب حامداً ومصلیاً...... پہلے یہ سمجھئے کہ ایک دوام ہے اور ایک التزام، دونوں میں اصطلاحی اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں البتہ شرعی اعتبار سے دونوں میں فرق ہے، اور وہ اس طرح کہ شریعت نے بعض امور کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا ہے اب اگر کوئی ان اختیارات کے باوجود ان امور کو تسلسل اور دوام کے ساتھ کرتا ہے مثلاً اوابین یا تہجد کی نماز کہ سلف صالحین نے اس کو ہمیشہ ادا کیا ہے، تو ان امور کا یہ تسلسل نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے البتہ اگر کوئی اس تسلسل کے ساتھ اسے لازم بھی سمجھتا ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کو برا سمجھتا ہے تو یہی التزام ہے جو کہ ناجائز ہے۔ اب آپ کے ہاں یٰسین کے ختم کا صرف دوام ہے تو یہ جائز ہے لیکن اگر دوام کے ساتھ التزام بھی پایا جاتا ہے کہ اس میں شرکت نہ کرنے والوں کو برا سمجھا جاتا ہے تو پھر اس میں شرکت جائز نہیں۔

لما فى الصحيح لمسلم (۱/۳۶۱): عن ابى هريرة رضى الله عنه عن النبى ﷺ قال لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالى ولا تخصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام الا ان يكون فى صوم يصوم احدكم.

قال النوویؒ تحت هذه :وفى هذا الحديث النهى الصريح عن تخصيص ليلة الجمعة بصلوة من بين الليالى ويومها بصوم كما تقدم وهذا متفق على كراهته واحتج به العلماء على كراهة هذه الصلوة المبتدعة التى تسمى الرغائب قاتل الله واضعها ومخترعها فانه بدعة منكرة من البدع التى هى

ضلالة وجهالة وفيها منكرات ظاهرة.

وفي فتح الباری (۲/۲۷۰): قال ابن المنير فيه ان المندوبات قد تنقلب مكروهات اذا رفعت عن رتبتها لان التيامن مستحب في كل شيء ای من امور العبادة لكن لما خشي ابن مسعود ان يعتقدوا وجوبه اشار الى كراهته.

وفي مرقات المفاتيح (۲/۳۵۳): قال الطيبی وفيه ان من اصر على امرمندوب وجعله عزما ولم يعمله بالرخصه فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال.

وفي الهداية (۱/۱۲۱): (ويكره ان يوقت بشيء من القرآن لشيء من الصلوات) لما فيه من هجر الباقي وايهام التفضيل.

وفي فتح القدير (۱/۳۳۷): قال الطحاوی والاسبيجابی هذا اذا راه حتما يكره غيره اما لو قرأ لـلتيسير عليه او تبركا بقراته ﷺ فلا كراهة لكن بشرط ان يقرأ غيرهما احيانا لئلا يظن الجاهل ان غيرهما لا يجوز.

وفي الدرالمختار (۱/۵۶۰): (ومبتدع) ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول ﷺ.

وفي الشامية ...... ما احدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول ﷺ من عمل او علم او حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما.

(۲۲۵) نمازعید کے بعد مصافحہ کرنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کئی علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ عیدین کے بعد مصافحہ بدعت ہے۔اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتوں سے متعلق جوابات مطلوب ہیں:

(۱) عام رواج کے مطابق عید کے بعد مصافحہ ومعانقہ پر گرفت کرنے پر لوگ جواب دیتے ہیں کہ یہ عندالملاقات ہے حالانکہ نیت عید کے بعد مصافحے کی ہوتی ہے۔کیاان کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(۲) کس حد تک التزام کے بعد یہ بدعت بن جاتا ہے؟

(۳) مصافحہ ومعانقہ کا بدعت ہونا عیدگاہ کی حد تک ہے یا عیدگاہ کے باہر بھی بدعت ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں مصافحہ ومعانقہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ بوقت ملاقات مصافحہ ومعانقہ مسنون ہے اور عیدین اور نماز پنجگانہ کے بعد علی الدوام یا سنت سمجھ کر یا رواج دینا مقصود نہ ہو بلکہ بلانیت یا اتفاقاً ہوجائے تو درست ہے اس میں

کوئی حرج نہیں۔لہٰذا اس معاملے میں زیادہ تشدد نہ ہونا چاہئے البتہ اگر کوئی سنت سمجھے یا علی الدوام کرے تو مکروہ و بدعت ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۰

(۲۲۶) دعا بعد الفرائض کا التزام بدعت ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرائض کے بعد ہمارے ہاں جو دعا مروج ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ مستحب ہے اور عام قاعدہ ہے کہ امر مستحب پر ایسا التزام جیسا فرائض وواجبات کا ہوتا ہے بدعت ہے تو کیا اس التزام کو بدعت نہیں کہا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......فرائض کے بعد دعا خود حضور ﷺ سے ثابت ہے اور اسی طرح صحابہ کرام سے لہٰذا یہ مسنون ہے اور اس پر التزام بدعت نہیں ہے اور کسی مستحب پر دوام اس وقت بدعت ہوتا ہے جب اس پر التزام کا عقیدہ بھی ہو۔اگر صرف عملی اعتبار سے دوام ہے اور عقیدہ التزام کا نہ ہو تو بدعت نہیں کہا جا سکتا ہے خاص طور پر جبکہ وہ حکم خود خیر القرون سے ثابت ہو۔

لمافی المشکوة (ص۸۸): عن معاذ بن جبل قال اخذبیدی رسول الله ﷺ فقال انی لاحبک یامعاذ قلت وانا احبک یارسول الله قال فلاتدع ان تقول فی دبر کل صلاة رب اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک.

عن ثوبانص قال کان رسول الله ﷺ اذا انصرف من صلوته استغفر ثلثا وقال اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذاالجلال والاکرام.

وفیهاایضا (ص۷۷): عن الفضل بن عباس قال قال رسول الله ﷺ الصلوة مثنی مثنی تشهد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن ثم تقنع یدیک یقول ترفعهما الی ربک مستقبلا ببطونهما وجهک وتقول یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فهو کذا کذا وفی روایة فهو خداج.

وفی المرقات (۲۶۸/۲) تحت هذه الروایة: (ثم تقنع یدیک) من اقناع الیدین رفعهما فی الدعاء ......ای اذا فرغت منها فسلم ثم ارفع یدیک سائلاحاجتک.

وفی فیض الباری (۳۱۴/۲): باب الذکر بعد الصلوة ....تحت هذا الباب ......واعلم ان الادعیة علی نحوین نحوثبت دبر الصلوة قبیل السنة ونحو آخرثبت فی الاوقات المنتشرة.

(۲۲۷) مبتدعین کی مساجد ومدارس پر قبضہ کرنے کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن مساجد ومدارس میں بدعات کا پرچار ہوتا ہو ایسی مساجد

کے متولیوں کو ہٹا کران مساجد ومدارس پر قبضہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس نیت سے کہ بدعات کو ختم کیا جا سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کسی مسجد یا مدرسہ کے متولی یا امام یا کوئی ذمہ دار اہل بدعت (یا فاسق، خائن غرض شریعت کے خلاف کام کرنے والا) ہوا گر ان کو بغیر فساد وانتشار کے معزول کرنا (ہٹانا) ممکن ہو تو ان کو ہٹا کر اہل حق، عالم بالسنۃ متولی اور امام کو مقرر کرنا واجب ہے البتہ اگر بغیر فتنہ وفساد کے امکان نہ ہو تو ان کو ہٹانے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے نصرت ونجات طلب کرتے رہیں۔

لمافی صحیح البخاری(۱/۱۴): عن ابی هریرةؓ قال بینما النبی صلی الله علیه وسلم...... فاذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة فقال کیف اضاعتها قال اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة.

وفی مشکوة المصابیح (۱/۳۱): عن حسان قال ما ابتدع قوم بدعة فی دینهم الانزع الله من سنتهم مثلها ثم لا یعیدها الیهم یوم الی یوم القیٰمة.

وفیه ایضاً: عن ابراهیم بن میسرة قال قال رسول الله ﷺ من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام

وفی الهامش ای اسلامه او کمال اسلامه او علی هدم اهل اسلام.

وفی الهندیة (۱/۸۴): تجوز الصلاة خلف صاحب هوی وبدعة...... حاصله ان کان هوی لا یکفر به صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الکراهة...... ولو صلی خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لکن لاینال مثل ما ینال خلف تقی......الخ.

وفی الدرالمختار(۱/۵۶۰):ویکره امامة...... ومبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسولؐ الخ.

وفی الشامیة (۴/۳۸۰): "وینزع وجوبا" مقتضاه اثم القاضی بترکه والاثم بتولیة الخائن ولا شک فیه...... لو کان المتولی هو الواقف...... واستفید منه ان للقاضی عزل المتولی الخائن غیر الواقف بالاولیٰ......

وفی البخاری(۱/۹۶):عن عبید الله ابن عدی بن الخیار انه دخل علی عثمان بن عفان وهو محصور فقال انک امام عامة ونزل بک ماتری ویصلی لنا امام فتنة ونتحرج فقال الصلوة احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم واذا اساؤا فاجتنب اساء تهم.

وفی اعلاء السنن (۴/۲۳۲): کره الناس الصلوة خلف الذین حصروا عثمان" اهـ ولکن عثمانؓ انما حضهم علی الصلاة خلفهم لما علم من عجز القوم عن عزلهم وبذالک تزول الکراهة عمن یقتدی به.

وفی الشامیة (۱/۵۶۰): واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یهتم لامر دینه، وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً ولا یخفی انه اذا کان اعلم من غیره لا تزول العلة فانه لا یؤمن ان یصلی بهم بغیر طهارة فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالک وروایة عن احمد فلذا حاول الشارح فی عبارة المصنف وحمل الاستثناء علی غیر الفاسق.

(۲۲۸) رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت کی تعیین اور نعت خوانی کی شرعی حیثیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول کہیں سے ثابت ہے یا نہیں؟ نیز نعت خوانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... اہل سیر اور مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟ اس میں آٹھویں، نویں اور بارہویں ربیع الاول کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ البتہ راجح قول آٹھ (۸) ربیع الاول کا ہے۔

نعت خوانی جب شریعت کی حدود میں ہو تو جائز ہے بایں طور کہ اس میں حضور ﷺ کی تعریف بیان کی جائے، کفریہ وشرکیہ الفاظ نہ ہوں، کوئی ایسا جملہ نہ ہو جس سے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کا شائبہ بھی ہو اور مروجہ زائد رسوم خاص طور پر مرد و زن کے اختلاط سے پاک اور دوسروں کی ایذا رسانی کا باعث نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

لقوله تعالی (الشعراء: ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶): والشعراء یتبعهم الغاوٗن o ألم تر انهم فی کل واد یهیمون o وانهم یقولون مالایفعلون o الاالذین آمنوا وعملوا الصالحات وذکروا الله کثیرا الایة

وفی روح المعانی (۱۹/۱۴۷): ان الشعر باب من الکلام حسنه حسن وقبیحه قبیح وفی الحدیث ان من الشعر لحکمة وقد سمع رسول الله ﷺ الشعر واجاز علیه وقال علیه الصلوة والسلام لحسان رضی الله عنه اهجهم یعنی المشرکین فان روح القدس سیعینک وفی روایة اهجهم وجبرائیل معک.

وفی المشکوة (صـ۴۰۹): عن عمرو بن الشرید عن ابیه قال ردفت رسول الله ﷺ یوما فقال هل معک من شعر امیة بن الصلت شیٔ قلت نعم قال هیه فانشدته بیتا فقال هیه ثم انشدته بیتا فقال هیه حتی انشدته مائة بیت حتی انشدته مائة بیت.

وفی السیرة النبویة لابن کثیر (۱/۱۹۸): ولد صلوات الله علیهم وسلامه یوم الاثنین ....ثم الجمهور علی ان ذلک کان فی شهر ربیع الاول فقیل للیلتین خلتا منه قاله ابن عبدالبر فی

الاستیعاب ورواه الواقدی عن ابی معشر نجیح بن عبد الرحمن المدنی وقیل لثمان خلون منه حکاه الحمیدی عن ابن حزم ورواه مالک وعقیل ویونس بن یزید وغیرهم عن الزهری عن محمد بن جبیر بن مطعم. ونقل ابن عبد البر عن اصحاب التاریخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الکبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی ورجحه ابوالخطاب بن دحیة ....وقیل لعشر خلون منه نقله ابن دحیة ....وقیل لثنتی عشر خلت منه نص علیه ابن اسحاق..........وهذا هو المشهور عند الجمهور. وهکذا فی البدایة والنهایة (۲/۲۴۲)

(۲۲۹) قبر پر قرآن مجید کی تلاوت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر قرآن مجید پڑھ کر میت کو ثواب بخشنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قبر پر جا کر قرآن مجید پڑھنا اور مُردوں کو ثواب پہنچانا جائز ہے البتہ اجرت لیکر پڑھنا جائز نہیں۔

لمافی الطحطاوی علی المراقی (ص۵۱۳): ویستحب للزائر قرأة سورة یٰس ....واخذ من ذلک جواز القرأة علی القبر والمسألة ذات خلاف قال الامام تکره لان اهلها جیفة ولم یصح فیها شیٔ عنده عنها وقال محمد تستحب لورود الآثار وهو المذهب المختار کماصرحوا فی کتاب الاستحسان.

وفی الهندیة (۵/۳۵۰): ان قرأة القرآن عند القبور ان نوی بذلک ان یونسه صوت القرآن فانه یقرأ وان لم یقصد ذلک فالله تعالی یسمع قرأة القرآن حیث کانت.

(۲۳۰) کلمہ طیبہ یا کوئی آیت کفن پر روشنائی سے لکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کفن پر کلمہ طیبہ یا قرآن کریم کی کوئی آیت وغیرہ روشنائی سے لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کفن میت پر روشنائی سے کلمہ طیبہ یا دوسری آیات وغیرہ لکھنا جائز نہیں کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد انسانی جسم گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے لہٰذا کسی کفن پر آیت یا کلمہ لکھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی کپڑے پر آیات وغیرہ لکھ کر اسے نجاست میں پھینک دینا۔ لہٰذا ہر حال میں اس سے اجتناب ضروری ہے البتہ اگر بغیر روشنائی استعمال کئے صرف انگلی سے میت کی پیشانی یا سینے پر کچھ لکھ دیا جائے یعنی الفاظ نظر نہ آئیں اور صرف انگلی چلائی جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لمافی ردالمحتار (۲/۲۴۶): وفی فتاوی المحقق ابن حجر المکی الشافعی سئل عن کتابة العهد

علی الکفن وھو لاالہ الا اللہ واللہ اکبر .... ھل یجوز ولذلک اصل فاجاب بقولہ :نقل بعضھم عن نوادر الاصول للترمذی مایقتضی ان ھذا الدعاء لہ اصل ، وان الفقیہ ابن عجیل کان یأمر بہ ثم افتی بجواز کتابتہ قیاسا علی کتابۃ اللہ فی ابل الزکاۃ. واقرہ بعضھم،وفیہ نظر. وقد افتی ابن الصلاح بانہ لایجوز ان یکتب علی الکفن یٰس والکھف ونحوھما خوفامن صدید المیت والقیاس المذکور ممنوع لان القصد ثم التمییز وھنا التبرک ، فالاسماء المعظمۃ باقیۃ علی حالھا فلایجوز تعریضھا للنجاسۃ. والقول بانہ یطلب فعلہ مردود ، لان مثل ذلک لایحتج بہ الااذا صح عن النبی ﷺ طلب ذلک ولیس کذلک اھ .... نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی ان مما یکتب علی جبھۃ المیت بغیر مداد بالاصبع المسبحۃ –بسم اللہ الرحمن الرحیم – وعلی الصدر لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ وذلک بعد الغسل قبل التکفین.

(۲۳۱) قبروں پر چادریں چڑھانا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبروں پر ایسی چادریں چڑھانا جن پر سورۃ اخلاص یا کوئی اور سورت لکھی ہوئی ہو جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ آج کل یہ فعل مزارات پر کثرت سے ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......قبروں پر چادریں چڑھانا جائز نہیں خاص طور پر جبکہ ان پر قرآنی آیات بھی لکھی ہوں کیونکہ آیات وغیرہ کی بے ادبی کا خطرہ ہے لہٰذا اس صورت میں اس کی قباحت اور زیادہ بڑھ جائے گی چاہے وہ عام قبریں ہوں یا بزرگوں کے مزارات ہوں۔

لمافی ردالمحتار (۲/۲۳۸): فی الاحکام عن الحجۃ : تکرہ الستور علی القبور.

وفیھا ایضا (۶/۳۶۳): کرہ بعض الفقھاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء قال فی فتاوی الحجۃ وتکرہ الستورعلی القبور.

(۲۳۲) تعزیت کا طریقہ اور میت کے لئے دعا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب باہر کے لوگ کسی کی تعزیت کے لئے جاتے ہیں تو جاتے ہی ایک اجتماعی دعا برائے مغفرت کی جاتی ہے اور آخر میں رخصت ہونے کے لئے اٹھتے ہیں تو پھر ایک دفعہ اجتماعی دعا کرتے ہیں۔اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس طرح کرنے میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟ نیز حضور ﷺ سے تعزیت کے لئے کون سے الفاظ منقول ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......میت کے ورثاء کے پاس تعزیت کے لئے جانا صحیح ہے اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی جائز ہے چاہے

اجتماعی ہو یا انفرادی۔ البتہ اس کا التزام واہتمام درست نہیں کہ ہر شخص آتے وقت ایک دفعہ دعا کرے اور جاتے وقت دوبارہ دعا کرے۔

اور حضور ﷺ سے تعزیت کے جو الفاظ منقول ہیں وہ یہ ہیں: اعظم اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک۔ اس کے علاوہ دوسرے مواقع پر دوسرے الفاظ بھی منقول ہیں۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۲۰۲

(۲۳۳) سنتوں کے بعد والی دعا کو استسقاء پر قیاس کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں سنتوں کے بعد تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے۔ اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے جب بارش کے لئے دعا فرمائی تو تین دفعہ دعا فرمائی تھی۔ کیا یہ دلیل بیان کرنا صحیح ہے؟ نیز کیا سنتوں کے بعد دعا کا ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر تین دفعہ دعا کرنا تو درکنار ایک دفعہ بھی اس طرح کرنا ثابت نہیں ہے اور قائلین دعا کا یہ کہنا کہ بارش کے لئے آپ نے نماز استسقاء کے بعد تین دفعہ دعا فرمائی یہ روایت بھی کتب احادیث میں تتبع کے بعد نہیں ملی۔ لہٰذا اس طرح دعا کا التزام بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ کسی موقع پر آپ سے تین دفعہ دعا کرنا ثابت ہے تو اس پر سنتوں کے بعد دعا کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قیاس وہاں کیا جاتا ہے جہاں کسی عمل کی صراحت موجود نہ ہو اور سنتوں کے لئے آپ کا معمول ثابت ہے کہ گھر جا کر ادا فرماتے اور کبھی بھی آپ نے اجتماعی طور پر سنتوں کے بعد دعا نہیں فرمائی۔

لمافی المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد متفق علیه.

وفی الترغیب والترهیب (۱/۱۷۱): عن زید بن ثابتص ان النبی ﷺ قال صلوا ایهاالناس فی بیوتکم فان افضل صلاة المرء فی بیته الاالصلوة المکتوبة.

وفی معارف السنن (۱۲۶/۳):ان ماراج فی کثیر من بلاد الهند الجنوبیة الدعاء بکیفیة مخصوصة بعد الرواتب.یستقبل الامام المقتدین ویدعون رافعی ایدیهم .... ففی مثل هذا یقال انه بدعة تضمنت بدعات کثیرة لااریٰ لمثل هذا وجهه من السنة.

وفی اعلاء السنن (۲۰۵/۳): ورحم الله طائفة من المبتدعة فی بعض اقطار الهند حیث واظبوا علی ان الامام .... ثم اذافرغوا من فعل السنن والنوافل یدعوا الامام عقب الفاتحة جهرا بدعاء مرة ثانیة والمقتدون یؤمنون علی ذلک وقد جری العمل منهم بذلک علی سبیل الالتزام والدوام

..........وایم اللہ ان ھذا امر محدث فی الدین.

(۲۳۴) کیا محفل قرأت ونعت کا اہتمام بدعت ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محافل قرأت اور نعت کا انعقاد کرنا کیسا ہے؟ کیا خیر القرون سے اس طرح انعقاد کا ثبوت ملتا ہے؟ اگر ثبوت نہ ملے تو یہ بھی بدعت کے زمرے میں داخل ہوئیں۔ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر محفل قرأت منعقد کرانے سے نیت یہ ہو کہ لوگوں میں قرأت کا شوق پیدا ہو اور نبی کریم ﷺ کی محبت میں نعت پڑھی جارہی ہو تو ایسی محافل کا انعقاد نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔

نیز ہمارے لیے شریعت کا حکم یہ ہے کہ مسلمان سے حسن ظن رکھیں خواہ مخواہ بدگمانی جائز نہیں لہٰذا جو لوگ ان مجالس کا اہتمام کرواتے ہیں ان کا مقصود یہی ہوگا۔

دلائل المسئلۃ مرت سابقافی رقم السؤال: ۲۲۸

(۲۳۵) تین دن تک امام ومقتدیوں کا قبرستان جانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو امام صاحب اور مقتدی حضرات تین دن تک صبح نماز کے بعد قبرستان جاتے ہیں وہاں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں یہ جانا امام ومقتدیوں کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے اگر کوئی نہ جائے تو اسے برا سمجھا جاتا ہے۔ کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں آپ کے ہاں مروجہ طریقہ شریعت کی تعلیمات کے منافی اور ناجائز ہے کیونکہ قبرستان جانا اور میت کے لئے ایصال ثواب کرنا مستحب ہے اور مستحب میں اپنی طرف سے اوقات کی تعیین یا التزام اس کو بدعت میں داخل کر دیتا ہے لہٰذا آپ کے علاقے کا مروجہ عمل قابل ترک واجتناب ہے۔

وفی المشکوۃ (صـ ۲۷): عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فہو رد.

(۲۳۶) گیارہویں اور شب برأت کا کھانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں گیارہویں کے موقع پر کھانا پکایا جاتا ہے اسی طرح شب برأت میں کھانا پکایا جاتا ہے اور پڑوس میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیا اس کھانے کو خود کھا سکتے ہیں یا کسی غریب یا فقیر کو دے دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں یہ کھانا اگر غیر اللہ کے نام پر نہ ہو اور حلال مال سے پکایا گیا ہو تو فی نفسہٖ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے البتہ دن کی تعیین کی وجہ سے اس میں کراہت آگئی ہے لہٰذا ایسے کھانے سے احتراز بہتر ہے۔

لقوله تعالى (المائدة :٣): حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وماأهل لغير الله به الآية.

وفي الجامع للترمذي (١/٢٢٩): عن النعمان بن بشير قال سمعت رسول الله ﷺ يقول الحلال بين والحرام بين وبين ذلک امور مشتبهات لايدري كثير من الناس أمن الحلال هي أم من الحرام فمن تركها استبرأ لدينه وعرضه فقدسلم ومن واقع شيئا منها يوشک ان يواقع الحرام كما انه من يرعىٰ حول الحمىٰ يوشک ان يواقعه الاوان لكل ملک حمى الاوان حمى الله محارمه.

(۲۳۷) مصیبت کے وقت کالا بکرا ذبح کرنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ جب بھی کوئی بیماری آجائے یا اس کے علاوہ کوئی مصیبت آجائے تو کالا بکرا ذبح کرنے سے یہ مصیبت یا بیماری ٹل جاتی ہے۔ کیا ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے؟ کیا بیماری کے وقت بکرا ہی ذبح کرنا چاہئے اور بکرے کے رنگ کی بھی کوئی خصوصیت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......اگر کوئی بیماری یا مصیبت آجائے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی دور کرنے والے ہیں اور صدقہ کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صدقے کی برکت سے اس مصیبت یا بیماری کو دور کردیں لیکن اس میں بکرے کی تخصیص کرنا یا کالے بکرے کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ جس قدر ہو سکے اور جیسے ہو سکے اپنی استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ روایات سے صرف یہی بات ثابت ہے کہ "صدقات مصیبتوں اور بلاؤں کو دفع کرتے ہیں"۔ اب اس میں اپنی طرف سے اس قسم کی تخصیص کرنا جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے خود اپنے آپ کو تنگی میں مبتلا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

لمافي المشكوة (ص١٦٤): عن اسماء رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ انفقي ولاتحصي فيحصي الله عليک ولاتوعي فيوعي الله عليک ارضخي مااستطعت.

وفيها ايضا (ص١٦٨): عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء.

(۲۳۸) اجتماعی قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اجتماعی قرآن خوانی ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت اور جائز ہو تو اس پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر قرآن خوانی گھر میں برکت کے لئے کی جائے تو اس وقت اجرت لینے کا کیا حکم ہے؟ تفصیل

سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... اہل ایمان کے حق میں قرآن کریم سراپا رحمت وبرکت ہے۔اسلاف امت کی سوانح دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرات تلاوت قرآن کریم کو اپنے لئے حرز جان بنا کر دنیا سے رخصت ہوئے مگر یہ بھی مسلم ہے کہ شریعت کے ہر عمل کا ایک دائرہ کار ہوتا ہے۔اس دائرے اور حد شرعی سے تجاوز اس عمل مشروع میں بگاڑ پیدا کردیتا ہے بلکہ بسا اوقات افراط کا یہ عمل اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ کام بجائے عمل مشروع رہنے کے شریعت کے بالکل متصادم ایک بدعت کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

اس اعتبار سے صورت مسئولہ میں حق بات یہ ہے کہ تداعی، التزام، پرتکلف دعوت، اختلاط مردوزن اور مروجہ دوسرے مفاسد سے بچتے ہوئے صرف اپنے اہل واحباب تک محدود رکھتے ہوئے اجتماعی صورت میں بھی قرآن خوانی کی گنجائش ہے البتہ مروجہ رسمی قرآن خوانی کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ بہت سارے مفاسد سے مرکب بدعت ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔نیز قرأۃ قرآن پر کسی بھی صورت میں اجرت لینا ناجائز ہے۔

لمافی مسند احمد بن حنبل (۴/۴۴۶): **عن عبدالرحمن بن شبل قال قال رسول الله ﷺ اقرؤا القرآن ولاتأكلوا به الى آخر الحديث.**

وفی البزازية على هامش الهندية (۴/۸۱): **واتخاذ الدعوة بقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأة سورة الانعام اوالاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاكل يكره.**

وفی ردالمحتار (۶/۵۶): **فالحاصل ان ماشاع فی زماننا قرأة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقرأةواعطاء الثواب للآمر والقرأة لأجل المال فاذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر.**

(۲۳۹) چالیس روز تک قبرستان جانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے قریبی عزیزوں میں سے کوئی نہ کوئی چالیس روز تک قبر پر جا کر تلاوت کرتا ہے۔کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... میت کے ایصال ثواب کے لئے گھر میں یا قبر پر تلاوت کرنے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور قبر کی تنگی وغیرہ سے راحت ملتی ہے لیکن اس جائز کام یعنی تلاوت کے لئے اپنی طرف سے تعیین یا تخصیص جائز نہیں ہے کہ چالیس روز تک ہی جانے کو لازم سمجھے یا ہر جمعرات کو جانا لازم سمجھے۔اگر اس طرح کا التزام پایا گیا تو یہ بدعت کے زمرے میں آئے گا البتہ بلا تعیین وتخصیص تلاوت جائز اور موجب ثواب ہے۔

لمافی المشکوة (صـ۲۷): عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهورد.

وفی الهندية (۱/۱۶۶): قرأة القرآن عند القبور عند محمد رحمه الله تعالى لاتكره ومشايخنا اخذوا بقوله وهل ينتفع المختار انه ينتفع.

وفی ردالمحتار (۲/۵۷): ولوزارقبرصديق اوقريب له وقرأ عنده شيئا من القرآن فهوحسن.

﴿کتاب الانبیاء﴾

(انبیاءکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)

(۲۴۰) کیا حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے قبول ہوئی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر خطباء وغیرہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے قبول ہوئی۔اب سوال یہ ہے کہ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......کتب تفسیر میں اصحاب تفسیر نے اس روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے قبول ہوئی۔

لمافی روح المعانی (۱/۲۳۷): فتلقی آدم من ربه كلمات ....وعن ابن مسعود انها: سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک ....وقيل : رأىٰ مكتوبا على ساق العرش محمد رسول الله فتشفع به.

وفی روح البیان (۱/۱۱۳): وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان آدم قال بحق محمد ان تغفرلی قال وكيف عرفت محمدا قال لماخلقتنی ونفخت فی الروح فتحت عينی فرأيت على ساق العرش لااله الاالله محمد رسول الله فعلمت انه اكرم الخلق عليک حتى قرنت اسمه باسمک فقال نعم وغفرله بشفاعته.

(۲۴۱) حضرت آدمؑ کا دنیا میں بھیجنا خلافت کے طور پر تھا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں سزا کے طور پر بھیجا گیا تھا یا خلافت کے طور پر؟ آپ کی توبہ زمین پر نازل ہونے سے پہلے تام ہوچکی تھی یا اترنے کے بعد تام ہوئی؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا خلافت کے طور پر تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پیدائش سے پہلے فرمایا کہ"واذقال ربک للملئكة انی جاعل فی الارض خليفة" الاية (البقرۃ:۳۰)

اورحضرت آدم علیہ السلام کی توبہ زمین پر اترنے سے پہلے تام ہوچکی تھی زمین پر اترنا رب تعالیٰ کی مشیت کے طور پر تھا جو پہلے سے طے تھا۔

لما فی احکام القران للقرطبی (۱/۳۲۱): لم یکن اخراج الله تعالی آدم من الجنة واهباطه منها عقوبة له لانه اهبطه بعد ان تاب علیه وقبل توبته ،وانما اهبطه اما تادیباً واما تغلیظاً للمحنة والصحیح فی اهباطه وسکناه فی الارض ماقد ظهر من الحکمة الازلیة فی ذلک......

وفی البحر المحیط (۱/۲۶۴): وامره بالهبوط الی الارض بعد ان تاب علیه......

وفی التفسیر المنیر (۱/۱۴۶): ......فعاتب الله آدم علی مخالفة امره والاکل من الشجرة فندم واستغفر الله وتاب فقبل توبته ولکنه امره وحواء بالخروج من الجنة والاستقرار فی الارض......

(۲۴۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں من گھڑت قصہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر ہمارے ہاں مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی نے ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قسم دی کہ اگر آپ اپنے بیٹے کو محبت سے دیکھیں تو دوسری بیوی اور اس کے بیٹے کا گوشت کہیں سے کاٹیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس قسم کو پورا کرنے کے لئے حضرت ہاجرہ کے ناک اور کان چھیدے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ کرایا۔کیا یہ قصہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو کس حد تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ واقعہ کا کہیں سے ثبوت نہیں ملا البتہ یہ ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ خود کیا تھا جس کے بعد سے ختنہ مسنون ومشروع ہوگیا۔اور ناک وکان چھدوانا عورتوں میں بطور زینت کے رائج ہے، قسم پوری کرنے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲/۹۸): اجمع العلماء علی ان ابراهیم علیه السلام اول من اختتن. واختلف فی السن التی اختتن فیها ففی الموطا عن ابی هریرة موقوفا وهو ابن مائة وعشرین سنة وعاش بعد ذلک ثمانین سنة ومثل هذا لایکون رأیا.

وفی روح البیان (۱/۲۲۲): واماالختان .... جمهور العلماء علی ان ذلک من مؤکدات السنن ومن فطرة الاسلام التی لایسع ترکها فی الرجال الاان یولد الصبی مختونا وقد ولد الانبیاء کلهم مختونین مسرورین .... کرامة لهم الاابراهیم خلیل الله فانه ختن نفسه.

(۲۴۳) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کون تھیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے بیٹے تھے؟ اور حضرت ہاجرہ شہزادی تھیں یا باندی؟ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت ہاجرہ باندی تھیں اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ

السلام ایک باندی کے بطن سے پیدا ہوئے کیا یوں کہنا انبیاء کے حق میں ان کی تعظیم کے منافی نہیں ہے؟ جیسا کہ باندی کا بچہ کہنا خلاف مروت بلکہ انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے، امید ہے کہ اس سلسلے میں آپ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ ہی تھیں جو ایک ظالم بادشاہ کی باندی تھیں، اس نے حضرت سارہ کو ہدیہ کے طور پر دیا اور حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدیہ کر دیا، انہی کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عظمت وعزت کا معیار تقوی اور اخلاص کو بنایا ہے، جس بندے کے دل میں جس قدر اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا وہ اسی قدر زیادہ عظمت وعزت والا ہوگا اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اپنے زمانے کے اعتبار سے انبیاء سے بڑھ کر کوئی متقی نہیں ہوسکتا لہٰذا انبیاء ہی سب سے عظیم اور شرافت والے ہونگے، حاصل یہ کہ یہ کوئی منافی عظمت بات نہیں ہے۔

لما في القرآن الكريم: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ الآية (الحجرات:۱۳)

وفي البداية والنهاية (۱/۱۴۴): قالت سارة لابراهيم عليه السلام ان الرب قد احرمني الولد فادخل على امتي هذه لعل الله يرزقني منها ولدا فلما وهبتها له دخل بها ابراهيم عليه السلام فحين دخل بها حملت منه......

وفي المنتظم (۱/۱۵۴): قال ابن اسحاق وكانت هاجر جارية ذات هيئة فوهبتها سارة لابراهيم وقالت اني اراها وضيئة فخذها لعل الله ان يرزقك منها ولدا وكانت سارة قد منعت الولد فوقع عليها فولدت له اسماعيل.

(۲۴۴) حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کی ایک صورت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے تھے تو بعض لوگوں سے سنا ہے کہ ان کو اس حد تک خارش ہوگئی تھی کہ جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہوگئے اور جسم کا گوشت گلنا شروع ہوگیا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں انبیاء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کے طور پر مختلف حالات آتے رہتے ہیں البتہ کوئی حالت ایسی نہیں ہوتی کہ جس کی وجہ سے لوگ انبیاء سے متنفر ہوجائیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش بھی مال اور اولاد کے ختم کرنے اور کسی درجے میں بیماری کے ساتھ ہوئی۔ اس کے علاوہ طرح طرح کی بیماریاں آپ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ انبیاء کی شان میں گستاخی ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لـمـافـی روح الـمـعانی (۲۳/۲۰۶): قال العلامة الآلوسی بعد ذکر اقوال عدیدة .... وکل هذه الاقـوال عـنـدی متـضـمـنـة مـالایـلیـق بـمنصب الانبیاء علیهم السلام. وذهب جمع الی ان النصب والـعـذاب لیسا ماکان له من المرض والالم اوالمرض وذهاب الاهل والمال بل امران عرضاله وهو مریض فاقد الاهل والمال.

وفـی احکام القرآن للقرطبی (۲۱۰/۱۵): قال القرطبی بعد ذکر اقوال کثیرة متعلقة بمرض ایوب .... قـال ابـن الـعـربی القاضی ابوبکر رضی اللّٰہعنه. ولم یصح عن ایوب فی امره الاما اخبرنا اللّٰہ عـنـه فـی کتـابـه آیتین :الاولی قوله تعالی وایوب اذنادی ربه انی مسنی الضر والثانية فی صٓ انی مسنی الشیطٰن بنصب وعذاب. واماالنبی ﷺ فلم یصح عنه انه ذکره بحرف واحد الاقوله :بینا ایوب یـغتسـل اذخرّعلیه رجل من جراد ذهب الحدیث. واذلم یصح عنه فیه قرآن ولاسنة الاماذکرنا فمن الـذی یـوصل السامع الی ایوب خبره ، ام علی ای لسان سمعه ؟والاسرائیلیات مرفوضة عندالعلماء عـلـی البتـات. فـاعـرض عن سطورها بصرک، واصمم عن سماعها اذنیک ، فانها لاتعطی فکرک الاخیالا، ولاتزید فؤادک الاخبالا.

(۲۴۵) حضرت خضر، الیاس اور یونس علیہم السلام

سوال ......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یاولی؟انہیں انسانوں سے پیدا کیا گیایافرشتوں سے؟اگر زندہ ہیں تو ان کے ٹھہرنے کی جگہ کہاں ہے؟ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام اورحضرت الیاس علیہ السلام کے بارے میں بھی کچھ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً ......حضرت خضر علیہ السلام راجح قول کے مطابق نبی تھے اورانہیں انسانوں میں سے ہی پیدا کیا گیا۔محققین محدثین اوراکثرمفسرین کےنزدیک ان کاانتقال ہوگیاہےجبکہ صوفیاءکےنزدیک وہ زندہ ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھےجنہیں بعلبک نامی بستی کی طرف مبعوث کیا گیا۔اہل شہربعل نامی بت کی پوجا کرتے تھے۔آپ نے انہیں ایک اللہ کی طرف بلایاتو قوم ان کی مخالفت پراترآئی اور بادشاہ وقت نے آپ کےقتل کاحکم دےدیا۔آپ آبادی سےنکل کرایک غار میں چلے گئے ،بعد میں اس بادشاہ کاانتقال ہوگیا۔آپ دس سال کے بعدتشریف لائے ،دوسرے بادشاہ کو دعوت دی تووہ اورقوم مسلمان ہوگئی۔

اورحضرت یونس علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبی تھےجنہیں موصل کی بستی نینویٰ کی طرف بھیجا گیا آپ نے ان کواللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی لیکن یہ لوگ اپنے کفر پرڈٹے رہے۔آپ ان سے عذاب الٰہی کاوعدہ کرکےتشریف لے گئے ،بعد میں جب قوم پر

عذاب کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول کرلیا۔

لما في احكام القرآن للقرطبي (۱۱/۱۶): تحت آية فوجدا عبدا من عبادنا الاية ....والخضر نبي عند الجمهور وقيل هو عبد صالح غير نبي والآية تشهد بنبوته لان بواطن افعاله لاتكون الابوحي وايضا فان الانسان لايتعلم ولايتبع الامن فوقه وليس يجوز ان يكون فوق النبي ليس بنبي. وقيل كان ملكا امر الله............ والاول صحيح.

وفي تفسير ابن كثير (۳/۹۴): وذكر ابن قتيبة في المعارف ان اسم الخضر بليا بن ملكان .... قالوا: وكان يكنى ابا العباس ويلقب بالخضر وكان من ابناء الملوك ذكره النووي في تهذيب الاسماء وحكى هو وغيره في كونه باقيا الى الآن ثم الى يوم القيمة قولين ومال هو وابن الصلاح الى بقائه وذكروا في ذلك حكايات وآثارا عن السلف وغيرهم وجاء ذكره في بعض الروايات ولايصح شئ من ذلك واشهرها حديث التعزية واسناده ضعيف ورجح آخرون من المحدثين وغيرهم خلاف ذلك واحتجوا بقوله تعالى وماجعلنا بشر من قبلك الخلد وبقول النبي ﷺ يوم بدر اللهم ان تهلك هذه العصابة لاتعبد في الارض وبانه لم ينقل انه جاء رسول الله ﷺ ولاحضر عنده ولاقاتل معه ولوكان حيا لكان من اتباع النبي ﷺ واصحابه لانه عليه السلام كان مبعوثا الى جميع الثقلين.

وفي البداية والنهاية (۱/۲۱۷): قال اهل التفسير بعث الله يونس عليه السلام الى اهل نينوىٰ من ارض الموصل فدعاهم الى الله عزوجل فكذبوه وتمردوا على كفرهم وعنادهم فلماطال ذلك عليه من امرهم خرج من بين اظهرهم ووعدهم حلول العذاب بهم بعد ثلاث ....قال ابن مسعود ومجاهد وسعيد بن جبير و قتادة وغير واحد من السلف والخلف فلماخرج من بين ظهرانيهم وتحققوا نزول العذاب بهم قذف الله في قلوبهم التوبة والانابة وندموا على ماكان منهم الى نبيهم.

وفيها ايضا (۱/۳۱۴): الياس بن العاذر بن العيزار بن هارون بن عمران قالوا وكان ارساله الى اهل بعلبك غربي دمشق فدعاهم الى الله عزوجل ان يتركوا عبادة صنم لهم كانوا يسمونه بعلا وقيل كانت امرأة اسمها بعل والاول اصح ....فكذبوه وخالفوه وارادوا قتله فيقال انه هرب منهم واختفى عنهم ....عن كعب الاحبار انه قال ان الياس اختفى من ملك قومه في الغار الذى تحت الدم عشر سنين حتى اهلك الله الملك وولى غيره فاتاه الياس فعرض عليه الاسلام فاسلم واسلم من قومه خلق عظيم غير عشرة آلاف منهم فامر بهم فقتلوا عن آخرهم.

(۲۴۶) کیا حضرت یوسف علیہ السلام کا خوبصورت ہونا ثابت ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب درس دے رہے تھے۔ دوران درس انہوں نے کہا کہ کہیں قرآن وحدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام خوبصورت تھے۔ کیا یہ بات درست ہے؟ اگر یہ بات درست ہے تو آج تک ہم نے جو حسن کے چرچے سنے تھے ان کی کیا حیثیت ہے اور وہ کہاں سے ثابت ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضرت یوسف علیہ السلام کا خوبصورت ہونا نصوص صریحہ سے ثابت ہے اور جو شخص یوں کہے کہ آپ کا خوبصورت ہونا ثابت نہیں یہ جملہ اس کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔

لقوله تعالى (يوسف : ۳۱): فلما رأينه اكبرنه وقطعن ايديهن ز وقلن حاش لله ماهذابشرا ط ان هذا الاملك كريم٥

وفي تفسير ابن عباس (ص ۲۰۵): وقطعن ايديهن بالسكين من الدهشة والتحير ممارأين من حسن يوسف.

وفي روح المعاني (۱۲/۲۲۹): فلمارأينه اكبرنه اى اعظمنه ودهشن برؤية جماله الفائق الرائع الرائق فان فضل جماله على جمال كل جميل كان كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب .... واخرج ابن جرير وغيره عن ابى سعيد الخدرى عن النبى ﷺ انه قال رأيت يوسف ليلة المعراج كالقمر ليلة البدر.

وفي المشكوة (ص ۵۲۸): عن انس رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اتيت البراق وذكر قصة المعراج وفيه فاذا انا بيوسف اذا هو قد اعطى شطر الحسن.

(۲۴۷) حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح اور آپ کی اولاد

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان وعظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح ہوا تھا اور آپ کی زلیخا سے اولاد بھی پیدا ہوئی تھی یا نہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... کتب تفسیر وتاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کے شوہر کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو زلیخا سے دو بیٹے بھی عنایت فرمائے۔

لما في البحر المحيط (۶/۲۹۱): وفوض الملك اليه امره وعزل قطفير ثم مات بعد فزوجه الملك امرأته فلما دخل عليها قال اليس هذا خيرا مماطلبت ؟ فوجد ها عذراء لان العزيز كان

لایطأ فولدت له ولدين :افراثيم ومنشا.

وفي احكام القرآن للقرطبي (٩/٢١٣): قال ابن زيد كان لفرعون ملك مصر خزائن كثيرة غير الطعام ،فسلم سلطانه كله اليه وهلك قطفير تلك الليالي فزوج الملك يوسف راعيل امرأة العزيز فلما دخل عليها قال اليس هذا خير مماكنت تريدين ؟

وفي البداية والنهاية (١/١٩٦): وحكى الثعلبي انه عزل قطفير عن وظيفته وولاها يوسف.وقيل انه لمامات زوجه امرأته زليخا فوجدها عذراء ....فولدت ليوسف عليه السلام رجلين وهما افراثيم ومنشا.

(۲۴۸) کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں؟ کیا حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام حیات ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......معتمد قول کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور صوفیہ کے نزدیک زندہ ہیں اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام بھی زندہ ہیں۔

لمافي تفسير القرطبي (١١/١٦): والخضر نبي عند الجمهور وقيل هو عبد صالح غير نبي والاية تشهد بنبوته ،لان بواطن افعاله لا تكون الابوحي وايضا فان الانسان لايتعلم ولايتبع الا من فوقه وليس يجوز ان يكون فوق النبي من ليس بنبي وقيل كان ملكا امرالله موسى ان ياخذعنه مما حمله من علم الباطن والاول الصحيح والله اعلم.

وفي تفسير روح المعاني (١٥/٣٢٨): ابقى الله تعالى بعد وفاته عليه السلام من الرسل الاحياء باجساد هم في هذه الدار اربعة ادريس والياس وعيسى والخضر عليهم السلام والثلاثة الاول متفق عليهم والاخير مختلف فيه عند غيرنا لاعندنا.

وفي مرقات المفاتيح (١/١٨): قال النوويؒ جمهور العلماء على انه حي موجود بين اظهرنا سيما عند الصوفية ......قال الحميري المفسر وابو عمرو هو نبي......اذلا يصح لاحد من الاولياء ان يقتل نفسا زاكية بغير نفس اعتمادا على الوحي الالهامي بانه طبع كافرا ...... وفي الجامع الصغير روى الحارث عن انس الخضر في البحر والياس في البر يجتمعان كل ليلة عند الروم الذى بناه ذوالقرنين ......وفي الفتاوى الحديثية رواه ابن عدى في الكامل ان الياس والخضر عليهما الصلوة

والسلام یلتقیان فی کل عام بالموسم.

(۲۴۹) قبض روح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھپڑ مارنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پتھر مارا جس سے ان کی آنکھ ضائع ہوگئی۔ کیا یہ واقعہ درست ہے؟ بعض لوگ اس پر اعتراضات کرتے ہیں، کیا یہ واقعہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں قبض روح کے لئے آنے والے فرشتے کو حضرت موسی علیہ السلام کا تھپڑ مارنا احادیث سے ثابت ہے جو بالکل صحیح ہیں لہٰذا اس پر عقلی اعتبار سے اعتراضات کرنا صحیح نہیں ہے البتہ پتھر مارنا ثابت نہیں ہے جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۴۸۴): عن ابی ھریرۃ قال ارسل ملک الموت الی موسیٰ فلما جاءہ صکہ فرجع الی ربہ فقال ارسلتنی الی عبد لا یرید الموت قال ارجع الیہ فقل لہ یضع یدہ علی متن ثور فلہ بما غطت یدہ بکل شعرۃ سنۃ قال ای رب ثم ماذاقال ثم الموت قال فالأن قال فسال اللہ عزوجل ان یدنیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر......الی آخر الحدیث.

(۲۵۰) حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے درمیان پیغمبروں کی تعداد

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان کتنے پیغمبر گزرے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان چار ہزار (۴۰۰۰) پیغمبر گزرے ہیں جبکہ بعض حضرات کے نزدیک ستر ہزار گزرے ہیں۔

لمافی تفسیر روح المعانی (۱/۳۱۶):-'ولقدآتیناموسی الکتاب 'شروع فی بیان بعض اخر...... "ثم ارسلنا رسلنا تتری" وکانوا الی زمن عیسی علیہ السلام اربعۃ آلاف وقیل سبعین الفا وکلھم علی شریعتہ علیہ السلام.

وفی روح البیان (۱/۱۷۷): وما بین موسی وعیسی اربعۃ آلاف نبی وقیل سبعون الف نبی.

وفی حاشیۃ الصاوی علی الجلالین (۱/۴۳): وعدۃ الانبیاء والرسل الذی بین موسی وعیسی سبعون الفا وقیل اربعۃ آلاف.

(۲۵۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے پیروکار نے شہید کردیا تھا یا زندہ آسمان پر اٹھائے گئے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ انہیں ان کے متبعین نے شہید کردیا تھا کیسا ہے؟ اور وہ شہید ہونے کی بناء پر زندہ ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے متبعین نے شہید کیا ہے اور وہ شہید ہونے کی بناء پر زندہ ہیں، سراسر غلط اور قرآن وسنت کی صراحت کے خلاف ہے، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح مع الجسد آسمانوں پر زندہ اٹھایا گیا ان کا دوبارہ نزول قرب قیامت کے وقت ہوگا اس کے بعد ان کو موت آئے گی۔

لما فی القرآن الکریم: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ الایة (النساء:۱۵۷)

وفیها ایضاً: إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى إِنِّيْ مُتَوَفِّيْکَ وَرَافِعُکَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِيْنَ کَفَرُوْا الایة (ال عمران:۵۵)

وفی التفسیر المنیر (۳/۲۴۰): وللمفسرین رأیان فی تأویل هذه الایة، ان فی الایة تقدیما وتاخیرا والتقدیر انی رافعک الی ومطهرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد ان تنزل من السماء ای انه رفعه الی السماء حیا بجسمه وروحه وسینزل فی آخر الزمان فیحکم بشریعة الاسلام ثم یمیته الله وهذاما دلت علیه الاحادیث النبویةالصحیحة......

وفی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۲/۱۰۰): والصحیح ان الله تعالی رفعه الی السماء من غیر وفاة ولانوم کماقال الحسن وابن زید وهو اختیار الطبری وهوالصحیح عن ابن عباس وقاله الضحاک......

وفی الصحیح لمسلم (۱/۸۷): عن ابی هریرة رضی الله عنه انه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والله لینزلن ابن مریم حکما عادلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیة ولیترکن القلاص ...... الحدیث

وفی فتح الملهم (۲/۲۸۵): وقال الحافظ ابن حجر فی الفتح قال العلماء الحکمة فی نزول عیسیٰ علیه السلام دون غیره من الانبیاء الرد علی الیهود فی زعمهم انهم قتلوه، فبین الله تعالی کذبهم وانه الذی یقتلهم او نزوله لدنو اجله لیدفن فی الارض......

(۲۵۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کی وجہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرزائی الزاماً یہ سوال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

آسمان پر کیوں اٹھایا گیا؟ وہ وہاں کیا کررہے ہیں، کیا کھاتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ آپ ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کی حکمت کو اللہ تعالیٰ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما ٥﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا اور اس کی حکمتیں وہ خود بہتر طور پر جانتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں اٹھایا۔ وہ قادر مطلق ہیں اور اپنے کاموں کو بہتر طریقے سے جانتے ہیں۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے نہیں ہیں۔

لمافي روح المعاني (۱۲/۶): قال قتادة: رفع الله تعالى عيسى عليه السلام اليه فكساه الريش والبسه النور وقطع عنه لذة المطعم والمشرب فطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فصار انسيا ملكيا سماويا ارضيا.

وفي روح البيان (۴۲/۳): (انى متوفيك) عن الصفات النفسانية والاوصاف الحيوانية (ورافعك الى) بجذبات العناية فمن لم يصر فانيا عماسوى الله تعالى لايكون له وصول الى مقام معرفة الله فعيسى لمارفع الى السماء صارت له حالة كحالة الملائكة فى زوال الشهوات والغضب والاخلاق الذميمة.

(۲۵۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک سوال کا جواب

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے ﴿واوصانی بالصلاة والزكاة الاية﴾ اور یہ بات نص قطعی سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ حالت میں موجود ہیں۔ اب وہ زکاۃ کس طرح ادا کرتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق سوال کرنے سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ سوال میں کسی بھی طرح سے کوئی ایسی بات نہ ہو جو انبیاء کی شان کے خلاف ہو۔

سوال کا جواب یہ ہے کہ صرف زندہ رہنا وجوب زکوۃ کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لئے دوسری شرائط بھی ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے مثلاً نصاب کا مالک ہونا، حولان حول (سال کا گزرنا) پایا جانا اور سب سے بڑھ کر مکلّف ہونا۔ اب نصوص قطعیہ سے آپ کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے اور کہیں آپ کے مال ومتاع کو ساتھ اٹھانے کا ذکر نہیں ملتا اور جس عالم میں آپ زندہ ہیں وہ دار العمل یا دار التکلیف نہیں ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ سوال بالکل لغو اور بے محل ہے۔

لمافي قوله تعالى (النساء: ۱۵۷): وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وماقتلوه

وماصلبوه ولكن شبه لهم ط وان الذين اختلفوا فيه لفى شك منه ط مالهم به من علم الااتباع الظن ج وماقتلوه يقيناo لا بل رفعه الله اليه ط وكان الله عزيزاً حكيماً o

وفى قوله تعالى (مريم: ۳۱): واوصانى بالصلاة والزكوة مادمت حيا o لا

وفى روح المعانى (۸۰/۱۶): وانت تعلم ان الظاهر المتبادر من المدة المذكورة مدة كونه عليه السلام حيا فى الدنيا على ماهو المتعارف وذلك لايشمل مدة كونه عليه السلام فى السماء.

وفى احكام القرآن للقرطبى (۱۰۳/۱۱): قال العلامة القرطبى تحت آية "واوصانى بالصلوة والزكوة مادمت حيا"...........اى لاؤديهما اذا ادرك التكليف وامكننى اداء هما على القول الاخير الصحيح.

(۲۵۴) کتنے انبیاء زندہ ہیں؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کون کون سے انبیاء کرام زندہ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات تو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس کے علاوہ حضرت الیاس، ادریس علیہما السلام زندہ ہیں۔ جبکہ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ اس موضوع پر کافی کلام کیا گیا ہے لہٰذا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ حیات اور ممات کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے اور اپنی طرف سے کسی نبی کی طرف حیات وممات کو منسوب نہ کیا جائے۔

لمافى قوله تعالى (النساء :۱۵۷) : وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله ج وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم ط وان الذين اختلفوا فيه لفى شك منه ط مالهم به من علم الااتباع الظن ج وماقتلوه يقيناo لا بل رفعه الله اليه ط وكان الله عزيزا حكيما o

وفى احكام القرآن للقرطبى (۱۱۵/۱۵): قال بعضهم :كان قدمرض واحس الموت فبكى ....ياالياس وعزتى لاؤخرنك الى وقت لايذكرنى فيه ذاكر يعنى يوم القيامة وقال عبدالعزيز بن ابى رواد ان الياس والخضر عليهما السلام يصومان شهر رمضان فى كل عام ببيت المقدس يلاقيان الموسم فى كل عام.

وفى تفسير روح المعانى (۳۲۸/۱۵): أبقى الله تعالى بعد وفاته عليه السلام من الرسل الاحياء باجساد هم فى هذه الدار اربعة ادريس والياس وعيسى والخضر عليهم السلام والثلاثة الاول متفق

عليهم والأخير مختلف فيه عند غيرنا لاعندنا.

(۲۵۵) تحقیق عصمت انبیاء

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اس سے کیا مراد ہے؟ کیا صغیرہ اور کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں؟ اور یہ عصمت نبوت ملنے سے پہلے بھی ہوتی ہے یا نبوت کے بعد؟ نیز حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح ڈالتے ہی نبوت مل گئی تھی یا پھر زمین پر آنے کے بعد ملی تھی اگر جسم میں روح ڈالتے ہی مل گئی تھی تو جنت میں جس درخت سے منع کیا گیا اس کا کھانا گناہ کبیرہ تھا یا صغیرہ؟ نیز بعض لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو پھر اس بات کے کہنے والوں کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......انبیاء کرام راجح قول کے مطابق نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت ملنے کے بعد صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو نبوت زمین پر آنے کے بعد ملی ہے آپ کی نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس درخت سے تناول فرمایا جس سے منع کیا گیا تھا۔ تو درحقیقت یہ نہ ہی صغیرہ گناہ ہے اور نہ کبیرہ بلکہ یہ محض لغزش تھی، جو نسیان یا غلط فہمی کی بنیاد پر صادر ہوئی تھی اور ''حسنات الابرار سيأت المقربين'' (نیکوکار کی نیکیاں مقربین کے گناہوں کے برابر ہیں) کے قاعدے پر سرزنش کی گئی۔

لمافي فيض الباری(۲/۱۱): وقد علمت سابقا ان الاشاعرة جوزوا الصغائر قبل البعثة ونفاها الماتريدية وقالوا بالعصمة قبلها وبعدها.

وفي النبراس(صـ۴۵۴): المذكور في كلام الشارح هو مذهب عامة المتكلمين وخالفهم جمهور جمع من العلماء فذهبوا الى العصمة عن الصغائر والكبائر قبل الوحي وبعده وهو مختار ابي المنتهى شارح الفقه الاكبر والشيخ عبدالحق المحدث الدهلوي ...... وقال الإمام الشيخ ابو منصور الماتريدي الانبياء احق بالعصمة من الملائكة لان الامم مامورون بالاتباع للانبياء لا الملائكة واختار القاضي عياض عصمتهم بعد الوحي عن كل صغيرة وكبيرة ونسبه الى طائفة من المحققين وقال وقد اختلف في عصمتهم قبل النبوة والصحيح انشاء الله تعالىٰ تنزيههم من كل عيب .... (صـ۴۵۷) وما كان بطريق التواتر فمصروف عن الظاهر كقول ابراهيم عليه السلام مشيرا الى الكواكب هذا ربي وتاويله ان همزة الاستفهام محذوفة والمعنى اهذا ربي بزعمكم.......... ''ان امكن'' الصرف عن الظاهر ''والا'' اي وان لم يكن ''فمحمول على ترك الاولى'' نحو عصى ادم

ربه فغوی ...... وقال غير واحد من الائمه سمى الله ترك الاولى منهم عصيانا لعظم منزلتهم كماقيل حسنات الابرار سيأت المقربين واستغفار الانبيآء من ترك الاولىٰ هضما لنفوسهم والافليس من الذنب ولاعقاب عليه اوكونه قبل البعثة كما قيل فى اكل آدم عليه السلام الشجرة وكما قيل فى اخوة يوسف عليه السلام على تقدير انهم انبيآء لكن بعض العلماء صحح انهم ليسوا بانبيآء.

وفي شرح الفقه الاكبر(صـ۵۶): والانبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم اى جميعهم الشامل لرسلهم ومشاهيرهم وغيرهم اولهم آدم عليه الصلاة والسلام على ما ثبت بالكتاب والسنة واجماع الامة فما نقل عن بعض من انكار نبوته يكون كفرا...... منزهون ان معصومون عن الصغائر والكبائر اى من جميع المعاصى والكفر خص لانه اكبر الكبائر......(صـ۵۷) ثم هذه العصمة ثابتة للانبيآء قبل النبوة وبعدها على الاصح .... وقد كانت منهم اى من بعض الانبيآء قبل ظهور مراتب النبوة او بعد ثبوت مناقب الرسالة زلات اى تقصيرات وخطيئات اى عثرات بالنسبة الى مالهم من على المقامات وسئ الحالات كما وقع لآدم عليه الصلوة والسلام فى اكله من الشجرة على وجه النسيان اوترك العزيمة واختيار الرخصة ظناً منه ان المراد بالشجرة المنهية المشار اليه بقوله تعالىٰ ولا تقربا هذه الشجرة هى الشخصية لا الجنسية فاكل من الجنس لامن الشخص بناء على الحكمة الالهية ليظهر ضعف قدرة البشرية وقوة اقتضاء مغفرة الربوبية.

(۲۵۶) مہاتما بدھ اور گرونانک انبیاء میں سے تھے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات "لکل قوم هاد" الایۃ سے استدلال کرتے ہوئے مہاتما بدھ اور گرونانک کو نبی سمجھتے ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ یا نہیں اگر ہو تفصیلا ذکر کردیں اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام کی دو رائیں ہیں ایک یہ "ہاد" سے مراد خود باری تعالی کی ذات گرامی ہے اگر یہ تفسیر مراد ہوتو پھر یہ سوال سرے سے ختم ہوجاتا ہےاوراس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ" آپ ڈرانے والے ہیں کہ قوم کواللہ تعالی کے عذاب سے ڈراتے ہیں اوراللہ تعالی جس کو چاہتے ہیں ہدایت سے سرفراز فرماتے ہیں"اوردوسری رائے یہ ہے کہ یہاں "ہاد" سے مرادصرف انبیاءکرام کی ذات گرامی ہی نہیں بلکہ انبیاء کے ساتھ ساتھ ان کے قاصدین بھی شامل ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ کوئی خطہ اللہ کی دعوت دینے والوں سے خالی نہیں رہااس سے مرادصرف انبیاء نہیں بلکہ انبیاء کی طرف سے ان کے متبعین بھی ہوسکتے ہیں جوانبیاء کی دعوت کو لے کر دوردراز علاقوں تک پھیل گئے،لہذااس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ ہندوستان میں کوئی نہ کوئی نبی

ضرور پیدا ہوا ہوگا اور جب کسی اور کے آثار نہیں ملتے تو مہاتما بدھ اور گرونانک ہی کے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی تھے البتہ ان کے متبعین بعد میں گمراہی میں مبتلا ہو گئے اس وجہ سے ان کی اتباع کرنے والے بت پرست یا دوسرے شرکیہ کاموں مبتلا ہو گئے، بلا دلیل ہے، خاص طور پر مذہب کی کتابوں میں ان کے نام انبیاء کی فہرست میں موجود نہیں ہیں لہٰذا ہم ان کے بارے میں یقینی طور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ انبیاء میں سے تھے یا نہیں، اور مزید یہ کہ ہمیں اس فیصلے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جن انبیاء کا اللہ تعالیٰ نے خود ذکر کیا ان پر ایمان لانا ضروری ہے اور جن کا نام نہیں لیا اس میں ہم صرف اس کے مکلف ہیں کہ اجمالی ایمان لائیں کہ اس کے علاوہ جتنے بھی انبیاء تھے ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں اس میں مہاتما بدھ یا گرونانک کی صراحت کی ضرورت ہی نہیں۔

لما فی قوله تعالیٰ: ویقول الذین کفروا لولا انزل علیه آیة من ربه انما انت منذر ولکل قوم هاد o (الرعد)

وفی التفسیر الوسیط (۶/۳): ولکل قوم هاد ای نبی وداع الی الله یدعوهم بما یعطی من الایات لا بما یریدون ویتحکمون وهذا قول ابن عباس ومجاهد وقتادة وقال سعید بن جبیر وعطیة والضحاک الهادی هو الله عزوجل والمعنی انت منذر تنذر والله هادی کل قوم یهدی من یشاء.

وفی التفسیر القرطبی (۵/۲۸۵): (انما انت منذر) ای معلم (ولکل قوم هاد) ای نبی یدعوهم الی الله وقیل الهادی الله ای علیک الانذار والله هادی کل قوم ان اراد هدایتهم.

وفی التفسیر المنیر (۱۳/۱۱۵): لکل قوم هاد ای نبی یدعوهم الی الله وقیل الهادی الله ای علیک الانذار والله هادی کل قوم ان اراد هدایتهم.

(۲۵۷) امتیوں کا نبی کریم ﷺ کیلئے دعا مانگنا عصمت رسول ﷺ کے منافی نہیں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ساتھ ایک عیسائی لڑکا پڑھتا ہے گزشتہ دنوں اس نے مجھ سے سوال کیا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ تمام گناہوں سے معصوم اور تمام مخلوقات سے افضل وبرتر ہیں اگر یہی بات ہے تو آپ سارے مسلمان ہر نماز میں اور ہر دعا میں ان کے لئے دعا کیوں مانگتے ہو؟ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا، براہ کرم آپ اس سوال کا ایسا جواب لکھ دیں کہ میں خود بھی مطمئن ہو جاؤں اور اسے بھی مطمئن کر سکوں؟ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام گناہوں سے پاک اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں باقی رہا یہ معاملہ کہ پھر آپ کیلئے اتنا زیادہ دعا کا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے، تو یہ دعا کا اہتمام آپ کی عظمت کے منافی نہیں کیونکہ

اول: یہ دعا آپ کے درجات کی بلندی کے لئے کی جاتی ہے گناہوں سے معافی کے لئے نہیں کی جاتی۔

دوم: امت کو تعلیم دینا مقصود ہے کہ بندہ کتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقرب کیوں نہ ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں تضرع اور اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار ضروری ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ ''تعرف الاشیاء باضدادھا'' یعنی اشیاء اپنی اضداد سے پہچانی جاتی ہیں تو کاملین کے انتہائی مقربین کا بھی اس کے سامنے عاجزی وانکساری کا اظہار یہ رب کی قدرت کاملہ اور اس کی عظمت کی غمازی کرتا ہے، اور مقربین کو عموماً اور مذنبین کو خصوصاً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع پر آمادہ کرتا ہے۔

سوم: رسول اللہ ﷺ کے حق میں دعا درحقیقت اپنے حق میں دعا ہے کہ جب دعا میں آپ ﷺ کو شامل کرلیا جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتے ہیں اس کے ساتھ بندے کی اپنی دعا بھی قبول ہوجائے گی۔

لما فی قوله تعالى : لِيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ .الاية (الفتح : ۱)

وفی روح البيان (۹/ص۸): قوله تعالى ''ماتقدم من ذنبک وما تأخر''......قال اهل الكلام ان الانبياء معصومون من الكفر قبل الوحی وبعده باجماع العلماء ومن سائر الكبائر عمداً بعد الوحی واما سهوا فجوزه الاكثرون واما الصغائر فتجوز عمدا عندالجمهور وسهوا بالاتفاق.

وفی الفتوحات الربانية للنووی (۶/۲۱۸): روينا فی كتابی ابن ماجة وابن سنی عن حذيفة رضی الله عنه قال شكوت الى رسول الله ﷺ ......انی لأستغفر الله عزوجل كل يوم مائة مرة.

قوله ''انی لأستغفر الله عزوجل فی اليوم مائة مرة'' ای لامتی او لتقصيری فی عبادتی اولغفلتی عن حقيقتی او لقناعتی بمرتبتی فی الحال وعدم الاستزاده فی العلم وقرب المتعال.

...... وفی الفتح للحافظ أجوبة ......ومحصل جوابه ان الاستغفار من التقصير من اداء الحق الذی يجب لله تعالى......ومنها ان استغفاره تشريع لامته وقال الغزالیؒ كان ﷺ دائم الترقی فاذا ارتقى الى حال رأى ما قبلها ذنباً فاستغفر من الحال السابقة ...... الحث والحض لانه اذا كان المصطفى ﷺ مع تنزهه عن كل وصف دنی وتحليه بكل نعت سنی يكثر من الاستغفار لعظم ثمرته وشرف نتيجته فمن ابتلى بالنقص اولى بملازمته كالصابون لدرنه.

وفی روح البيان (۷/۲۲۴): وأيضاً فيها مزيد القربات وذلک لان بالصلوات تزيد مرتبة النبی ﷺ فتزيد مرتبة الامة لان مرتبة التابع تابعة بمرتبة المتبوع ......وأيضاً فيها اثبات المحبة ومن احب شيئاً اكثر ذكره.

(۲۵۸) انبیاء علیہم السلام کے خون اور فضلات کی طہارت

سوال......انبیاء علیہم السلام کا خون اور فضلات وغیرہ بھی پاک ہوتے ہیں؟ میں نے سنا ہے ایک صاحب سے کیا یہ بات صحیح ہے؟ براہ کرم

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا خون اور فضلات وغیرہ پاک ہیں آپ نے جو سنا وہ صحیح ہے۔

لما فی المستدرک للحاکم(۶۳۸/۳):عامر بن عبداللہ بن الزبیر یحدث ان اباه حدثه انه اتی النبی صلی اللہ علیه وسلم وهو یحتجم فلما فرغ قال: "یا عبداللہ اذهب بهذا الدم فاهرقه حیث لا یراک احد" فلما برزت عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عمدت الی الدم فحسوت، فلما رجعت الی النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: "ما صنعت یا عبداللہ" قال جعلته فی مکان ظننت انه خاف علی الناس، قال: "لعلک شربته"؟ قلت:نعم، قال: ومن امرک ان تشرب الدم ویل لک من الناس ویل للناس منک.

وفی عمدة القاری (۳۵/۳): وقال بعض شراح البخاری فی بوله ودمه وجهان الالیق الطهارة...... وقد وردت احادیث کثیرة ان جماعة شربوا دم النبی علیه الصلاة والسلام رواه البزاز والطبرانی والحاکم والبیهقی وابو نعیم فی الحلیة ویروی عن علی، رضی اللہ تعالیٰ عنه انه شرب دم النبی علیه الصلاة والسلام وروی ایضا ان ام ایمن شربت بول النبی صلی اللہ علیه وسلم رواه الحاکم والدار قطنی والطبرانی...... قال بعضهم الحق ان حکم النبی علیه الصلاة والسلام کحکم جمیع المکلفین فی الاحکام التکلیفیة الافیما یخص بدلیل قلت یلزم من هذا ان یکون الناس مساویین للنبی علیه الصلاة والسلام لایقول بذالک الا جاهل غنی واین مرتبته من مراتب الناس ......وانا اعتقد انه لا یقاس علیه غیره وان قالو غیر ذالک فاذنی عنه صماء.

وفی مرقاة المفاتیح(۱۰۲/۲): ثم اختار کثیرون من اصحابنا طهارة فضلاته علیه الصلاة والسلام.

وفی الشامیة (۳۱۸/۱): صحح بعض ائمة الشافعیة طهارة بوله صلی اللہ علیه وسلم وسائر فضلاته وبه قال ابو حنیفة کما نقله فی المواهب اللدنیة عن شرح البخاری للعینی وصرح به البیری فی شرح الاشباه وقال الحافظ ابن حجر: تظافرت الادلة علی ذالک، وعد الائمة ذالک من خصائصه صلی اللہ علیه وسلم ونقل بعضهم عن شرح المشکوة لملا علی القاری انه اختاره کثیر من اصحابنا واطال فی تحقیقه فی شرحه علی الشمایل فی باب ماجاء فی تعطره علیه الصلاة والسلام اھ.

(۲۵۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات (بول و براز) بطور دوا استعمال کرنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات یعنی بول و براز کے

بارے میں کیا اس کا استعمال کرنا قصداً شفاء کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس سوال کی کوئی ضرورت نہیں باوجود اس بات کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات اکثر کے نزدیک پاک ہیں اور جو شخص ان کو شفاء، دواء اور تبرک کیلئے استعمال کرے تو وہ ایک اچھا کام کرے گا کیونکہ ناپاک چیز کا استعمال ضرورت کی وجہ سے جائز ہے تو پاک چیز کا استعمال دواء وغیرہ کیلئے بطریق اولیٰ جائز ہوگا ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

دلائل المسئلة مرت سابقا تحت السؤال السابق.

(۲۶۰) انبیاء اور دیگر مؤمنین کی حیات میں فرق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں یا نہیں؟ آپ کے علاوہ دیگر مومنین اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا نہیں؟ اگر زندہ نہیں ہیں تو یقیناً وہ سنتے بھی نہیں ہوں گے۔ اور اگر زندہ ہیں تو آپ ﷺ کی حیات اور دیگر مردوں کی حیات میں کیا فرق ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حضور ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں۔ اسی طرح شہداء بھی زندہ ہوتے ہیں جیسا کہ خود نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے۔ اور عام مومنین کو بھی ایک نوع کی حیات حاصل ہوتی ہے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ انبیاء اور عام مومنین کی زندگی میں کیا فرق ہے؟...... تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے کم درجہ کی حیات عام مومنین کو حاصل ہوتی ہے کہ وہ محض اللہ تعالی کے انعامات کی لذت یا تعذیب کی سختی کو محسوس کر سکتے ہیں اور شہداء کی حیات ان سے کچھ زائد ہے اور انبیاء کی حیات سب سے بڑھ کر ہے۔ اس قدر فرق انبیاء اور عام مومنین کی حیات میں نصوص سے ثابت ہے البتہ ہر ایک کی تعیین کہ ہر ایک کو کس قدر حیات حاصل ہے اس کی تعیین مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

باقی رہا مردوں کے سننے کا مسئلہ تو اس کے دو حصے ہیں اول: حضور ﷺ سے متعلق، دوم: عام لوگوں سے متعلق۔ اول الذکر متفق علیہا مسئلہ ہے کہ آپ ﷺ سنتے ہیں اور دوسرے مسئلہ میں یعنی عام لوگوں کے بارے میں صحابہ کرام کے دور سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ بعض حضرات سننے کے قائل ہیں اور بعض نہ سننے کے قائل ہیں۔ ہمارے اکثر علماء دیوبند سماع کے قائل ہیں کیونکہ نصوص اس بارے میں زیادہ واضح ہیں۔

لمافي الصحيح لمسلم (۲/۲۶۸): عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال اتيت وفي رواية هداب مررت على موسى ليلة اسرى بي عندا لكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره.

وفي سنن ابي داؤد (۱/۱۵۰): عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان افضل ايامكم يوم الجمعة ......فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة على قال قالوا يارسول الله كيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارمت قال يقولون بليت فقال ان الله عزوجل حرم على الارض اجساد

الانبیاء.

وفی المشکوۃ (ص۸۷): عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیاابلغته.

وفی فیض الباری (۶۴/۲): ونقل عن مالک رحمہ اللہ ان احترام النبی بعد وفاتها ایضا کما کان فی حیاته. وفی البیهقی عن انس وصححه ووافقه الحافظ فی المجلد السادس ان الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون ....ثم الحیاة فیها مراتب لایعدها عاد ولایحصیها محصی ، فحیاة الانبیاء اعلی واتم وحیاة الصحابة دونها ثم وثم.

وفی الصحیح للبخاری (۱۷۸/۱): عن انس عن النبی ﷺ قال العبد اذا وضع فی قبره وتولی وذهب اصحابه حتی انه یسمع قرع نعالهم اتاه ملکان.

(۲۶۱) جنات کی طرف مبعوث انبیاء

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالی نے جس طرح انسانوں میں یکے بعد دیگرے انبیاء کو مبعوث فرمایا کیا اسی طرح جنات میں یہی معاملہ رہا یا ان کے ہاں انبیاء مبعوث نہیں ہوتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... نبی اکرم ﷺ سے قبل جنات کی طرف ان میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ ہاں انبیاء کے رسول وقاصد جنات میں جاکر جنات کو دعوت دیتے رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ انسانوں اور جنات دونوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

لمافی الفتاوی الحدیثیة (ص۲۶): ولم یبعث الیهم نبی قبل نبینا قطعا علی ماقاله ابن حزم: ای انما کانوا متطوعین بالایمان لموسی مثلا والدخول فی شریعته. وقال السبکی: لاشک انهم مکلفون فی الامم الماضیة کهذه الملة اما بسماعهم من الرسول او من صادق عنه.

وفیها ایضاً (ص۲۹): وجمهور الخلف والسلف انه لم یکن منهم رسول ولانبی خلافا للضحاک ومعنی رسل منکم ای من مجموعکم وهم الانس اوالمراد بهم رسل الرسل.

وفی لقط المرجان فی احکام الجان (ص۴۷): جمهورا لعلماء سلفا وخلفا علی انه لم یکن من الجن قط رسول ولانبی کذا روی عن ابن عباس ومجاهد وکلبی وابی عبید.

(۲۶۲) انبیاء علیہم السلام کے ختنے کی صورت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ

السلام نے ختنہ کیا۔سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے انبیا ختنہ کراتے تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام پیدائشی طور پر مختون پیدا ہوئے۔

لمافی روح البیان (۱/۲۲۳): وقد ولد الانبیاء کلھم مختونین مسرورین ای مقطوعی السرۃ کرامۃ لھم الاابراھیم خلیل اللہ فانہ ختن نفسہ ببلدۃ قدوم بالتخفیف والتشدید وھو ابن مائۃ وعشرین اوثمانین لیستن بسنۃ بعدہ۔

وفی المرقات (۲/۷): الختان بخاء معجمۃ وتاء فوقھا نقتطان وھی من سنۃ الانبیاء کماسبق من لدن ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام الی زمن نبینا محمد ﷺ وروی ان آدم وشیثا ونوحا وھودا وصالحا ولوطا وشعیبا ویوسف وموسی .... ولدوا مختونین۔

(۲۶۳) کیا مرتبہ نبوت ولایت سے افضل ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرتبہ ولایت کبھی مرتبہ نبوت سے افضل ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......مرتبہ ولایت کبھی مرتبہ نبوت سے افضل نہیں ہوسکتا بلکہ ہمیشہ مرتبہ نبوت ہی افضل ہوتا ہے۔

لمافی شرح العقائد (صـ۱۴۲): ولایبلغ ولی درجۃ الانبیاء لان الانبیاء معصومون مامونون عن خوف الخاتمۃ مکرمون بالوحی ومشاھدۃ الملک مامورون بتبلیغ الاحکام وارشاد الانام بعد الاتصاف بکمالات الاولیاء۔

وفی شرح الفقہ الاکبر (صـ۱۱۸): ونبی واحد افضل من جمیع الاولیاء۔

(۲۶۴) رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت ووفات اور آپ کے غسل وجنازہ کی کیفیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کو غسل کس نے دیا تھا؟ آپ کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ نیز تاریخ پیدائش مع تاریخ وفات تینوں اجزاء میں راجح اقوال تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو غسل دیا تھا۔حضرت عباس، فضل اور قثم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے پہلوئے مبارک بدلتے رہے اور حضرت اسامہ اور صالح رضی اللہ عنہما پانی ڈال رہے تھے۔

آپ کی نماز جنازہ کسی نے نہیں پڑھائی بلکہ آپ کے جسد اطہر کو حجرہ مبارکہ میں رکھ دیا گیا۔صحابہ جماعت در جماعت اندر جاتے، انفرادی طور پر نماز پڑھتے اور واپس آجاتے۔بس یہی آپ کی نماز جنازہ تھی۔

نیز راجح قول کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت آٹھ [۸] ربیع الاول ہے اور تاریخ وفات بارہ [۱۲] ربیع الاول ہے۔

لـمافی البداية والنهاية (۲۲۸/۵): فاسنده علی الی صدره وعليه قميصه وكان العباس وفضل وقثم يقلبونه مع علی وكان اسامة بن زيد وصالح مولاه هما يصبان الماء وجعل علی يغسله.

وهكذا فی السيرة النبوية لابن كثير (۵۱۸/۴)

وفی السيرة النبوية لابن هشام (۳۲۱/۴): .... ثم دخل الناس علی رسول الله ﷺ يصلون عليه ارسالا دخل الرجال حتی اذافرغوا ادخل النساء حتی اذا فرغ النساء ادخل الصبيان ولم يؤم الناس علی رسول الله احد.

(وهكذا فی البداية والنهاية (۵/ ۲۳۲) ....وقال فی آخر البحث ......وهذ الصنيع وهو صلاتهم عليه فرادی لم يؤمهم احدعليه امر مجمع عليه لاخلاف فيه).

وفی البداية والنهاية (۲۴۲/۲): وهذا مالاخلاف فيه انه ولد يوم الاثنين ....ثم الجمهور علی ان ذلک كان فی شهر ربيع الاول فقيل لليلتين خلتامنه ....وقيل لثمان خلون منه حكاه الحميدی عن ابن حزم ورواه مالک وعقيل ويونس بن يزيد وغيرهم عن الزهری عن محمد بن جبير بن مطعم ونقل ابن عبدالبر عن اصحاب التاريخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الكبير محمد بن موسی الخوارزمی ورجحه الحافظ ابوالخطاب بن دحية فی كتابه التنوير فی مولد البشير والنذير ....والصحيح عن ابن حزم الاول انه لثمان مضين كمانقله عنه الحميدی وهو اثبت.

وهكذا فی السيرة النبوية لابن كثير (۱۹۹/۱)

وفی البداية والنهاية (۲۲۴/۵): قال محمد بن اسحاق توفی رسول الله ﷺ لاثنی عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاول فی اليوم الذی قدم فيه المدينة مهاجرا ....قال الواقدی وهو المثبت عندنا وجزم به محمد بن سعد كاتبه ....والمشهور قول ابن اسحاق والواقدی.

وفی المنتظم (۷۷/۴): توفی رسول الله ﷺ يوم الاثنين نصف النهار ....خلت مع ربيع الاول سنة احدی عشرة.

وفی تاريخ الطبری (۴۵۵/۲): عن عبدالله بن ابی بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابيه قال توفی رسول الله ﷺ فی شهر ربيع الاول فی ثنتی عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الاول.

(۲۶۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کس طرح ہوئی؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نبی کریم ﷺ کی پیدائش اسی طریقہ پر ہوئی جیسا کہ

عام انسانوں کی ہوتی ہے یا کسی خاص طریقے پر ہوئی؟ خاص طریقے میں کتنے قول ہیں؟ نیز یہ طریقہ تمام انبیاء میں مشترک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور ﷺ کی ولادت بھی عام انسانوں کی طرح ہوئی اور تمام انبیاء کا طریقہ ولادت یہی رہا۔ چنانچہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں فتاوی محمودیہ ج ۵/ص ۴۲۰ میں ابن سعد ج ۱/ص ۱۰۲ کے حوالے سے حضرت مفتی محمود حسنؒ نے ایک روایت ذکر کی ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

روایت یہ ہے: عن همام بن يحيى عن اسحاق بن عبدالله ان ام رسول الله ﷺ قالت لما ولدته خرج من فرجي نور اضاء له قصور الشام .... اور اس کے ساتھ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتاب مدارج النبوۃ ج ۲/ص ۱۹ کے حوالے سے درج ذیل عبارت نقل کی ہے:

''این صریح است درآنکہ ولادت از طریق معتاد بود کہ سائر زنان را باشد وحدیث دیگر نیز کہ دروے آمدہ فاخذنی المخاض کہ بمعنے دردزہ است نیز ظاہر درآنست'' .... البتہ آگے جا کر نہایۃ الامل کے حوالے سے دو قول مزید نقل کئے:

اول: ناف کے نیچے ایک سوراخ پیدا ہوا جس سے ولادت ہوئی اور وہ سوراخ فوراً بند ہوگیا۔ دوم: یہ کہ بائیں پسلی کے نیچے سے ولادت ہوئی۔ قول اول تمام انبیاء کے ساتھ خاص ہے اور قول ثانی آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے لیکن دونوں قولوں کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔

یہاں تک نفس مسئلہ کا جواب ہوا لیکن واضح رہے کہ اس طرح کے مباحث نبی ﷺ کی عظمت کے منافی اور سوء ادب ہے لہٰذا اس طرح کے مباحث میں نہیں پڑنا چاہئے بلکہ سکوت اختیار کرنا چاہیے۔

(۲۶۶) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچپن میں کلام کیا تھا؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض خطباء سے میں نے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بالکل ابتدائی عمر میں کلام کیا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ کا ابتدائی عمر میں کلام کرنا ثابت ہے۔

لمافي روح المعاني (۱۲/ ۲۲۰): وقد جمعت من تكلم في المهد وبلغوا احد عشر ونظمتها فقلت:

تكلم في المهد النبي محمد ويحيي وعيسى والخليل ومريم

وفي تفسير المظهري (۵/ ۱۵۲): وقد جمعت من تكلم في المهد فبلغوا احد عشر تضمينا فقلت قطعة تكلم في المهد النبي محمد ﷺ.

(۲۶۷) آپ ﷺ نور تھے یا بشر؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ نور تھے یا بشر؟ اگر کسی شخص کا عقیدہ ہو کہ آپ نور تھے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... نبی کریم ﷺ اپنی ذات کے اعتبار سے بشر تھے جس کا ذکر بار ہا دفعہ کتاب مقدس میں موجود ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص آپ کی بشریت کا کلی طور پر انکار کرے اور آپ کے نور ہونے کا قائل ہو تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر کسی تاویل کے ساتھ آپ کے نور ہونے کا قائل ہو تو صریح نصوص کی خلاف ورزی کی وجہ سے فاسق وفاجر ہے۔

لقوله تعالی (المائدة:۱۵): یٰاهل الکتاب قدجاء کم رسولنایبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیر ہ ط قدجاء کم من الله نور وکتاب مبین o لا

وفی تفسیر ابن کثیر (۳۲/۲): قد جاء کم من الله نور وکتاب مبین ای طرق النجاة والسلامة ومناهج الاستقامة.

وفیها ایضاً (۱۰۲/۳): قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی الآیة ....قل لهولاء المشرکین المکذبین برسالتک الیهم انما انا بشر مثلکم فمن زعم انی کاذب فلیأت بمثل ماجئت به فانی لا اعلم الغیب فیما اخبرتکم به من الماضی عماسألتم من قصة اصحاب الکهف ....لولا ما اطلعنی الله علیه.

وفیها ایضا (۲۹۱/۳): وقالوا ما لهذا الرسول یأکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل علیه ملک فیکون معه نذیرا .... یخبر تعالی عن تعنت الکفاروعنادهم وتکذیبهم للحق بلاحجةولادلیل منهم وانماتعللوابقولهم (مالهذا الرسول یأکل الطعام) یعنون کمانأکله ویحتاج الیه کمانحتاج الیه (ویمشی فی الاسواق) ای یترددفیها والیها طلبا للتکسب والتجارة (لولا انزل علیه ملک فیکون معه نذیرا) یقولون هلاانزل الیه ملک من عندالله فیکون له شاهدا علی صدق مایدعیه.

(۲۶۸) رسول الله ﷺ کا شق صدر

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب نے یہ بات بیان فرمائی کہ رسول الله ﷺ کے شق صدر کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے۔ حالانکہ یہ بات میں نے پہلی دفعہ سنی ہے۔ آپ وضاحت فرمائیں تا کہ میرا یہ خلجان دور ہو جائے۔

الجواب حامداًومصلیاً......رسول اللہ ﷺ کے شق صدر کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً موجودنہیں ہے البتہ بعض حضرات کی رائے کے مطابق الم نشرح لک صدرک کا مدلول یہی ہے۔

قال اللہ تعالی (الانشراح: ۱): ألم نشرح لک صدرک o

لمافی تفسیر روح المعانی (۲۱۲/۳۰): وعن ابن عباس وجماعة انه اشارة الی شق صدر الشریف فی صباه علیه الصلاة والسلام.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۰۴/۲۰): وفی الصحیح عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعة رجل من قومه ان النبی ﷺ قال فینا انا عندالبیت بین النائم والیقظان اذ سمعت قائلا فاتیت بطست من ذهب فیها ماء زمزم فشرح صدری الی کذا وکذا.

وفی التفسیر المنیر (۲۹۴/۳۰): وقیل المراد بذلک شرح صدره لیلة الاسراء کمارواه الترمذی عن مالک بن صعصعة قال ابن کثیر ولکن لامنافاة فان من جملة شرح صدره الذی فعل بصدره لیلة الاسراء.

(۲۶۹) نبوت سے قبل طریقہ عبادت

سوال......کیارائے ہے علماءِ شرع متین کی اس بارے میں کہ حضور ﷺ نبوت سے پہلے کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اختلاف ہے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ نبوت سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق عبادت کرتے تھے جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ اپنی فکراوررائے سے عبادت کرتے تھے۔

لمافی قوله تعالی (سورة النحل: ۱۲۳): ثم اوحینآ الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفاط وما کان من المشرکین o

وفی التفسیر المنیر (۲۶۳/۱۴): امرالنبیا باتباع ملة ابراهیم علیه السلام فی عقائد الشرع واصوله من الدعوة الی التوحید لله والتحلی بفضائل الاخلاق لااتباع فی الفروع.

وفی عمدة القاری (۶۱/۱): اختلف فیه علی ثمانیة اقوال احدها انه کان یتعبد بشریعة ابراهیم علیه السلام .... الخامس قیل ماکان صفة تعبده اجیب بان ذلک کان بالتفکر والاعتبار کاعتبار ابیه ابراهیم علیه الصلوة والسلام.

وفی سیرة النبی لابی الفداء (۳۹۱/۱): قیل شرع ابراهیم علیه السلام وهوالاشبه الاقوی.

(۲۷۰) آپ ﷺ کی بعثت جنات کیلئے بھی تھی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ صرف انسانوں کیلئے مبعوث ہوئے تھے یا انسان وجن دونوں کیلئے؟ نیز مؤمنین جنات کا کیا حکم ہے کیا وہ مسلمان انسانوں کی طرح جنت میں جائیں گے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کو تمام مخلوقات (بشمول جن وانس) کیلئے رسول بنا کر بھیجا، اس پر تمام امت کا اجماع ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت جن وانس دونوں کی طرف فرمائی۔

نیز مؤمنین جنات کے جنت میں داخل ہونے کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے توقف کا قول نقل کیا گیا ہے لیکن صاحبینؒ اور دیگر مجتہدین واکابرین احناف نے مؤمنین جنات کے جنت میں داخل ہونے کی صراحت کی ہے، اور یہی قول صحیح ہے۔

لما فی قوله تعالی (سورة السباء:۲۸): وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۝

وفیه ایضاً (سورة الانبیاء:۱۰۷): وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝

وایضاً (سورة الاحقاف:۱۸): اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ حَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ فِىۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا خٰسِرِيۡنَ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا وَلِيُوَفِّيَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ۝

وفی التفسیر المظهری (۸۲/۱۰): قال البغوی فی تفسیر سورة الاحقاف انه قال ابن عباس فاستجاب لهم ای نفر من الجن بعد مااستمعوا القرآن من النبی ﷺ بنخلة ورجعوا الی قومهم منذرین من قومهم سبعین رجلا من الجن فرجعوا الی رسول الله ﷺ فوافقوه فی البطحاء فقرأ علیهم القرآن وامرهم ونهاهم و ذکر الخفاجی انه قد دلت الاحادیث علی ان وفادة الجن کانت ستة مرات وهذا یدل علی انه ﷺ کان مبعوثا الی الجن والانس جمیعاً وقال مقاتل لم یبعث قبله نبی الی الانس والجن.

وفیه ایضاً (۹۰/۱۰): والصحیح عندی ما قاله الجمهور وبه قال ابو یوسف ومحمدؒ قال من اثبت الثواب فقوله مبنی علی دلیل وشهادة علی الاثبات فیقبل بخلاف قول ابی حنیفة رحمه الله فانه متوقف بناء علی عدم بدلیل ولا شک ان قول ابن عباس واقوال عمرو بن عبد العزیز ونحوه من ثقات الصحابة والتابعین لها حکم الرفع وقد اخرج البیهقی عن انس عن النبی ﷺ مرفوعا ان

مؤمنی الجن لهم ثواب وعليهم عقاب فسألنا عن ثوابهم وعن مؤمنهم فقال على الاعراف وليسوا فی الجنة فسألنا وما الاعراف قال خارج الجنة تجری فيه الانهار وتنبت فيه الاشجار والاثمار. والله سبحانه اعلم بالصواب.

وفی کنز العمال (۴۴۵/۱۱): بعثت الى الاحمر و الاسود.

وفی فتاوی الحديثية (۲۶/۱): ورسالة نبينا صلى الله عليه وسلم اليهم قطعية فقد اجمع عليها المسلمون وقد استمعوا قراءة النبی صلى الله عليه وسلم ببطن نخلة وكانوا تسعة كما صح عن ابن مسعود رضی الله عنه آذنته بهم شجرة وكانوا يهوداً وجاء عن عكرمة انهم كانوا اثنی عشر الفاً ای فی واقعة اخری ......

وفيه ايضاً (۷۰/۱): واعلم ان العلماء اتفقوا على ان كافرهم يعذب فی الآخرة وعن ابی حنيفة وابی الزناد وليث بن ابی سليم ان مؤمنهم لا ثواب لهم الا النجاة من النار ثم يقال لهم كونوا تراباً مثل البهائم والصحيح الذی قاله ابن ابی ليلی والاوزاعی والشافعی واحمد واصحابهم رضی الله عنهم انهم يثابون على طاعاتهم ونقل عن ابی حنيفة واصحابه رضی الله عنه انهم يدخلون الجنة ونقله ابن الحزم عن الجمهور واستدلوا بقوله تعالى ولكل درجات مما عملوا فانه ذكر فی الجن والانس فقط.

(۲۷۱) دیگر انبیاء علیہم السلام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی وجہ

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کبھی کبھی میرے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کا جواب عنایت فرمائیں اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دوسرے انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ واضح جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے لہٰذا ہم اسی کو ماننے کے پابند ہیں۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں ہوا تو یہ ان امور میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ جیسے چاہتے ہیں کرتے ہیں، اس میں مخلوق کو ''کیوں'' کے سوال کا حق نہیں ہے۔

لقوله تعالى (البقرة: ۲۵۳): تلک الرسل فضلنا بعضهم على بعض م منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات ط الاية

(الاسراء: ۱): سبحن الذی اسری بعبده ليلا من المسجد الحرا م الى المسجد الاقصى الذی بار كنا حوله لنريه من آياتنا ط انه هو السميع البصير○

وفی المشکوٰۃ (ص۱۵۱): عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انا سید ولد آدم یوم القیمۃ واول من ینشق عنہ القبر واول شافع مشفع.

وعن انس قال قال رسول اللہ ﷺ انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیمۃ وانا اول من یقرع باب الجنۃ.

(۲۷۲) کیا نبی ﷺ مختون پیدا ہوئے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضور ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے؟ ہمارے ہاں ۱۲ ربیع الاول کو جلسہ ہوا جس میں ایک صاحب نے تقریر کے دوران کہا کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء میں سے بھی کوئی مختون پیدا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... نبی کریم ﷺ کا مختون پیدا ہونا مختلف فیہ ہے۔ بعض حضرات نے مختون پیدا ہونے جبکہ دوسرے بعض حضرات نے غیر مختون پیدا ہونے کو ترجیح دی ہے اور آپ ﷺ کے علاوہ سترہ انبیاء کے مختون پیدا ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ اور اگر نبی علیہ السلام کا غیر مختون پیدا ہونا بھی مان لیں تو اس کی وجہ سے آپ کی ذات گرامی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مختون پیدا ہونا انبیاء کی خصوصیت نہیں بلکہ باقی افراد امت میں سے بھی بہت سے افراد مختون پیدا ہوئے۔

لمافی فتح الملھم (۱/۴۱۸): وقد اختلف فی ختانہ ﷺ علی ثلاثۃ اقوال احدھا ولد مختونا مسرورا ......ولیس ھذا من خواصہ فان کثیرا من الناس یولد مختونا ......القول الثانی انہ ختنا یوم شق قلبہ الملائکۃ عند ظئرہ حلیمۃ ......والقول الثالث ان جدہ عبدالمطلب ختنہ یوم سابعہ ووضع لہ مأدبۃ.

وفی المرقات (۲/۷): الختان ......وھی من سنۃ الانبیاء کماسبق من لدن ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام الی زمن نبینا محمد ﷺ وروی ان آدم وشیثا ونوحا ......ومحمد صلوات اللہ وسلامہ علیھم ولدوا مختونین.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۶/۷۵۱): وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام فقال:

وفی الرسل مختون لعمرک خلقۃ ثمان وتسع طیبون اکارم
وھم زکریا شیث ادریس یوسف وحنظلۃ عیسی وموسی وآدم
ونوح شعیب سام لوط وصالح سلیمان یحیی ھود لبس خاتم

وفی الشامیۃ: وقد اختلف الرواۃ والحفاظ فی ولادۃ نبینا ﷺ ......قال بعض المحققین من الحفاظ الاشبہ بالصواب انہ لم یولد مختونا.

(۲۷۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل کتنی اولاد تھی؟ ان کی تعداد مع اسماء تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل اولاد کی تعداد آٹھ ہے جن میں چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام ابراہیم، قاسم، طیب اور طاہر رضی اللہ عنہم جبکہ بیٹیوں کے نام زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ اور بعض حضرات کے نزدیک طیب اور طاہر ایک ہی بیٹے کے دونام ہیں تو اس اعتبار سے بیٹوں کی تعداد تین اور کل اولاد کی تعداد سات ہو جائے گی۔

لمافی البداية والنهاية (۵/۲۵۵): وقال ابن جريج كان عليه السلام ابن سبع وثلاثين سنة فولدت له القاسم وبه كان يكنى والطيب والطاهر وزينب ورقية وام كلثوم وفاطمة قلت وهى ام اولاده كلهم سوى ابراهيم فمن مارية.

وفي المنتظم (۲/۸٦): قال ابن اسحاق فولدت (اى خديجة) له ولده كلهم الاابراهيم زينب ورقية وام كلثوم وفاطمة والقاسم وبه كان يكنى والطاهر والطيب وهلك هؤلاء الذكور فى الجاهلية ....وقال غيره الطيب والطاهر لقبان لعبدالله.

وفي السيرة النبوية لابى الفداء (۱/۲٦۴): عن ابن عباس قال ولدت خديجة لرسول الله صلى الله عليه وسلم غلامين واربع نسوة القاسم وعبدالله وفاطمة وام كلثوم وزينب ورقية وقال الزبير بن بكار عبدالله هو الطيب وهو الطاهر.

(۲۷۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد تھی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد کتنی تھی نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد ہوئی تھی یا نہیں؟ اگر تھی تو ان کے اسماء گرامی بھی تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد سات تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

دلائل المسئلة مرت فى السؤال السابق.

(۲۷۵) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم الغیب یا مختار کل تھے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے یا نہیں؟ بعض حضرات

کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو علم غیب عطائی حاصل تھا اور آپ مختار کل بھی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضور ﷺ علم غیب جانتے تھے یا نہیں اور مختار کل تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور اکرم ﷺ نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ ہی مختار کل تھے بلکہ یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ نیز اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو علم غیب عطائی حاصل تھا تو اول اس کیلئے کسی دلیل کی ضرورت ہے جس سے یہ معلوم ہو اور ایسی کوئی دلیل نہیں ہے۔ دوم جب خود عطائی کہہ دیا تو علم غیب نہ رہا کیونکہ علم غیب اس کو کہا جاتا ہے جو بغیر سبب اور واسطے کے حاصل ہو۔ جب عطاء واسطہ بن گیا تو وہ غیب نہ رہا لہٰذا علم غیب کو علم غیب عطائی کہنا کہنے والے کی علمیت کا پردہ چاک کر کے اس کی جہالت پر دلالت کرتا ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال: ۵۳، ۵۷

(۲۷۶) حضور اکرم ﷺ کا اپنے اوپر درود پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ درود پڑھنا صرف مسلمانوں پر لازم ہے، خود نبی کریم ﷺ پر لازم نہ تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں خود آپ ﷺ پر واجب نہیں تھا کہ اپنے اوپر درود وسلام بھیجیں اور یآ ایھا الذین آمنوا صلوا علیه الایة میں خطاب عام مؤمنین کو ہے۔

لمافی البحرالرائق (۱/۳۲۷): وفی المجتبی معزیا الی خزانة الاکمل انه لایجب علی النبی ﷺ ان یصلی علی نفسه.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۵۱۵): لایجب علی النبی ﷺ ان یصلی علی نفسه.

وفی الشامیة: (لایجب علی النبی الخ) لانه غیر مراد بخطاب صلوا ولاداخل تحت ضمیره کماهو المتبادر من ترکیب —صلوا علیه— وقال فی النهر لایجب علیه بناء علی ان — یاایھاالذین آمنوا — لایتناول الرسولا بخلاف— یآایھا الناس — یاعبادی کماعرف فی الاصول.

(۲۷۷) حضور ﷺ کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟ اور آپ کے گریبان پر بٹن تھے یا نہیں؟ وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور ﷺ کا گریبان مبارک سینے پر تھا جیسا کہ آج کل رائج ہے اور اس پر بٹن بھی تھے۔

لمافی المرقات (۸/۲۴۷): عن معاویة بن قرة عن ابیه قال اتیت النبی ﷺ فی رهط من مزینة فبایعوه

وانہ لمطلق الازار فادخلت یدی فی جیب قمیصہ فمسست الخاتم.(فی جیب قمیصہ)قال السیوطی فیہ ان جیب قمیصہ کان علی الصدر کما ھو المعتاد الآن فظن من لاعلم عندہ انہ بدعة ولیس کماظن.

وفی عمدة القاری (۲۱/۳۰۲) : باب جیب القمیص ای ھذا باب فی ذکر جیب القمیص الکائن عندالصدر وکأنہ اشار بھذا الی ماوقع فی حدیث الباب من قولہ ویقول باصبعہ ھکذا فی جیبہ فان الظاھر انہ کان لابس قمیص وکان فی طوقہ فتحة الی صدرہ وعن ھذا قال ابن بطال کان الجیب فی ثیاب السلف عندالصدر.

(۲۷۸) حضور ﷺ کے نعلین کا رنگ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ پیلے رنگ کے چپل پہنتے ہیں اوران کوآپ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں آیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......احادیث مبارکہ میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا ذکر ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک (چپلوں) کے دوتسمے تھے اور نعلین مبارک ایسے چمڑے کے بنے ہوئے تھے جو بالوں سے صاف تھے۔البتہ کتب احادیث اور سیروتاریخ کی کتابوں میں یہ بات تلاش کے باوجودنہیں مل سکی کہ نعلین مبارک کا رنگ کیا تھا؟ لہٰذا جب تک تحقیق سے یہ بات معلوم نہ ہوجائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا رنگ پیلا تھا اس وقت تک پیلے رنگ کے جوتے کوآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے پہننا صحیح نہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۲/۸۷۱): عن قتادة قال حدثنا انس ان نعل النبی ﷺ کان لھا قبالان.

وفی الشمائل للترمذی(صـ۶): عن ابن عباس قال کان لنعل رسول اللہ ﷺ قبالان مثنی شراکھما.

وفی مصنف ابن ابی شیبة(۱۲/۵۳۴): عن یزید بن ابی زیاد قال رأیت نعل النبی ﷺ فی المدینة مخصرّة ملسنة لھا عقب خارجٌ.

وفی حاشیتہ للشیخ محمد عوامہ: المخصرتان: الضیقتان من وسطھما ملسنة: کانت دقیقة علی شکل اللسان.

وفی الصحیح للبخاری(۱/۲۱):ربعی بن حراش یقول سمعت علیّا یقول قال النبی ﷺ لاتکذبوا علی فانہ من کذب علی فلیلج النار.

حدثنا المکی بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمة ھو ابن الاکوع قال سمعت النبی

ﷺ یقول من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعدہ من النار .

(۲۷۹) آپ ﷺ کے مرض الموت کا ایک واقعہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں قلم اور کاغذ منگوایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھا کر کہا کہ (العیاذ باللہ) آنحضرت ﷺ بکواس کر رہے ہیں۔ کیا واقعی مرض الموت میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... اصل جواب سے پہلے ضروری ہے کہ اس واقعہ کے پس منظر کو سمجھ لیا جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نبی کریم ﷺ سے حد درجہ محبت تھی جس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ جب تک آپ کو دیکھ نہ لیتے اس وقت تک ان کو سکون وچین نہیں آتا تھا۔ اب کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا یہاں تک کہ یہ محبت ان کو مکہ سے مدینہ لے گئی اور صحابہ نے آپ کے لئے اپنا گھر بار اور آل واولاد تک کو چھوڑ دیا، نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ اگر وہ مسلمان نہ ہوئے اور بعض غزوات میں مقابلے پر اتر آئے تو انہوں نے اپنی اولاد یا قرابت کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ اتنی شدید محبت میں کافی عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ ﷺ کا آخری وقت قریب آ گیا اور مرض کی شدت میں اضافہ ہو گیا تو ایک طرف آپ کی تکلیف صحابہ سے دیکھی نہ جاتی تھی اور دوسری طرف آپ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کا غم انہیں کھائے جا رہا تھا۔

اسی دوران جبکہ آپ کے مرض نے شدت اختیار کر لی تو آپ نے فرمایا کہ "قلم اور دوات لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے لکھوا دوں"۔ اب اس موقع پر اختلاف ہو گیا بعض صحابہ قلم دوات لانا چاہتے تھے اور بعض نہیں لانا چاہتے تھے۔ جو لانا چاہتے تھے اسکی وجہ آپ کے ارشاد کی تعمیل تھی اور جو نہیں لانا چاہتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو شدید تکلیف میں آرام کی ضرورت ہے ایسے موقع پر آپ کو لکھواتے ہوئے زیادہ تکلیف ہوگی اس لئے انہوں نے قلم دوات نہ لانے میں بھلائی سمجھی۔

ایسے موقع پر یہ جملہ بولا گیا "اھجر استفھموہ" جس کے مطلب میں علماء نے فرمایا:

۱...... یہ جملہ ان صحابہ نے بولا جو قلم دوات لانا چاہتے تھے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ قلم دوات لے آؤ اگرچہ شدت بیماری کی وجہ سے بتقاضائے بشریت آپ شدید تکلیف میں ہیں لیکن ایسی حالت نہیں ہے کہ آپ کی بات نہ سمجھی جا سکے۔

۲...... جب صحابہ نے آپ کو شدت تکلیف میں دیکھا اور آپ نے قلم دوات بھی منگوانا چاہی گویا آخری وصیت لکھی جا رہی ہے تو شدت غم میں صحابہ نے کہا کہ آپ سے پوچھ لو کیا آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اس جملہ کی نسبت کی جائے تو آپ نے اس وجہ سے فرمایا تاکہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت اس کی مؤید ہے جس میں فرمایا کہ ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے جو ہمارے لئے کافی ہے لہٰذا آپ کو تکلیف نہ دی جائے۔

یہ تھا اصل معاملہ، لیکن شریعت مطہرہ کو جس طرح دنیا سے مٹانے کی کوششیں کی گئیں اسی طرح ان کوششوں اور طریقوں میں

سے ایک طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے براہ راست شاگرد اور دنیائے اسلام کو اسلام کی اصل روح پہنچانے والی جماعت پر اعتراضات کر کے ان کی عدالت کو مجروح کر دیا گیا تا کہ لوگوں کا ان پر اعتماد ختم ہو جائے اور جب ان پر اعتماد ختم ہو جائے گا تو اسلام بھی مٹ جائے گا کیونکہ اگر انہیں ہٹا دیا جائے تو قرآن کی تشریح جو سنت نبوی سے کی گئی اور آپ کے عملی نمونوں کی شکل میں موجود ہے ختم ہو جائے گی اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کی من مانی تشریحات شروع ہو جائیں گی۔ پھر امت کا وہی حال ہو گا جو پہلی امتوں کا ہو چکا چنانچہ یہ اعتراض بھی ان ہی کوششوں اور طریقوں کا ایک حصہ ہے جس کی اصل حقیقت واضح ہو چکی لیکن ان کی کوششوں کے مقابلے میں اللہ تعالی نے اس شریعت مطہرہ کے بارے میں اعلان فرمایا ویأبی الله الا ان یتم نوره ولو کره الکفرون. اللہ تعالی اس روشنی کو ان ملحدین کے دلوں تک پہنچا دیں۔ آمین

لمافی الصحیح للبخاری (۲/ ۶۳۹): حدثنا عبدالله بن یوسف .... عن عائشة قالت مات النبی ﷺ وانه لبین حاقنتی وذاقنتی فلا اکره شدة الموت لاحد بعدالنبی ﷺ.

وفیها ایضا (۲/ ۶۳۸): حدثنا قتیبة قال ....قال ابن عباس یوم الخمیس ومایوم الخمیس اشتد برسول الله ﷺ وجعه فقال ائتونی اکتب لکم کتابالن تضلوا بعده ابدافتنازعوا ولاینبغی عند نبی تنازع فقالوا ماشانه أهجر استفهموه فذهبوا یردون عنه فقال دعونی ....وفی روایة عن ابن عباس قال :لماحضر رسول الله ﷺ وفی البیت رجال فقال النبی ﷺ هلموا اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعده قال بعضهم ان رسول الله ﷺ قدغلبه الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب الله فاختلف اهل البیت فاختصموا فمنهم من یقول قربوا یکتب کتابالا تضلوا بعده ومنهم من یقول غیر ذلک فلمااکثروا اللغو والاختلاف قال رسول الله ﷺ قوموا...... (وهکذانقل فی الصحیح (۱/ ۴۲۹) فی باب جوائز الوفد والفاظها فقالوا أهجر رسول الله ا قال دعونی ......)

وفی عمدة القاری (۱۴/ ۲۹۸): أهجر بهمزة الاستفهام الانکاری ای انکرواعلی من قال لاتکتبوا ای لاتجعلوه کامر من هذی فی کلامه.

وفیها ایضا (۲/ ۱۷۱): قال البیهقی قصد عمر ﷺ تخفیف علی النبی ﷺ حین غلبه الوجع ولوکان مراده علیه الصلوة والسلام ان یکتب مالایستغنون عنه لم یترکهم لاختلافهم.

وعلی هامش البخاری (۲/ ۶۳۸): وان صح بدون الهمزة فهوانه لمااصابه الحیرة والدهشة یعظم ماشاهده من هذه الحالة الدالة علی وفاته وعظم المصیبة ....اوهومن الهجر ضد الوصل ای یهجر من الدنیا.

(۲۸۰) حضور ﷺ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم میں سے جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو باقی مسلمان اس کی جنازہ پڑھتے ہیں، اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کی بھی نماز جنازہ پڑھی گئی؟ اگر آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو آپ کی نماز کس نے پڑھائی؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... حضور ﷺ کی نماز جنازہ ہوئی تھی لیکن مستقل امامت کسی نے نہیں کی بلکہ جنازہ حجرہ شریفہ میں رکھ دیا گیا تھا اور لوگ باری باری حجرہ شریفہ میں آتے اور انفرادی طور پر نماز جنازہ پڑھ کر چلے جاتے۔

لمافی شمائل الترمذی (ص۲۷): عن سالم بن عبید وکانت له صحبة روایة .... قالوا یاصاحب رسول الله ﷺ أتصلی علی رسول الله ﷺ قال نعم قالوا وکیف قال یدخل قوم فیکبرون ویدعون ویصلون ثم یخرجون ثم یدخل قوم فیکبرون ویصلون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس ....

وفی سنن ابن ماجة (ص۱۱۷): عن ابن عباس روایة .... ثم دخل الناس علی رسول الله ﷺ ارسالا یصلون علیه حتی اذا فرغوا ادخلوا النساء حتی اذا فرغوا ادخلوا الصبیان ولم یؤم الناس علی رسول الله ﷺ احد.

وفی حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم (۳۱۲/۱): والصحیح الذی علیه الجمهور انهم صلوا علیه فرادی فکان یدخل فوج یصلون فرادی ثم یخرجون ثم یدخل فوج اخر فیصلون کذلک ثم دخلت النساء بعد الرجال ثم الصبیان.

(۲۸۱) حیات النبی ﷺ کا ثبوت کتاب وسنت سے

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیات النبی ﷺ کا مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... حیات النبی کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔ قرآن کریم میں حیات النبی کا ثبوت اشارۃً ملتا ہے جبکہ احادیث میں حیات النبی کا ثبوت صراحۃً ملتا ہے اور اہل سنت والجماعت کا حیات النبی پر اتفاق بلکہ اجماع ہے۔

لمافی قوله تعالی (البقرة:۱۵۴): ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات ط بل احیاء ولکن لاتشعرون o

وایضاً (آل عمران : ۱۶۹): بل احیاء عند ربهم یرزقون ٥

وفی سنن ابی داؤد (۱/۱۵۰): ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء.

وفی ابن ماجة (صـ۱۱۸): ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق.

وفی الصحیح لمسلم (۲/۲۶۸): قال رسول اللہ ﷺ مررت علی موسی وهو یصلی فی قبره.

وفی عمدة القاری (۱۲/۳۵): رؤیته ﷺ لیلة المعراج وهو یصلی فی قبره. قلت: لااشکال فیها اصلا وذالک ان الانبیاء افضل من الشهداء والشهداء احیاء عند ربهم فالانبیاء بالطریق الاولی.

وفی انوار المحمود (۱/۲۱۰): انهم اتفقوا علی حیاته ﷺ بل حیاة الانبیاء متفق علیه لاخلاف لاحد فیه.

(۲۸۲) آپ علیہ السلام کی قبر اطہر میں حیات مبارکہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ قبر اطہر میں دنیوی ہے یا برزخی؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ کو قبر مبارک میں دنیوی حیات حاصل ہے کھاتے پیتے، نماز پڑھتے اور ازواج مطہرات سے ملتے ہیں۔ یہ عقیدہ کہاں تک درست ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... رسول اللہ ﷺ کو دنیوی اعتبار سے موت طاری ہو چکی ہے جس کی واضح دلیل آیت انک میت وانهم میتون ہے۔ اس میں کسی کو کوئی تردد نہیں ہے اور قبر اطہر میں آپ کو حیات، دنیوی حیات کی طرح حاصل ہے۔ اور باقاعدہ روح کا جسد مبارک سے تعلق ہے حتی کہ روضہ اقدس کے پاس درود شریف پڑھا جائے تو آپ علیہ الصلوٰۃ السلام خود سنتے ہیں۔ غیر مکلّف طور پر نماز کی ادائیگی بھی فرماتے ہیں اور رزق بھی دیا جاتا ہے البتہ ازواج مطہرات سے ملنا کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں ہے۔ اور بعض حضرات نے اسی پر حیات برزخیہ کا اطلاق کیا ہے کیونکہ یہ حیات آپ کو عالم برزخ میں حاصل ہوئی۔

لمافی سنن ابی داؤد (۱/۱۵۰): حدثنا هارون بن عبداللہ ...... عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علی من الصلوة فیه فان صلاتکم معروضة علی قال قالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء.

وفی المشکوة (۱/۱۲۱): عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلاة علی یوم الجمعة فانه مشهود یشهده الملائکة وان احدا لم یصل علی الا عرضت علی صلاته حتی یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق.

وفی مسند ابی یعلی (۳/۳۷۹): حدثنا ابو الجهم...... عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی

الله عليه وسلم الانبياء احياء في قبورهم يصلون.

وفي الصحيح للمسلم (۲/۲۶۸): حدثنا هداب .... عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال اتيت وفي رواية هداب مررت على موسى ليلة اسرى بي عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره.

وفي مرقاة المفاتيح (۳/۲۴۱): قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء اى جميع اجزائهم فلا فرق لهم في الحالين ولذا قيل اولياء الله لا يموتون ولكن ينقلون من دار الى دار .... فنبي الله حي اى دائما يرزق رزقا معنويا فان الله تعالى قال في حق الشهداء من امته بل احياء عند ربهم يرزقون فكيف سيدهم بل رئيسهم لانه حصل له ايضا مرتبة الشهادة مع مزيد السعادة باكل الشاة المسمومة وعود سمها المغمومة .... ولا ينافيه ان يكون هناك رزق حسي ايضا وهو الظاهر المتبادر.

(۲۸۳) قبر اطہر میں امتیوں کے سوال کا جواب اور شفاعت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ اپنی قبر اطہر میں امتیوں کے صلوٰۃ وسلام کا جواب سن کر جواب دیتے ہیں؟ یا صرف صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں؟ یا کچھ اور بھی سنتے ہیں اور سفارش بھی فرماتے ہیں؟ کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سننا اور جواب دینا ثابت ہے؟ قبر اطہر میں جسم مبارک سے روح مبارک کا تعلق مستقلاً ہے یا روح مبارک آتی جاتی رہتی ہے؟

مذکورہ مسائل میں ہمارے اکابرین علمائے دیوبند کا مذہب کیا ہے؟ نیز آپ ﷺ اور دوسرے مردوں کی برزخی زندگی میں اگر کچھ فرق ہو تو وہ بھی بیان کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... شریعت مطہرہ کامل وجامع دین ہے جس نے زندگی کے ہر شعبے میں مکمل ہدایات عنایت فرمائیں۔ اس کمال کے ساتھ ساتھ کمال کے خاصہ لازمہ کا بھی خیال رکھا کہ وہ باتیں جن کی عقائد یا اعمال کے اعتبار سے زیادہ ضرورت نہ تھی ان کو کہیں تو بیان ہی نہیں فرمایا اور کہیں اجمالاً بیان کر دیا۔ اس طرز بیان سے مقصود یہی تنبیہ تھی جو کچھ بیان کر دیا اسی پر اکتفا کیا جائے اور بغیر ضرورت بحث ومباحثہ سے کسی اجمالی مسئلہ کی دقیق جزئیات کی چھان بین نہ کی جائے چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ غیر ضروری سوالات پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور بعض مواقع پر جب آپ سے ایسے سوالات کثرت سے پوچھے گئے تو آپ علیہ السلام شدید غصہ کی حالت میں منبر پر تشریف فرما ہوئے اور غصے کی حالت میں فرمایا کہ ''اب جو پوچھنا ہے پوچھ لو'' اس سے بھی مقصود تنبیہ تھی۔

اب ہمارے لئے عافیت وسلامتی کا راستہ یہی ہے کہ جن چیزوں کو کلام مقدس میں یا احادیث مبارکہ میں جس قدر بیان فرما دیا

اور اس میں مزید بحث پر کوئی عقیدہ تفصیلی یا اجمالی موقوف نہیں ہے تو اس کے بارے میں بحث ومباحثہ سے اجتناب کیا جائے۔

اس ضروری تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضور ﷺ کا اپنے روضہ اطہر میں امتیوں کا صلوٰۃ وسلام جو قریب ہیں خود اور جو دور ہیں ان کا فرشتوں کے ذریعے سننا اور جواب دینا روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی شان تو بہت بلند ہے بلکہ عام مومنین کے بارے میں روایات میں تصریح موجود ہے کہ وہ قبر پر آنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اور جس روایت میں "مامن احد یسلم علیَّ الارد الله علیَّ روحی حتی أردعلیه السلام" (تم میں سے جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دیتے ہیں تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں) کے الفاظ آتے ہیں اس کے معنی محدثین نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ روح مبارک رب تعالیٰ کی تجلیات عالیہ میں مستغرق ہوتی ہے اور اس حالت میں جب کسی امتی کا سلام پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح مبارک کو دوسری حالت میں واپس لوٹاتے ہیں تا کہ آپ علیہ السلام امتیوں کے سلام کا جواب دے سکیں۔ محدثین کا اس معنی کو بیان کرنا اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ آپ کو قبر اطہر میں حیات دائمی حاصل ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات دائمی عطا فرمائی ہے تو آپ علیہ السلام اس کے علاوہ دوسرا کلام بھی سنتے ہیں۔

اور روضہ مطہرہ پر اگر کوئی حاضر ہوکر سفارش کی درخواست کرے تو سفارش بھی فرماتے ہیں اور بعض خوش نصیبوں اور سعادت مندوں کی سفارش کو درخواست کے بعد مغفرت کی خوش خبری بھی مل جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سننے اور جواب دینے سے متعلق کوئی صریح روایت موجود نہیں ہے اور قبر اطہر میں آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ مستقل ہے۔ یہی مسلک ہمارے اکابر دیو بند کا تھا (تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ المہند علی المفند)

آپ ﷺ کی زندگی اور دوسرے امتیوں کی زندگی میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں اتنی بات تو طے ہے کہ تمام امتیوں میں شہداء کی زندگی قوی ہوتی ہے، پھر انبیاء کی زندگی شہدا سے بھی قوی تر ہوتی ہے، پھر تمام انبیاء میں آپ علیہ السلام کو خصوصی امتیاز حاصل ہے اور آپ کی حیثیت سب سے اعلیٰ ہے۔ البتہ اس میں یہ تعیین کہ نبی اور امتی کی زندگی میں کس قدر فرق ہے صراحۃً منقول نہیں ہے۔

لمافی البحر المحيط (۲۹۴/۳): تحت آية ولوانهم اذظلموا انفسهم الاية ......روى عن علي كرم الله وجهه انه قال قدم علينا اعرابي بعد مادفنا رسول الله ﷺ بثلاثة ايام فرمى بنفسه على قبره وحثا من ترابه على رأسه ثم قال

يا خير من دفنت في التراب اعظمه فطاب من طيبهن القاع والأكم

نفسي الفداء لقبر انت ساكنة فيه العفاف وفيه الجود والكرم

ثم قال قد قلت يارسول الله فسمعنا قولك، ووعيت عن الله فوعينا عنك وكان فيماانزل الله عليك ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك الاية وقد ظلمت نفسي وجئت استغفر الله فاستغفرلي

من ربک فنودی فی القبر انه قدغفرلک.

(وهکذا ذکر هذه القصة بتغییر یسیر فی احکام القرآن للقرطبی (۵/۲۶۵) .... وفی تفسیر ابن کثیر (۱/۲۱۱۴)

وقال العلامة الآلوسی فی روح المعانی (۲۲/۳۸): تحت آیة ماکان محمدابآاحد الایة ....

والاخبار المذکورة بعدفیما سبق المراد منها اثبات الحیاة فی القبر بضرب من التاویل والمراد بتلک الحیاة نوع من الحیاة غیر معقول لنا وهو فوق حیاة الشهداء بکثیر وحیاة نبینا اکمل واتم من حیاة سائر هم علیهم السلام وخبره مامن مسلم یسلم علی الارد اللّٰہتعالی علی روحی حتی ارد علیه السلام محمول علی اثبات اقبال خاص والتفات روحانی یحصل من الحضرة الشریفة النبویة الی عالم الدنیا وتنزل الی عالم البشریة حتی یحصل عنه ذلک رد السلام وفیه توجیهات اخر مذکورة فی محلها ثم ان تلک الحیاة فی القبر وان کانت یترتب علیها بعض مایترتب علی الحیاة الدنیا المعروفة لنا من الصلاة والاذان والاقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلک الاانها لایترتب علیها کل مایمکن ان یترتب علی تلک الحیاة المعروفة ولایحس بهاولایدرکها کل احد فلوفرض انکشاف قبرالنبی من الانبیاء علیهم السلام لایری الناس النبی فیه الاکما یرون سائر الاموات الذی لم تأکل الارض اجسادهم.

وفی الصحیح للبخاری (۱/۱۹): عن ابی موسی قال سئل النبی ﷺ عن اشیاء کرهها فلما اکثر علیه غضب ثم قال سلونی عماشئتم وذکر الحدیث ....

وفی احکام القرآن للتهانویؒ (۳/۱۷۰): وقد ذکره جماعة من العلماء ویشهد له صلوة موسی علیه السلام فی قبره فان الصلوة تستدعی جسدا حیا وکذلک الصفاة المذکورة فی الانبیاء لیلة الاسراء کلها صفات الاجسام ولایلزم من کونها حیاة حقیقة ان تکون الابدان معها کماکانت فی الدنیا مع الاحتیاج الی الطعام والشراب وغیر ذلک من صفات الاجسام التی تشاهدها بل یکون لها حکم آخر واما الادراکات کالعلم والسمع فلاشک ان ذلک ثابت لهم یعنی الشهداء وسائر الموتی (شرح الصدور).

وفی الصحیح لمسلم (۲/۲۶۸): عن انس بن مالک ان رسول اللّٰہ ﷺ قال اتیت وفی روایة هداب مررت علی موسی لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی.

وفی سنن الدارمی (۱/۵۷): عن سعید بن عبدالعزیز قال لماکان ایام الحرة لم یؤذن فی مسجد

النبی ﷺ ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب من المسجد وکان لایعرف وقت الصلاۃ الابھمھمۃ یسمعھا من قبرا لنبی ﷺ.

وفی مشکوۃالمصابیح (صـ۸۶و۸۷): عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام .... عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام. .... وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عندقبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ.

وفی مرقات المفاتیح تحت ھذہ الروایات (۲/۳۴۱): (یبلغونی من امتی السلام) اذا سلموا علی قلیلا او کثیرا وھذا مخصوص بمن بعد عن حفرۃ مرقدہ المنور ومضجعہ المطھر واشارۃ الی حیاتہ الدائمۃ وفرحہ ببلوغہ سلام امتہ الکاملۃ وایماء الی قبول السلام حیث قبلتہ وحملتہ الیہ علیہ السلام وسیاتی انہ یرد السلام علی من سلم علیہ.

(ومامن احد یسلم علی الارداللہ علی روحی) قال ابن حجر ای نطقی (حتی ارد علیہ السلام) ای اقول وعلیک السلام قال القاضی لعل معناہ ان روحہ المقدسۃ فی شأن مافی الحضرۃ الالھیۃ فاذابلغہ سلام احد من الامۃ رد اللہ تعالی روحہ المطھر من تلک الحالۃ الی رد من سلم علیہ ...... وقال ابن ملک رد الروح کنایۃ عن اعلام اللہ ایاہ بان فلانا صلی علیہ.

وفی مشکوۃ المصابیح (صـ۱۲۱): عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود یشھدہ الملائکۃ وان احد لم یصل علی الاعرضت علی حتی یفرغ منھا قال قلت وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجسادالانبیاء فنبی اللہ حی یرزق.

و فی مرقاۃ المفاتیح تحتھا (۳/۲۴۱): (ان تاکل اجساد الانبیاء) ای جمیع اجزاء ھم فلافرق لھم فی الحالین .... وفیہ اشارۃ الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منھم بخلاف غیرھم ومن فی معناھم من الشھداء والاولیاء فان عرض الامور ومعرفۃ الاشیاء انماھو بارواحھم مع اجسادھم. (فنبی اللہ) یحتمل الجنس والاختصاص بالفرد الاکمل والظاھر ھو الاول لانہ رأی موسی قائما یصلی فی قبرہ وکذلک ابراھیم کمافی حدیث مسلم وصح خبرالانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون. (حی) ای دائما (یرزق) رزقا معنویا فان اللہ تعالی قال فی حق الشھداء من امتہ بل احیاء عند ربھم یرزقون فکیف سیدھم بل رئیسھم لانہ حصلہ لہ ایضا مرتبۃ الشھادۃ مع مزید السعادۃ باکل الشاۃ المسمومۃ وعود سمھا المغمومۃ وانما عصمہ اللہ تعالی من بین اعدائہ من

شر البرية ولدينا فيه ان يكون هناک رزق حسی.

وفی عمدة القاری (۱۸۵/۱۲): (ولایذیقک الله الموتتین) اراد بالموتتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان فلذلک ذکرهمابالتعریف وهما الموتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء علیهم الصلوة والسلام فانهم لایموتون فی قبورهم بل هم احیاء واماسائر الخلق فانهم یموتون فی قبورهم ثم یحیون یوم القیامة ومذهب اهل السنة والجماعة ان فی القبر حیاة وموتا فلابد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء.

وقال العلامة انورشاه الکاشمیری فی فیض الباری (۶۴/۲): نقل عن مالک رحمه الله احترام النبی بعد وفاته ایضا کما کان فی حیاته وفی البیهقی عن انس وصححه ووافقه الحافظ فی المجلد السادس ان الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون .... ثم الحیاة فیها مراتب لایعدها عاد ولایحصیها محصی فحیاة الانبیاء اعلی واتم وحیاة الصحابة دونها ثم وثم.

ویقول فیهاایضا (۴۶۷/۲): والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفی حدیث صححه ابوعمرو ان احدا اذاسلم علی المیت فانه یرد علیه ویعرفه ان کان یعرفه فی الدنیا (بالمعنی) واخرجه ابن کثیر ایضا وتردد فیه فالانکار فی غیر محله سیما اذا لم ینقل عن احد من ائمتنا رحمهم الله تعالی فلابد بالتزام السماع فی الجملة.

وفی اعلاء السنن (۵۰۵/۱۰): ولاشک فی حیاته ﷺ بعد وفاته وکذا سائر الانبیاء علیهم الصلوة والسلام احیاء فی قبورهم حیاة اکمل من حیاة الشهداء التی اخبرالله تعالی بهافی کتابه العزیز ونبینا ﷺ سیدالانبیاء وسیدالشهداء.

ویقول فیها ایضا (۵۱۲/۱۰): عن داؤد بن ابی صالح قال :اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فاخذ برقبته وقال اتدری ماتصنع قال نعم فاقبل علیه فاذاهوابوایوب الانصاری رضی الله عنه فقال جئت رسول الله ﷺ لم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ یقول لاتبکوا علی الدین اذاولیه اهله ولکن ابکوا علیه اذا ولیه غیر اهله اخرجه الحاکم وقال صحیح الاسناد واقره الذهبی فی تلخیص المستدرک ۵۱۵/۴ فقال صحیح.

(قوله عن داؤد بن ابی صالح الخ)قلت موضع الاستدلال منه قول ابی ایوب جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر فتأید به حدیث من زارنی بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی وثبت به ان حکم قوله تعالی ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوک فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول لوجدوالله توابارحیما

باق بعد وفاته ﷺ لم ينقطع بها.

وذكر رواية ابى ايوب الانصارى فى مسند احمد بن حنبل (۵۸۷/۲)

ويقول العلامة العثمانى فى اعلاء السنن ايضا (۵۱۲/۱۰): اذا اختار الرجوع يستحب له ان يأتى القبر الشريف ويقول بعد السلام والدعاء ودعناک يارسول الله غير مودع ولاسامعين بفرقتك. نسألک ان تسأل الله تعالى ان لايقطع آثارنا من زيادة حرمک.

وقال الملاعلى القارى فى مناسک ملاعلى (۵۱۰): ثم فى تلک الساعة يطلب الشفاعة اى فى الدنيا بتوفيق الطاعة وفى الاخرة بغفران المعصية فيقول يارسول الله اسألک الشفاعة ثلاثا.

وقال ايضا فى آخر بحث الزيارة (صـ۵۱۲): من ارادالكمال اى ممن يسعه القال والحال فليقل ......اللهم آته نهاية ماينبغى ان يسأله السائلون وغاية ماينبغى اى يومله الاملون وحسن اى بصيغة الوصف اى يستحسن ان يقول كماقال اعرابى مقبول :اللهم انک قلت وانت اصدق القائلين ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوک (اى تائبين) فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول (اى بالشفاعة لردهم الى الطاعة) لوجدوا الله توابارحيما جئناک اى فقد آتيناک ظالمين لانفسنا مستغفرين من ذنوبنا اى مستشفعين بک الى ربنا (فاشفع لنا) الى ربک واسأله ان يمن علينا بسائر طلباتنا اى مطلوباتنا ومسئولاتنا.

قال العلامة حسن شاه فى غنية الناسک (صـ۳۸۰): وحسن ان يقول: يارسول الله قد قال سبحانه وتعالى وقوله الحق ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوک فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابارحيما. فجئناک ظالمين لانفسنا مستغفين (مستغفرين) من ذنوبنا فاشفع لنا الى ربنا واسأله ان يميتنا على سنتک وان يحشرنا فى زمرتک.

وفى الهندية فى آخر بحث الزيارة (۲۶۶/۱): ثم يقف عند رأسه كالاول ويقول اللهم انک قلت وقولک الحق ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوک الاية وقد جئناک سامعين قولک طائعين امرک مستشفعين بنبيک اليک.

وفى ردالمحتار (۱۵۱/۳): واماما نسب الى الامام الاشعرى امام اهل السنة والجماعة من انكار ثبوتها بعد الموت فهوافتراء وبهتان والمصرح به فى كتبه وكتب اصحابه خلاف مانسب اليه بعض اعدائه لان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء فى قبورهم.

قال السيوطى فى الحاوى للفتاوى (۱۴۷/۲): من الادلة فى ذلک وتواترت به الاخبار ....

وبعد صفحة يقول : قال البيهقی فی كتاب الاعتقاد :الانبياء بعد ماقبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء وقال القرطبی فی التذكرة فی حديث الصعقة نقلا عن شيخه :الموت ليس بعدم محض انماهو انتقال من حال الی حال ويدل علی ذلک ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احياء يرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الاحياء فی الدنيا.واذا كان هذا فی الشهداء فالانبياء احق بذلک واولی ....وبعد اسطر يقول ....قال الاستاذ ابومنصور عبدالقاهر بن طاهر البغدادی الفقيه الاصولی شيخ الشافعية فی اجوبة مسائل الجاجرمين قال: المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبيناﷺ حی بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته ويحزن بمعاصی العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من يصلی عليه من امته.

(۲۸۴) کیاانبیاءعلیہم السلام کوحوریں ملیں گی/کیا آپﷺ ہمارے والد کی طرح ہیں؟

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کہا جاتا ہے کہ جنت میں جانے کے بعد مومنوں کی خدمت کے لئے حوریں موجود ہوں گی ،تو کیا نبی اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء کے لئے بھی حوریں ہوں گی یا نہیں؟

۲۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کومومنوں کی ماں کہا جاتا ہے تو کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے باپ ہوئے یا نہیں؟

۳۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھا کران کے تابوت کواونٹنی پرسوار کر کے صحرا میں چھوڑ دیا گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تابوت تو نہیں ملا لیکن ان کی اونٹنی مری ہوئی ملی، جہاں اونٹنی ملی وہاں ان کے عقیدت مندوں نے مزار بنادیا تھا۔کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟ اور اگر عراق میں بنایا گیا مزار فرضی ہے تو اہلسنّت کے علماء اسے بچانے کے لئے کیوں سرگرم ہیں؟

۴۔ عراق میں بنائے گئے مزار میں واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ دفن ہیں یا نہیں؟

ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں:

۱۔ جس طرح عام مومنین کے لئے حوریں ہوں گی اسی طرح انبیاء کے لئے بھی حوریں ہوں گی۔

۲۔ جس طرح تمام ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں۔اسی طرح حضور ﷺ بلکہ تمام انبیاء امت کے باپ ہوتے ہیں اور آیت کریمہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِکُمْ الاية میں نفی صلب (حقیقی باپ) کے اعتبار سے ہے۔

۳،۴۔ یہ واقعہ جو آپ نے سنا ہے اسکی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہیں کوفہ میں اس وقت کے دارالامارۃ میں دفن کیا گیا تھا البتہ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نجف میں جسے آج کل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار سمجھا جاتا ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں

بلکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔

لمافی روح المعانی (۳۱/۲۲): تحت آیة ماکان محمد اباآحد من رجالکم ولکن رسول اللہ الایة......قال الراغب بعد ان قال الاب الوالد مانصه :ویسمی کل من کان سببا فی ایجاد شئ او اصلاحه اوظهوره اباولذلک سمی النبی ﷺ اباالمومنین قال اللہ تعالی النبی اولی بالمومنین من انفسهم وازواجه امهاتهم وفی بعض القرآت وهو اب لهم وروی انه علیه السلام قال لعلی کرم اللہ تعالی وجهه اناوانت ابوهذه الامة..........وحاصله انه استدراک من نفی الابوة الحقیقیة الشرعیة التی یترتب علیها حرمة المصاهرة ونحوها الی اثبات الابوة المجازیة اللغویة التی هی من شان الرسول علیه الصلوة والسلام.

وفی المشکوة المصابیح (ص۴۹۶): عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ وذکر الحدیث بطوله ثم قال لکل امرئ منهم زوجتان من الحور العین.

وفیها ایضا (ص۴۹۹): عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ ....ادنی اهل الجنة الذی له ثمانون الف خادم واثنتان وسبعون زوجة.

وفی المرقات (۳۲۳/۱۰): قدجاء ان للواحد من اهل الجنة العدد الکثیر من الحور العین.

وفی البدایة والنهایة (۳۴۲/۷): ان علیا رضی اللہ عنہ لمامات صلی علیه ابنه الحسن فکبر علیه تسع تکبیرات ودفن بدارالامارة بالکوفة خوفا علیه من الخوارج ان ینبشوا عن جثته هذا هو المشهور ومن قال انه حمل علی راحلته فذهبت به فلایدری این ذهب فقد اخطأ وتکلف مالاعلم له به ولایسیغه عقل ولاشرع ومایعتقده کثیر من جهلة الروافض من ان قبره بمشهد النجف فلادلیل علی ذلک ولااصل له ویقال انماذلک قبرالمغیرة بن شعبة.

(۲۸۵) نبی علیہ السلام کی بعثت اور مؤمنین جنات کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ صرف انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے یا انسانوں اور جنات دونوں کی طرف؟ نیز جنات میں جو مومنین ہیں کیا وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......نبی کریم ﷺ کی بعثت تمام انسانوں اور جنات کی طرف ہے اور جنات میں سے جو مومنین ہیں وہ بھی انسانوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

لمافی قوله تعالی (الجن: ۱، ۲......۱۱): قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا

عجباo یهدی الی الرشد فآمنابه ط ولن نشرک بربنا احداo .... وانامنا الصلحون ومنادون ذلک ط کناطرائق قدداo

وفی احکام القرآن للقرطبی (۲۱۷/۱۶): تحت آية "یقومنا اجیبوا داعی الله وآمنوا به یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم" هذه الایة تدل علی ان الجن کالانس فی الامر والنهی والثواب والعقاب قال الحسن لیس لمومنی الجن ثواب غیر نجاتهم من النار ....وبه قال ابوحنیفة قال لیس ثواب الجن الاان یجاوروا من النار ثم یقال لهم کونواترابا مثل البهائم وقال آخرون انهم کمایعاقبون فی الاساءة یجازون فی الاحسان مثل الانس والیه ذهب مالک والشافعی وابن ابی لیلی وقد قال الضحاک الجن یدخلون الجنة ویأکلون ویشربون قال القشیری والصحیح ان هذا مما لم یقطع فیه بشئ والعلم عندالله.

وفی فتاوی الحدیثیة (صـ۱۷): واعلم ان العلماء اتفقوا علی ان کافرهم یعذب فی الآخرة وعن ابی حنیفة وابی الزناد ولیث بن ابی سلیم ان مؤمنهم لاثواب له الاالنجاة من النار ....والصحیح الذی قال ابن ابی لیلی والاوزاعی ومالک والشافعی واحمد واصحابهم رضی الله عنهم انهم یثابون علی طاعاتهم ونقل عن ابی حنیفة واصحابه رضی الله عنهم انهم یدخلون الجنة ونقله ابن حزم عن الجمهور واستدلوابقوله ولکل درجات مماعملوافانه ذکر بعد الجن والانس.

وفی روح المعانی (۳۲/۲۶): تحت آية "یاقومناأجیبوا داعی الله الایة "وهذا ونحوه یدل علی ان الجن مکلفون ....وعن ابن عباس لهم ثواب وعلیهم عقاب یلتقون فی الجنة ویزدحمون علی ابوابها ....وقیل لاثواب لمطیعهم الاالنجاة من النار، فیقال لهم کونوا ترابا فیکونون ترابا.وهذا مذهب لیث بن ابی سلیم وجماعة ونسب الی الامام ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه ،وقال النسفی فی التیسیر: توقف ابوحنیفة فی ثواب الجن فی الجنة ونعیمهم لانه لااستحقاق للعبد علی الله تعالی ولم یقل بطریق الوعد فی حقهم الاالمغفرة والاجازة من العذاب وامانعیم الجنة فموقوف علی الدلیل .... قال النووی فی شرح صحیح مسلم :والصحیح انهم یدخلونها وینعمون فیها بالاکل والشرب وغیرهما وهذا مذهب الحسن البصری ومالک بن انس والضحاک وابن ابی لیلی وغیرهم.

(۲۸۶) کیا معجزات کے لئے تاریخی گواہی ضروری ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معجزہ شق قمر کس سن میں واقع ہوا؟ منکرین حدیث اس

کا انکار کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر واقعی معجزہ شق قمر واقع ہوا ہوتا تو مشہور تاریخ نویس اور مصنفین اس کو اپنی تاریخ میں ذکر کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس سوال کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... معجزہ شق قمر کا ظہور ہجرت نبوی سے پانچ سال قبل ہوا تھا۔ اور اگر منکرین حدیث اس کا انکار کرتے ہیں تو یہ ان کی حماقت ہے کیونکہ تاریخ کی کتب کا درجہ سب سے آخر میں ہے سب سے پہلے سب سے سچی اور معتبر کتاب کلام مقدس ہے پھر احادیث مبارکہ ہیں۔ اگر کوئی چیز ان میں نہ ملے تو تاریخ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جبکہ شق قمر کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس کے بعد احادیث کی کتابوں میں بکثرت روایات موجود ہیں، سب سے بڑھ کر بخاری ومسلم جن پر پوری امت کا اتفاق ہے ان میں اس معجزے کا ذکر موجود ہے پھر مزید کسی تاریخی روایت کی کیا ضرورت ہے؟ نیز یہ کہنا کہ کسی تاریخ کی مشہور کتاب میں اس کا ذکر موجود نہیں یہ بھی بالکل لغو اور فضول بات ہے کیونکہ تاریخ کی معتبر کتب میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

لمافي روح المعانی (۲۷/۷۴): اقتربت الساعة وانشق القمر انفصل بعضه عن بعض وصار فرقتين وذلک علی عهد رسول اللهﷺ قبل الهجرة بنحو خمس سنين فقد صح من رواية الشيخين ...... والاحاديث الصحيحة في الانشقاق كثيرة، واختلف في تواتره فقيل: هو غير متواتر وفي شرح المواقف الشريفي انه متواتر وهو الذی اختاره العلامة ابن السبكی قال في شرحه لمختصر ابن حاجب: الصحيح عندی ان انشقاق القمر متواتر منصوص عليه في القرآن مروی في الصحيحين وغيرهما من طرق شتی بحيث لايمتری في تواتره.

وفي احكام القرآن للقرطبی (۱۷/۱۲۵): اقتربت الساعة وانشق القمر ای وقد انشق القمر ...... وعلی هذا الجمهور من العلماء.

وفي الصحيح للبخاری (۱/۵۱۳): حدثنا عبدالله بن محمد .... عن انس انه حدثهم ان اهل مكة سألوا رسول اللهﷺ ان يريهم آية فأراهم انشقاق القمر ..... عن ابن عباس ان القمر انشق في زمان النبیﷺ.

(۲۸۷) شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آپ ﷺ نے نفل نماز پڑھائی تھی یا فرض؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معراج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت کرائی تھی اس نماز میں انبیاء علیہم السلام اپنے جسموں کے ساتھ حاضر تھے یا صرف روحیں موجود تھیں نیز وہ نفل نماز تھی یا فرض نماز؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات جو انبیاء کی امامت کرائی تھی وہ نفل نماز تھی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحیں وہاں موجود تھیں۔

وفی مرقات المفاتیح (۱۱/۱۴۳): قال ابن الملک فی شرح المشارق المرئی کان ارواح الانبیاء متشکلة بصورهم التی کانوا علیها الاعیسی فانه مرئی بشخصه وسبقه التوربشتی حیث قال ورؤیة الانبیاء فی السمٰوات وفی بیت المقدس یحمل علی رؤیةروحانیتهم الممثلة بصورهم التی کانوا علیها غیر عیسی فان رویته محتملة للامرین او احدهما.

لمافی السراجیة (صـ۲۲): امامة النبی ﷺ لیلة المعراج لارواح الانبیاء علیهم السلام کانت فی النافلة.

(۲۸۸) معراج جسمانی یا روحانی؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......جمہور کے نزدیک آپ ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی۔ البتہ بعض حضرات نے بعض آثار کی وجہ سے تطبیق یہ بیان کی ہے کہ آپ کو دو دفعہ معراج ہوئی، اول روحانی اور دوئم جسمانی۔

لقوله تعالی (الاسراء: ۱): سبحٰن الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الایة

وفی روح المعانی (۱۵/صـ۷): واختلف ایضا انه فی الیقظة اوفی المنام ......وذهب الجمهور الی انه فی الیقظة ببدنه وروحه ﷺ والرویا تکون بمعنی الرؤیة فی الیقظة کمافی قول الراعی یصف صائدا ؎

وکبر للرؤیا وهش فؤاده　　　وبشر قلبا کان جماً بلاله

............وذهبت طائفة ......بان الاسراء کان مرتین احداهما فی نومه ﷺ قبل النبوة ......ثم اسری بروحه وبدنه بعد النبوة قال فی الکشف وهذا هو الحق به یحصل الجمع بین الاخبار.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۰/۲۰۸): هل کان اسراء بروحه اوجسده اختلف فی ذلک السلف والخلف فذهبت طائفة الی انه اسراء بالروح ....وذهب معظم السلف والمسلمین الی انه کان اسراء بالجسد وفی الیقظة وانه رکب البراق بمکة ووصل الی بیت المقدس وصلی فیه ثم اسری بجسده.

وفی تفسیر کبیر (۲۰/۱۴۸): اختلف فی کیفیة ذلک الاسراء فالاکثرون من طوائف المسلمین اتفقوا علی انه اسری بجسد رسول الله ﷺ والاقلون قالوا انه ماسری الابروحه.

وفی المرقات (۱۱/۱۳۸): فی شرح السنة قال القاضی عیاض اختلف الناس فی الاسراء برسول الله ﷺ فقیل انما کان جمیع ذلک فی المنام والحق الذی علیه اکثر الناس ومعظم السلف وعامة المتاخرین من الفقهاء والمحدثین والمتکلمین انه اسری بجسده.

(۲۸۹) آنحضرت ﷺ کے والدین کا ایمان

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا آنحضرت ﷺ کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تھا کہ آپ پر ایمان لائیں؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو معتبر کتابوں سے حوالہ نقل فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں دونوں طرح کے اقوال موجود ہیں البتہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ بجائے اس معاملے میں بحث ومباحثہ کے سکوت اختیار کیا جائے کیونکہ اس معاملے کا تعلق نہ تو عمل سے ہے اور نہ ہی آخرت میں ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ لہٰذا خواہ مخواہ ایسی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں جس میں ہمارا فائدہ تو کوئی نہیں البتہ اگر کوئی کمی زیادتی کر دی تو نقصان ہوسکتا ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲/۹۲): انا ارسلناک بالحق بشیرا ونذیرا ولاتسئل عن اصحاب الجحیم.........قال ابن عباس ومحمد بن کعب ان رسول الله ﷺ قال ذات یوم لیت شعری مافعل ابوای فنزلت هذه الاية وهذا علی قرأة من قرأ ولاتسال جزما علی النهی.

وفی ردالمحتار (۳/۱۸۵): قال ابن عابدین بعد بحث طویل.........قال بعض المحققین: انه لاینبغی ذکر احد هذه المسئلة الامع مزید الادب. ولیست من المسائل التی یضر جهلها اویسأل عنها فی القبر اوفی الموقف. وحفظ اللسان عن التکلم فیها الابخیر اولی واسلم.

﴿کتاب التفسیر و مایتعلق بالقرآن﴾

(تفسیر اور دیگر علوم قرآنی کے بیان میں)

(۲۹۰) ''مافی الارحام'' سے کیا مراد ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک میں پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا کہ ان پانچ کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں دیا گیا جبکہ سائنسی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ مافی الارحام (جو کچھ رحم کے اندر ہے) کے بارے میں معلوم ہوسکتا ہے۔تو آیت سے کیا مراد ہے؟تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں مافی الارحام کی تفسیر پر اس اعتراض کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

۱......سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کے علم کی نفی کی ہے اور غیب کہا جاتا ہے ایسے علم کو جو بغیر اسباب کے حاصل ہو جبکہ آج کل کی تحقیق نہ صرف اسباب کی محتاج ہے بلکہ اسباب کے بغیر ممکن ہی نہیں لہٰذا اسے غیب نہیں کہا جاسکتا۔

۲......''ما'' عموم کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں صرف ذکورۃ وانوثۃ (لڑکا یا لڑکی ہونا) شامل نہیں بلکہ بچے کی عمر، رزق، شقی یا سعید ہونا تمام باتیں شامل ہیں اور ان کا علم کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

۳......انسانی مادہ منویہ میں ہزاروں چھوٹے چھوٹے جرثومے ہوتے ہیں۔جب مرد وعورت کے مادہ کا باہم ملاپ ہوتا ہے تو دونوں کے مادہ منویہ سے ہزاروں جرثومے وجود میں آتے ہیں۔بعد ازاں استقرار حمل مرد وعورت کے ہزاروں جرثوموں میں سے دونوں کے ایک ایک جرثومے سے وقوع پذیر ہوجاتا ہے اور باقی جرثومے ضائع ہوجاتے ہیں۔اب کون سے جرثومے سے بچہ پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔اور جدید سائنس بھی اس کی تعیین سے قاصر ہے۔

اس کے علاوہ بھی چند ایک جوابات دیئے گئے ہیں لیکن اسی قدر کافی ہیں۔

لمافی التفسیر المنیر (۱۷۹/۲۱): (یعلم مافی الارحام) ای لایعلم احد الااللہ مافی الارحام من خواص الجنین واحواله العارضة له من طبائع وصفات وذکورة وانوثة وتمام خلقه ونقصها، فان توسل العلماء بسبب تحلیل الکیمیائی کون الجنین ذکرا أو انثی فلایعنی ذلک غیبا وانما بواسطة التجربة وتظل احوال اخریٰ کثیرة مجهولة للعلماء لاتعلم الابعد الولادة قال القرطبی وقد یعرف بطول التجارب اشیاء من ذکورة الحمل وانوثته الی غیر ذلک.

(۲۹۱) ''قدم صدق'' سے کیا مراد ہے؟

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ یونس کی آیت وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ میں ''قدم صدق'' سے کیا مراد ہے؟ معتبر تفاسیر سے نقل فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً.....قدم صدق کی مراد میں مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے والے بلند درجات مراد ہیں۔

(۲) جنت میں دخول کے اعتبار سے باقی امتوں پر سبقت مراد ہے۔

(۳) دوبارہ اٹھائے جانے میں سبقت مراد ہے۔

اور قدم کی اضافت صدق کی طرف اضافت موصوف الی الصفۃ کے قبیل سے ہے اور اس سے مقصود مبالغہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یہ چیز یقینی ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسبب کی اضافت سبب کی طرف ہو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ درجات عالیہ کا حصول صدق قول اور صدق نیت کی وجہ سے ممکن ہوا۔

لمافی قوله تعالی (یونس : ۲): وبشر الذین آمنوا ان لهم قدم صدق عند ربهم ط الاية

وفی روح المعانی (۱۱/۲۲): قدم صدق ای سابقة ومنزلة رفيعة..........واصل القدم العضو المخصوص واطلقت على السبق مجازا مرسلا لكونها سببه وآلته واريد من السبق الفضل والشرف والتقدم المعنوی الى المنازل الرفيعة مجازا ....وقيل :المراد تقدمهم على غيرهم فی دخول الجنة لقوله عليه السلام نحن الآخرون السابقون يوم القيامة ....وقيل تقدمهم فی البعث واصل الصدق مايكون فی الاقوال ويستعمل كماقال الراغب فی الافعال ....وصرحواهنا بان الاضافة من اضافة الموصوف الى صفته والاصل قدم صدق ای محققة ومقرره وفيه مبالغة لجعلها عين الصدق ثم جعل الصدق كانه صاحبها، ويحتمل ان تكون الاضافة من اضافة المسبب الى السبب وفی ذلک تنبيه على ان مانالوه من المنازل الرفيعة كان بسبب صدق القول والنية.

(۲۹۲) وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا الاية کا مطلب؟

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں اسلام کسی بھی طریقے سے نہ پہنچا ہو وہاں کے کسی انسان کو شرک پر عذاب ہوگا؟ اگر ہوگا تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ''وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا''۔

نیز کسی مقام پر اسلام تو لوگوں کو معلوم نہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کے بارے میں انہیں معلوم ہے اور اس پر وہ من وعن عمل کرتے

ہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اللہ تعالیٰ نے انسان کوایسی عقل دی ہے کہ اگر اسے رسولوں کی دعوت نہ بھی پہنچی ہوتو اس کی عقل اس کائنات کے پیدا کرنے والے کا ادراک کرسکتی ہے، اور معجزات کی روشنی میں انبیاء کی تصدیق کی مکلّف ہے، اب اس بات کے ذہن نشین ہوجانے کے بعد یہ سمجھئے کہ اگر کہیں پر رسولوں کی دعوت نہ پہنچی ہوتو ان پر ایمان لانا ضروری ہوگا یا نہیں؟ تو اولاً ایسی جگہ مشکل ہے جہاں انبیاء کی دعوت نہ پہنچی ہو، ثانیاً اگر فرض بھی کرلیں تو چونکہ انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار بغیر رسولوں کی ہدایت کے کرسکتی ہے لہٰذا وہاں لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہوگا یہی وجہ ہے کہ فقہاءؒ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنایا تو اس پر انہیں عذاب ہوگا اگر چہ ان کی طرف کوئی رسول اور پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ اس کی تائید صحیحین کی اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام بخاریؒ نے (۱/۲۷۴) پر ذکر کیا ہے

عن ابی سعیدن الخدریؓ عن النبی ﷺ قال یقول اللہ تبارک وتعالیٰ یاآدم !فیقول لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک فیقول اخرج بعث النار قال ومابعث النار قال من کل الف تسعمائة وتسعة وتسعین فعندہ یشیب الصغیر وتضع کل ذات حمل حملها وتری الناس سکاریٰ وماهم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید قالوا یا رسول اللہ واینا ذاک الواحد قال ابشروا فان منکم رجلا ومن یاجوج وماجوج الفا.

(اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اے آدم! حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے اے اللہ میں حاضر ہوں، تمام بھلائیاں آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اپنی اولاد میں جہنم کا حصہ نکالیں، وہ عرض کریں گے کہ جہنم کا حصہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر ہزار میں سے نوسوننانوے، اس وقت (خوف کی بناء پر) بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور حمل والیوں کے حمل گرجائیں گے اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ ایسے ہورہے ہوں گے جیسے کہ نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے (اللہ کے عذاب کے خوف سے ان کی یہ حالت ہوگی) صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ ایک کون ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے خوشخبری ہوتم میں ایک اور یاجوج ماجوج میں ہزار ہوں گے۔) وجہ استدلال یہ ہے کہ یاجوج ماجوج سد سکندری کی اوٹ میں رہنے والی شرک میں مبتلا انسانی مخلوق ہے حالانکہ ان کی طرف کوئی رسول اور پیغمبر مبعوث نہیں پھر بھی ان کو شرک کی بنا پر عذاب دیا جائے گا معلوم ہوا کہ مشرک قوم کی طرف اگر چہ کوئی رسول اور قاصد مبعوث نہ بھی ہوتب بھی شرک کی بناء پران کو عذاب دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہؒ نے اس طرح کی روایات اور آیات سے استدلال کیا کہ اگر کسی شخص کو انبیاء کی دعوت نہ بھی پہنچی ہوتو بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ بعثت سے قبل عذاب کی نفی سے کیا مراد ہے؟ تو اس سے مراد معاصی اور بداعمالیوں پر عذاب کی نفی ہے شرک کی صورت میں عذاب کی نفی نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت مبارکہ میں ''رسولا'' میں عقل کو بھی شامل کیا ہے یعنی یہاں جن رسولوں کی بعثت کا ذکر ہے اس میں عقل انسانی بھی داخل ہے کہ انبیاء کی بعثت کے بغیر بھی انسانی عقل جن اعمال وافعال کا ادراک کرسکتی ہے ان کے ترک پر عذاب ہوگا۔

۲۔آج کل کے اعتبار سے کوئی ایسا مقام نہیں ہے جہاں دعوت نہ پہنچی ہو، ہاں اگر کوئی ایسا مقام ہو جہاں کلی طور پر اسلامی احکامات کی دعوت نہ پہنچی ہوتو ان احکامات پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے انہیں عذاب نہیں ہوگا۔

لما في التفسير الكبير (۱۰/۱۷۴):في الاية قولان :الاول ان نجرى الآية على ظاهرها ونقول العقل هو رسول الله الى الخلق بل هورسول الذى لولاه لما تقررت رسالة أحد من الانبياء فالعقل هورسول الاصلى فكان معنى الاية وماكنا معذبين حتى نبعث رسول العقل .

والثاني ان نخصص عموم الاية فنقول المراد وماكنا معذبين فى الاعمال التي لاسبيل الى معرفة وجوبها الا بالشرع الا بعد مجئ الشرع.

وفي تفسير روح المعاني (۵/۳۹):......قالوا ان العقل آلة للعلم بهما فيخلقه الله تعالى عقيب نظر العقل نظرا صحيحا وأوجبوا الايمان بالله تعالى وتعظيمه وحرموا نسبة ما هوشنيع اليه سبحانه حتى روى عن ابى حنيفة رضى الله عنه انه قال لولم يبعث الله تعالى رسولا لوجب على الخلق معرفته وقد صرح غير واحد من.

علماء هم بأن العقل حجة من حجج الله تعالى ويجب الاستدلال به قبل ورودالشرع واحتجوا في ذلک بماأخبر الله تعالى به عن ابراهيمؑ من قوله لابيه وقومه "انى اراک وقومک فى ضلال مبين" حيث قال ذلک ولم يقل أوحى الى ومن استدلاله بالنجوم ومعرفة الله تعالى بها وجعلها حجة على قومه وكذلک كل الرسل حاجوا قومهم بحجج العقل كما ينبئ عنه قوله تعالى "قالت رسلهم افى الله شک فاطر السمٰوات والارض "الاية وبقوله تعالى "ومن يدع مع الله الها آخر لابرهان له به" الاية حيث لم يقل ومن يدع مع الله الها آخربعدما أوحى اليه أوبلغته الدعوة.

وفي التفسير المظهرى (۵/۴۲۱): قال ابو حنيفة رحمه الله الحاكم هو الله تعالى لكن العقل قد يدرک بعض ما وجب عليه وهو توحيد والتنزيهات والاقراربالنبوة بعد مشاهدةالمعجزات فهذه الامور غير متوقفة على الشرع والا لزم الدور لان الشرع يتوقف عليها فيجب على الانسان اتيان هذه الامور قبل بعثت الرسل ويعذب المشرک وان لم يبلغه الدعوة ويؤيد هذا القول مافى الصحيحين عن ابى سعيد الخدرى ......الحديث

وجه الاستدلال ان يأجوج ومأجوج رجال وراء السد لم يبعث فيهم رسول فلو لا التعذيب على

الشرک قبل بعثة الرسل لما عذبت یأجوج ومأجوج ......

وفی الصفحة ۴۲۳: ان عدم التعذیب قبل البعثة مخصوص بالمعاصی دون الشرک حیث قال الله تعالی "ان الله لایغفر ان یشرک به ویغفر مادون ذلک لمن یشاء" فالتقدیر ماکنا معذبین علی المعاصی حتی نبعث رسولا یبین لهم مایتقون وقیل المراد بالرسول اعم من البشر والعقل فان العقل ایضا رسول من الله یدرک به الخیر والشر فما یدرکه العقل ویکفی فی ادراکه من الواجبات یعذب الله العاقل علیها علی عدم اتیانها.

(۲۹۳) "واهجرهم هجرا جمیلا" سے رہبانیت ثابت ہوتی ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کلام مقدس میں "واهجرهم هجراً جمیلا" الآیۃ میں ہجران جمیل سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے رہبانیت کا ثبوت نہیں ملتا؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ سے قبل یہ سمجھئے کہ یہ آیت آیات قتال سے منسوخ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ سے مخاطب ہیں جب اسلام کا ابتدائی دور تھا اور کفار ہمہ وقت آپ ﷺ اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کی فکر میں رہتے تو آپ ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ آپ ان سے نہ تو فکر مند ہوں اور نہ ہی انہیں جواب دینے کی ضرورت ہے بلکہ آپ اس معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ بعد میں جب قتال وجہاد فی سبیل اللہ کی آیات نازل ہوگئیں تو یہ آیت ان سے منسوخ ہوگئی۔ اگر اس کو منسوخ نہ بھی مانیں تو بھی اس سے رہبانیت کا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ رہبانیت کہا جاتا ہے دنیا کی لذتوں کو ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لینا جبکہ اس آیت میں کفار کی تکالیف پر صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

لما فی تفسیر روح المعانی (۱۰/۱۳۳): (واهجرهم هجرا جمیلا) بان تجانبهم وتداریهم ولا تکافئهم وتکل امورهم الی ربهم کما یعرب عنه.

وفی تفسیر لابن کثیر (۴/۳۹۵): یقول تعالی آمراً رسوله ﷺ بالصبر علی ما یقوله من کذبه من سفهاء قومه وأن یهجرهم هجرا جمیلا وهو الذی لاعتاب معه ثم قال له متهددا لکفار قومه متوعدا وهو العظیم الذی لا یقوم لغضبه شئ.

وفی احکام القران للقرطبی (۱۹/۴۵): (واهجرهم هجرا جمیلا) أی لاتتعرض لهم ولا تشتغل بمکافأتهم فان فی ذلک ترک الدعاء الی الله وکان هذا قبل الامر بالقتال ثم امر بعد بقتالهم وقتلهم فنسخت آیة القتال ما کان قبلها من الترک.

وفی التفسیر الکبیر (۱۵/۲۴۲): الرهبانیة ترهبهم فی الجبال فارین من الفتنة فی الدین مخلصین

انفسهم للعبادة ومتحملين كلفاً زائدة على العبادات التى كانت واجبة عليهم من الخلوة واللباس الخشن والاعتزال عن النساء والتعبد فى الغيران والكهوف.

وفى مشكوة المصابيح (صـ۲۲۲): عن ابن عباس رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا صرورة فى الاسلام.

وفى مرقات المفاتيح (۵/۲۷۴):......قيل المراد بالصرورة التبتل وترك النكاح اى ليس فى الاسلام بل هو فى الرهبانية واصل الكلمة من الصر وهو الحبس.

(۲۹۴) علم الیقین اور عین الیقین میں فرق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ التکاثر میں ایک جگہ علم الیقین کا لفظ آیا ہے اور دوسری جگہ عین الیقین کا لفظ آیا ہے۔ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً......علم الیقین اور عین الیقین کے فرق میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں جن کا آپس میں کوئی تضاد نہیں ہے:

(۱) علم الیقین سے مراد ایسا علم ہے جو کسی دلیل کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچا دے اور عین الیقین سے مراد ایسا علم ہے کہ دلیل کے بعد اس کا مشاہدہ بھی ہوجائے تو یہ یقین مزید پختہ ہوجاتا ہے جیسے ہر شخص جانتا ہے کہ اسے ایک نہ ایک دن موت آنی ہے یہ علم الیقین ہے اور جب موت کے وقت آخرت کے احوال نظر آنے لگتے ہیں تو یہ عین الیقین ہے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات بطور تنبیہ کے ذکر کی گئی ہیں اور وہ اس طور پر کہ تمہیں آخرت کا علم یقینی طور پر حاصل نہیں ہے، اگر تمہیں آخرت کے احوال کا یقینی علم حاصل ہوتا تو تمہیں دل کی آنکھوں سے جہنم کے احوال نظر آتے۔گویا وہ مناظر تمہارے سامنے گھومتے اور تم کبھی کسی گناہ کے قریب نہ جاتے۔لیکن چونکہ تمہیں یقین نہیں لہٰذا تم دنیا کی رونق اور چکا چوند میں گم ہو اور آخرت سے غافل ہو۔

لقوله تعالى (التكاثر: ۵، ۶، ۷): كلا لو تعلمون علم اليقين ○ لترون الجحيم ○ ثم لترونها عين اليقين ○

وفى روح المعانى (۳۰/۲۷۸): لو تعلمون علم اليقين اى لو تعلمون مابين ايديكم علم الامر المتيقن اى كعلمكم ماتستيقنونه من الامور ....ثم لترونها عين اليقين اى الرؤية التى هى نفس اليقين فان الانكشاف بالرؤية والمشاهدة فوق سائر الانكشافات فهو احق بان يكون عين اليقين .... وعلم اليقين بمااعطاء الدليل من ادراك الشئ على ماهو عليه وعين اليقين بمااعطاء المشاهدة والكشف وجعل وراء ذلك حق اليقين وقال على سبيل التمثيل علم كل عاقل بالموت علم اليقين واذا عاين الملائكة عليهم السلام فهو عين اليقين.

لـمـافـي احـكـام الـقـرآن للقرطبي (۲۰/۱۷۳): كلالو تعلمون علم اليقين .... كانه قال لاتفعلوا فـانـكـم تـنـدمـون ......لـو تـعـلـمـون علم اليقين اى لو تعلمون اليوم فى الدنيا علم اليقين فيما أمامكم مـمـاوصـفـت لتـرون الـجـحـيم بعيون قلوبكم فان علم اليقين يريك الجحيم بعين فؤادك وهوان تتصور لك تارات القيامة وقطع مسافاتها.

(۲۹۵) انسان کوظالم کیوں کہا گیا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالی نے کلام مقدس میں فرمایا انـا عـرضـنـا الامـانـة عـلـى الـسـمـاوات والارض الاية۔ اب سوال یہ ہے کہ تحمل امانت سے جب ساری چیزیں عاجز ہوگئیں تھیں سوائے انسان کے اور انسان نے اس بار امانت کو اٹھالیا تو یہ انسان کی فضیلت ہوئی لیکن آیت کے آخر میں انسان کو ظالم کہا گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں تحمل امانت کے بعد انسان کو ظالم کہنا اس اعتبار سے ہے کہ اس نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر کہ یہ کتنی بڑی ذمہ داری ہے اس کو قبول کرلیا اور بعد میں اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے لگا البتہ یہ "ظالم" کی صفت اکثر افراد کے اعتبار سے ہے کہ جو لوگ شریعت کی حدود سے متجاوز ہیں وہ ظالم ہیں ورنہ جو متجاوز نہیں وہ ظالم نہیں ہیں۔

لـمـافي روح المعاني (۲۲/۹۶): انه كان ظلوما جهولا ....اى انه كان مفرطا فى الظلم مبالغا فى الجهل اى بحسب غالب افراده الذى لم يعملوا بموجب فطرتهم السليمة.

وفـي الـتـفـسـيـر الـكـبـيـر (۲۵/۲۳۶): قـولـه تـعـالى انه كان ظلوما جهولا فيه وجوه ......ثانيها المراد بالانسان يظلم بالعصيان ويجهل ماعليه من العقاب.

(۲۹۶) تفاسیری واقعات کی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کی تفسیر میں ہر قسم کے واقعات کو بیان کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر اجازت نہیں ہے تو سورۃ بقرہ کی آیت ﴿واتبـعـوا مـاتتلوا الشياطين الاية﴾ اسی طرح ﴿فـلـمـا آتاهما صالحا جعلا له شركاء الاية﴾ اور اسی طرح جہاں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کا ذکر آتا ہے وہاں مختلف قسم کے عجیب وغریب واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ ان واقعات کا بیان کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں واقعات کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ "ایسے واقعات جن کو خود نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا" وہ حق وصحیح ہیں اور انہیں بیان کرنا جائز ہے۔

۲۔ ایسے واقعات جن کا حقائق ثابتہ کے ساتھ تناقض ہو جیسا کہ عقیدہ توحید، عصمت انبیاء، تنزیہہ باری تعالیٰ کے معارض ہوں ایسے واقعات بیان کرنا ناجائز ہے۔

۳۔ ایسے واقعات جو نہ تو احادیث سے ثابت ہوں اور نہ ہی حقائق ثابتہ کے خلاف ہوں البتہ ان کی صحت کے بارے میں کوئی علم نہ ہو ایسے واقعات کا نقل کرنا جائز ہے البتہ اس قول کی صحت وعدم صحت کی تعیین مشکل ہے۔

لمافی تفسیر البغوی (۱/۱۳): قال علیه الصلوة والسلام حدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج وذلک فیمایتعلق بماضیهم للعبرة والاتعاظ بمایتوافق مع جلالة الانبیاء والمرسلین السابقین لان الیهود لایتورعون من الحط من شان انبیاء هم والافتراء علیهم. واخبارهم عن انبیاء هم محشوة بالاضالیل والاکاذیب ،وان کان ولابد من ذکر شواهد من الاخبار الاسرائیلیة فلابد من التقیید بهذا المنهج المستقیم:

۱. ماعلمت صحته عن النبی ﷺ فیمایحکیه عن بنی اسرائیل فهذا ممالاتخرج فیه قطعا وهوحق وصدق.

۲. ماعلم عدم صحته بان کان یناقض الحقائق الثابتة التی لاتتغیر ولاتتبدل فی کل زمان ومکان کعصمة الانبیاء ،وعقیدة التوحید، وتنزیهه الباری سبحانه وتعالی فکل خبر یناقض معنی من معانی هذه الحقائق الثابتة فهو مردود لاتجوز روایته الاللتنبیه اولتفنیده ونقضه.

۳. ماهومسکوت عنه لاهو من قبیل الاول ولاهو من قبیل الثانی وهذا القسم نتوقف فیه فلانؤمن به ولانکذبه وتجوز حکایته وهذاالنوع ممالیس فیه فائدة تعود علی المسلمین فی امر دینهم.

(۲۹۷) ایک آیت کے متعلق وضاحت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج صبح میں دوران تلاوت ترجمہ دیکھ رہا تھا کہ اس آیت پر پہنچا فالهمها فجورها وتقواها. میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ''فجور'' کو ''تقویٰ'' سے پہلے ذکر کیا حالانکہ تقویٰ کا ذکر پہلے ہونا چاہئے تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں فجور کو تقویٰ پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اصول یہ ہے کہ جب کسی چیز کو مزین کرنا مقصود ہو تو پہلے اس کی صفائی کی جاتی ہے پھر تزئین کی جاتی ہے۔ اسی اصول کے مطابق جب نفس کی تزئین ہوگی تو نفس کو پہلے فسق وفجور سے پاک کیا جائے گا پھر تقویٰ سے مزین کیا جائے گا۔ اس اعتبار سے فجور کا ذکر پہلے اور تقویٰ کا ذکر بعد میں کرنا ہی مناسب ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کلام مقدس میں صرف ہدایت ہی نہیں بلکہ ہدایت کے لئے نازل کئے جانے والے احکام انتہائی بلاغت وفصاحت کے ساتھ

بیان کیے گئے ہیں۔ چنانچہ قافیہ بندی کا اعتبار کریں تو تقوی کو بعد میں ہی آنا چاہئے۔

لمافی روح المعانی (۱۸۲/۳۰): وقدم الفجور علی التقوی لان الهامه بهذا المعنی من مبادی تجنبه وهوتخلية والتخلية مقدمة علی التحلية وقيل قدم مراعاة للفواصل واضيفا الی ضمير النفس قيل اشارة الی ان الملهم للنفس فجوروتقوی قد استعدت لهما فهما لها بحكم الاستعداد وقيل رعاية للفواصل.

(۲۹۸) تورات، زبوراور انجیل کا پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مجھے کبھی کبھار سخت خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے مذاہب کی کتابیں تورات ، زبوراور انجیل کو پڑھوں۔آپ یہ بتلائیں کہ میرے لئے ان کتب کا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ نیز عوام وخواص کے اعتبار سے کوئی فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں آپ کے لئے تورات، زبوراور انجیل کا پڑھنا جائز نہیں اوراس میں عوام وخواص کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔البتہ اگر کسی شخص کواسلام کے احکام پر عبور حاصل ہواوروہ ان کتب کا مطالعہ اس لئے کرے تا کہ مخالفین کے اعتراضات کا جواب دے سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لما فی المشکوۃ (۳۲/۱): عن جابر ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اتی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بنسخة من التوراة فقال يا رسول الله هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ووجه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يتغير فقال ابوبكر ثكلتک الثواكل ما ترى بوجه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فنظر عمر الى وجه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضينا بالله ربا............

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۱۷۵/۱): ويكره له قرأة توراة وانجيل وزبور.

وفی الشامية فی آخر بحث القرأة: واختار سيدی عبدالغنی ما فی الخلا صة واطال فی تقريره وقال: وقد نهينا عن النظر فی شئ منها سواء نقلها الينا الكفار او من اسلم منهم.

(۲۹۹) قرآن مجید کے اوراق کی ہوالگانا اوراسے چومنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کھولتے وقت تلاوت سے پہلے پاس بیٹھے بچوں کو قرآن مجید کے اوراق کی ہوالگائے یعنی تبرک کے لئے ایسا کرے تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز قرآن مجید کو چومنا یا آنکھ پرلگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں قرآن مقدس سے مذکورہ طریقے سے تبرک حاصل کرنا کہ بچوں کو قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگائی جائے یہ طریقہ سلف سے منقول نہیں ہے بلکہ یہ قرآن مقدس کی بے حرمتی ہے لہٰذا یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ البتہ قرآن مجید کا چومنا صحابہ کرام سے ثابت ہے لہٰذا چومنا یا آنکھوں سے لگانا نہ صرف جائز بلکہ امر مستحسن ہے۔

لمافی الشامیة (۳۸۴/۶): تقبیل المصحف قیل بدعة لکن روی عن عمر ﷺ انه کان یأخذ المصحف کل غداة ویقبله ویقول عهد ربی ومنشور ربی عزوجل وکان عثمان ﷺ یقبل المصحف ویمسحه علی وجهه.

(۳۰۰) آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نام کے کتبوں کو چومنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں آیات قرآنیہ اور اللہ ورسول کے نام کے کتبے لگے ہوئے ہیں اور لوگ ان کو چومتے ہیں، یہ عمل شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ناموں کے کتبوں کو تعظیم کی وجہ سے چومنا جائز ہے لیکن اس پر التزام درست نہیں۔

لمافی الدر المختار (۳۸۴/۲): وفی القنیة فی باب مایتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعة لکن روی عن عمر ﷺ انه کان یاخذ المصحف کل غداة ویقبله ویقول عهد ربی ومنشور ربی عزوجل وکان عثمان ﷺ یقبل المصحف ویمسحه علی وجهه.

(۳۰۱) قرآن مجید کے نقطے

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کے نقطے سب سے پہلے کس زمانے میں لگائے گئے اور کس نے لگائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......قرآن مجید کے نقطے عبدالملک بن مروان کے دور میں حسن بصریؒ اور یحییٰ بن یعمرؒ نے حجاج بن یوسف کے حکم سے لگائے۔

کذافی احکام القرآن للقرطبی (۶۳/۱): واماشکل المصحف ونقطه فروی ان عبدالملک بن مروان امر به وعمله فتجرد لذلک الحجاج بواسط وجد فیه وزاد تحزیبه، وامر وهو والی العراق الحسن ویحیی بن یعمر بذلک.

وفی البدایة والنهایة (۱۲۴/۹): فی ترجمة الحجاج ......وفی ایامه نقطت المصاحف.

(۳۰۲) جس کمرے میں قرآن ہو وہاں اپنی بیوی سے مجامعت کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس کمرے میں قرآن مجید رکھا ہو اس میں اپنی بیوی سے مجامعت کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسی صورت میں اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے۔

لمافی الهندية (۵/۳۲۲): يجوز قربان المرأة فی بيت فيه مصحف مستور كذا فی القنية.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۱۷۸): يجوز قربان المرأة فی بيت فيه مصحف مستور.

وفی الشامية: (مستور)ظاهره عدم الجواز اذالم يشترط اقول وعبارة الخانية ولا بأس بالخلوة والمجامعة فی بيت فيه مصحف لان بيوت المسلمين لاتخلوا من ذلك.

(۳۰۳) دینی کتب یا قرآن شریف کی موجودگی میں بیوی سے صحبت کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس گھر یا کمرے میں دینی کتب یا قرآن شریف موجود ہو اس کمرے میں بیوی سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مسلمانوں کے گھروں میں عام طور پر دینی کتب یا قرآن شریف موجود ہوتے ہیں اس لئے ان کی موجودگی میں صحبت جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ انہیں کسی کپڑے وغیرہ سے ڈھانک دیا جائے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا تحت السؤال السابق

کتاب مایتعلق بالحدیث

(حدیث شریف سے متعلق سوالات)

(۳۰۴) وحی کی برکات سے محرومی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک روایت میں ہے ''جب میری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی''۔ وحی کی برکات سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... وحی کی برکات سے محرومی کا مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کی بناء پر امت محمدیہ قرآن وحدیث کے علوم ومعارف سے محروم ہو جائے گی کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرآن وسنت کے علوم کے احیاء کا ذریعہ ہے جب امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑے گی تو نتیجے کے طور پر قرآن وسنت کے علوم اور اس سے حاصل ہونے والے انوارات وبرکات سے محروم ہو جائے گی۔

لمافی کنز العمال (۱۸۳/۳): [۲۰۷۰] اذا عظمت امتی الدنیا نزعت منها هیبة الاسلام واذا ترکت الامر بالمعروف والنهی عن المنکر حرمت برکة الوحی واذا تسابت امتی سقطت من عین الله.

(۳۰۵) حجیت حدیث قرآن کی روشنی میں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حجیت حدیث قرآن سے ثابت ہے۔ آپ کچھ ایسی آیات ذکر کریں جن سے حجیت حدیث کا ثبوت ملتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... درج ذیل آیات سے حجیت حدیث کا ثبوت صراحۃً ملتا ہے۔

۱...... قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ o (آل عمران: ۳۲)

۲...... مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا o (النساء: ۸۰)

۳...... فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْيُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ o (النور: ۶۳)

۴...... وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَامُؤْمِنَةٍ اِذَاقَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا o (الاحزاب: ۳۶)

۵...... قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ الاية (آل عمران: ۳۱)

۶............ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط الاية (النساء: ۵۹)

۷............ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ج وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج الاية (الحشر:۷)

۸............ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم: ۳، ۴)

(۳۰۶) قبورِ صحابہ کی زیارت اور حدیث لاتشدوا الرحال کا مطلب

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشہور یہ ہے کہ افغانستان میں بعض صحابہ کرام کی قبور ہیں۔اب اگر کوئی شخص ان کی زیارت کی نیت سے جاتا ہے تو یہ عمل صحیح ہے یا نہیں؟ نیز اس بات کی بھی وضاحت فرمادیں کہ یہ جو بعض روایات میں ہے کہ ''تین مسجدوں کے علاوہ کیلئے سفر نہ کیا جائے'' اس روایت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صحابہ کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور وہ روایت مبارکہ جس میں تین مسجدوں کے علاوہ کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے یعنی ﴿لاتشدوا الرحال الاالی ثلاثة مساجد﴾ یہ صرف مساجد کی فضیلت وعظمت کے بیان کے لئے ہے کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی زیارت یا حصول ثواب کے لئے اس کی طرف سفر نہ کیا جائے۔باقی رہا یہ معاملہ کہ مساجد کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے سفر کیا جاسکتا ہے یا نہیں تو اس روایت میں اس کی نفی نہیں ہے۔اور قبور کی زیارت متعدد روایات سے ثابت ہے لہٰذا ان قبور کی زیارت کرنا صحیح ہے۔

لمافي المشكوة (ص۶۷): عن ابي سعيد الخدري قال قال رسول الله ﷺ لاتشدوا الرحال الاالى ثلثة مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصى ومسجدى هذا متفق عليه.

وفي المرقات (۱۹۰/۲): والمراد نفي فضيلة شدها وربطها .... قيل نفي معناه نهي اى لاتشدوا الى غيرها لان ماسوى الثلاثة متساوفي الرتبة غير متفاوت في الفضيلة وكان الترحل اليه ضائعا ...... وفي الاحياء ذهب بعض العلماء الى الاستدلال به على المنع من الرحلة لزيارة المشاهد وقبور العلماء والصالحين وماتبين لي ان الامر كذلك بل الزيارة مامور بها لخبر كنت نهيتكم عن زيارة القبور الافزوروها والحديث انماورد نهيا عن الشد لغير الثلاثة من المساجد لتماثلها.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۴۲/۲): وبزيارة القبور ولو للنساء لحديث كنت نهيتكم عن زيارة القبور الافزوروها.

وفي الشامية: بعد بحث طويل .... قلت :استفيد منه ندب الزيارة وان بعد محلها وهل تندب الرحلة كمااعتيد .... لم أرمن صرح من ائمتنا ومنع منه بعض ائمة الشافعية الالزيارته ﷺ قياسا

علی منع الرحلة لغير المساجد الثلاث. ورده الغزالی بوضوح الفرق فان ماعدا تلک المساجد مستوية فی الفضل فلافائدة فی الرحلة اليها واما الاولياء فانهم متفاوتون فی القرب من الله تعالی ونفع الزائر بحسب معارفهم واسرارهم.

(۳۰۷) وقت طلوع وغروب پر ایک اشکال وجواب

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے اور وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دوسینگوں کے درمیان ہوتا ہے اور ایسے اوقات میں نماز مکروہ ہے تاکہ شیطان کی عبادت کا شائبہ نہ ہو۔لیکن جب سائنس نے ترقی کے منازل طے کر لئے تو یہ بات ثابت اور معلوم ہوئی کہ سورج ہر وقت کسی نہ کسی خطے میں طلوع یا غروب ہو رہا ہوتا ہے گویا سورج ہر وقت شیطان کے دوسینگوں کے درمیان ہوتا ہے لہٰذا اس اعتبار سے کسی بھی وقت نماز پڑھنی جائز نہیں ہونی چاہئے۔آپ تفصیل سے اس مسئلہ کا ایسا جواب عنایت فرمائیں جس سے تسلی ہو جائے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ حکم ہر جگہ کے طلوع اور غروب کے اعتبار سے ہے کہ جب وہاں طلوع یا غروب ہو رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بات ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ سورج ہر لحہ طلوع یا غروب ہو رہا ہے لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ ایک جگہ کے تمام اوقات طلوع یا غروب کے سمجھے جائیں گے بلکہ ایک جگہ کے اعتبار سے دن میں صرف ایک بار طلوع اور غروب سمجھا جاتا ہے۔اسی طرح وہاں کے اعتبار سے مکروہ اوقات بھی دو ہی ہوں گے۔یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے لیلۃ القدر ایک ہی رات ہوتی ہے لیکن ایک جگہ رات ہونے سے ساری دنیا میں رات نہیں ہوتی بلکہ کسی جگہ دن ہوتا ہے تو لیلۃ القدر پوری دنیا میں کس طرح تسلیم کی جائے گی۔اس کی صورت بھی یہی ہوگی کہ جہاں جہاں اس مخصوص تاریخ کی رات آئے گی وہی لیلۃ القدر ہوگی۔ٹھیک اسی طرح جہاں جہاں طلوع یا غروب ہو رہا ہو وہاں کراہت کا حکم آئے گا باقی جگہوں پر نہیں۔

(۳۰۸) گرگٹ کو مارنے پر ثواب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ گرگٹ کو مارنے پر ثواب ملتا ہے کیا یہ بات صحیح ہے اور احادیث میں اسے مارنے پر ثواب کا ذکر موجود ہے؟ اور اسکی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ بات صحیح ہے اور روایات سے ثابت ہے کہ گرگٹ کو مارنے پر ثواب ملتا ہے۔جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ جلائی گئی تو اس نے اسے مزید بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔دوم یہ موذی جانوروں میں سے ہے جو انسان کے لئے نقصان دہ ہیں لہٰذا اسے مارنے کا حکم ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم (۲/۲۳۵): حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة ....عن ام شریک ان النبی ﷺ امرھا بقتل الاوزاغ وفی حدیث ابن ابی شیبة امر.

وفی حاشیة النووی: امر النبی ﷺ بقتله وحث علیه ورغب فیه لکونه من الموذیات.

وفی المشکوة (صـ ۳۶۱): عن ام شریک ان رسول الله ﷺ امر بقتل الوزغ وقال کان ینفخ علی ابراھیم.

عن ابی ھریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال من قتل وزغا فی اول ضربه کتبت له مائة حسنة وفی الثانیة دون ذلک وفی الثالثة دون ذلک.

(۳۰۹) جذامی سے دور رہنے والی روایت کا مطلب

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جذامی سے تعلقات ختم کر دینے چاہیے حالانکہ وہ بھی تو مسلمان ہے، ہمارے ایک عزیز کہنے لگے کہ ایک روایت میں ہے کہ جذام والے شخص سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے لہٰذا ایسے شخص سے تعلقات نہیں رکھنے چاہیے، اور انہیں کھانا بھی بانس سے دیا جانا چاہیے، ان کے قریب بھی بالکل نہ جانا چاہیے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......ایک روایت میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ "لاعدوی" الحدیث جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی کا مرض دوسرے آدمی میں منتقل نہیں ہوتا، ہاں اگر اللہ تعالیٰ اسے بھی اس مرض میں مبتلا کرنا چاہیں تو علیحدہ مسئلہ ہے۔ اب اس کے بعد سوال میں ذکر کردہ روایت کا مطلب سمجھئے کہ اس روایت میں ایسے شخص کو جذامی سے دور رہنے کی تاکید کی جارہی ہے جو اپنے ضعف عقیدہ کی بناء پر یہ سمجھتا ہو کہ کسی مریض کے قریب جانے سے اس مرض کے اثرات منتقل ہوجاتے ہیں تو ایسے شخص سے کہا جارہا ہے کہ وہ جذامی کے قریب نہ جائے کیونکہ اگر اسے یہ مرض لاحق ہوگیا تو وہ اپنے ضعیف عقیدے کی بناء پر یہ سمجھے گا کہ مجھے یہ مرض اس مریض کے ساتھ میل جول کی وجہ سے ہوا ہے ورنہ عام حالات میں ممانعت نہیں ہے کیونکہ روایات میں آتا ہے ایک موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا اور اسے فرمایا اللہ پہ اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔ چنانچہ "سنن ابن ماجہ" (ص ۲۵۳) میں روایت موجود ہے:

"عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ أخذ بید رجل مجذوم فأدخلھا معه فی القصعة ثم قال: کل ثقة بالله وتوکلا علی الله"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جذامی سے قطع تعلق مقصود نہیں بلکہ فساد عقیدہ سے بچانے کے لئے ایسا ارشاد فرمایا۔

لقوله تعالیٰ: وماھم بضارین به من احدالا باذن الله الایة (البقرة: ۱۰۲)

وفی الصحیح للبخاری (۲/۸۵۰):......سمعت اباھریرۃ رضی اللہ عنہ یقول قال رسول اللہ ﷺ لاعدوی ولا طیرۃ ولاھامۃ ولاصفر وفر من المجذوم کما تفر من الاسد.

وفی فتح الباری (۱۰/۱۲۹): اختلف الاثار فی المجذوم فجاء ما تقدم عن جابر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ اکل مع المجذوم وقال ثقۃ باللہ وتوکلا علیہ قال فذھب عمر رضی اللہ عنہ وجماعۃ من السلف الی الاکل معہ ورأوا ان الامر باجتنابہ منسوخ ......والصحیح الذی علیہ الاکثر ویتعین المصیر الیہ ان لا نسخ بل یجب الجمع بین الحدیثین......

وفی الصفحۃ ۱۳۲: ویمکن الجمع بین فعلہ وقولہ بان القول ھو المشروع من أجل ضعف المخاطبین وفعلہ حقیقۃ الایمان فمن فعل الاول اصاب السنۃ وھی اثر الحکمۃ ومن فعل الثانی کان اقوی یقینا لان الاشیاء کلھا لا تاثیر لھا الا بمقتضی ارادۃ اللہ تعالی وتقدیرہ......فمن کان قوی الیقین فلہ ان یتابعہ ﷺ فی فعلہ ولا یضرہ شئ ومن وجد فی نفسہ ضعفاً فلیتبع أمرہ ﷺ فی الفرار لئلا یدخل بفعلہ فی القاء نفسہ الی التھلکۃ.

(۳۱۰) احادیث کے بارے میں چند سوالات

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

۱۔ سید الاستغفار کیا ہے؟

۲۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے جادو کے بارے میں کون سی دعا سکھائی تھی جس کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ دعا نہ پڑھتا تو مجھے جادو کے زور پر گدھا بنا دیا جاتا۔

۳۔ حجاج حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس دو ساتھیوں کے ساتھ گیا اور انہیں دھمکیاں دیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ نے دعا بتلائی ہے کہ جو شخص پڑھ لے وہ محفوظ رہے گا۔اس پر حجاج کے ساتھیوں نے کہا کہ تو حملہ کر ہم تیرے ساتھ ہیں۔حجاج نے جواب دیا کہ میں ان کے کاندھے پر جو چیز دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں معلوم نہیں ہے۔بعدازاں حجاج نے کہا کہ وہ دعا مجھے بھی بتلائیں،حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو ظالم ہے لہٰذا تجھے نہیں بتاؤں گا۔وہ دعا کون سی ہے تحریر کردیں۔

۴۔ یہ حدیث مع ترجمہ بیان فرمادیں جس کا ایک جملہ یہ ہے "الاان سلعۃ اللہ الغالیۃ"۔

الجواب حامداً ومصلیاً......مسئولہ صورتوں کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ سید الاستغفار یہ ہے:

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَااسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ

بِکَ مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ "۔

اس کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے:

"ومن قالها من النهار موقنا بها فمات من یومه قبل ان یمسی فهو من اهل الجنة ومن قال لها موقناً منالليل وهو موقن بها فمات قبل ان یصبح فهو من اهل الجنة "۔ (صحیح البخاری ج ۲/ ص ۹۳۳)

۲۔ وہ صحابی جنہیں حضور ﷺ نے یہ دعا سکھلائی وہ عبداللہ بن سلام نہیں بلکہ حضرت کعب احبار ہیں اور وہ روایت یہ ہے:

عن القعقاع بن حکیم ان کعب الاحبار قال لو لا کلمات اقولهن لجعلتنی الیهود حمارا فقیل له وماهن فقال: اعوذ بوجه الله العظیم الذی لیس شئ اعظم منه وبکلمات الله التامات التی لایجاوزهن بر ولافاجر وباسماء الله الحسنی کلها ماعلمت منها ومالم اعلم منها من شر ماخلق وبرأ وذرأ.

(المؤطاللامام مالک : ۷۲۳)

۳۔ کتب میں تلاش وتتبع کے باوجود آپ کا ذکر کردہ واقعہ نہیں ملا البتہ اکثر کتب احادیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ موجود ہے وہ یہ ہے:

"عن الزبیربن عدی قال اتینا انس بن مالک فشکونا الیه مایلقون من الحجاج فقال اصبروا فانه لایأتی علیکم زمان الاالذی بعده شرمنه حتی تلقوا ربکم سمعته من نبیکم ﷺ."

(صحیح البخاری ج ۲/ ص ۱۰۴۷)

(هکذا روی فی المسند الجامع: ج ۳/ ص ۲۵......وفی مسند احمد بن حنبل ج ۴/ ص ۱۷......وفی سنن الترمذی ج ۲/ ص ۴۴)

۴۔ یہ روایت درج ذیل ہے:

"سمع اباهریرة انس رضی اللہ عنہ یقول قال رسول الله ﷺ من خاف ادلج ومن ادلج فقد بلغ المنزل الاان سلعة الله غالیة الاان سلعة اللهغالیة ....وفی روایة کعب :الاان سلعة الله الجنة "۔

(المستدرک للحاکم : ج ۴/ ص ۳۴۳)

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو ڈرتا ہے وہ رات کے ابتدائی حصے میں تیاری شروع کر دیتا ہے (یعنی جسے آخرت کا خوف ہوتا ہے وہ آخرت کی تیاری شروع کر دیتا ہے) اور جو شخص رات کی ابتداء میں سفر شروع کرتا ہے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا سودا بڑا مہنگا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا سودا بڑا مہنگا ہے اور حضرت کعب کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "اور آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کا سودا جنت ہے"۔

(۳۱۱) ’’ان اللہ خلق آدم علی صورتہ‘‘ کا مطلب

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور حدیث ہے ’’ان اللہ خلق آدم علی صورتہ‘‘ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اس حدیث کا مطلب ومفہوم کیا ہے؟ بحوالہ نقل فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... اس روایت مبارکہ کی تشریح میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ’’ان کی‘‘ صورت پر پیدا کیا یعنی دوسرے انسانوں کی طرح پہلے نطفہ پھر خون کا لوتھڑا اس طرح مختلف مراحل سے گزار کر پیدا نہیں کیا بلکہ براہ راست ان کی صورت پر پیدا کیا (یعنی صورتہ کی ضمیر آدم کی طرف راجع ہے)۔

۲۔ آپ ﷺ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو اپنے غلام کو منہ پر تھپڑ مار رہا تھا، آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا لہٰذا اس کا احترام کرو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صفات پر پیدا کیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ دیکھتے، سنتے اور جانتے ہیں اسی طرح انسان کو بھی ان صفات پر پیدا کیا، اگرچہ انسان کی اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں فرق ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت محض حضرت آدم کی شرافت وتعظیم کے لئے ہے جیسے بیت اللہ یا روح اللہ کہا جاتا ہے۔

لما فی عمدة القاری (۲۲/۲۲۹): عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال خلق الله آدم علی صورته طوله ستون ذراعا الحديث (قوله علی صورته) ای علی صورة آدم لانه اقرب الی خلقه فی اول الامر کامل الخلقة طويلا ستين ذراعا کماهو المشاهد بخلاف غيره فانه يکون اولا نطفة ثم علقة .... وقيل انه مر برجل يضرب عبده فی وجهه کظما فزجره عن ذلک وقال خلق الله آدم علی صورته فانها کناية عن المضروب وجهه قال وقد يقال هو عائد الی الله تعالی لکن الصورة هی الهيئة وذلک لايصح الاعلی الاجسام فمعنی الصورة الصفة کمايقال عرفنی صورة هذا الامر ای صفته يعنی خلق آدم علی صفته ای حيا، عالما، سميعا، بصيرا متکلما او هو اضافة تشريفه نحو بيت الله وروح الله لانه ابتدء ها لاعلی مثال سابق بل بمحض الاختراع فشرفها بالاضافة اليه.

وفی المرقات (۹/۶۴): عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ خلق الله آدم علی صورته ای علی صورته التی استمر عليها الی ان أهبط والی ان مات دفعا للتوهم ان صورته کانت فی الجنة علی صفة اخری.

(۳۱۲) ’’من ترک الصلاة متعمدا فقد کفر‘‘ کا مطلب

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے گیا تو مسجد کی دیوار پر

ایک حدیث لکھی ہوتی تھی من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر۔(ترجمہ) جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ یہ پڑھ کر میں کافی پریشان ہوا کہ کتنے لوگ نمازیں پڑھتے ہی نہیں تو یہ سب کافر ہوں گے۔ کیا یہ واقعی حدیث ہے؟ اگر حدیث ہے تو اس کا مطلب یہی ہے جو ترجمہ سے واضح ہے یا کوئی اور مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جی ہاں یہ صحیح حدیث ہے مگر علماء کے نزدیک یہ اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول نہیں ہے بلکہ علماء کرام اس میں کئی تاویلات کرتے ہیں۔

(۱)۔اس سے مراد وہ آدمی ہے جو کہ نماز کے وجوب کا منکر ہو۔

(۲)۔یا مطلب یہ ہے کہ نماز کا چھوڑنا ایک ایسا عمل ہے جو مسلمان کو کفر کی طرف لے جانے والا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ نماز کو سستی کی بنیاد پر چھوڑنے والا فاسق اور سخت گناہگار ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو جیل میں بند کیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرلے یا مرجائے۔

لمافی مرقاۃ المصابیح (۲/۲۵۳): والظاهر ان فعل الصلاة هو الحاجز بين العبد والكفر فقال القاضي يحتمل ان يؤول ترك الصلاة بالحد الواقع بينهما فمن تركها دخل الحد وحام حول الكفر ودنا منه او يقال المعنى ان ترك الصلاة وصلة بين العبد والكفر...... الى ان قال قلت: (و) نعم الرأى رأى ابى حنيفة اذ الاقوال باقيها ضعيفة. ثم من التاويلات ان يكون مستحلا لتركها، او تركها يؤدى الكفر. فان المعصية بريد الكفر، اويخشى على تاركها ان يموت كافرا، اوفعله شابه فعل الكافر.

وفى الدر المختار(۱/۳۵۲): (ويكفر جاحدها) لثبوتها بدليل قطعي(وتاركها عمدا مجانة) اى تكاسلاً فاسق (يحبس حتى يصلى) قال فى الشامى (قوله اى تكاسلاً) تفسير مراد اهـ ح (قوله فحق الحق احق) لا يقال ان حقه تعالى مبنى على المسامحة لانه لا تسامح فى شئ من اركان الاسلام اهـ اسماعيل (قوله وقيل يضرب) قائله الامام المحبوبى ح عن المنح. وظاهر الحلية انه المذهب فاته قال: وقال اصحابنا فى جماعة منهم الزهرى لايقتل بل يعذر ويحبس حتى يموت او يتوب.

وفى الروض الازهر فى شرح فقه الاكبر(صـ۲۶۹): اما قوله ومن ترك الصلاة تهاوناً اى استخفافاً، لاتكاسلاً فقد كفر اقول وهو احد تاويلات قوله عليه السلام من ترك صلاة متعمدا فقد كفر.

وفى الفقه الاسلامى وادلته(۱/۲۵۸): واجمع المسلمون على ان من جحد وجوب الصلاة فهو كافر مرتد لثبوت فرضيتها بالادلة القطعية من القران والسنة والاجماع كما أبنت ومن تركها تكاسلا وتهاونا فهو فاسق عاص الا ان يكون قريب عهد بالاسلام......الخ.

(۳۱۳) بعد عصر مطالعہ کی ممانعت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی حدیث ایسی موجود ہے جس میں عصر کے بعد مطالعہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہو جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے اگر ہے تو بیان فرمائیں ورنہ اس کی صراحت کریں کہ اس طرح کی کوئی روایت نہیں تاکہ لوگ اس بات کی غلط نسبت حضور ﷺ کی طرف نہ کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس طرح کی کوئی روایت موجود نہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد لکھنے یا پڑھنے سے منع فرمایا ہو البتہ بعض اطباء نے منع کیا ہے چنانچہ امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ سے عصر کے بعد پڑھنے کی ممانعت نقل کی گئی ہے۔

لمافي الموضوعات الكبير (ص۱۱۲): من احب حبيبتيه او كريمتيه وفي رواية من اكرم حبيبتيه فلايكتبن بعد العصر لااصل له في المرفوع قال السخاوي لعل المعنى بعدخروج العصر من غير ان يكون سراج عنده وقد اوصى الامام احمد بعض اصحابه ان لاينظر بعد العصر الى كتاب اخرجه الخطيب قلت وهو كلام الطبيب كماقال الشافعي الوراق انما ياكل من دية عينيه انتهى.

وهكذا في المقاصد الحسنة (ص۳۹۷)

(۳۱۴) اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر اجر

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عام طور پر جماعت والے یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر اپنے اوپر ایک روپیہ لگانے میں سات لاکھ روپے لگانے کا ثواب ہے اور دوسرے پر اگر خرچ کرے گا تو بیس لاکھ خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اللہ کے راستے میں نکل کر اپنے اوپر ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ تک ملے گا۔ اس کا ثبوت تو ملتا ہے البتہ بیس لاکھ کا ثبوت کہیں سے نہیں ملا۔

لمافي سنن ابن ماجة (ص۱۹۸): حدثنا هارون بن عبدالله ....عن علي بن ابي طالب وابي الدرداء وابي هريرة وابي امامة الباهلي وعبدالله بن عمرو وجابر بن عبدالله وعمر ان بن الحصين كلهم يحدث عن رسول الله ﷺ انه قال من ارسل بنفقة في سبيل الله واقام في بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم ومن غزى بنفسه في سبيل الله وانفق في وجه ذلك فله بكل درهم سبع مائة الف درهم ثم تلى هذه الاية والله يضاعف لمن يشاء.

(۳۱۵) حجۃ الوداع کے موقع پر خلیفہ اول کا اعلان

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول مقرر فرمایا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ایک جگہ صحابہ کے مجمع میں فرمایا من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ. اس سے شیعہ حضرات نے یہ استدلال کیا کہ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا ترجمہ یہ ہے ''جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں''۔ اب مولیٰ کسے کہتے ہیں؟ تو مولیٰ مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کے مشہور معنی محبوب کے آتے ہیں یعنی ''جس کو مجھ سے محبت ہو اسے علی بھی محبوب ہوں گے''۔ اس کے علاوہ سید، مالک، انعام والا، مددگار، محبت کرنے والا، اتباع کرنے والا، چچازاد بھائی، پڑوسی وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان معانی میں سے کوئی بھی ایسا معنی نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہو۔ لہٰذا اس روایت سے کسی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ اول ہوں گے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کی پسندیدگی کی وجہ سے خلافت کی تائید ہو رہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ اشارۃً تائید ثابت کر سکتے ہیں لیکن ان روایات پر پھر عمل کیوں نہ کیا جائے جن میں اشارہ نہیں بلکہ صراحت موجود ہے کہ ''میرے بعد ابوبکر وعمر کی اتباع کرنا''۔ اگر اشارے سے خلافت ثابت ہو سکتی ہے جہاں زمانے کی بھی کوئی قید نہیں تو جہاں آپ نے خود اپنے بعد قابل اتباع ہونے کی صراحت کی ہے اس کا اعتبار کیوں نہ کیا جائے گا؟؟ ...... بلکہ بعض روایات میں صراحت موجود ہے مثلاً حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ''ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا آسمان سے ترازو اتارا گیا، آپ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر حضرت ابوبکر وعمر کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر عمر وعثمان کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا پھر اس کے بعد میزان اٹھا لیا گیا۔ آپ ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافت ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے بادشاہت عطا فرمائیں گے۔

اس روایت میں صرف احتمال تھا اور یہاں صراحت، تو صراحت کو چھوڑ کر احتمالی صورت کو لے لینا ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اگر تسلیم کر لیں کہ اس سے خلافت ثابت ہو رہی ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اس معنی کو نہیں سمجھا تھا؟ اگر نہیں سمجھا تو آج کیسے سمجھ میں آ گیا اور اگر سمجھ لیا تھا پھر خاموش کیسے رہے جبکہ دوسروں کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوتی رہی اور آپ خود بھی اس بیعت میں شریک ہوئے۔ یہاں پر یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ ''آپ کو شاید یہ روایت نہ پہنچی ہو''، کیونکہ اولاً حضور ﷺ نے آپ کے سامنے یہ ارشاد

فرمایا اور دوسری بات یہ کہ حضور ﷺ کی اس نسبت کے بیان کرنے پر دوسرے صحابہ نے آپ کو مبارک باد دی۔ تو کیا سارے صحابہ اس روایت کے سننے کے بعد خاموش رہے اور کسی نے دوسروں کی بیعت کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔ اس کے جواب میں شیعہ حضرات کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرلیا تھا۔ اولاً یہ بات صحیح نہیں کہ آپ نے تقیہ کررکھا تھا کیونکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلافت کے لئے کسی کو متعین نہیں فرمایا اسی لئے آپ خاموش رہے۔

اور اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہاں خونریزی کے خوف سے تقیہ کرلیا تھا تو بعض دوسرے مواقع پر تقیہ کیوں اختیار نہیں کیا مثلاً جنگ صفین اور جمل کے موقع پر اگر تقیہ سے کام لیا جاتا کہ جو لوگ یہ چاہ رہے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا بدلہ فوراً لیا جائے انہیں خاموش کرانے کے لئے ظاہری طور پر کچھ کام کرلئے جاتے اور حقیقت میں وہی کیا جاتا ہے جو اپنے دل میں تھا حالانکہ یہاں پر ایسا نہیں کیا گیا جبکہ خلافت کے موقع پر اگر اختلاف ہو بھی جاتا تو اتنی خونریزی نہ ہوتی جتنی ان جنگوں میں ہوئی ہے۔ یہاں کیوں تقیہ نہیں کیا گیا؟

اگر ساری باتوں سے قطع نظر بھی کرلیں تو بھی شیعہ حضرات کا یہ استدلال بالکل لغو معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت وخلافت کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے حالانکہ یہ روایت آحاد میں سے ہے اور اس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے۔ اس پُر زور استدلال کے موقع پر انہوں نے اپنے اس اصول کو کیوں نظر انداز کردیا ہے؟

حاصل یہ ہے کہ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جب اپنے مطلب کی روایات نہیں ملیں تو ان ہی روایات کو توڑ مروڑ کر عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے پیش کردیا گیا اور پھر اس ایک تحریف کو بچانے کے لئے بیسیوں جھوٹ بولنے پڑے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

لمافی المشکوٰۃ (صـ۲۲۴): عن جابر بن عبداللہ قال ...... وذکر الحدیث وفیہ قدم علی من الیمن ببدن النبی ﷺ فقال لہ ماذاقلت حین فرضت الحج قال قلت اللھم انی اھل بما اھل بہ رسولک قال فان معی الھدی فلاتحل.

وفیھا ایضا (۵۶۵/۲): عن البراء بن عازب وزید بن ارقم ان رسول اللہ ﷺ بغدیر خم اخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسھم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی اولی بکل مؤمن من نفسہ قالوا بلی فقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک فقال لہ ھنیئا یاابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مؤمن ومؤمنۃ.

وفیھا ایضا (صـ۵۶۰): عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذی من بعدی ابی بکر وعمر .... وعن ابی بکرۃ ان رجلا قال لرسول اللہ ﷺ رأیت کأن میزانا نزل

من السماء فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت ووزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فاستاء لها رسول اللهﷺ یعنی فساء ه ذلک فقال خلافة نبوة ثم یوتی الله الملک من یشاء.

وفی المرقات (۱۱/۳۴۹): تحت روایة البراء وزید بن ارقم ...... تمسکت الشیعة انه من النص المصرح بخلافة علی رضی الله عنه حیث قالوا معنی المولی الاولی بالامامة والالما احتاج الی جمعهم کذلک وهذه من اقوی شبهتهم ودفعها علماء اهل السنة بان المولی بمعنی المحبوب وهو کرم اللهوجهه سیدنا وحبیبنا وله معان اخر تقدمت ومنه الناصر وامثاله فخرج عن کونه نصافضلاعن ان یکون صریحا ولوسلم انه بمعنی الاولی بالامامة فالمراد به المآل والالزم ان یکون هوالامام مع وجودهﷺ فتعین ان یکون المقصود منه حین یوجد عقدالبیعة له فلاینافیه تقدیم الائمة الثلاثة علیه لانعقاداجماع من یعتد به حتی من علی ثم سکوته عن الاحتجاج به الی ایام خلافته قاض علی من له ادنی مسکة بانه علم منه انه لانص فیه علی خلافته عقب وفاته علیه السلام مع ان علیا کرم الله وجهه صرح نفسه بانهﷺ لم ینص علیه ولاعلی غیره ثم هذاالحدیث مع کونه آحادا مختلف فی صحته فکیف ساغ للشیعة ان یخالفوا مااتفقوا علیه من اشتراط التواتر فی احادیث الامامة ماهذا الاتناقض صریح وتعارض قبیح.

وفی المرقات (۱۱/۳۴۱): عن زید بن ارقم ان النبیﷺ قال من کنت مولاه فعلی مولاه قیل معناه من کنت اتولاه فعلی اتولاه ....وفی النهایة المولی یقع علی جماعة کثیرة کالرب والمالک والسید والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحلیف والعقید والصهر والعبد والمعتق والمنعم علیه واکثرها قدجاء ت فی الاحادیث فیضاف کل واحد الی مایقتضیه الحدیث الوارد فیه وقوله من کنت مولاه یحتمل علی اکثر هذه الاسماء المذکورة قال الشافعی یعنی بذلک ولاء الاسلام کقوله تعالی ذلک بان الله مولی الذین آمنوا ....وقول عمر لعلی اصبحت مولی کل مؤمن ای والی کل مومن وقیل سبب ذلک ان اسامة قال لعلی لست مولای انمامولای رسول اللهﷺ فقالﷺ من کنت مولاه فعلی مولاه ....قال الطیبی لایستقیم ان تحمل الولایة علی الامامة التی هی التصرف فی امور المؤمنین لان المتصرف المستقل فی حیاتهﷺ هو هو لاغیره فیجب ان یحمل علی المحبة وولاء الاسلام ونحوهما.

(۳۱۶) واقعۂ فدک کی تفصیل اور حقیقت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ واقعہ فدک کی تفصیل جو صحیح روایات سے مروی ہو مطلوب ہے؟ براہ کرم کتب کا حوالہ ضرور درج کیجئے گا۔ اور شیعوں کے ہاں بیان کیا جانے والا واقعہ کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔ جزاک اللہ

الجواب حامداً ومصلیاً...... مذکورہ واقعہ بخاری شریف میں کتاب المغازی اور مسلم شریف میں کتاب الجہاد میں مذکور ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان اموال (ترکہ) سے اپنی میراث کا مطالبہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ اور فدک میں عنایت فرمائے تھے، اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی وہ روایت مبارکہ سنائی ''ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے'' البتہ ال محمد اسی مال سے اپنی ضرورت پوری کرے گیں اور خدا کی قسم جو صدقہ رسول اللہ ﷺ چھوڑ گئے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا، جس حال میں وہ حضور ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو حضور ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا، اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کچھ کبیدہ خاطر ہوئیں اور اس کے بعد وفات تک ان سے (اس معاملے کے بارے میں) گفتگو نہیں فرمائی۔

اب اس آخری جملے کی وجہ سے روافض نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ ان سے ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک ان سے کلام نہ کیا، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں جس کی تفصیل آجائے گی اس سے پہلے ایک نظر ان دلائل کو دیکھتے ہیں جو روافض نے اپنے حق میں بیان کیے۔

سب سے بڑی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ فیصلہ کلام مقدس کے خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کلام مقدس میں فرماتے ہیں ''وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ'' الآیۃ (اور داؤد کے قائم مقام سلیمان ہوئے) اسی طرح حضرت زکریا کے بارے میں ہے، ''فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا'' الآیۃ (سو آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث دے دیجئے کہ وہ میرا وارث بنے اور یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے ربّ پسندیدہ بنائیے) چنانچہ ان دونوں ایات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی وراثت تقسیم ہوتی ہے۔

روافض کا ان ایات سے استدلال کرنا کئی وجوہ سے صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وورث سلیمان داؤد'' سے مراد ملک اور نبوت ہے کہ جس طرح داؤد علیہ السلام کو نبوت اور ملک ملا اسی طرح سلیمان علیہ السلام کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت اور بادشاہت کو جمع کیا، ورنہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے اکیلے بیٹے نہ تھے بلکہ آپ کثیر الاولاد تھے کہا گیا ہے کہ آپ کے بیٹوں کی تعداد سو تھی اگر اس کو نہ بھی مانیں تو کم سے کم اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ

سلیمان علیہ السلام کے علاوہ بھی ان کے بیٹے تھے اور اگر ان کے علاوہ بھی تھے، تو پھر صرف سلیمان علیہ السلام کو وارث کے طور ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ کیا ان کی باقی اولاد کو وراثت سے محروم رکھا گیا اور صرف یہ وراثت حضرت سلیمان علیہ السلام کے حصے میں آئی؟ جب یہ مطلب نہیں تو کہنا پڑے گا کہ وراثت سے مراد نبوت اور ملک ہے۔ یہی معاملہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے کہ انبیاء کے نزدیک دنیا کی حقیقت ایک حقیر چیز سے بھی کم ہوتی ہے پھر وہ کیوں دعا کریں گے کہ یا اللہ اس دنیا کو سنبھالنے کیلئے مجھے کوئی وارث چاہیے، حاصل یہ کہ یہاں بھی نبوت کی وراثت مراد ہے، جس کا سب سے واضح ثبوت اس آیت کا آگے والا حصہ ہے، جس میں حضرت زکریا علیہ السلام وراثت کا ذکر فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے الفاظ نقل فرمائے ''یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا'' کہ اے اللہ یہ میرا بھی وارث ہوگا اور یعقوب علیہ السلام جو ان کے جد امجد ہیں اور ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ چلایا یہ ان سب کا بھی وارث ہوگا اب جب یعقوب علیہ السلام کی ساری اولاد بھی اس میں آگئی تو پھر اس میں کوئی تردد باقی نہیں رہتا کہ یہاں وراثت سے کیا مراد ہے؟ اس لئے کہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں کوئی خزانہ وراثت کے طور پر نہیں چل رہا تھا جس کا وارث بنانا مقصود تھا، بلکہ نبوت چل رہی تھی اس کا وارث بنانا چاہتے تھے، اس آیت کا آخری حصہ بھی اس مفہوم کا مؤید ہے جو بیان کیا گیا کیونکہ آگے فرمایا ''واجعلہ رب رضیا'' (ترجمہ لکھ دیجئے) کہ یا اللہ وہ آپ کو راضی کرنے والا ہو یعنی اعمال صالحہ سے۔

۲۔ دوسری سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہے کہ ''انبیاء کی وراثت جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ جو کچھ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جائیں وہ سب صدقہ ہے'' کیا اس روایت کی موجودگی میں بھی ان لوگوں کو اجتہاد کی ضرورت ہے؟ کیا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمادیا وہ (العیاذ باللہ) ان کی تشفی کیلئے کافی نہیں ہے؟ کہ انہوں نے خود اجتہاد کرنا شروع کر دیا اور اجتہاد بھی تو کیسا؟ کہ اگر پوری آیت کو دیکھ لیا جائے تو اس اجتہاد کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ حق بات کو جاننے کے باوجود چھپا لینا اور ناحق بات کا پرچار کر کے دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ گمراہ کرنا انسانی عقل کو اندھا کر دیتا ہے پھر وہ ایسے ہی بے ڈھنگے استدلالات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کے اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آخری بات کہ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق سے ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک ان سے بات نہ کی۔ روایت میں ''فھجرت'' کے الفاظ آئے ہیں، اس کا مطلب حضرت انور شاہ کشمیریؒ اور دوسرے کئی شراح نے یہ کیا ہے آپ نے یہ مطالبہ دوبارہ مرتے دم تک نہ کیا، نہ کہ آپ اس کی وجہ سے ناراض ہوگئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ ناراضگی کا پتہ اس وقت چلتا جب ان دونوں کی کہیں ملاقات ہوتی اور وہ پہلے آپس میں بات چیت کر رہے ہوتے کہ اس کے بعد انہوں نے بات چیت ترک کر دی ہو۔ وہ کوئی آج کا دور نہیں تھا بلکہ خیر القرون کا دور تھا جس میں عورتیں بلا ضرورت گھر سے باہر نہیں نکلا کرتی تھیں لہٰذا وہ ضرورت کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور دوبارہ ضرورت نہیں تھی اس لئے دوبارہ کبھی نہیں آئیں۔ اور پھر حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کتنا عرصہ زندہ رہیں صرف چھ ماہ اور بعض روایات میں چار اور دو ماہ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اگر چھ ماہ بھی ہو تو حضور ﷺ کے وصال کے کچھ عرصہ تک تو اس کا خیال ہی نہ آیا ہوگا کیونکہ آپ کا وصال صحابہ پر نہایت

شاق گزرا، اور حضرت فاطمہ پر کس قدر شاق گزرا ہوگا کہ جب آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور تدفین کا مرحلہ طے پا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ صحابہ نے آپ کی تدفین کو کیسے برداشت کرلیا اب اس کے بعد بھی چھ مہینے کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اور ان کو میل جول چھوڑ کر ناراض ہونے کا حق تب ہوتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ خود اس کو اپنے لیے روک لیتے حالانکہ اس میں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کررہے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی خرچ کرتے رہے تو ناراض ہونے کی کوئی وجہ ہی نہ تھی۔

ہاں اتنا ضرور تھا ان کی طبیعت پر جو وقتی طور پر ناگواری ہوئی اس کی تلافی کیلئے بھی صدیق اکبر رضی اللہ آپ کے پاس تشریف لے گئے، آپ اس وقت بیمار تھیں آپ نے جا کر دوبارہ ان سے یہی درخواست کی کہ میں نے جو کچھ کیا اس میں اللہ تعالی کی رضامندی مقصود تھی اس میں سے میں نے اپنی ذات کیلئے کچھ بھی نہ لیا اس طرح کی باتوں سے جو طبعی طور پر ناگواری تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔

حاصل یہ کہ اس واقعہ کو اہل تشیع کی طرف سے خواہ مخواہ اچھالا گیا تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جاسکے حالانکہ اگر بالفرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح نہ تھا تو دوسرے صحابہ تو موجود تھے اور سب سے بڑھ کر خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں حضرت زید بن الحسین بن علی کا بیان ہے

اخبرنا ابوعبدالله الحافظ ....قال زيد بن علي بن الحسين بن علي امانا فلو كنت مكان ابى بكر رضى الله عنه لحكمت بمثل ماحكم به ابوبكر رضى الله عنه فى فدك .(السنن الكبرى للبيهقى، ۶/۳۰۲)

یعنی اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو یہی فیصلہ کرتا جو فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

نیز اہل تشیع نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لئے اس واقعہ کو اُچھالا حالانکہ جس طرح یہ لوگ بیان کرتے ہیں اگر تسلیم کرلیں تو روایت میں ''فھجرت'' کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ان کے بقول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور بات نہیں کی تو اس کا نتیجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر طعن کی صورت میں نکلتا ہے نہ کہ حضرت ابوبکر پر اس لئے کہ ''ھجران'' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے پایا جارہا ہے۔ اللہ تعالی ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لما فى السنن الكبرى للبيهقى (۶/۳۰۱):اخبرنا ابو عبدالله.....عن الشعبى قال لما مرضت فاطمة رضى الله عنها اتاها ابوبكر رضى الله عنه فاستأذن عليها فقال على رضى الله عنه يا فاطمة هذا ابوبكر يستأذن عليك فقالت اتحب ان اذن له قال نعم فاذنت له فدخل عليها يترضاها وقال والله ماتركت الدار والمال والاهل والعشيرة الاابتغاء مرضاة الله و مرضاة رسوله ومرضاتكم اهل البيت ثم ترضاها حتى رضيت.

وفى عمدة القارى (۱۵/۲۰): قال المهلب انما كان هجرها انقباضا عن لقائه وترك مواصلته

ولیس هذا من الهجران المحرم واماالمحرم من ذلک ان یلتقیا فلایسلم احدهما علی صاحبه ولم یر واحد انهما التقیا وامتنعا من التسلیم ولوفعلا ذلک لم یکونا متهاجرین الاتکون النفوس مطهرة للعداوة والهجران وانما لازمت بیتها فعبراالراوی عن ذلک بالهجران وقد ذکر فی کتاب الخمس تالیف ابی حفص بن شاهین عن الشعبی ان ابابکر قال لفاطمة یابنت رسول الله ماخیر عیش حیاة اعیشها وانت علی ساخطة فان کان عندک من رسول الله ﷺ فی ذلک عهد فانت الصادقة المصدقة المامونة علی ماقلت قال فما قام ابوبکر حتی رضیت ورضی .

وفی فیض الباری (۹۴/۴): واماعدم کلام فاطمة ایاه حتی ماتت فالمراد منه کلامها فی امر فدک اوانه لم یتفق له ذلک فلو سلمناموجدتها علیه فله العذر ایضا کماعلمت ،علی انه لم یهاجرها فان هاجرته فقد هاجرته هی فلاطعن علی ابی بکر بحال .

وفی الاصابة (۲۶۶/۸): وقدثبت فی الصحیح عن عائشة ان فاطمة عاشت بعد النبی ﷺ ستة اشهر وقال للواقدی وهو ثبت :وروی الحمیدی عن سفیان عن عمرو بن دینار انها بقیت بعده ثلاثة اشهر وقال غیره :بعدها اربعة اشهر وقیل شهرین .

وفی البدایةوالنهایة (۲۵۳/۵): وتکلمت الرافضة فی هذا المقام بجهل عظیم وتکلفوا مالا علم لهم به وکذبوا بمالم یحیطوا بعلمه ......

”وورث سلیمان داؤد “الایة (النمل:۱۶)انما یعنی بذلک فی الملک والنبوة ای جعلناه قائما بعده فیما کان یلیه من الملک وتدبیر الرعایا والحکم بین بنی اسرائیل وجعلناه نبیا کریما کأبیه وکما جمع لأبیه الملک والنبوة کذلک جعل ولده بعده ولیس المراد بهذا وراثة المال لان داؤد کما ذکره کثیر من المفسرین کان له أولاد کثیرون یقال مأته،فلم اقتصر علی ذکر سلیمان من بینهم لوکان المراد وراثة المال ؟ انما المراد وراثة القیام بعده فی النبوة والملک ولهذا قال ”وورث سلیمان داؤد“......

واما قصة زکریا علیه السلام فانه من الانبیاء الکرام والدنیا کانت عنده أحقر من أن یسال الله ولداً لیرثه فی ماله ......وانما سأل ولداً صالحاًیرثه فی النبوة والقیام بمصالح بنی اسرائیل وحملهم علی السداد ولهذا قال تعالی کهیعص ذکر رحمة ربک عبده زکریا اذنادی ربه نداءً خفیا قال رب انی وهن العظم منی واشتعل الرأس شیباً ولم أکن بدعائک رب شقیاوانی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقراًفهب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعله رب رضیافقال

ولیا یرثنی من آل یعقوب یعنی النبوة کما قررناه ذلک فی التفسیر ولله الحمد المنة وتقدم فی روایة ابی سلمة عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال النبی لایورث وھذا اسم جنس یعم کل الانبیاء .

والوجة الثانی ان رسول الله ﷺ قد خص من بین الانبیاء بأحکام لا یشارکونه فیھا ......فلو قدر ان غیره من الانبیاء یورثون ولیس الامر کذلک لکان ماروواه من ذکرنا من الصحابة الذین منھم الائمةالاربعة أبوبکر وعمر وعثمان وعلی مبنیا لتخصیصه بھذا الحکم دون ماسواه.

(۳۱۷) موضوع حدیث کے بیان کے وقت وضع کا بیان

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بیان وغیرہ میں کوئی موضوع حدیث بیان کرے تو اس کے موضوع ہونے کو بیان کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر اس کے موضوع ہونے کو بیان نہ کرے تو بعض روایات میں جو نبی علیہ السلام نے اپنی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے پر جہنم کی وعید ارشاد فرمائی اس وعید میں داخل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً ...... جب بیان کرنے والے کو معلوم ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے تو اسے بیان کرتے وقت اس کے موضوع ہونے کو بیان کرنا ضروری ہے، اگر بیان نہیں کیا تو اس وعید میں داخل ہوگا۔

لمافی تدریب الراوی (۱/۲۷۴): الموضوع ھو المختلف المصنوع وشر الضعیف وتحرم روایته مع العلم به فی ای معنی کان الامبینا .(الامبینا) ای مقرونا ببیان وضعه لحدیث مسلم :من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فھو احد الکذابین.

وفی اعلاء السنن (۱۹/۳۷): ولایجوز روایة الموضوع الاببیان حاله.

(۳۱۸) کیا آپ ﷺ کے نور سے تمام مخلوق بنائی گئی؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب ''بہار شریعت'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نور سے تمام مخلوق بنائی گئی اس اعتبار سے آپ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں کہیں سے اس بات کا ثبوت نہیں ملتا جس سے معلوم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام کائنات کو پیدا کیا گیا حالانکہ اس دعوی کے لئے نقل کی ضرورت ہے لہذا یہ دعوی بلا دلیل ہے۔

اور اس بے بنیاد بات پر دوسری بات کی بنیاد رکھنا کہ آپ حاضر وناظر ہیں یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کو حاضر وناظر ماننا آیات قرآنیہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے لہذا کسی مسلمان کے لئے ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

مرت دلائله في رقم السؤال : ۲۶۷

(۳۱۹) اختلاف کے وقت نجات پانے والی جماعت

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل امت مسلمہ میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور ہر جماعت کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ حق کے راستے پر ہے اور روایت میں نے سنی ہے کہ قیامت کے قریب تہتر فرقے ہوں گے ان میں سے ایک نجات پانے والا ہوگا۔ کیا اس کی کوئی نشانی وغیرہ ہے کیونکہ آج کل ہر جماعت اپنے بارے میں دعویٰ کرتی ہے کہ وہی حق جماعت ہے۔ براہ کرم بیان کر کے تشفی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں ایسی جماعت کی نشانی روایات میں یہ آئی ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقے پر چلنے والی ہو وہ نجات پانے والی ہے۔

لمافي المشكوة (ص ۳۰): عن عبدالله بن عمر رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ليأتين على امتي كما اتى على بني اسرائيل حذو النعل بالنعل .... وان بني اسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفترق امتي على ثلث وسبعين ملة كلهم في النار الاملة واحدة قالوا من هي يارسول الله قال ماانا عليه واصحابي.

وهكذا بتغيير يسير نقل عن انس في مسند احمد بن حنبل (۲/۱۱۲)

(۳۲۰) کسی مسلمان کو کافر کہنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک مسلمان غصے میں آکر دوسرے مسلمان کو کافر کہہ کر پکارتا ہے تو اس طرح کہنے والا کافر ہوگا یا نہیں اور یہ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ کل ہمارے ہاں ایک مولانا صاحب نے بیان کیا اور انہوں ایک روایت سنائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر دوسرے شخص کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو یہ خود کافر ہو جائے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... کسی مسلمان کو کافر کہہ دینا اگرچہ گناہ کبیرہ ہے لیکن اس طرح کہنے سے قائل کافر نہیں ہوگا۔

اب رہی یہ بات کہ روایت میں ایسے شخص کو کافر کہا گیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ:

(۱) حلال سمجھ کر کہنے والے کے بارے میں ہے کہ اگر اسے حلال سمجھ کر کہے تو خود کافر ہو جائے گا۔ (۲) مسلمان کو کافر کہنے کا گناہ اس پر لوٹ کر آئے گا (۳) یہ خوارج پر محمول ہے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے (۴) مآل (انجام کار) کے اعتبار سے ایسے کہا گیا ہے کہ بلا وجہ دوسرے کو کافر کہنے والے کے بارے میں خطرہ ہے کہ اس کا انجام ایسا ہی ہو جائے گا (۵) روایت سے مراد یہ ہے کہ دوسرے کو کافر کہنا ایسا ہے گویا اپنے آپ کو کافر کہا جائے۔

یہ چند توجیہات علماء سلف نے اس روایت کی تشریح میں بیان کی ہیں۔

لما فی الصحیح لمسلم (۱/۵۷): حدثنی ابوبکر .... عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال اذا کفر الرجل اخاه فقد باء بها احد هما وفی روایة ایما امرئ قال لاخیه کافر فقد باء باحدهما ان کان کماقال والا رجعت علیه.

وقال النووی تحته: فقیل فی تاویل الحدیث اوجه احدها انه محمول علی المستحل لذلک وهذا یکفر ....والوجه الثانی معناه رجعت علیه نقیصه لاخیه ومعصیة تکفیر والثالث انه محمول علی الخوارج المکفرین للمؤمنین ....والوجه الرابع معناه ان ذلک یؤل به الی الکفر .... والوجه الخامس معناه فقد رجع علیه تکفیره فلیس الراجع علیه حقیقة الکفر بل التکفیر لکونه جعل اخاه المومن کافرافکانه کفر نفسه.

(۳۲۱) جنت اور جہنم میں عورتوں کے متعلق روایات کے تعارض کی تطبیق

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ جنت میں ایک مرد کو حوروں کے علاوہ دو عورتیں ملیں گی، تو اب سوال یہ ہے کہ یہ عورتیں کب ملیں گی جنت میں داخل ہوتے ہی یا جنت وجہنم کا آخری فیصلہ ہونے کے بعد کہ جنتی اب ہمیشہ جنت میں اور جہنمی اب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں ''مجھے دکھایا گیا کہ جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہے'' حالانکہ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہر مرد کو دو عورتیں ملیں گی تو عورتوں کی تعداد جنت میں زیادہ ہوگی جبکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی، یہ تضاد کیسا ہے؟ نیز جنت میں جماع کا سلسلہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں پہلے جز کا جواب یہ ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جنت میں ہر جنتی کو دنیا کی عورتوں میں سے دو عورتیں ملیں گی، چنانچہ صحیحین میں روایت موجود ہے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا ابوالیمان.....عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اول زمرة تدخل الجنة علی صورة القمر لیلة البدر والذین هم علی اثرهم کاشد کوکب اضاءة قلوبهم علی قلب رجل واحد لا اختلاف بینهم ولا تباغض لکل امرئٍ منهم زوجتان کل واحدة منهما یری مخ ساقها من وراء لحمها من الحسن ..... الحدیث (اخرجه البخاری ۱/۴۶۰، ومسلم ۲/۳۷۹، والمشکوة ص ۴۹۷، وابن ابی شیبة ۷/۲۱، والحافظ الطبرانی فی المعجم الاوسط ۱/۳۷۴، والحافظ القرطبی فی التذکرة ۲/۳۷۴)

روایت میں موجود لفظ زوجتان کی تفسیر شراح حدیث نے نساء الدنیا سے کی ہے یعنی دنیا کی دو عورتیں ملیں گی، اب رہی یہ بات کہ یہ عورتیں کب ملیں گی؟ یہ وہی عورتیں ہوں گی جن سے دنیا میں نکاح ہوا تھا یا اس کے علاوہ ہوں گی؟ اس بارے میں کوئی صریح روایت نظر سے نہیں گزری، البتہ بعض روایات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ دنیا میں جو عورت کسی مرد کے نکاح میں ہوگی چاہے ایک ہو، دو ہوں تین یا چار ہوں وہ اس کی جنت میں بیوی کے طور پر ہوں گی۔

اب رہا یہ اشکال کہ اوپر ذکر کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں عورتوں کی کثرت ہوگی جب کہ دوسری بعض روایات میں ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی جیسا کہ عمران بن حصینؓ کی روایت میں ہے

حدثنا عثمان بن الهيثم ......عن عمران عن النبی ﷺ قال اطلعت فی الجنة فرأيت اكثر اهلها الفقراء واطلعت فی النار فرأيت اكثر اهلها النساء. (اخرجه البخاری ۲/۷۸۳، والامام احمد فی مسنده ۵/۵۹۲، والحافظ القرطبی فی التذكرة ۲/۳۶۹، عن عمران بن حصين ان رسول الله ﷺ قال ان اقل ساكنی الجنة النساء وهكذا فی فتح الباری ۶/۲۴۹)

اس ظاہری تعارض کے کئی جوابات دیے گئے ہیں

اول: علامہ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت سے جنت میں عورتوں کی کثرت کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے لہٰذا ایسا ہوسکتا ہے کہ عورتیں جنت میں بھی زیادہ ہوں اور جہنم میں بھی۔

دوم: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف دنیاوی عورتوں کے بارے میں ہے، ورنہ جنس عورت جس میں جنت کی حوریں بھی شامل ہوں گی جنت میں زیادہ ہوں گی۔

سوم: اس بات کا امکان ہے کہ جنت میں عورتوں کی قلت اول مرحلے میں ہو ورنہ جب آخری فیصلہ ہوجائے گا تو اس کے بعد جنت میں عورتوں کی اکثریت ہوگی۔ نیز جنت میں جماع کا سلسلہ ہوگا یا نہیں تو کلام مقدس میں اشارۃً اور احادیث مبارکہ میں اس کا صراحتاً ثبوت ملتا ہے کہ جنت میں بھی جماع کا سلسلہ ہوگا۔

لما فی القرآن الكريم :اِنَّآ اَنْشَأْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ الاية (الواقعة:۳۵ الی ۳۸)

وفی التفسير المظهری (۹/۱۷۳): (فجعلناهن ابكارا)عذاری كلما اتٰهن ازواجهن وجدوهن عزاری......

وفی المصنف لابن ابی شيبة (۷/۵۷):حدثنا وكيع ......عن زيد بن ارقم قال قال رسول الله ﷺ ان الرجل من اهل الجنة ليعطی قوة مائة رجل فی الاكل والشرب والجماع والشهوة......الحديث

وفی التذکرة للحافظ القرطبی (۲/۴۸۳): وروی من حدیث ابی هریرة عن رسول الله ﷺ هل تمس اهل الجنة ازواجهم فقال نعم بذکر لا یمل وفرج لایحفی وشهوة لاتنقطع......الحدیث.

و فی فتح الباری (۶/۴۴۹): (ولکل واحد منهم زوجتان) ای من نساء الدنیا......واستدل ابو هریرة رضی الله عنه بهذاالحدیث علی ان النساء فی الجنة اکثر من الرجال کما اخرجه مسلم من طریق ابن سیرین عنه وهوواضح لکن یعارضه قوله ﷺ فی حدیث الکسوف المتقدم رأیتکن اکثر اهل النار ویجاب بانه لا یلزم من اکثریتهن فی النار نفی اکثریتهن فی الجنة ......ویحتمل ان یکون ذلک فی اول الامر قبل خروج العصاة من النار بالشفاعة.

وفی عمدة القاری (۱۵/۱۵۲): فان قلت لیس فی الجنة عزب ولکل رجل زوجان فکیف یکون وصفهن بالقلة فی الجنة وبالکثرة فی النار قلت ذکرالحکیم الترمذی وغیره ان الاکثار بکون النساء اکثر اهل النار کان قبل الشفاعة فیهن فعلی کون زوجین لکل رجل یکن اکثر اهل الجنة.

وفیها ایضاً (۱۵/۱۵۵): (زوجتان) ای من نساء الدنیا ویؤید هذا ما رواه احمد من وجه اخر عن ابی هریرة مرفوعا فی صفة ادنی اهل الجنة منزلة وان له من حورالعین ثنتین وسبعین زوجة سوی ازواجه من الدنیا......(فان قلت)یعارضه قوله ﷺ فی حدیث الکسوف" رأیتکن اکثر اهل النار" (قلت) اجیب بانه لایلزم من اکثریتهن فی النارنفی اکثریتهن فی الجنة (فان قلت)یشکل علی هذا قوله ﷺفی الحدیث الاخر اطلعت فی الجنة فرأیت اقل ساکنیها النساء (قلت)قد ذکرنا فیما مضی عن قریب ان هذا کان قبل الشفاعة.

وفی شرح المسلم للنوویؒ (۲/۳۷۹): قال القاضی ظاهر هذا الحدیث ان النساء اکثراهل الجنة وفی الحدیث الاخر انهن اکثراهل النار قال فیخرج من مجموع هذا ان النساء اکثر ولد ادم قال وهذا کله فی الآدمیات والا فقد جاء ان للواحد من اهل الجنة من الحور العدد الکثیر.

(۳۲۲) ”لانکاح بین العیدین“ کا مطلب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک روایت بیان کی جاتی ہے: لانکاح بین العیدین (دوعیدوں کے درمیان نکاح کرنا صحیح نہیں ہے)۔اس روایت کا کیا مطلب ہے؟ بظاہر مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عیدالفطر وعیدالاضحیٰ کے درمیان نکاح نہیں کرنا چاہئے؟ کیا یہی مطلب ہے وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداومصلیاً......عیدالفطراور عیدالاضحیٰ کے درمیانی مہینوں میں نکاح اورزفاف دونوں بلاکراہت جائز ہیں بلکہ خود سیدالانبیاء ﷺ

نے اپنی سب سے زیادہ محبوب ترین زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں ہی نکاح فرمایا اور شوال میں ہی رخصتی ہوئی۔

اب رہا یہ معاملہ کہ لانکاح بین العیدین کا کیا مطلب ہے تو اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کرلیں تو عیدین سے مراد عید الفطر اور عید الضحیٰ نہیں بلکہ صلوٰۃ العید اور صلوٰۃ الجمعۃ مراد ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ واقعہ جزئیہ ہے یعنی جمعہ کے دن آپ ﷺ نماز عید سے فارغ ہوئے تو کسی نے نکاح پڑھانے کی درخواست کی۔ سردیوں کے دن تھے جس میں دن چھوٹے ہوتے ہیں اس موقع پر آپ نے فرمایا "لانکاح بین العیدین" کہ صلاۃ عید اور جمعہ کے درمیان نکاح نہیں اور یہ اس لئے فرمایا تا کہ جمعہ کا افضل وقت نکاح کی وجہ سے فوت نہ ہو جائے لہٰذا اس روایت سے عیدین کے درمیان شادی کے عدم جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

لمافی رد المحتار (۳/۸): قال فی البزازیة : والبناء والنكاح بين العيدين جائز وكره الزفاف والمختار انه لايكره لانه عليه الصلوة والسلام تزوج بالصديقة فى شوال وبنى بها فيه وتاويل قوله عليه الصلوة والسلام لانكاح بين العيدين ان صح انه عليه الصلوة والسلام رجع عن صلوة العيد فى اكثر ايام الشتاء يوم الجمعة فقاله حتى لايفوته الرواح فى الوقت الافضل الى الجمعة.

فصل مایتعلق بتحقیق الروایات

(روایات کی تحقیق کے بیان میں)

(۳۲۳) ’’اللھم اعز الاسلام باحد العمرین‘‘ کی تحقیق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر علماء سے سننے میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے یہ دعا فرمائی تھی اللھم اعزا لاسلام باحدالعمرین یہ حدیث کون سی کتاب میں ہے اور دعا کن الفاظ سے کی گئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں سوال میں ذکر کردہ الفاظ کے ساتھ اس روایت کو بے اصل کہا گیا ہے لیکن معنی کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ہے کیونکہ اسی مضمون کی دوسری روایات صحیحہ موجود ہیں جن میں دعا کے الفاظ مختلف آئے ہیں ایک روایت میں اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام اوبعمر بن الخطاب جبکہ دوسری میں اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیک بابی جھل او بعمر بن الخطاب کے الفاظ آئے ہیں۔

لمافی الموضوعات الکبیر (ص۷۳): اللھم أید الاسلام باحدالعمرین لااصل له بھذا اللفظ ...... ومعنی الحدیث صحیح ثابت فقد رواہ.

وفی المشکوۃ (ص۵۵۷): عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام اوبعمر بن الخطاب فاصبح عمر فغدا النبی ﷺ ثم صلی فی المسجد ظاھرا.

وفی الجامع للترمذی (۲/۲۰۹): عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیک بابی جھل اوبعمر بن الخطاب قال وکان احبھما الیه عمر.

(۳۲۴) ’’لولاک لماخلقت الافلاک‘‘ کی تحقیق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے اگر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نہ ہوتے تو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا وجود نہ ہوتا۔ اور استدلال لولاک لما خلقت الافلاک کی حدیث سے کرتا ہے کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... مذکورہ حدیث الفاظ کے اعتبار سے موضوع ہے لیکن معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔

کماهو مصرح فی الموضوعات الکبیر (صـ ۱۰۱): لولاک لماخلقت الافلاک قال الصنعانی انه موضوع کذا فی الخلاصة لکن معناه صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالی عنهما مرفوعا اتانی جبریل فقال یامحمد لولاک ماخلقت الجنة ولولاک ماخلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاک ماخلقت الدنیا.

(۳۲۵) ''اختلاف العلماء رحمة'' کی تحقیق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر ایک جملہ سننے میں آتا ہے کہ علماء کا اختلاف رحمت ہے۔ کیا یہ حدیث ہے یا کسی صحابی کا قول ہے یا تابعین میں سے کسی کا قول ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ حدیث کے الفاظ ہیں اگرچہ سنداً یہ حدیث ضعیف ہے۔

لمافی الموضوعات الکبیر (صـ ۲۶): اختلاف امتی رحمة زعم کثیر من الائمة انه لااصل له لکن ذکره القرطبی فی غریب الحدیث مستطردا واشعر بان له اصلا عنده وقال السیوطی اخرجه نصر المقدسی فی الحجة والبیهقی فی الرسالة الشعریة بغیرسند واورده الحلیمی والقاضی حسین وامام الحرمین وغیرهم ولعله خرج فی بعض کتب الحفاظ التی لم یصل الینا واللّٰہ اعلم انتهی وقال الزرکشی اخرجه نصر المقدسی فی کتاب الحجة مرفوعا.

وفی المقاصد الحسنة للسخاوی (صـ ۵۰): اختلاف امتی رحمة للناس، وکثر السوال عنه وزعم کثیر من الائمة انه لااصل له لکن ذکره الخطابی فی غریب الحدیث مستطردا وقال اعترض علی هذا الحدیث رجلان احدهما ماجن والاخر ملحد .... ثم تشاغل الخطابی برد هذا الکلام، ولم یقع فی کلامه شفاء فی عزو الحدیث، ولکنه أشعر بان له اصلا عنده.

(۳۲۶) ''لوبغی جبل علی جبل لدک الباغی'' کی تحقیق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث لوبغی جبل علی لدک الباغی کتب حدیث میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہے تو یہ روایت کس درجے کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ روایت کتب احادیث میں موجود ہے لیکن ضعیف ہے۔

لمافی المقاصد الحسنة (صـ ۳۴۵): حدیث لویبغی جبل علی جبل لدک الباغی، البخاری فی الادب المفرد حدثنا ابونعیم .... عن ابن عباس به موقوفا وهو عند البیهقی فی الشعب من طریق

الاعمش عن ابن يحيى القتات به ورواه ابن مردوية عن طريق قطبة عن الاعمش به مرفوعا ومن طريق الثوری عن الاعمش موقوفا ،ورواه ابن المبارک فی الزهد عن فطرعن ابی یحیی عن مجاهد مرسلا قال ابن ابی حاتم اختلف فيه على ابی یحیی القتات والموقوف اصح وفی الباب عن ابن عمر عند ابن مردوية،وعن انس عند ابن حبان فی الضعفاء فی ترجمة احمد بن الفضل وقال انه كان يضع الحديث.

وفی تذكرة الموضوعات على هامش الموضوعات الكبير (ص۹۹): لوبغی جبل علی جبل لجعله الله دكا فيه احمد بن محمد بن الفضل كان يضع الحديث.

(۳۲۷)''اطلبوا العلم ولو بالصين'' کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ''اطلبوا العلم ولو بالصین (علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے)'' یہ حدیث ہے یا کسی کا مقولہ ہے۔ اگر حدیث ہے تو ضعیف ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ روایت ضعیف ہے بلکہ بعض حضرات نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

لمافی المقاصد الحسنة للسخاوی (ص۸۳): اطلبوا العلم ولوبالصين البيهقی فی الشعب والخطيب فی الرحلة وغيرها وابن عبدالبر فی جامع العلم والديلمی كلهم من حديث ابی عاتكة طريف بن سلمان وابن عبد البر وحده من حديث عبيد بن محمد عن ابن عيينة عن الزهری كلاهما عن انس مرفوعا به وهوضعيف من وجهين بل قال ابن حبان انه باطل لااصل له وذكره ابن الجوزی فی الموضوعات.

(۳۲۸)تحقیق روایت''العلماء ورثة الانبياء''

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اردو کی کتاب میں ایک حدیث لکھی ہے کہ علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں۔ اس روایت کے عربی الفاظ معلوم نہیں ہورہے۔ آپ عربی الفاظ لکھ دیں اور اگر یہ روایت صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں موجود ہو تو اس کا حوالہ ذکر کردیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوادينارا ولادرهما انماورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر. (ابن ماجة ص:۲۰)

وھکذا فی سنن ابی داؤد (۲/۱۵۷)......وفی الجامع للترمذی (۲/۹۷)

(۳۲۹) یوم عاشوراء میں حدیث توسع (اہل وعیال پر فراوانی) کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عاشورا کے دن اپنے اہل وعیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......عاشورا کے دن اہل وعیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

لمافی المقاصد الحسنة (ص۴۲۷): [۱۱۹۳]حدیث :من وسع علی عیاله فی یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها،الطبرانی والبیهقی فی الشعب وفضائل الاوقات وابوالشیخ عن ابن مسعود ....وقال ان اسانیده کلها ضعیفة ولکن اذا ضم بعضها الی بعض افاد قوة،بل قال العراقی فی امالیه :لحدیث ابی هریرة طرق صحح بعضها ابن ناصر الحافظ.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۴۱۸): حدیث التوسعة علی العیال یوم عاشوراء صحیح.

وفی الشامیة : حدیث التوسعة وهو من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها قال جابر جربته اربعین عاما فلم یتخلف ....حدیث التوسعة ثابت صحیح کماقال الحافظ السیوطی فی الدرر.

(۳۳۰) تحقیق روایت "کنت کنز امخفیا الحدیث"

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو حدیث قدسی بیان کی جاتی ہے "کنت کنز امخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف "یہ سنداً ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ....صورت مسئولہ میں اس کا حدیث قدسی کے طور پر ثبوت تو درکنار سند ضعیف سے بھی آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے ہاں معنی کے اعتبار سے اس کے معنی صحیح ہیں اور اس آیت کے قریب ہیں:وماخلقت الجن والانس الالیعبدون ٥

لمافی المقاصدالحسنة للسخاوی (ص۳۳۲): کنت کنزا لا اعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بی فعرفونی قال ابن تیمیة :انه لیس من کلام النبی ﷺ ولایعرف له سند صحیح ولاضعیف وتبعه الزرکشی وشیخنا.

وفی الموضوعات الکبیر (ص۹۳): کنت کنزا لااعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بی فعرفونی قال ابن تیمیة لیس من کلام النبیا ولایعرف له سند صحیح ولاضعیف وتبعه الزرکشی

والعسقلانی لکن معناہ صحیح مستفاد من قولہ تعالی (وماخلقت الجن والانس الالیعبدون) ای لیعرفون کما فسرہ ابن عباسؓ.

(۳۳۱) تحقیق روایت "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین"

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو حدیث بیان کی جاتی ہے "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین" یہ صحیح سند سے ثابت ہے یا نہیں؟ کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے مسئلہ واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ تو ثابت نہیں لیکن دوسری روایات کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے اس کے معنی صحیح ہیں۔

لمافی المقاصد الحسنة للسخاوی (صـ۲۳۳): واماالذی علی الالسنة بلفظ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین فلم نقف علیہ بھذا اللفظ فضلا عن زیادة. وکنت نبیا ولاآدم ولاماء.

وفی الموضوعات الکبیر (صـ۹۲): کنت نبیا وآدم بین الماء والطین قال السخاوی لم اقف علیہ .... وقال الزرکشی لااصل لہ بھذا اللفظ ولکن فی الترمذی متی کنت نبیا قال وآدم بین الروح والجسد وفی صحیح ابن حبان والحاکم عن العرباض بن ساریة ان عنداللہ لمکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینہ قال السیوطی وزاد العوام ولاماء ولاطین ولااصل لہ ایضا یعنی بحسب معناہ والافھو صحیح باعتبار معناہ لماتقدم.

(۳۳۲) تحقیق "لھدم الکعبة حجراً حجراً أھون من قتل المسلم"

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس حدیث کے بارے میں جو زبانِ زدِ عام ہے "لھدم الکعبة حجراً حجراً أھون من قتل المسلم" (کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا کسی مسلمان کا خون بہانے سے کم گناہ ہے) کیا اس حدیث کی صحیح سند ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ روایت باعتبار لفظ ضعیف اور معناً صحیح ہے۔

لمافی المقاصدالحسنة (صـ۳۴۴): لھدم الکعبة حجراحجرا اھون من قتل المسلم لکن لم اقف علیہ بھذا اللفظ ولکن فی معناہ ماعندالطبرانی فی الصغیر عن انس رفعہ :من اذی مسلما بغیر حق فکانما ھدم بیت اللہ ونحوہ غیر واحد من الصحابة.

وفی الموضوعات الکبیر (صـ۹۸): لھدم الکعبة حجراحجرا اھون من قتل المسلم قال السخاوی لم اقف بھذا اللفظ ولکن فی معناہ ماعندالطبرانی فی الصغیر عن انس رضی اللہ عنہ رفعہ من اذی

مسلم بغیر حق فکانما ھدم بیت اللہ.

(۳۳۳) ”انامدینۃ العلم الخ“ اس روایت کی تحقیق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ روایت صحیح ہے ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا مدینۃ العلم وابوبکر اساسھا وعمر حیطانھا وعثمان سقفھا وعلی بابھا“ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی دیواریں ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی چھت ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے دروازے ہیں)۔ کیا یہ روایت ثابت ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں یہ ضعیف حدیث ہے یا صحیح؟ براہِ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مذکورہ روایت کے بارے میں علماء کرام نے کلام کیا ہے، اور اس کے اکثر الفاظ کو ضعیف و رکیک قرار دیا ہے، لہٰذا اس روایت کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

لمافی المقاصد الحسنۃ (ص۱۱۵): عن ابن مسعود رفعہ: أنا مدینۃ العلم، وابوبکر اساسھا، وعمر حیطانھا، وعثمان سقفھا، وعلی بابھا.

وعن انس مرفوعا، أنا مدینۃ العلم، وعلی بابھا ومعاویۃ حلقتھا، وبالجملۃ فکلھا ضعیفۃ والفاظ اکثرھا رکیلۃ.

وفی کشف الخفاء (۲۰۴/۱): انا مدینۃ العلم، وابوبکر اساسھا، وعمر حیطانھا، وعثمان سقفھا وعلی بابھا وروی الدیلمی بلا اسناد عن ابن مسعود رفعہ.

وفی اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث (۳۳۰/۱): کان ابو سعد اسماعیل بن المثنی الاستراباذی یعظ بدمشق فقام الیہ رجل، فقال ایھا الشیخ ماتقول فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنا مدینۃ العلم وعلی بابھا قال فاطرق لحظہ ثم رفع رأسہ قال نعم لا یعرف ھذا الحدیث علی التمام الامن کان صدرا فی الاسلام. انما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم وابوبکر اساسھا وعمر حیطانھا وعثمان سقفھا وعلی بابھا قال فاستحسن الحاضرون ذلک وھو یرددہ ثم سألوہ ان یخرج لہ اسنادہ فاغتنم ولم یخرجہ لھم الخ.

(۳۳۴) حدیث ”الصلوۃ خلف عالم تقی“ کی تحقیق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے ایک روایت سنی ہے اس کی تحقیق مطلوب

ہے۔ روایت یہ ہے کہ متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی نبی کی اقتداء میں نماز پڑھنا، کیا یہ روایت صحیح ہے؟ یا صرف لوگوں میں ہی مشہور ہے؟ براہ کرم جلد تحقیق کر کے بتائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......... صورت مسئول میں ذکر کردہ حدیث ''من صلی خلف عالم تقیّ فکأنما صلی خلف نبیّ'' (ترجمہ: جس شخص نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا کہ اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی) محدثین نے اس حدیث کے بارے میں کلام کیا ہے۔ بعض حضرات نے بے اصل کہا، علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں اس حدیث کو غریب کہا اور بعض شواہد بھی نقل کئے ہیں۔ اس وجہ سے اس حدیث کی کچھ نہ کچھ اصل ملتی ہے۔

لما فی المقاصد الحسنة للسخاویؒ (ص۔۳۱۱): وما وقع فی الهداية للحنفية بلفظ: من صلی خلف عالم تقيّ فكأنما صلی خلف نبيّ فلم أقف عليه بهذا اللفظ.

وفی الموضوعات الکبریٰ (ص۔۱۴۷): وكذا قول صاحب الهداية لقوله عليه السلام: من صلی خلف تقيّ فكأنما صلّی خلف نبيّ. غير معروف كما قال مخرّجه. وقال السخاوی: لم أقف عليه بهذا اللفظ.

وفيه فی مقام آخر (ص۔۲۳۵): حديث: من صلی خلف عالم تقيّ فكأنما صلّی خلف نبی. لا اصل له.

وفی نصب الراية (۲/۲۸): الحديث الحادی والستون: قال عليه السلام: من صلی خلف عالم تقيّ فكأنما صلی خلف نبيّ قلت غريب. وروی الطبرانی فی معجمه حدثنا محمد بن عثمان بن أبی شيبة...... قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إن سرّكم أن تقبل صلوتكم فليؤمكم علماؤكم، فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربّكم، إنتهی. ورواه الحاكم فی المستدرك فی كتاب الفضائل، عن يحی بن يعلی به سندا ومتنا إلا انه قال: فليؤمكم خياركم، و سكت عنه. وروی الدار قطنی، ثم البيهقی فی سننهما الخ.

وفی البناية (۲/۳۱۳): لقوله عليه الصلاة والسلام "من صلی خلف عالم تقيّ فكأنما صلی خلف نبيّ" هذا الحديث غريب ليس فی كتب الحديث. لكن روی الطبرانی مافی معناه من حديث يزيد بن أبی زيد للعلوی قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم إن سركم ان تقبل صلاتكم فليؤمكم علماؤكم فإنهم فيما بينكم وبين ربّكم. رواه الحاكم فی مستدركه فی فضائل الأعمال عن يحی بن يعلی به سنداً ومتناً، إلا أنه قال فليؤمكم خياركم وسكت عنه و روی الدار قطنی ثم البيهقی فی سننهما عن إبن عمرؓ قال قال رسول اللهﷺ اجعلوا أئمتكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين الله تعالیٰ، قال البيهقی إسناده ضعيف، وقال ابن القطان فيه الحسين بن نصير لا يعرف.

(۳۳۵) السلطان المسلم ظل اللہ فی الارض کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل خطبوں میں پڑھا جاتا ہے "والسلطان المسلم ظل الله فی الارض من اهان سلطان الله فی الارض اهانه الله" یہ حدیث ہے یا کسی کا مقولہ ہے؟ اس کا خطبے میں پڑھنا کیسا ہے ؟ کیا آپ ﷺ کے دور میں بھی اس طرح پڑھا جاتا تھا؟ اگر یہ حدیث ہے تو اب بھی اس کا حکم باقی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ الفاظ حدیث کے ہیں البتہ آپ ﷺ سے یا صحابہ کرام سے یہ الفاظ خطبہ میں پڑھنا ثابت نہیں ہے لیکن فقہاء نے خلفاء راشدین، حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ عنہما کے ذکر کو مستحب لکھا ہے۔ بادشاہوں اور سلاطین کے لئے خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ عادل ہوں اگر عادل وصالح نہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔

لمافی الجامع الترمذی (۴۶/۲): حدثنا بزار .... عن زیاد بن کسیب العدوی قال کنت مع ابی بکرة تحت منبر ابن عامر وهو یخطب .... فقال ابوبکرة اسکت سمعت رسول الله ﷺ یقول من اهان سلطان الله فی الارض اهانه الله هذا حدیث حسن غریب.

وفی المقاصد الحسنة (ص۱۲۳): [۲۰۷]حدیث انماالسلطان ظل الله ورمحه فی الارض. ابوالشیخ والبیهقی والدیلمی وعباس الترقفی وآخرون عن انس مرفوعا :اذامررت ببلدة لیس فیها سلطان فلاتدخلها،انماالسلطان،وذکره لفظ الآخرین،وفی لفظ للدیلمی وابی نعیم وغیرهما من جهة قتادة عن انس مرفوعا :السلطان ظل الله ورمحه فی الارض،فمن نصحه ودعاله اهتدی،ومن دعاعلیه ولم ینصحه ضل، وهماضعیفان لکن فی الباب عن ابی بکر وعمر وابن عمر وابی بکرة وابی هریرة وغیرها کمابینتهاواضحة فی جزء رفع الشکوک فی مفاخر الملوک.

وفی الدرالمختار (۱۴۹/۲): ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لاالدعا للسلطان وجوزه القهستانی ،ویکره تحریما وصفه بمالیس فیه.

وفی الشامیة : واشار الشارح بقوله وجوز الی حمل قوله ثم یدعوا الخ علی الجواز لاالندب لانه حکم شرعی لابدله من دلیل.

(۳۳۶) روایت "من ضرب اباه فاقتلوه ، العنکبوت شیطان فاقتلوه" کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض روایات میں آتا ہے "من ضرب اباه فاقتلوه ،العنکبوت شیطان فاقتلوه" یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو پھر اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں "العنکبوت شیطان فاقتلوہ" والی روایت اگر صحیح تسلیم کی جائے پھر بھی "انھا جند من جنود اللہ" والی روایت سے یہ منسوخ ہے۔

اور "من ضرب اباہ فاقتلوہ" والی روایت مراسیل سعید بن میسّب میں سے ہے جس پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے اور اگر اسے بھی صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اسے مقتول اور مردہ کی طرح سمجھو۔

لما فی کنز العمال (۴۲/۱۵)، وفی مراسیل ابی داؤد (ص ۲۰): عن یزید بن المرثد المرعی قال قال رسول اللہ ﷺ العنکبوت شیطان فاقتلوہ.

وفی مراسیل ابی داؤد (ص ۱۹)، کنز العمال (۴۸۱/۱۶)، جامع الاحادیث الکبیر (۲۷۰/۷): عن سعید بن المسیب قال قال النبی ﷺ من ضرب اباہ فاقتلوہ.

وفی مقدمۃ مراسیل ابی داؤد (ص ۴): وفی التدریب تکلم الحاکم علی مراسیل سعید فقط دون سائر من ذکر معہ.

وفی روح البیان (۴۳۳/۳): قال العلماء ویکفی للعنکبوت شرفا نسجھا علی الغار ونھی النبی ﷺ یومئذ عن قتل العنکبوت ......واما قولہ علیہ السلام العنکبوت شیطان فاقتلوہ وفی لفظ العنکبوت شیطان مسخہ اللہ فاقتلوہ فان صح فلعلہ صدر قبل الغار فھو منسوخ.

وفی مجمع بحار الانوار (۲۱۱/۴): من دعا الی امارۃ نفسہ اوغیرہ من المسلمین فاقتلوہ ای اجعلوہ کالمقتول بان لاتقبلوا لہ قولا وکذا اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر ای اجعلوا دعوتہ واجعلوا کمن مات.

(۳۳۷) مؤمن کی شان کا بیان

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کی شان بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ بھی اس میں شامل ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ بات صحیح ہے کہ مومن کی شان وعزت بیت اللہ سے زیادہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی شان وعزت نہ صرف بیت اللہ بلکہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے جسم اطہر کے ساتھ لگنے والی مٹی عرش وکرسی سے افضل ہے۔

لما فی الجامع للترمذی (۲۳/۲): ونظر ابن عمر یوما الی البیت اوالی الکعبۃ فقال مااعظمک واعظم حرمتک والمومن اعظم حرمۃ اللہ منک.

وهكذا في الترغيب والترهيب (۱۶۹/۳)

وفيها ايضا (۲۰۱/۳): عن عبدالله بن عمرو قال: رأيت رسول الله ﷺ يطوف بالكعبة ويقول ما اطيبك وما اطيب ريحك، ما اعظمك وما اعظم حرمتك والذى نفس محمد بيده لحرمة المؤمن عندالله اعظم من حرمتك.

وفي المرقات (۱۰/۶): وعن عبدالله بن عدى بن حمرا قال رأيت رسول الله ﷺ واقفا على الحزورة فقال والله انك لخير ارض الله واحب ارض الله الى الله ولولا انى أخرجت منك ماخرجت .... فيه تصريح بان مكة افضل من المدينة كماعليه الجمهور الاالبقعة التي ضمت اعضاء ه عليه الصلوة والسلام فانها افضل من مكة بل من الكعبة بل من العرش اجماعا.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۶/۲): ومكة افضل منها على الراجح الاماضم اعضاء ه عليه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسي.

وفي الشامية: .... والخلاف فيماعدا موضع القبر المقدس فماضم اعضاء ه الشريفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع.

(۳۳۸) سب سے پہلے آپ ﷺ کے نور کو پیدا کیا گیا کا حدیث سے ثبوت، نور اور بشر میں افضل کون

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ ﷺ کے نور کو پیدا کیا۔ کیا کسی حدیث سے ایسا ثابت ہے؟ نیز نور اور بشر میں فضیلت کس کو حاصل ہے نور کو یا بشر کو؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... تفسیر روح البیان میں ”قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین“ الآیۃ کے ذیل میں یہ روایت نقل کی ہے:

”روى عن النبي ﷺ انه قال كنت نوراً بين يدى ربى قبل خلق ادم باربعة عشر الف عام وكان يسبح ذلك النور وتسبح الملائكة بتسبيحه فلما خلق الله ادم القى ذلك النور في صلبه“ (۳۷۰/۲)

”نبی ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت آدم کی پیدائش سے چار ہزار سال پہلے میں اپنے رب کے سامنے نور (کی صورت) تھا اور فرشتوں کی تسبیح اس نور کی تسبیح کے مطابق تھی۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان کی صلب (حقیقت) میں شامل کر دیا“

اسی طرح حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب ”نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ“ کی پہلی فصل میں جو نور محمدی کے عنوان سے قائم ہے، ان روایات کو جمع کیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نور سے پیدا ہوئے لیکن حضرت تھانویؒ نے ان روایات کی شرح میں

لکھا ہے کہ اس نور سے مراد ''روح'' ہے، اسی طرح ان روایات سے آپ کا باطنی اعتبار سے نور ہونا معلوم ہوتا ہے کہ آپ باطنی اعتبار سے نور تھے کیونکہ آپ ''ھادی للامة'' تھے، البتہ ظاہری اعتبار سے بشر ہی تھے۔

جس پر بے شمار نصوص قرآنیہ اور احادیث دال ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کو نور کہہ کر آپ کی بشریت کی نفی کرنا یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے، چنانچہ بطور نمونہ ہم چند ایک آیات اور احادیث آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کتاب وشریعت کے عطا فرمانے کا ضابطہ بیان کررہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا

مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ. (ال عمران: ۷۹)

(ترجمہ: کسی بشر سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت عطا فرمائیں، پھر وہ لوگوں سے یوں کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ لیکن وہ یہ کہے گا کہ تم اللہ والے ہو جاؤ، اس وجہ سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم پڑھتے ہو۔)

یہاں پر اس بات کو بھی بیان کیا جارہا ہے کہ کتاب، حکمت اور نبوت بشر ہی کو ملا کرتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ پر اس سے بھی زیادہ صراحت فرمائی جب کفار کہنے لگے کہ ہم میں سے کسی بشر کو رسول کیوں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی تو قادر تھے کہ فرشتوں میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیج دیتے، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ضابطہ بیان فرمایا کہ ہم جیسی مخلوق ہو ویسا ہی رسول بھی ان کی طرف بھیجا کرتے ہیں چنانچہ فرمایا:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۹۵)

(ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور یہ بات ہوتی کہ ہم ان پر فرشتوں کو رسول بنا کر اتار دیتے)

ایک دوسری جگہ جب لوگوں نے انبیاء کی طرف طرح طرح کی باتیں منسوب کرنا شروع کردیں تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مشترکہ جواب کا ذکر فرمایا کہ انبیاء نے اس کے جواب میں کیا فرمایا؟

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (ابراھیم: ۱۱)

(ترجمہ: ان رسولوں نے ان سے کہا ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے بس کی یہ بات نہیں کہ ہم تمہارے سامنے کوئی معجزہ اللہ کے حکم کے بغیر لاسکیں اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔)

ایک اور جگہ پر کفار کے ایمان نہ لانے کے عذر غیر معقول کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا. (بنی اسرائیل: ۹۴)

(ترجمہ: اور لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے صرف اس بات نے روکا کہ جب ان کے پاس ہدایت آئی تو صرف یہی بات کہنے لگے کہ کیا

اللہ نے بشر کو رسول بنایا ہے)

اسی طرح جب کفار نے انبیاء کے ہاتھ پر معجزات کی شکل میں عجائبات قدرت کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے انبیاء کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرنی شروع کر دیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ الایۃ (الکهف: ۱۱۰)

(ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میں تو بشر ہی ہوں تمہارے جیسا میری طرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے)

یہ تو چند نمونے آیات کے تھے جس میں اللہ تعالی نے انبیاء کی بشریت کو بیان فرمایا اس کے علاوہ احادیث میں بھی خود آپ ﷺ کی صراحت موجود ہے کہ آپ ظاہری اعتبار سے بشر ہی تھے چنانچہ "بخاری شریف" (۳۳۲/۱) پر یہ روایت موجود ہے۔

حدثنی عروۃ ابن زبیر ان زینب بنت ام سلمۃ اخبرتہ ان ام سلمۃ زوج النبی ﷺ اخبرتھا عن رسول اللہ ﷺ انہ سمع خصومۃ بباب حجرتہ فخرج الیھم فقال انما انا بشر وانہ یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انہ قد صدق واقضی لہ بذلک فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ھی قطعۃ من النار فلیاخذھا او فلیترکھا.

یعنی ام سلمۃ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتلاتی ہیں کہ آپ نے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی آپ ان کی طرف نکلے اور ان سے فرمایا (یعنی فیصلہ کے وقت) کہ میں بشر ہوں اور میرے پاس جھگڑنے کے بعد لوگ آتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایک فریق دوسرے سے زیادہ اپنی بات کو واضح انداز میں بیان کر سکے اور میں اس کو سچا سمجھ کر اس کیلئے فیصلہ کر دوں، پس جس کے لئے میں دوسرے کے حق کا فیصلہ کروں تو یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے چاہے تو وہ لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

اب اس صراحت کے بعد بھی اگر کوئی آپ ﷺ سے بشریت کی نفی کرے کہ جب قرآن وسنت میں بالکل واضح اور صاف الفاظ سے بشریت کو بیان کر دیا تو ایسے شخص کیلئے صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالی اسے ھدایت عطا فرمادیں۔ امین

۲۔ نور اور بشر میں افضل کون ہے؟ تو اگر نور سے مراد فرشتے ہیں کہ فرشتوں اور انسانوں میں افضل کون ہے؟ تو ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ خواص فرشتے عام اولیاء اور علماء سے افضل ہیں اور عام فرشتے عام مومنین سے افضل ہیں البتہ انبیاء کو عام وخاص دونوں طرح کے فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے، اسی طرح علماء اولیاء کو عام فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

اور اگر مطلق نور اور بشر مراد ہو کہ ان میں کون افضل ہے تو علی الاطلاق بشر ہی کو افضلیت حاصل ہے اس صورت میں یہ صرف نور سے ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات سے افضل ہے یہی وجہ ہے کہ اسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے، جس کے کئی ایک قرائن ہیں، بشر کی تخلیق کے بعد فرشتوں سے سجدہ کروانا، فرشتوں کے سامنے اس کا امتحان اور اس کی تمام پر فوقیت، اللہ تعالی کا اسے اپنا خلیفہ بنانا اور خلافت والی فضیلت ایسی ہے کہ اگر بشر کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہوتی تو یہ تنہا اس کی ساری مخلوقات پر فضیلت کے لئے کافی تھی۔

لما فی التفسیر الکبیر (۱۹۴/۶): قال تعالی "قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین" وفیہ اقوال الاول

ان المراد بالنور محمد وبالکتاب القرآن والثانی ان المراد بالنور الاسلام وبالکتاب القرآن الثالث النور والکتاب هو القرآن وهذا ضعیف لان العطف یوجب المغایرة بین المعطوف والمعطوف علیه وتسمیة محمد والاسلام والقرآن بالنور ظاهرة لان النور الظاهر هوا لذی یتقوی به البصر علی ادراک الاشیاء الظاهرة والنور الباطن ایضا هو الذی تتقوی به البصیرة علی ادراک الحقائق والمعقولات.

وفی جامع العقائد (صـ ۳۲۹): منها تفضیل الملائکة فخواصهم افضل بعد الانبیاء علیه السلام من عموم الاولیاء والعلماء رحمهم الله وافضلهم جبرائیل علیه السلام کما فی حدیث رواه الطبرانی وعامة الملائکة افضل من عامة المومنین لکونهم مجرمین والملائکة معصومون.

هکذا فی شرح فقه الاکبر (صـ ۱۱۸)

﴿باب مایتعلق بالصحابة﴾

(صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق سوالات)

(۳۳۹) مرض الوفات میں نمازیں کس نے اور کتنی پڑھائیں؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ ﷺ کے مرض الوفات میں صحابہ کو نماز کون پڑھاتا رہا اور کتنی نمازیں ایسی تھیں کہ بیماری کی وجہ سے آپ نماز پڑھانے نہ آسکے اور دوسرے کسی صحابی نے وہ نمازیں پڑھائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......حضور ﷺ کے مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کو نماز پڑھاتے رہے اور آپ نے نبی کریم ﷺ کی بیماری کے ایام میں صحابہ کو سترہ نمازیں پڑھائیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۹۳): حدثنا اسحاق بن نصر قال ثنا..........عن ابی موسی قال مرض النبی ﷺ فاشتد مرضه فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس.......... فاتاه الرسول فصلی بالناس فی حیاة النبی ﷺ.

وفی فیض الباری (۲/۲۰۵): فقال البیهقی انه لم یشهد سبع عشر صلوات احداها عشاء یوم الخمیس واخری فجر یوم الاثنین.

وفی البدایة والنهایة (۵/۲۰۷): وقال الزهری عن ابی بکر عن ابی سبرة ان ابابکر صلی بهم سبع عشرة صلاة.

(۳۴۰) حضور ﷺ نے نماز میں کن کن صحابہ کی اقتدا کی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن صحابہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......ہر نبی نے اپنی امت میں سے کسی نہ کسی نیک آدمی کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کمافی روایة ابن سعد نقلها العلامة شیخ الاسلام شبیر احمد العثمانی رحمه الله فی الفتح (۳/۲۷).

چنانچہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی دو صحابہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی ہے، البتہ دونوں موقع پر آپ علیہ السلام مسبوق تھے، ایک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ۹ھ بروز جمعرات غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر فجر کی دوسری رکعت ادا

فرمائی۔اوردوسرے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں مرض الوفات کے موقع پر فجر کی دوسری رکعت ادا فرمائی۔

لمافی فتح الباری(۲/۱۳۹): وتعقب بصلاته ﷺ عبدالرحمن بن عوف وهو ثابت بلاخلاف وصح ايضا انه صلى خلف ابى بكر.

وفی سنن ابی داؤد(۱/۲۰): ان عروة بن المغيرة بن شعبة اخبره انه سمع اباه المغيرة يقول عدل رسول الله ﷺ وانا معه فی غزوة تبوک قبل الفجر فعدلت معه فاناخ النبی ﷺ فتبرز ثم جاء فسكبت على يده من الاداوة فغسل كفيه ثم غسل وجهه ثم حسر عن ذراعيه فضاق كما جبته فادخل يديه...... حتى نجد الناس فی الصلوة قد قدموا عبدالرحمن بن عوف فصلى بهم حين كان وقت الصلوة ووجدنا عبدالرحمن وقدركع بهم ركعة من صلوة الفجر، فقام رسول الله ﷺ فصفّ مع المسلمين فصلى وراء عبدالرحمن بن عوف الركعة الثانية ثم سلم عبدالرحمن فقام النبی ﷺ فی صلوته ففرغ المسلمون فاكثروا التسبيح لانهم سبقوا النبی ﷺ بالصلوة فلما سلّم رسول الله ﷺ قال لهم قد اصبتم اوقد احسنتم.

وفی فتح الباری(۲/۱۳۳): وبهذا يجاب عن الفرق بين المقامين حيث امتنع ابوبكر هنا ان يستمرّ اماما وحيث استمرّ فی مرض موته ﷺ حين صلى خلفه الركعة الثانية من الصبح كما صرّح به موسىٰ بن عقبة فی المغازی، فكانه لمّا ان مضى معظم الصلاة حسن الاستمرار ولما ان لم يمض منها الا اليسير لم يستمر، وكذا وقع لعبدالرحمن بن عوف حيث صلّى النبی ﷺ خلفه الركعة الثانية من الصبح فانه استمر فی صلاته اماما لهذا لمعنى.

وفی فتح الملهم(۳/۲۷): وفی رواية ابن سعد فصلينا الركعة التی ادركنا، وقضينا التی سبقتنا، فقال ﷺ حين صلى خلف عبدالرحمن: "ماقبض نبی قط حتى صلى خلف رجل صالح من امته"

وفی بذل المجهود(۱/۸۹): وغزوة تبوک هی آخر ماغزاها رسول الله ﷺ بنفسه خرج اليها فی رجب سنة تسع يوم الخميس.

(۳۴۱) حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کرنے والے کاحکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہے۔اب اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اس سے یہ شخص کافر ہوجائے گا یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا شخص گمراہ اور فاسق ہے۔اس کوفوراً اس عمل سے توبہ کرنا چاہئے البتہ اس سے وہ کافرنہیں

ہوگا۔

لمافی الشامیة (۴/۲۲۷): فی الخلاصة ان سب الختنین لیس بکفر والمراد بالختنین عثمان وعلی رضی اللہ عنهما.

وفیها ایضا (۴/۲۳۷): فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالهم ویکفرون الصحابة حکمهم عند جمهور الفقهاء واهل الحدیث حکم البغاة .... ولاتقبل شهادة من یظهر سب السلف لانه یکون ظاهر الفسق .... وقال الزیلعی أویظهر سب السلف یعنی الصالحین منهم وهم الصحابة والتابعون.

(۳۴۲) صحابہ رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں یا نہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں یا نہیں؟ اگر معیارِ حق ہیں تو جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ لوگ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیارِ حق ہیں یعنی ان کے اقوال وافعال حق وباطل کی کسوٹی ہیں۔ ان حضرات نے جو کچھ فرمایا اور جو دینی کام کئے وہ ہمارے لئے مشعل راہ اور ذریعہ نجات وفلاح ہے اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ فاسق وفاجر ہیں اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔

لمافی قوله تعالی (التوبة: ۱۰۰): والسبقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان لا رضی اللہ عنهم ورضوا عنه الآیة

(البقرة : ۵): اولئک علی هدی من ربهم ق واولئک هم المفلحون ۝

(الحجرات : ۷): اولئک هم الراشدون ۝

(البینة : ۸): رضی اللہ عنهم ورضوا عنه ط الآیة

وفی المشکوة (ص۳۰): عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لیأتین علی امتی کمااتی علی بنی اسرائیل ...... وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة قالوا من هی یارسول اللہ قال مااناعلیه واصحابی .

وفیهاایضا (ص۳۲): عن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لاتؤمن علیه الفتنة اولئک اصحاب محمد ﷺ کانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا ......وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم وسیرهم فانهم کانوا علی الهدی المستقیم .

وفیھا ایضا (صـ۵۵۴): عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یامحمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضھااقوی من بعض ولکل نور فمن اخذبشیٔ مما ھم علیه من اختلافھم فھو عندی علی ھدی قال وقال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم.

وفیھا ایضا (صـ۵۶۰): عن حذیفة قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر .

(۳۴۳) کیا حضرت سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی تھی یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں حضرت سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی بلکہ اسی وقت شام چلے گئے تھے اور وہاں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انتقال فرماگئے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۵۱۸/۱): فاخذ عمر بیدہ فبایعه وبایعه الناس فقال قائل قتلتم سعد بن عبادة قال عمر قتله اللہ.

وعلی ھامشه: قوله قتلم سعد ای کدتم تقتلونه وقیل ھو کنایة عن الاعراض والخذلان .وقوله قتله اللہ اخبار عماقدر اللہ من اھماله وعدم صیرورته خلیفة او ادعاء علیه لتخلفه عن بیعة الصدیق وروی انه خرج بعد تخلفه الی الشام ومات بھا فی خلافة عمر ....فتح ومجمع البحار .

وفی البدایة والنھایة (۳۴/۷): وقد ذکرہ ابوعمر بن عبدالبر ماذکرہ غیر واحد من علماء التاریخ انه (سعد بن عبادة "ناقل") تخلف عن بیعة الصدیق حتی خرج الی الشام فمات بقریة من حوران ...... قال وقیل فی اول خلافة عمر .

(۳۴۴) سیف اللہ کا لقب

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سیوف اللہ سابقہ امتوں میں اور اس امت میں کتنے گزرے ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام نے یہ لقب دیا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... سابقہ امتوں کے بارے میں تو معلوم نہ ہوسکا البتہ اس امت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے

سیف من سیوف اللہ فرمایا تھا۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۵۳۱): عن انس ان النبی ﷺ نعی زیداوجعفر وابن رواحۃللناس قبل ان یاتیھم خبرھم فقال اخذ الرایۃ زید فاصیب ثم اخذھا جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحۃ فاصیب وعیناہ تذرفان حتی اخذ سیف من سیوف اللہ حتی فتح اللہ علیھم .

وفی عمدۃ القاری تحت ھذہ الروایۃ (۲۴۵/۱۶): واراد بسیف خالد بن ولید ومن یومئذ سمی سیف اللہ وقد اخرج ابن حبان والحاکم من حدیث عبداللہ بن ابی اوفی قال قال رسول اللہ ﷺ لاتؤذوا خالدا فانہ سیف من سیوف اللہ صبہ اللہ تعالی علی الکفار .

(۳۴۵) عشرہ مبشرہ میں شامل صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشرہ مبشرہ میں کون کون سے صحابہ شامل ہیں۔ان کے نام تحریرکریں اوراگران کے بارے میں کوئی روایت ہوتووہ بھی بحوالہ تحریرکریں۔

الجواب حامداًومصلیاً......عشرہ مبشرہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۵) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ۔

لمافی الجامع للترمذی (۲/۲۱۵): حدثنا صالح بن مسمار ....ان سعید بن زید حدثہ فی نفر ان رسول اللہ ﷺ قال عشرۃ فی الجنۃ ابوبکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعلی فی الجنۃ وعثمان فی الجنۃ والزبیر وطلحۃ وعبدالرحمن وابوعبیدۃ وسعد بن ابی وقاص قال فعد ھؤلاء التسعۃ وسکت عن العاشر فقال القوم ننشدک باللہ یااباالاعور من العاشر قال نشدتمونی باللہ ابوالاعور فی الجنۃ قال ھوسعید بن زید بن عمرو بن نفیل .

وھکذا بتغیر یسیر فی ابن ماجۃ (ص:۱۳)

(۳۴۶) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اورجن روایات سے ان کا کاتب وحی ہونا ثابت ہے انہیں تحریرکریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حدیث اور تاریخ کی متعدد روایات سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا ثابت ہوتا ہے نمونہ کے طور پر چند ایک درج ذیل ہیں:

لمافی الصحیح لمسلم (۲/۳۰۳): حدثنی ابن عباس قال کان المسلمون لاینظرون الی ابی سفین ولایقاعدونه فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم یانبی الله ثلاث اعطینهن قال نعم قال عندی احسن العرب واجمله ام حبیبة بنت ابی سفین ازوجکها قال نعم قال ومعاویة تجعله کاتبابین یداک قال نعم ....

وفی تاریخ الخلفاء للسیوطی (ص۱۹۴): معاویة بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیة .... اسلم هو وابوه یوم فتح مکة .... وکان احد الکتاب لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم.

وفی البدایة والنهایة (۸/۱۲۰): وهو معاویة بن ابی سفیان صخر بن حرب ....خال المومنین وکاتب وحی رسول رب العالمین ....قال معاویة :ولقد دخل علی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مکة فی عمرة القضا وانی لمصدق به ثم لمادخل عام الفتح اظهرت اسلامی فجئته فرحب بی، وکتبت بین یدیه.

(۳۴۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باب خیبر کو اکیلے اکھاڑ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل یہ جو مشہور ہے کہ غزوہ خیبر میں باب خیبر جس کو کئی آدمی نہیں کھینچ سکتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اکیلے اکھاڑ پھینکا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو چند ایک حوالہ جات بھی تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں مذکور واقعہ ثابت اور صحیح ہے۔ چند حوالہ جات درج ذیل ہیں:

فی تاریخ الطبری (۲/۳۰۱). عن ابی رافع مولی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال خرجنا مع علی ابن ابی طالب حین بعثه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم برایته فلمادنا من الحصن خرج الیه اهله فقاتلهم فضربه رجل من الیهود فطرح ترسه من یده فتناول علی رضی اللہ عنہ باباکان عندالحصن فترس به عن نفسه فلم یزل فی یده وهویقاتل حتی فتح الله علیه ثم القاه من یده حین فرغ فلقد رایتنی فی نفر سبعة انامنهم نجهد علی ان نقلب ذلک الباب فمانقلبه.

وهکذا نقل عن ابی رافع فی سیر اعلام النبلاء (۲/۲۱۸)، وفی کتاب المغازی للواقدی (۲/۶۵۵)

(۳۴۸) ''صلوٰۃ وسلام'' اور ''ترضی'' کا استعمال

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' اور علماء ومشائخ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کہنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں ''صلوٰۃ وسلام'' انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے لہٰذا انبیاء کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں انبیاء کے ساتھ کسی کا نام آ گیا اور اصلاً صلوٰۃ وسلام انبیاء کے لئے کہا اور تابع ہونے کی وجہ سے وہ بھی شامل ہو گیا تو کوئی حرج نہیں۔

اور مستحب یہ ہے کہ صحابہ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' اور صحابہ کے مابعد والوں کے ساتھ ''رحمہ اللہ'' کہا جائے لیکن اگر اس کے خلاف کر دیا کہ صحابہ کے ساتھ رحمہ اللہ اور بعد والوں کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہہ دیا تو بھی جائز ہے البتہ افضل پہلی صورت ہے۔

لمافی الاذکار للنووی (ص۱۰۸): اجمعوا علی الصلاۃ علی نبینا محمد ﷺ وکذلک من یعتد بہ علی جوازھا واستحبابھا علی سائر الانبیاء والملائکۃ استقلالا واما غیر الانبیاء فالجمھور علی انہ لایصلی علیھم ابتداء..........فقال بعض اصحابنا :ھو حرام وقال اکثرھم مکروہ کراھۃ تنزیہ ....والصحیح الذی علیہ الاکثر انہ مکروہ کراھۃ تنزیہ ....ویستحب الترضی والترحم علی الصحابۃ والتابعین فمن بعدھم من العلماء وسائر الانبیاء فیقال رضی اللہ عنہ اورحمہ اللہ ونحو ذلک.

وفی الدرالمختار (۷۵۳/۲) : ولایصلی علی غیر الانبیاء ولاغیر الملائکۃ الابطریق التبع ....ویستحب الترضی للصحابۃ......والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذا یجوز عکسہ الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح ذکرہ الکرمانی وقال الزیلعی الاولی ان یدعوا للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمۃ .

(۳۴۹) خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی نماز جنازہ کن کن حضرات نے پڑھائی تھی۔ بحوالہ نقل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..........صورت مسئولہ میں حضرات خلفاء راشدین میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے پڑھائی۔

لمافی تاریخ الخلفاء للسیوطی (ص۵[illegible]) اخرج ابن سعد عن سعید بن المسیب ان عمر صلی علی ابی بکر بین القبر والمنبر وکبر علیہ اربعا.

وفیھا ایضا (ص۱۲۲): اصیب عمر یوم الاربعاء لاربع بقین من ذی الحجۃ ..... وصلی علیہ

صهيب في المسجد.

وفيها ايضا (صـ۱۲۲): وكان قتل عثمان رضی اللہ عنہ في اوسط ايام التشريق من سنة خمس وثلاثين .... قال قتادة صلى عليه الزبير ودفنه وكان اوصى بذلك اليه.

وفيهاايضاً (صـ۱۷۵): فخرج علي من الباب ينادي :ايها الناس الصلاة الصلاة ....وغسله الحسن والحسين وعبدالله بن جعفر وصلى عليه الحسن.

(۳۵۰) حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے لقب ''طیار'' کی وجہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا لقب ''طیار'' ہے۔اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں حضرت جعفر صادق صحابی نہیں بلکہ تابعین میں سے ہیں اوران کا لقب طیار نہیں ہے بلکہ جن صحابی کا لقب طیار ہے وہ حضرت جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں اوران کے لقب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ غزوہ موتہ میں شریک تھے۔ان کے دونوں بازو کٹ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بازوؤں کے بدلے انہیں دوپر عنایت فرمائیں ہیں جن سے وہ جنت میں اڑتے ہیں اس وجہ سے آپ کا لقب طیار پڑ گیا۔

لمافي عمدة القاري (۲۷۰/۱۷): عن عامر قال كان ابن عمر اذاحيا ابن جعفر قال السلام عليك يا ابن ذي الجناحين ....وانما لقب بذلك لانه لماقطعت يداه يوم موته جعل الله له جناحين يطير بهما في الجنة وعن النبي صلى الله عليه وسلم رأيت جعفر يطير في الجنة مع الملائكة ولقب بالطيار ايضا .

في تهذيب التهذيب (۵۴۶/۲):الصادق هو جعفربن محمد بن علي بن الحسين .

(۳۵۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر کیا تھی؟اس میں مختلف اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔ان سب میں راجح قول کون سا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں راجح قول کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر چھ سال اور رخصتی کے وقت نو سال تھی۔

لمافي الصحيح للبخاري (۷۷۵/۲): حدثنا قبيصة ......عن عروة تزوج النبي صلى الله عليه وسلم عائشة وهي ابنة ست وبنى بها وهي ابنة تسع ومكثت عنده تسعا .

وفی الاصابة فی تمییز الصحابة (۲۳۱/۸): فقد ثبت فی الصحیح ان النبی ﷺ تزوجها وھی بنت ست وقیل سبع ویجمع بانھا کانت اکملت السادسة ودخلت فی السابعة ودخل بھا وھی بنت تسع وکان دخوله بها فی شوال فی السنة الاولی .

(۳۵۲) کیا حضرت فاطمہ وحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میں کوئی اختلاف تھا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ بات صحیح ہے کہ واقعہ فدک کے بعد حضرت فاطمہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد مرتے دم تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کی۔اس واقعہ کی حقیقت بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں واقعہ فدک کی وجہ سے کوئی اختلاف نہیں ہوا تھا بلکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کی میراث ہے اور انبیاء کی میراث تقسیم نہیں ہوتی اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں۔

اور روایت میں "فھجرت" کے الفاظ آئے ہیں،اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ مطالبہ دوبارہ مرتے دم تک نہ کیا،نہ کہ آپ اس کی وجہ سے ناراض ہوگئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ ناراضگی کا پتہ اس وقت چلتا جب ان دونوں کی کہیں ملاقات ہوتی اور وہ پہلے آپس میں بات چیت کررہے ہوتے کہ اس کے بعد انہوں نے بات چیت ترک کردی ہو۔وہ کوئی آج کا دور نہیں تھا بلکہ خیر القرون کا دور تھا جس میں عورتیں بلاضرورت گھر سے باہر نہیں نکلا کرتی تھیں لہٰذا وہ ضرورت کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور دوبارہ ضرورت نہیں تھی اس لئے دوبارہ کبھی نہیں آئیں۔

اور پھر حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عرصہ ہی کتنا زندہ رہیں صرف چھ ماہ اور بعض روایات میں چار اور دو ماہ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔اگر چھ ماہ بھی ہوتو حضور ﷺ کے وصال کے کچھ عرصہ تک تو اس کا خیال ہی نہ آیا ہوگا کیونکہ آپ کا وصال صحابہ پر نہایت شاق گزرا۔اس کے بعد بھی چھ مہینے کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔اور پھر ناراض تو اس وقت ہوا جاتا جب یہ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق ہوتا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو نہ دیتے اور خود استعمال کرتے حالانکہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کررہے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی خرچ کررہے تھے پھر ناراض ہونے کی تو کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

حاصل یہ کہ اس واقعہ کو اہل تشیع کی طرف سے خواہ مخواہ اچھالا گیا تا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جاسکے حالانکہ اگر بالفرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح نہ تھا تو دوسرے صحابہ تو موجود تھے اور سب سے بڑھ کر خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں حضرت زید بن الحسین بن علی کا بیان ہے کہ "اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو یہی فیصلہ کرتا جو فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا"۔

نیز اہل تشیع نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لئے اس واقعہ کو اچھالا حالانکہ جس طرح یہ لوگ بیان کرتے ہیں اگر تسلیم

کرلیں تو روایت میں "فھجرت" کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ان کے بقول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور بات نہیں کی تو اس کا نتیجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا پر طعن نکلتا ہے نہ کہ حضرت ابوبکرؓ پر اس لئے کہ "ھجران" حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی طرف سے پایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالی ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لما فی السنن الکبری للبیھقی (۶/ ۳۰۱): اخبرنا ابو عبداللہ .... عن الشعبی قال لمامرضت فاطمة رضی الله عنها اتاها ابوبکر رضی اللہ عنه فاستأذن علیها فقال علی ص یافاطمة هذا ابوبکر یستأذن علیک فقالت اتحب ان اذن له قال نعم فدخل علیها یترضاها وقال والله ماترکت الدار والمال والاهل والعشیرة الاابتغاء مرضاة الله ورسوله ومرضاتکم اهل البیت ثم ترضاه حتی رضیت.

وفیها ایضا (ص ۳۰۲): اخبرنا ابوعبدالله الحافظ .... قال زید بن علی بن الحسین بن علی امااناً فلو کنت مکان ابی بکرؓ لحکمت بمثل ماحکم به ابوبکر رضی الله عنه فی فدک.

وفی الاصابة (۸/ ۲۶۶): وقدثبت فی الصحیح عن عائشة ان فاطمة عاشت بعد النبی ﷺ ستة اشهر وقال الواقدی وهو ثبت :وروی الحمیدی عن سفیان عن عمرو بن دینار انها بقیت بعده ثلاثة اشهر وقال غیره :بعده اربعة اشهر وقیل شهرین .

وفی عمدة القاری (۱۵/ ۲۰): قال المهلب انماکان هجرها انقباضا عن لقائه وترک مواصلته ولیس هذا من الهجران المحرم وامالمحرم من ذلک ان یلتقیا فلایسلم احدهما علی صاحبه ولم یرو واحد انهما التقیا وامتنعا من التسلیم ولوفعلا ذلک لم یکونا متهاجرین الاتکون النفوس مظهرة للعداوة والهجران وانما لازمت بیتها فعبرا الراوی عن ذلک بالهجران وقد ذکر فی کتاب الخمس تالیف ابی حفص بن شاهین عن الشعبی ان ابابکر قال لفاطمة یابنت رسول الله ماخیر عیش حیاة اعیشها وانت علی ساخطة فان کان عندک من رسول الله ﷺ فی عهد فانت الصادقة المصدقة المامونة علی ماقلت قال فما قام ابوبکر حتی رضیت ورضی .

وفی فیض الباری (۴/ ۹۴): واماعدم کلام فاطمة ایاه حتی ماتت فالمراد منه کلامها فی امر فدک وانه لم یتفق له ذلک فلو سلمناموجدتها علیه فله العذر ایضا کماعلمت،علی انه لم یهاجرها فان هاجرته فقد هاجرته هی فلاطعن علی ابی بکر بحال

(۳۵۳) حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی اولاد کی خصوصیت کی وجہ

سوال: ... کیا فرماتے ہیں ... اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں ان میں حضرت فاطمہ رضی

اللہ عنہا کو ایک خصوصیت حاصل ہے اس خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں جن میں مشہور درج ذیل ہیں:

۱۔ بعض روایت سے ثابت ہے کہ آپ کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زمین پر ہونے سے پہلے آسمانوں پر ہوئی۔

۲۔ آپ کو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے جنتی عورتوں کی سردار ہونے کی خوشخبری سنائی گئی۔

۳۔ کائنات میں آپ کی وجہ سے حضور ﷺ کا خاندانی سلسلہ باقی ہے ورنہ باقی اولاد میں کسی کا خاندان آگے نہیں بڑھا۔

لمافی الاصابة (۲۶۳/۸): وانقطع نسل رسول الله ﷺ الامن فاطمة.

وفي الفتاوى الحديثية (صـ ۱۶۵): الحكمة في ذلك والله اعلم مااختصت به فاطمة رضوان الله عليها من المزايا الكثيرة على اخواتها. منها ماورد ان الله زوجها لعلى كرم الله وجهه في السماء قبل ان يتزوجها في الارض ومنها تمييزها عليهن بانها سيدة نساء اهل الجنة ومنها تمييزها عليهن بتسميتها بالزهراء .... فهذه المذكورات ونحوهما مما امتازت به من الفضائل لايبعد ان تكون هي الحكمة في بقاء نسلها في العالم.

(۳۵۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گی جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں گی لیکن بکر کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں اس لیے کہ آپ ﷺ کا جز یعنی بیٹی ہیں اور جنت میں عورتوں کی سردار ہوں گی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے توقف کے قول کو اختیار کیا ہے البتہ بعض دوسرے حضرات نے ترجیح کی صورت کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا جز ہیں اور آپ کے جز پر میں کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔ لیکن اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مطلق فضیلت ثابت نہیں ہوتی ورنہ آپ علیہ السلام کی تمام بیٹیوں کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور خلفائے اربعہ پر فضیلت لازم آئے گی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت جو اکثر علماء سے منقول ہے وہ بھی بعض جہات سے مثلاً علم کے اعتبار سے اور آپ علیہ السلام کی معیت کے اعتبار سے ہے۔

حاصل یہ کہ دونوں کے فضائل کی جہات مختلف ہیں لہٰذا دونوں کی افضلیت میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

لما فی المرقات (۱۱/۳۲): وقد اختلفوا فی التفضیل بین عائشة وخدیجة وفاطمة قال الاکمل روی عن ابی حنیفة ان عائشة بعد خدیجة افضل نساء العالمین .اقول فهذا یحتمل تساوی خدیجة وعائشة تکون الاولی من العرفاء السوابق والثانیة من الفضلاء اللواحق. وقال الحافظ بن حجر فاطمة افضل من خدیجة وعائشة بالاجماع ثم خدیجة ثم عائشة وقال السیوطی فی النقایة وشرحها ونعتقد ان افضل النساء مریم وفاطمة .روی الترمذی وصححه "حسبک من نساء العالمین مریم بنت عمران وخدیجة بنت خویلد وفاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآسیة امراة فرعون "(الی ان قال)ثم قال السیوطی وافضل امهات المومنین خدیجة وعائشة قال صلی اللہ علیہ وسلم "کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا مریم وآسیة وخدیجة وفضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام وفی لفظ الا ثلاث"......وفی التفضیل بینهما اقوال ثالثها الوقف.

وفی الدرا لمختار مع رد المحتار (۳/۹۳): شرف العلم فوق شرف النسب والمال (الی ان قال) ولذا قیل ان عائشة افضل من فاطمة رضی اللہ عنهاذکره القهستانی .

وفی الشامیة: ای تکون شرف العلم اقوی قیل ان عائشة افضل لکثرة علمها وظاهره انه لایقال ان فاطمة افضل من جهة النسب لان الکلام مسوق لبیان ان شرف العلم اقوی من شرف النسب لکن قد یقال باخراج فاطمة رضی اللہ عنها من ذلک لتحقق البضعیة فیها بلا واسطة ولذا قال الامام مالک انها بضعة منه صلی اللہ علیہ وسلم ولاافضل علی بضعه منه احداً.ولایلزم من هذا لاطلاق انها افضل والا لزم تفضیل سائر بناته صلی اللہ علیہ وسلم علی عائشة بل علی الخلفاء الاربعة وهو خلاف الاجماع کما بسطه ابن حجر فی الفتاوی الحدیثیة وحینئذ فما نقل عن اکثر العلماء من تفضیل عائشة محمول علی بعض الجهات کالعلم وکونها فی الجنة مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفاطمة مع علی وقیل ان فاطمة افضل ویمکن ارجاعه الی الاول وقیل التوقف لتعارض الادلة .

فصل فی الرؤیا

(خواب سے متعلق احکام)

(۳۵۵) اللہ عزوجل کی زیارت کی حقیقت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان وعظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے خواب میں خدا تعالیٰ کو دیکھا ہے اور کئی مرتبہ دیکھ چکا ہوں کیا اس شخص کا یہ دعویٰ صحیح ہے اور اللہ عزوجل کو خواب میں دیکھا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اللہ عزوجل کو خواب میں دیکھنا یا دیکھنے کا دعویٰ کرنا صحیح ہے اور اسلاف سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے بارہا دفعہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی البتہ یہ زیارت آنکھوں سے نہیں ہوتی بلکہ قلبی طور پر ایک نوع کا مشاہدہ ہوتا ہے اس لیے کہ دنیا میں اس آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا جا سکتا۔

لمافی النبراس (ص۲۶۰): اختلف الصحابة فی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل رأی ربه لیلة المعراج ام لا .... واما الرؤیة فی المنام فقد حکیت عن کثیر من السلف فعن الامام الاعظم انه رأی مائة مرة وقال محمد بن سیرین التابعی امام المعبرین من رأی الله فی منامه دخل الجنة .... ولاخفاء فی انها نوع مشاهدة بالقلب دون العین.

وفی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۵۶/۶): رؤیته سبحانه وتعالی فی المنام جوزه رکن الاسلام وکثیر من المتصوفة واکثر مشایخ سمرقند ومحققة مشایخ بخارا.

(۳۵۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تھی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک عام آدمی ہوں، کسی مدرسے کا فارغ نہیں ہوں۔ البتہ مجھے عربی سے کافی شغف ہے جس کی وجہ سے میں کافی حد تک عربی پڑھ لیتا ہوں اور قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ ترجمہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔ میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تھی جبکہ میں اس کی نفی کرتا ہوں۔ آپ صحیح بات سے مطلع فرمائیں کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیارت نصیب ہوئی تھی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اس مسئلہ میں صحابہ کرام کا بھی اختلاف رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تھی

یا نہیں۔ حضرت ابن عباس اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک زیارت ہوئی تھی جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے نزدیک زیارت نہیں ہوئی تھی اور زیادہ راجح یہ ہے کہ آپ ﷺ کو زیارت ہوئی تھی۔

لقوله تعالی (النجم:۱۸): ولقد رأیٰ من آیات ربه الکبری o

وفی روح المعانی (۵۳/۲۷): والظاهر ان ابن عباس لم یقل بالرؤیة الاعن سماع وقد اخرج عنه احمد انه قال :قال رسول الله ﷺ رأیت ربی.......... وجمع بعضهم بین قولی ابن عباس وعائشة بان قول عائشة محمول علی نفی رؤیته تعالی فی نوره الذی هونوره المنعوت بانه لایقوم له البصروقول ابن عباس محمول علی ثبوت رؤیته تعالی فی نوره الذی لایذهب بالابصار ....

ثم ان القائلین بالرؤیة اختلفوا فمنهم من قال انه علیه السلام رأی ربه سبحانه بعینه وروی ذلک عن ابن مردویة عن ابن عباس وهو مروی ایضا عن ابن مسعود وابی هریرة واحمد بن حنبل ومنهم من قال رآه عزوجل بقلبه وروی ذلک عن ابی ذر ....ومنهم من ذهب الی ان احد الرؤیتین کانت بالعین والاخری بالفواد وهی روایة عن ابن عباس.

وفی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۵۶/۴): وعن ابن عباس انه رآه بعینه..........قال ابن عباس ان الخلة تکون لابراهیم والکلام لموسی والرؤیة لمحمد ﷺ وعلیهم اجمعین ....وحکی عبدالرزاق ان الحسن کان یحلف بالله لقد رأی محمد ربه ....عن احمد بن حنبل انه قال انا اقول بحدیث ابن عباس بعینه رآه رآه حتی انقطع نفسه یعنی نفس احمد.

وفی حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم (۹۷/۱): قال الامام النووی بعد بحث نفیس .... فالحاصل ان الراجح عند اکثرالعلماء ان رسول الله ﷺ رأی ربه بعینی راسه لیلة الاسراء لحدیث ابن عباس وغیره مماتقدم واثبات هذا لایاخذونه الابالسماع من رسول الله ﷺ هذا مما لاینبغی ان یشک فیه.

(۳۵۷) زیارت باری تعالیٰ عورتوں کو بھی ہوگی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب قیامت کے دن سب لوگ جنت میں چلے جائیں گے تو رب تعالیٰ کی زیارت صرف مردوں کو ہوگی یا عورتوں کو بھی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ زیارت مردوں اور عورتوں دونوں کو ہوگی کیونکہ تمام نصوص مرد وعورت کے لئے عام ہوتے ہیں سوائے ان خاص مقامات کے جہاں کسی ایک کے بارے میں صراحت یا خاص قرینہ پایا جائے۔

لما فی قوله تعالی (الاحزاب : ۳۵): ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصادقین والصادقٰت الایۃ

وفی روح المعانی (۲۲/۲۱) : اخرج احمد والنسائی وغیرهما عن ام سلمة رضی الله عنها قالت قلت للنبی ﷺ مالنا لانذکر فی القرآن کمایذکر الرجال؟فلم یرعی منه ﷺ ذات یوم نداء ہ علی المنبر وهو یقول ان المسلمین والمسلمات ......وانماارتکب هھناللدلالة علی ان مدار اعداد ماعدلهم جمعهم بین هذه النعوت الجمیلة.

ولقوله تعالی (القیامة : ۲۲،۲۳): وجوہ یومئذ ناضرة ○ الی ربهاناظرة ○

وفی المشکوۃ (صـ۱۰۵) عن ابی رزین العقیلی قال قلت یارسول الله اکلنا یری ربه مخلیا به یوم القیامة قال بلی قلت وماآیة ذلک قال یاابارزین ألیس کلکم یری القمر لیلة البدر مخلیا به قال بلی قال فانما هو خلق من خلق الله والله احل واعظم.

(۳۵۸) دنیامیں اللہ تعالیٰ کی زیارت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت دنیامیں ممکن نہیں نہ تو خواب میں اور نہ ہی حالت بیداری میں بلکہ آپ کی زیارت صرف آخرت میں مومنین کونصیب ہوگی ۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اہل سنت والجماعت کے نزدیک دنیامیں اللہ تعالیٰ کی زیارت ممکن ہےاورخواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت بکثرت اسلاف امت سے ثابت ہےلہٰذا آپ کے دوست کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔

لمافی شرح العقائد (صـ۱۳۵): ورؤیة الله تعالی بالبصر جائزۃ فی العقل بمعنی ان العقل اذا خلی ونفسه لم یحکم بامتناع رؤیته مالم یقم له برهان علی ذلک مع ان الاصل عدمه وهذا القدر ضروری فمن ادعی الامتناع فعلیه البیان وقد استدل اهل الحق علی امکان الرؤیة بوجهین عقلی وسمعی ....واماالرؤیة فی المنام فقد حکیت عن کثیر من السلف.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۲۳): اجماع الائمة من اهل السنة والجماعة علی ان رؤیته تعالی بعین البصر جائزۃ فی الدنیا والآخرة عقلا ....واختلفوا فی جوازها فی الدنیا شرعا فاثبتها اکثرون ونفاها آخرون .... ومنها رویة الله سبحانه وتعالی فی المنام ، فالاکثرون علی جوازها من غیر کیفیة وجهة وهیئة.

(۳۵۹) سرورکونین ﷺ کی زیارت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضور ﷺ کی زیارت کسی کافر کو ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر حضور ﷺ کو ناپسندیدہ حالات میں دیکھیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں کافر کو بھی حضور ﷺ کی زیارت ہوسکتی ہے اور حضور ﷺ کو ناپسندیدہ حالت میں دیکھنا دیکھنے والے کی ناپسندیدہ حالت پر دلالت کرتا ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۲۱): عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال تسموا باسمی ولاتکنوا بکنیتی ومن رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لایتمثل فی صورتی.

وفی عمدة القاری تحت هذه الروایة (۲/۱۰۰): ان رآه حسن الهیئة حسن الاقوال والافعال مقبلا علی الرائی کان خیراله وان رآه علی خلاف ذلک کان شراله ولایلحق النبی ﷺ من ذلک شئ.

وفی فیض الباری (۱/۲۰۶): والحاصل ان رؤیاه ﷺ قد تکون کرامة من اللّٰه تعالی وهو بشری المومن حقیقة وقد تکون علی طور تحدیث النفس فهذا ایضا نوع اشارة وان کانت ضعیفة ولذا یشترک فیها الصالح والطالح.

وفی الحاوی للفتاویٰ (۲/۲۵۸): ورؤیة الانبیاء والملائکة وسماع کلامهم ممکن للمؤمن کرامة وللکافر عقوبة ....

(۳۶۰) بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفیاء سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم حالت بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کرتے ہیں اس طرح متقدمین صوفیاء سے منقول ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں نبی کریم ﷺ کی بیداری میں زیارت ممکن ہے لہٰذا جن حضرات سے ایسا منقول ہے صحیح ہے۔

لمافی الحاوی للفتاوی (۲/۲۵۵): اخرج البخاری ومسلم وابوداؤد عن ابی هریرة ص قال قال رسول اللّٰه ﷺ من رآنی فی المنام فیرانی فی الیقظة ولایتمثل الشیطان بی ....قال العلماء اختلفوا فی معنی قوله فیرانی فی الیقظة فقیل معناه فیرانی فی القیامة وتعقب بانه لافائدة فی هذا التخصیص لان کل امته یرونه یوم القیامة من رآه منهم ومن لم یره وقیل المراد من امن به فی حیاته ولم یره لکونه حینئذ غائبا عنه فیکون مبشرا له انه لابد ان یراه فی الیقظة قبل موته.وقال قوم هو

علی ظاهره فمن راه فی النوم فلابد ان یراه فی الیقظة.

وفیه ایضاً (صـ۲۵۸): ورؤیة الانبیاء والملائکة وسماع کلامهم ممکن للمومن کرامة وللکافر عقوبة .... قال ابن الحاج فی المدخل رویة النبی ﷺ فی الیقظة باب ضیق وقل من یقع له ذلک الامن کان علی صفة عزیز وجودها فی هذا الزمان بل عدمتْ غالبا مع اننا لاننکر من یقع له هذا من الاکابر الذین حفظهم الله فی ظواهرهم وبواطنهم.

وایضاً فیه (صـ۲۵۹): قال الشیخ عبدالقادر الکیلانی رأیت رسول الله ﷺ قبل الظهر .... وذکر القصة.

وفی (صـ۲۶۰): وحکی عن بعض الاولیاء انه حضر مجلس فقیه فروی ذلک الفقیه حدیثا فقال له الولی هذا الحدیث باطل فقال الفقیه: ومن این لک هذا؟ فقال هذا النبی ﷺ واقف علی رأسک ویقول انی لم اقل هذا الحدیث وکشف للفقیه فرآه. والله اعلم بالصواب

(۳۶۱) بیداری میں زیارت سے کیا مراد ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دیوبندی عالم نے تقریر کے دوران یہ کلمات کہے کہ ''بعض خوش نصیب بندے ایسے ہیں کہ انہیں دنیا میں بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے'' کیا یہ ممکن ہے اور اس طرح کا جملہ کہنا صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورتِ مسئولہ میں حضور ﷺ کی بیداری کی حالت میں زیارت ممکن ہے اگرچہ ہمارے اس دور میں ایسے اللہ والے خال خال ہی ہیں لیکن یہ کوئی بعید اور ناممکن بات نہیں کہ قادرِ مطلق ذات کرامت کے طور پر کسی کو اس طرح زیارت نصیب فرمائیں اور واقعی یہ سعادت مندی اور خوش نصیبی کی بات ہے۔ اور زیارت سے مراد رؤیت بصری (ظاہری آنکھوں سے دیکھنا) ہی ہے۔

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق

(۳۶۲) خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ''خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے'' یہ صرف مؤمنین کے لئے ہے یا کافر کا خواب بھی ایسا ہے۔ یا دونوں میں کوئی فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورتِ مسئولہ میں صرف مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور کافر بھی خواب دیکھتے ہیں لیکن ان کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں۔

لما فی السنن للترمذی (۲/۵۳): عن عبادة بن صامت ان النبيا قال رؤيا المومن جزء من ستة واربعين جزء من النبوة.

(۳۶۳) خواب کی حقیقت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل کے اعتبار سے کوئی شخص کوئی خواب دیکھے تو اس کی حقیقت کیا ہوگی۔ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......مومن کے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے یعنی جس طرح نبوت سچی ہوتی ہے اسی طرح مومن کا خواب بھی سچا ہوتا ہے البتہ خواب کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

اول: انسانی خیالات، انسان دن بھر جو سوچتا ہے وہی رات کو خواب میں دیکھتا ہے۔

دوم: شیطانی توہمات، کہ شیطان اس کے ذہن میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے جنہیں وہ خواب کی شکل میں دیکھتا ہے۔ خواب کی یہ دونوں قسمیں حقیقت میں خواب نہیں بلکہ محض توہمات ہیں۔

سوم: اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات جو حقیقی خواب ہیں اور نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

لما فی المشکوة (ص۳۹۴): عن ابی هريرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ اذا اقترب الزمان لم يكد يكذب رؤياالمؤمن ورؤيا المؤمن جز من ستة واربعين جزء من النبوة وماكان من النبوة لايكذب قال محمد بن سيرين واناأقول الرؤيا ثلاث حديث النفس وتخويف الشيطان وبشرى من الله.

(۳۶۴) کیا حضور ﷺ کو بھی بدخوابی ہوتی تھی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کو احتلام ہوتا تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔

لما فی الصحیح لمسلم (۱/۱۴۰): عن علقمة والاسود ان رجلا نزل بعائشة فاصبح يغسل ثوبه فقالت عائشة انماكان يجزئك ان رأيته ان تغسل مكانه فان لم تره نضحت حوله لقد رأيتنى افركه من ثوب رسول الله ﷺ فركا فيصلى فيه.

وفی شرح النووی تحت هذه الرواية: وتعلق المحتجون بهذا الحديث بان قالوا الاحتلام مستحيل فی حق النبی ﷺ لانه من تلاعب الشيطان بالنائم فلايكون المنى الذى على ثوبه ﷺ الامن الجماع ...... جواب بعضهم انه يمتنع استحالة الاحتلام منه ﷺ وكونها من تلاعب الشيطان بل

الاحتلام منه جائز ﷺ وليس هو من تلاعب الشيطان بل هو فيض زيادة المنى يخرج فى وقت.

وفى رد المحتار (۱/۳۱۳): وقد يؤيد ماصححه فى الخانية بماصح عن عائشة رضى الله عنها كنت احك المنى من ثوب رسول الله ﷺ وهو يصلي ولاخفا انه كان من جماع لان الانبياء لاتحتلم.

(۳۶۵) روضۂ اطہر کی زیارت واجب ہے یا سنت؟ حرمین شریفین میں افضل کونسا ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ؟ (۲) مکہ کی طرح مدینہ بھی حرم محترم ہے یا نہیں؟ (۳) آپ ﷺ کے ساتھ لگی ہوئی مٹی افضل ہے یا عرش خداوندی؟ (۴) قبر شریف کی زیارت کرنا واجب ہے یا سنت؟ نیز عورتیں بھی زیارت کرسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں: (۱) مکہ مکرمہ افضل ہے (۲) مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح حرم محترم نہیں (۳) آپ علیہ السلام کے جسد اطہر کے ساتھ لگی ہوئی مٹی عرش وکرسی سے افضل ہے (۴) روضہ اطہر کی زیارت مستحب ہے نیز عورتیں بھی زیارت کرسکتی ہیں۔

لمافى الدر المختار (۲/۶۲۶): لاحرم للمدينة عندنا ومكة افضل منها على الراجح الا ماضم اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسى وزيارة قبره مندوبة بل قيل واجبة لمن له سعة.

وفى الطحطاوى (۱/۵۶۱): اعلم انه ليس للمدينة حرم عندنا.

وفى ردالمحتار (۲/۶۲۶): (قوله الا) قال فى اللباب: والخلاف فيما عداموضع القبر المقدس، فما ضم اعضاءه الشريفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع .... فى شرح اللباب: وهل تستحب زيارة قبره ﷺ للنساء الصحيح نعم بلا كراهة بشروطها على ما صرح به بعض العلماء.

کتاب مایتعلق بالتصوف والسلوک

(تصوف اور سلوک کے بارے میں)

(۳۶۶) کیا عشق مجازی عشق حقیقی کا ذریعہ ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفی حضرات فرماتے ہیں عشق حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ عشق مجازی ہے کیونکہ اس میں دل نرم ہوجاتا ہے اور جب دل نرم ہوجائے تو اس میں اللہ کا عشق جلد نفوذ کرجاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر یہ صحیح نہیں تو ایسے کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... ایسے اشخاص فاسق اور اللہ رب العزت پر جھوٹ باندھنے والے ہیں کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ گناہ نیکی کا ذریعہ بن جائے نیز عشق مجازی خواتین اور امرد لڑکوں کے چہروں کی طرف شہوت کے طور پر لطف اندوز ہونے کا ایک بہانہ ہے۔ جس کی شریعت میں قطعاً اجازت نہیں جبکہ عشق مجازی میں مبتلا شخص یقینی طور پر اس گناہ میں مبتلا ہوگا۔ تو کیونکر عشق مجازی جائز ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے نام نہاد صوفیوں سے محفوظ رکھے۔

لما فی الهندية (۵/ ۳۳۰): والغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال وان كان صبيحا فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه الى قدمه لايحل النظر اليه عن شهوة.

وفی الشامية (۶/ ۳۶۵): قال فی الهندية والغلام اذا بلغ .... قال السلف :اللوطيون اصناف :صنف ينظرون وصنف يصافحون وصنف يعملون وفيه اشارة الى انه لوعلم منه الشهوة اوظن اوشک حرم النظر.

(۳۶۷) غائبانہ بیعت کی شرعی حیثیت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت میں غائبانہ بیعت کی کیا حیثیت ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں غائبانہ بیعت جائز ہے۔

لقوله تعالى (الفتح: ۱۰): ان الذين يبايعونک انمايبايعون الله ط يدالله فوق ايديهم ج الاية

وفی روح المعانی (۲۶/۱۰۷): وصح انه ﷺ ضرب بیده الیمنی علی یده الاخری وقال هذه بیعة عثمان ولماسمع المشرکون بالبیعة خافوا وبعثوا عثمان.

وفی تفسیر ابن کثیر (۱۶۸/۴): عن انس بن مالک ؓ قال: لما أمر رسول الله ﷺ ببیعة الرضوان کان عثمان بن عفان ؓ رسول رسول الله ﷺ الی اهل مکة فبایع الناس فقال رسول الله ﷺ اللهم ان عثمان فی حاجة الله وحاجة رسوله فضرب باحدی یدیه علی الاخری.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۶/۲۷۶): وهی بیعة الرضوان تحت الشجرة التی اخبر الله تعالی انه رضی عن المبایعین لرسول الله ﷺ تحتها .... وضرب رسول الله ﷺ بیمینه علی شماله لعثمان فهو کمن شهدها.

(۳۶۸) قبر پر سورۃ الم نشرح سے فیض کا حصول

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفی حضرات بزرگوں کی قبر پر بیٹھ کر سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور آنکھیں بند کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ہمارا سینہ کھلتا ہے اور بزرگوں سے فیض حاصل ہوتا ہے اس بات کی کوئی اصل موجود ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... مذکورہ ہیئت کے ساتھ سورۃ الم نشرح پڑھ کر بزرگوں کی قبر سے فیض حاصل کرنے کی کوئی اصل مستند کتابوں میں تلاش بسیار کے باوجود ہمیں نہ مل سکی۔ البتہ فی نفسہ اولیاء اللہ کی قبور سے فیوضات کا حاصل ہونا ممکن ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے منقول بھی ہے چنانچہ اگر صاحب قبر کے بارے میں شرکیہ عقائد نہ ہوں (مثلاً تمام چیزوں کا جاننے والا اور مختارکل ہونا وغیرہ) اور کسی کے تجربہ سے ایسی ہیئت اختیار کرنے سے فیض حاصل بھی ہوتا ہو تو ان حضرات کیلئے یہ صورت اختیار کرنا جائز ہے، لیکن عام آدمیوں کیلئے اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے تاکہ عقائد خراب نہ ہوں۔ لیکن اگر صاحبِ قبر کے بارے میں عالم الغیب اور مختارِکل ہونے یا مستقل بالذات ہونے کا عقیدہ یا اسی طرح دیگر شرکیہ عقائد ہوں تو اس طرح فیض حاصل کرنا ناجائز وحرام ہوگا۔

لمافی روح المعانی (۱۰/۲۱۲): "بسم الله الرحمن الرحیم ○الم نشرح لک صدرک" الشرح فی الاصل الفسح والتوسعة وشاع استعماله فی الایضاح ومنه شرح الکتاب اذا أوضحه لما ان فسح الشیٔ وبسطه مستلزم لاظهار باطنه وما خفی منه وکذا شاع فی سرور النفس حتی لو قیل انه حقیقة عرفیة فیه لم یبعد...... وکذا اذا تعلق بالصدر الذی هو محل القلب وربما یؤذن ذلک بسعة القلب.

وفیه ایضاً (۲/۱۲۴): یایها الذین امنوا اتقوالله وابتغوا الیه الوسیلة الایة واستدل بعض الناس بهذه الایة علی مشروعیة الاستغاثة بالصالحین وجعلهم وسیلة بین الله تعالیٰ وبین العباد والقسم علی الله

بهم بان يقال: اللهم انا نقسم عليك بفلان ان تعطينا كذا، ومنهم من يقول للغائب او الميت من عباد الله تعالىٰ الصالحين: يا فلان ادع الله تعالىٰ ليرزقني كذا و كذا، ويزعمون ان ذلك من باب ابتغاء الوسيلة ويروون عن النبي ﷺ انه قال اذا اعيتكم الامور فعليكم باهل القبور أو فاستغيثوا باهل القبور و كل ذلك بعيد عن الحق بمراحل.

وفي الشامية(١/٥٥): وفقد نقل العلماء ثناء الائمة الثلاثة على ابو حنيفة وتأدبهم معه ولا سيما الامام الشافعي رضي الله تعالىٰ عنه .... ومما روى من تأدبه معه انه قال: اني لاتبرك بابي حنيفة وأجي الى قبره، فاذا عرضت لي حاجة صليت ركعتين وسألت الله تعالىٰ عند قبره فتقضي سريعاً.

وفي امداد الفتاویٰ(۵/۳۶۹): طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵، میں تحریر فرماتے ہیں، استعانت استمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد کردہ الخ استعانت واستمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں، غیر اللہ سے استعانت واستمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں خالی الذہن ہونے کی تاویل وتوجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی، ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب: جو استعانت واستمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے، اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل، پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ، ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہیں، پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کیلئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے محض ان حضرات کے تصور اور تذکر سے قسم رابع ہے کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید بھی ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے قسم خامس ہے۔

(۳۶۹) سلاسل اربعہ کی حقیقت وشرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تصوف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا تصوف میں قادری، سہروردی، نقشبندی، چشتی اور ابوالعالیہ وغیرہ سلسلے ثابت ہیں۔ اگر ثابت ہیں تو ان سب کی حقیقت کیا ہے اور شرعی حیثیت کیا ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قوالی جو آج کل مروج ہے اسی طرح عرس اور میلے وغیرہ یہ سب سلسلہ چشتیہ میں داخل ہیں۔ آیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟ مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......تصوف کہا جاتا ہے تزکیہ نفس کو جو متعدد نصوص سے ثابت ہے اور تصوف کے سارے سلسلے ثابت ہیں البتہ مشہور

صرف چار ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ مختلف طبائع کے لحاظ سے رذائل کو دور کرنے کے مختلف طریقے اور شرعی لحاظ سے روحانی علاج کے مختلف طریقے ہیں جو مختلف مشائخ کی طرف منسوب ہیں۔ان سب طرق وسلاسل کا مقصود ایک ہے۔

نیز آج کل مروجہ قوالی اور عرس وغیرہ کسی بھی سلسلے میں داخل نہیں بلکہ یہ ناجائز امور ہیں جن کی نسبت ان سلاسل میں سے کسی کی طرف کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالى(آل عمران:۱۶۴): لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة ع الآية

(الممتحنة : ۱۲) :يآايها النبى اذا جاءک المومنٰت يبايعنک على ان لايشركن بالله شيئا ولايسرقن ولايزنين ولايقتلن اولادهن الاية.

(التوبة : ۱۱۹): يآايها الذين آمنوا اتقوالله وكونوامع الصادقين o

وفى احكام القرآن للتهانوى (۵/۵۵): اعلم ان الله تعالى اجرى سنة ان يضبط الامورالخفية المضمرة فى النفوس بافعال واقوال ظاهرة ينصبها مقامه كماان التصديق بالله ورسوله واليوم الآخر خفى فاقيم الاقرار مقامه .... فكذلك التوبة والعزيمة على ترک المعاصى والتمسک بحبل التقوى خفى فاقيمت البيعة مقامه.

وفيها ايضاً (۵/۵۸): ولابأس ان يلقنه فيقول : اخترت الطريقة النقشبندية اوالقادرية اوالجشتية .... اوالشيخ محى الدين عبدالقادر جيلانى اوالشيخ محى الدين السنجرى.

(۳۷۰) تصوف میں مختلف مدارج کی تقسیم

سوال .....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوفیاء کرام جو مختلف مدارج بیان کرتے ہیں کہ یہ پاس انفاس ہے،نظر برقدم،ہوش دردم،وقوف زمانی،وقوف عددی،وقوف قلبی،مراقبات کے مختلف مدارج ان سب کی حقیقت کیا ہے؟ قرآن وحدیث یا خیرالقرون سے اس کی کوئی دلیل یا نظیر پیش کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً.....صورت مسئولہ میں مراقبات ومدارج کے مطلق وجود پر بے شمار نصوص دلالت کرتے ہیں البتہ اس اطلاق سے ہٹ کر مختلف اعتبار سے تقسیم اوران کے نام صوفیاء کرام اپنے مزاج کے مطابق تجویز کرتے ہیں۔

لمافى فيض البارى (۱/۱۵۰): واعلم ان لفظ احسان شامل لجميع انواع البر من الاذكار والاشتغال وغيرها والاذكار يقال لاوراد مسنونة وماذكره المشائخ من الضربات والكيفيات يقال لها الاشتغال.

وفی فتاوی الحدیثیة (ص۲۴۰): وورد فی احادیث مایبین فی فضل التفکر والمراد به فمن ذلک حدیث ابی الشیخ فی العظمة ففکر ساعة خیر منعبادة ستین سنة وحدیثه ایضا ففکروا فی کل شئ ولاتفکروا فی ذات اللہ الخ.........تفکروا فی الخلق الخ تفکروا فی آلاء اللہ الخ.....وقد بین اللہ تعالی انه لایصلح للتفکر فی خلق السمٰوات والارض الااولوالالباب والعقول.

(۳۷۱) بیعت پرایک شبہ کا جواب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر علماء ومشائخ بیعت کی اہمیت پر زور دیتے ہیں اسی طرح ہمارے اسلاف کی کتابیں بیعت کی اہمیت اور متعلقہ امور سے بھری ہوئی ہیں جن میں اس بات کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ تزکیہ نفس کے لئے کسی کو شیخ بنایا جائے۔ حالانکہ صاحب خلاصۃ نے ج۴/ص۳۷۸ پر لکھا ہے کہ ''ومن اتخذ شیخا للهدایة فهو ضال لان الهادی هو اللہ تعالی'' (اور جو شخص ہدایت حاصل کرنے کے لئے کسی شیخ کا دامن تھامے وہ گمراہ ہے کیونکہ ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے)۔ اب دونوں اقوال میں تطبیق کس طرح ہوگی؟ کافی وشافی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......علماء ومشائخ میں مروجہ بیعت خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ جس طرح آپ نے صحابہ سے جہاد وغیرہ پر بیعت لی اسی طرح گناہوں کے ترک کرنے اور تزکیہ کے دوسرے امور پر بھی صحابہ کی بیعت ثابت ہے۔

صاحب خلاصۃ کے مندرجہ بالا قول کا مطلب یہ ہے کہ ''جو شخص ہدایت کو بالذات شیخ کی طرف منسوب کرے وہ گمراہ ہے''۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صاحب خلاصۃ نے اس جملے کے بعد بطور استشہاد یہ آیت مبارکہ بھی پیش کی ہے کہ انک لاتهدی من احببت الایة ۔جس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کا کام صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پہنچانا ہے ہدایت دینا نہیں ہے بلکہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اسی طرح شیخ تزکیہ اور باطنی علوم کے لئے واسطہ ہے۔ ہدایت وہ نہیں دے سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ آگے صاحب خلاصۃ نے خود مجاہدے کو ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہے گویا ظاہری سبب اور واسطہ یہ ہے۔

حاصل یہ کہ صاحب خلاصۃ کی عبارت سے علماء ومشائخ کی مروجہ بیعت پر اعتراض وارد نہیں ہوتا بلکہ صاحب خلاصہ نے صرف ایک غلطی پر تنبیہ کی ہے۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۷۸/۴): قال ﷺ ومن اتخذ شیخا للهدایة فهو ضال لان الهادی هو اللہ تعالی لقوله تعالی انک لا تهدی من احببت ولکن اللہ یهدی من یشاء الایة والاتخاذ للارشاد ممنوع لعدم ورود الشرع واماعلم المکاشفة فلایحصل بالتعلیم والتعلم وانما یحصل بالمجاهدة التی جعلها اللہ مقدمة للهدایة.

(۳۷۲) قطب اور غوث کا وجود

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور ہے کہ دنیا میں قطب ہوتا ہے یا غوث ہوتا ہے کیا شریعت مطہرہ میں اس کا ثبوت موجود ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں قطب اور غوث کے وجود پر کئی احادیث دال ہیں اگر چہ ان پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے لیکن کثرت طرق کی وجہ سے یہ قابل اعتبار ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ امت نے ان روایات کو قبول کیا ہے جو ان کے ثبوت کی مستقل اور قوی دلیل ہے۔

لما في مسند احمد بن حنبل (۱/۱۸۰): حدثنا عبدالله ......حدثني شريح يعني ابن عبيد قال: ذكر اهل الشام عند علي بن ابي طالب رضي الله عنه وهو بالعراق فقالوا :العنهم ياامير المؤمنين قال لاانی سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الابدال يكونون بالشام،وهم اربعون رجلا كلمامات رجلا ابدل الله مكانه رجلا،ليسقى بهم الغيث،وينتصر بهم على الاعداء،ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب.

وفيها ايضا (۶/۴۴۰): حدثنا عبدالله ...... عن عبادة بن صامت عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال الابدال في هذه الامة ثلاثون مثل ابراهيم خليل الرحمن عزوجل كلما مات رجل ابدل الله تبارك وتعالى مكانه رجلا.

وفي فتاوى الحديثية (صـ ۳۲۲): وسئل مانفع الله به :ماعدة رجال الغيب وماالدليل على وجودهم فاجاب بقوله :رجال الغيب سموا بذلك لعدم معرفتهم اكثر الناس لهم،رأسهم قطب الغوث الفرد الجامع جعله الله دائرا في الآفاق الاربعة اركان الدنيا كدوران الفلك في افق السماء ....والابدال وهم سبعة على الاصح وقيل ثلاثون ....وسيأتي حديث انهم اربعون وحديث انهم ثلاثون وكل منهم يعكر على قوله الاصح انهم سبعة.

(۳۷۳) ابدال کا وجود اور ان کا تصرف

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ابدال کا اس کائنات میں کہیں وجود ہے اور وہ اللہ تعالی کی عطاء سے اس کائنات میں تصرف کرتے ہیں؟ نیز کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی وقت سارے ابدال اس دنیا سے ختم ہو جائیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......کائنات میں ابدال کا وجود پایا جاتا ہے اور کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جب کائنات ان کے وجود سے خالی ہو یہ

حضرات کائنات میں تصرف نہیں کرتے بلکہ ان کا وجود کائنات کے لئے رحمت ہے۔

لـمـافی مسنداحمد بن حنبل (۱/۱۸۰): حدثنا عبدالله ....قال ذکر اهل الشام عند علی بن ابی طالب ﷺ وهـو بـالـعـراق فـقـالـوا: الـعنهم یاامیرالمؤمنین،قال لا انی سمعت رسول الله ﷺ یقول الابـدال یـکـونـون بالشام،وهم اربعون رجلا کلمامات رجل ابدل الله مکانه رجلا یسقی بهم الغیث وینتصر بهم علی الاعداء ویصرف عن اهل الشام بهم العذاب.

(۳۷۴) بیت اللہ میں نماز پڑھنے کا دعوی کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ مسجد کے نمازی کہتے ہیں کہ عمرو مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتا تو عمرو نے جواب دیا کہ ان کو پتہ نہیں کہ عمرو بیت اللہ میں نماز پڑھتا ہے۔ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ شخص اس جملے کی وجہ سے فاسق یا کافر ہو گیا؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ بطور کرامت وہ بیت اللہ میں نماز پڑھتا ہے تو اس کا کہنا صحیح ہے،اس جملے سے وہ شخص فاسق یا کافر نہیں ہوا۔

لـمـافـی الـنبراس (ص۴۷۷): فیظهر الکرامة علی طریق نقض العادة للولی من قطع المسافة البعیدة فـی المدة القلیلة کاتیان صاحب سلیمان بعرش بلقیس قبل ارتداد الطرف مع بعد المسافة ....
...... وقال الشیخ ابوعبدالله الیافعی امام مکة ان الشیخ رکن الدین اباالفتح القرشی الملتانی والشیخ نـصیـر الـدیـن سـراج الدهلوی یصلیان فی المسجد الحرام وامثاله فی تواریخ المشائخ اکثر من ان یحصی.

وفـی ردالمحتار (۴/۲۶۰): والانصاف ماذکره الامام النسفی حین سئل عمایحکی ان الکعبة تزور واحـد مـن الاولیـاء هل یجوز القول به فقال :نقض العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنة.قلت :الـنسـفـی هـذا هـو الامام نجم الدین عمر مفتی الانس والجن رأس الاولیاء فی عصره.

(۳۷۵) ذکر قلبی کا ثبوت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ذکر قلبی جو صوفیاء کے ہاں رائج ہے شرعاً ثابت ہے؟ بایں طور کہ ایک شخص زبان کو حرکت دیئے بغیر صرف دل ہی دل میں اللہ اللہ کرتا ہے۔مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......ذکر قلبی شرعاً ثابت ہے۔

لمافی احکام القرآن للتهانوی (۱/۹۱): ذکر القلب الذی هو الفکر فی دلائل الله تعالی وحججه، وآیاته، وبیناته وکلما ازددت فیهافکر ازددت طمانیة وسکونا. وهذا هوافضل الذکر لان سائر الاذکار انمایصح ویثبت حکمها بثبوته.

وفی المرقات (۵/۶۴): عن انس قال قال رسول الله ﷺ اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وماریاض الجنة قال حلق الذکر.

قال العلامة الملاعلی القاری تحت هذه الروایة: قال النووی رحمه الله واعلم انه کمایستحب الذکر یستحب الجلوس فی حلق اهله وقد یکون بالقلب وقد یکون باللسان وافضل منهما ماکان بالقلب واللسان جمیعا فان اقتصر علی احدهما فالقلب افضل.

(۳۷۶) رجال الغیب کی حقیقت اور ان کی تعداد

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بڑے بھائی اکثر رجال الغیب کا تذکرہ کرتے ہیں آپ ان کی حقیقت اور تعداد کے بارے میں بتلادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......رجال الغیب سے ایسے حضرات مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خاص مقربین میں شامل ہیں اور ان کے حالات پر اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو مطلع نہیں فرماتے لہٰذا ان کی تعداد معلوم نہیں ہوسکتی۔

لما فی الفتاوی الحدیثیة (ص۳۲۲): وسئل نفع الله به: ماعدة رجال الغیب ومالدلیل علی وجودهم؟ فاجاب بقوله: رجال الغیب سموا بذلک لعدم معرفة اکثر الناس لهم، رأسهم قطب الغوث الفرد الجامع جعله الله دائرا فی الآفاق الاربعة ارکان الدنیا کدوران الفلک فی افق السماء، وقد ستر الله احواله عن الخاصة والعامة.

﴿کتاب التوسل والتبرک﴾

(وسیلہ اور تبرکات سے متعلق سوالات)

(۳۷۷) وسیلہ کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وسیلہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......شرعاً وسیلہ جائز ہے۔ (تفصیل صفحہ نمبر ۲۷۹ پر ملاحظہ ہو)

لقوله تعالى (المائدة : ۳۵): يآايها الذين آمنوا اتقوالله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا فى سبيله لعلكم تفلحون ○

وفى احكام القرآن للقرطبى (۱۵۹/۶): الوسيلة هى القربة ....فالاصل الطلب والوسيلة القربة التى ينبغى ان يطلب بها.

وفى روح المعانى (۱۲۸/۶): قال العلامة الآلوسى بعد بحث طويل ....وبعد هذا كله لانرى بأسا فى التوسل الى الله تعالى بجاه النبى ﷺ عندالله تعالى حياوميتا ....ان التوسل بجاه غير النبى ﷺ لابأس به ايضا.

وفى الصحيح للبخارى (۱۳۷/۱): حدثنا الحسن بن محمد ....عن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ كان اذا قحطوا استقىٰ بالعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فقال اللهم اناكنا نتوسل اليك بنبينا ﷺ فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون.

(۳۷۸) توسل بالانبیاء والاولیاء

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ توسل بالانبیاء والاولیاء جائز ہے یا نہیں؟ نیز توسل بالاحیاء والاموات اور توسل بالذوات والاعمال میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......توسل بالاحیاء ہو یا بالاموات، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے اعمال سے ہو یا غیر کے اعمال سے اسکی حقیقت اوران سب صورتوں کا مرجع توسل برحمۃ اللہ ہے بایں طور کہ ''فلاں مقبول بندہ پر جو رحمت ہے اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں'' یا ''فلاں

نیک عمل اپنا یا غیر کا جو محض آپ کی رحمت اور توفیق سے ہے اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں"۔اور چونکہ توسل برحمۃ اللہ کے جواز بلکہ ارجیٰ للقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے لہٰذا یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ نیز اسی اعتبار سے توسل بالاحیاء والاموات اور توسل بالذوات والاعمال میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لمافی روح المعانی (۱/۳۲۰): "وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا" نزلت فی بنی قريظة والنضير كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه.قاله ابن عباس رضی الله عنهما و قتادة والمعنى يطلبون من الله تعالى أن ينصرهم به على المشركين ، كما روى السدى انهم كانوا اذا اشتد الحرب بينهم وبين المشركين اخرجوا التوراة ووضعوا بين ايديهم على موضع ذكر النبی ﷺ وقالوا اللهم انا نسألک بحق نبيک الذی وعدتنا ان تبعثه فی آخر الزمان ان تنصرنا اليوم على عدونا فينصرون.

وفی الصحيح لمسلم (۲/۳۵۳): عن عبدالله بن عمر عن رسول الله ﷺ انه قال بينما ثلثة نفر يتمشون اخذهم المطر فاوؤا الى غار فی جبل فانحطت على فم غارهم صخرة من الجبل فانطبقت عليهم فقال بعضهم لبعض انظروا اعمالا عملتموها صالحة لله فادعوا الله تعالى بها لعله يفرجها عنكم فقال احدهم اللهم انه كان لی والدان شيخان كبيران وامرأتی ولی صبية صغار ارعى عليهم فاذا ارحت عليهم حلبت فبدأت بوالدی فسقيتهما قبل بنی وانی نابی ذات يوم الشجر فلم آت حتى امسيت فوجدتهما قد ناما فحلبت كما كنت احلب فجئت بالحلاب فقمت عند رؤسهما اكره ان اوقظهما من نومهما واكره ان اسقی الصبية قبلهما والصبية يتضاغون عند قدمی فلم يزل ذلک دابی ودأبهم حتى طلع الفجر فان كنت تعلم انی فعلت ذلک ابتغاء وجهک فافرج لنا منها فرجة ففرج لهم. وقال الآخر اللهم انه كانت لی ابنة عم احببتها كاشد مايحب الرجال النساء وطلبت اليها نفسها فأبت حتى آتيها بمائة دينار فبغيت حتى جمعت مائة دينار فجئتها بها فلما وقعت بين رجليها قالت يا عبدالله اتق الله ولاتفتح الخاتم الابحقها فقمت عنها فان كنت تعلم انی فعلت ذلک ابتغاء وجهک فافرج لنا منها فرجة ففرج لهم. وقال الأخر اللهم انی كنت استاجرت اجيرابفرق ارز فلما قضى عمله قال اعطنی حقی فعرضت عليه فرقه فرغب عنه فلم ازل ازرعه حتى جمعت منه بقرا ورعائها فجاء نی فقال اتق الله ولا تظلمنی حقی قلت اذهب الى تلک البقر ورعائها فخذ ها فقال اتق الله ولاتستهزئ بی فقلت انی لا استهزء بک خذذلک البقر ورعائها فاخذه فذهب به فان كنت تعلم انی فعلت ذلک ابتغاء وجهک فافرج لنا مابقی ففرج الله مابقی.

(۳۷۹) آپ ﷺ یا دوسرے بزرگوں کے وسیلے سے دعا مانگنا

سوال......کیا فرماتے ہیں مفتیان دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آپ علیہ السلام کو اپنی دعا میں وسیلہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز مردوں کو وسیلہ بنانا صحیح ہے یا نہیں۔ ہمارے ہاں کچھ لوگ مطلقا وسیلے کا انکار کرتے ہیں۔ آپ جلد از جلد تسلی بخش جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......انبیاء وصلحاء کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے، چاہے وہ زندہ ہوں یا اس جہاں سے انتقال کر جائیں بشرطیکہ براہ راست ان سے دعا نہ مانگی جائے بلکہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالی سے دعا مانگی جائے اور یہ عقیدہ بھی نہ ہو کہ وسیلہ کے علاوہ اللہ تعالی دعا قبول نہیں فرماتے یا وسیلہ کی صورت میں اللہ تعالی پر قبولیت لازمی ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ وسیلہ کی صورت میں قبولیت کی زیادہ امید کی جاسکتی ہے۔

قال اللہ تعالی (المائدۃ : ۳۵): یآایھا الذین آمنوا اتقواللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ الآیۃ

قال العلامۃ الآلوسی بعدبحث نفیس وتحقیق انیق:......وبعد ھذا کلہ انا لا اری بأسا فی التوسل الی اللہ تعالی بجاہ النبی ﷺ عند اللہ حیا ومیتا............ان التوسل بجاہ غیر النبی ﷺ لا بأس بہ ایضا ان کان المتوسل بجاھہ مما علم ان لہ جاھا عنداللہ تعالی کالمقطوع بصلاحہ وولایتہ............ ان الناس قد اکثروا من دعاء غیر اللہ تعالی من الاولیاء والاحیاء منھم والاموات وغیرھم مثل یا سیدی فلان اغثنی ولیس ذلک من التوسل المباح فی شئی.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۵۹/۲): یآ ایھا الذین آمنوا اتقواللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ الآیۃ ....فالاصل الطلب والوسیلۃ القربۃ التی ینبغی ان یطلب بھا.

وفی سنن ابن ماجہ (صـ۹۹): عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال ادع اللہ ان یعافینی فقال ان شئت اخرت لک و ھو خیر ....ویدعوا بھذا الدعاء اللھم اسألک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی قال ابو اسحق ھذا حدیث صحیح.

(۳۸۰) خانہ کعبہ کے غلاف یا دیگر تبرکات کا بوسہ لینا

......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خانہ کعبہ کے غلاف یا دیگر تبرکات کا بوسہ لینا شرعا جائز ہے

الجواب حامداً ومصلیاً..... کعبہ یا خانہ کعبہ کے غلاف اور دیگر تبرکات کا بوسہ لینا شرعاً جائز ہے۔

لمافی الدر المختار مع ردالمحتار (۵۲۴/۲): وقبل العتبة تعظیما للکعبة ووضع صدره ووجهه علی الملتزم وتثبت بالاستار ساعة کالمستشفع بها.

وفی الشامیة: (وقبل العتبة) ای ثم قبل العتبة المرتفعة عن الارض (وتثبت)ای تعلق کمایتعلق عبد ذلیل بطرف ثوب لمولی جلیل.

(۳۸۱) کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درخت کاٹنے سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جس درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے۔ کیا تبرک بآثار الصالحین ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی نہیں ہوتی اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت رضوان والا درخت نہیں بلکہ دوسرا درخت کٹوایا تھا۔ کیونکہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب صحابہ کرام دوسرے سال حج کے لئے جا رہے تھے تو وہ اس درخت کو متعین نہ کر سکے کہ کون سا ہے۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بھول گئے تھے کہ وہ درخت کون سا ہے کیونکہ تفسیر طبری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ جا رہے تھے تو انہوں نے اس درخت کے متعلق سوال کیا۔ بعض نے کہا کہ "یہاں ہے"، اور بعض نے کہا کہ "یہاں ہے"۔ اگر متعین ہوتا تو سوال کی ضرورت نہ تھی لہٰذا بیعت رضوان والا نہیں بلکہ کوئی اور درخت کٹوایا تھا۔

اور اگر مان لیا جائے کہ وہی درخت کٹوایا تھا تو اس کی وجہ تبرک بآثار الصالحین کی نفی نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے وہاں نماز پڑھنی شروع کر دی تھی، اب اس بات کا اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو سجدہ گاہ نہ بنالیں اور اسے مؤثر حقیقی سمجھنے لگیں، اس فتنے سے بچانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کٹوا دیا۔

لمافی تفسیر الطبری (۱۱۲/۲۶): ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مر بذلک المکان بعد ان ذهبت الشجرة فقال این کانت فجعل بعضهم یقول هنا وبعضهم یقول هنا.

وفی تفسیر روح البیان (جزء ۲۶، المجلد ۹/صـ ۳۴): یقول الفقیر یمکن التوفیق بین الروایتین بانهم لماعمیت علیهم ذهبوا یصلون تحت شجرة علی ظن انها هی شجرة البیعة فامر عمر رضی اللہ عنہ بقطعها.

وفی الصحیح للبخاری (۵۹۹/۲): فقال سعید حدثنی ابی انه کان فیمن بایع رسول الله ﷺ تحت الشجرة قال فلما خرجنا من العام المقبل نسیناها فلم نقدر علیها فقال سعید ان اصحاب محمد ﷺ لم یعلموها وعلمتموها فانتم اعلم.

وفی عمدة القاری (۱۴/۲۲۳): قال النووی سبب خفائها ان لایفتتن الناس بها لماجری تحتها من الخیر ونزول الرضوان والسکینة وغیر ذلک فلو بقیت ظاهرة معلومة لخیف تعظیم الأعراب والجهال ایاها وعبادتهم ایاها وکان خفاء ها رحمة من الله تعالی.

(۳۸۲) بحق فلاں وغیرہ کے الفاظ کا حکم

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا کرتے وقت'' بحق جبرائیل یا بحق فلاں (مقصد نیک و صالح)'' کہنا کیسا ہے؟ جبکہ میں نے سنا ہے کہ فقہاء احناف کی کتابوں میں اس طرح کے الفاظ پر کراہت ذکر کی گئی ہے اور بعض اسلاف مثلاً مجدد الف ثانیؒ وغیرہ سے بحق بنی فاطمة کے الفاظ منقول ہیں۔ آپ حضرات دونوں باتوں میں تطبیق بیان فرمائیں نیز بعض حضرات کہتے ہیں اگر عوام کرے گی تو فساد عقیدے کا خطرہ ہے آپ یہ بھی بتائیں اس میں فساد عقیدے کا خطرہ کس طرح ہے؟ براہِ مہربانی مدلل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور دیگر اللہ کے نیک بندوں کے طفیل اور وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اے اللہ! اپنے ان نیک اور مقبول بندوں کے طفیل میری یہ دعا قبول فرما، یا میری فلاں مراد پوری فرمادے، مگر یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ توسل کے بغیر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو سنتے ہی نہیں اور نہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء واولیاء کے وسیلے سے دعا کی جائے تو اس کا ماننا اللہ تعالیٰ کے ذمہ لازم ہوجاتا ہے۔ نہیں! بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان اللہ کے نیک بندوں کے طفیل سے جو دعا کی جائے گی اس کی مقبولیت کی زیادہ امید ہے۔

رہی یہ بات کہ ہماری فقہ حنفی کی کتابوں میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ: ویکرہ أن یقول فی دعائه بحق فلان، أو بحق انبیائک ورسلک لأنه لاحق للمخلوق علی الخالق. (ترجمہ: اور مکروہ ہے کہ اپنی دعا میں یوں کہے کہ یا اللہ! بحق فلاں یا بحق اپنے نبیوں اور رسولوں کے مجھے فلاں چیز عطا فرما، کیونکہ مخلوق کا کوئی حق خالق کے ذمہ نہیں)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دعا ان حضرات کے وسیلے سے کی جائے گی اس کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم اور واجب ہوجائے گا تو یہ توسل جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں، البتہ بحق فلاں سے مراد اس کریم ذات کی طرف سے جس کو جو کچھ عطا کیا جاتا ہے وہ محض فضل واحسان ہے تو یہ بات جائز ہے یا بحق فلاں سے مراد حقیت انبیاء کے طفیل دعا قبول فرما تو یہ بھی جائز ہے، البتہ چونکہ عوام ان دونوں باتوں کے درمیان فرق نہیں سمجھتے اس لئے ان جیسے الفاظ سے وسیلے کرنے کو مکروہ کہا ہے اور چونکہ عوام'' بحق فلاں'' سے عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ'' بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر واجب ہے'' اور یہ ہی فساد عقیدہ ہے جبکہ اکابرین ان باتوں میں صحیح اور غلط کا فرق سمجھتے ہیں اس لئے ان سے اس طرح کا توسل کرنا منقول ہے۔

لمافی القرآن الکریم (سورة المائدة: ۳۵): یایها الذین اٰمنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة وجاهدوا

فی سبیله لعلکم تفلحون.

وفی صحیح البخاری(۱/۱۳۷):عن أنس بن مالک، أن عمر بن الخطابؓ کان إذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبدالمطلبؓ فقال اللهم إنا کنا نتوسل إلیک بنبینا ﷺ فتسقینا وإنا نتوسل إلیک بعم نبینا فأسقنا قال فیسقون.

وفی کنز العمال (۳/۱۷۹): ابغونی فی ضعفائکم فإنما ترزقون و تنصرون بضعفائکم.

وفی المهند علی المفند(ص۲۹-۳۰): عندنا وعند مشایخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالأنبیاء والصالحین من الأولیاء والشهداء والصدیقین فی حیوتهم وبعد وفاتهم بأن یقول فی دعائه اللهم إنی اتوسل إلیک بفلان أن تجیب دعوتی وتقضی حاجتی إلی غیر ذلک کما صرح به شیخنا ومولانا الشاه محمد اسحاق الدهلوی ثم المهاجر المکی ثم بینه فی فتاواه شیخنا ومولانا رشید احمد الجنجوهی رحمة الله علیهما وفی هذا الزمان شائعة مستفیضة بأیدی الناس.

وفی الدرالمختارمع حاشیته(۶/۳۹۷): وکره قوله (بحق رسلک وأنبیائک وأولیائک) أوبحق البیت لأنه لاحق للخلق علی الخالق تعالیٰ ولو قال لآخر بحق الله أو بالله أن تفعل کذا لا یلزمه ذلک وإن کان الأولی فعله درر.

(قوله: لأنه لاحق للخلق علی الخالق) قد یقال إنه لاحق لهم وجوباً علی الله تعالیٰ، لکن الله سبحانه وتعالیٰ جعل لهم حقا من فضله أو یراد بالحق الحرمة والعظمة، فیکون من باب الوسیلة...... وفی الیعقوبیة: یحتمل أن یکون الحق مصدر الاصفة مشبهة فالمعنی بحقیة رسلک فلا منع فلیتأمّل اهـ أی المعنی بکونهم حقا لا بکونهم مستحقین.

أقول: لکن هذه کلها احتمالات مخالفة لظاهر المتبادر من هذا اللفظ.

(۳۸۳) موئے مبارک سے برکت کا حصول

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل ہمارے بعض مکاتب فکر والے کسی خاص موقع پر یہ کرتے ہیں کہ کسی برتن میں بال رکھ کر اس میں پانی ملاتے رہتے ہیں اور لوگ اس تاثر سے پیتے رہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا بال مبارک ہے اور اس سے شفاء ہوگی۔ کیا لوگوں کا اس طرح اسے موئے مبارک سمجھ کر پانی پینا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس موئے مبارک کی ایسی سند موجود ہے جس کی بنا پر یہ یقین یا ظن غالب ہوجائے کہ واقعی یہ آپ کا موئے مبارک ہے تو پھر اس طرح پینا باعث خیر وبرکت اور ظاہر وباطنی امراض سے شفا کا سبب ہے لیکن اگر اس کی کوئی سند

نہیں ہے یا ہے لیکن قابل اعتماد نہیں ہے جیسا کہ آج کل یہی حال ہے تو پھر یہ تمام امور لا حاصل ہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۲/۸۷۵): عن عثمان بن عبدالله بن موهب قال ارسلنی اهلی الی ام سلمة بقدح من ماء وقبض اسرائیل .... فیه شعر من شعر النبی صلی الله علیه وسلم وکان اذا اصاب الانسان عین اوشئ بعث الیها مخضبة فاطلعت فی الجلجل فرأیت شعرات حمرا.

(۳۸۴) "بحق فلاں" یا "بحرمة فلاں" کے الفاظ کا حکم

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ "بحق فلاں" یا "بحرمة فلاں" کے الفاظ کے ساتھ دعا کرنا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں اور اگر اس کی دلیل ہو تو وہ بھی بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں "بحق فلاں" یا "بحرمة فلاں" کے الفاظ وسیلہ کی ہی ایک صورت ہیں لہٰذا ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے بشرطیکہ فساد عقیدہ کا خطرہ نہ ہو لیکن اگر فساد عقیدہ کا خطرہ ہو تو پھر ان الفاظ کے ساتھ دعا نا جائز ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء سے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے پر کراہت منقول ہے۔

لمافی قوله تعالی (المائدة: ۳۵): یآایها الذین آمنوا اتقوالله وابتغوا الیه الوسیلة وجاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون○

وفی سنن ابن ماجة (ص۵۶): عن ابی سعیدالخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من خرج من بیته الی الصلوة فقال اللهم انی اسألک بحق السائلین علیک واسألک بحق ممشای هذا .... الی آخر الحدیث.

وعلی هامشه: بحق السائلین اعلم انه لاحق لاحد فی الحقیقة علی الله تعالی ولایجب علیه شئ عند اهل السنة وانما هو رأی المعتزلة الاان له معنیین احدهما اللزوم والثانی الالتزام فالاول کماقلنا والثانی تفضل منه واحسان حیث التزم لنا باعمالنا مالسنا اهلا لذلک فهوالجواد والمنعم یفضل علی عباده بمایشاء.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۶/۳۹۷): وکره قوله بحق رسلک وانبیائک واولیائک او بحق البیت لانه لاحق للخلق علی الخالق تعالی.

وفی الشامیة: وفی التاتارخانیة وجاء فی الآثار مادل علی الجواز.

(۳۸۵) تبرکات سے برکت کا حصول

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بزرگان دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... بزرگان دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا شرعاً ثابت ہے۔

لمافي الصحيح للبخاري (۳۱/۱): قال ابو موسى دعا النبي ﷺ بقدح فيه ماء فغسل يديه ووجهه فيه ومج فيه ثم قال لهما اشربا منه وافرغا على وجوهكما ونحوركما.

وفيها ايضاً (۳۸/۱): قال عروة عن المسور ومروان خرج رسول الله ﷺ زمن الحديبية فذكر الحديث .... وماتنخم النبي ﷺ نخامة الاوقعت في كف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده.

وفي سنن ابي داؤد (۸۵/۲): عن اسامة بن زيد قال خرج رسول الله ﷺ يعود عبدالله .... فلما مات اتاه ابنه فقال يانبي الله ان عبدالله ابن ابيّ قدمات فاعطني قميصك اكفنه فيه فنزع رسول الله قميصه فاعطاه اياه.

وفي المشكوة (ص۲۳۲): عن انس ان النبي ﷺ اتى منىٰ فاتى الجمرة ....ثم دعا بالحلاق وناول الحالق شقة الايمن فحلقه ثم دعاابا طلحة الانصارى فاعطاه اياه ثم ناول الشق الايسر فقال احلق فحلقه فاعطاه اباطلحة فقال اقسمه بين الناس.

(۳۸۶) نعلین مبارک سے تبرک کا حصول

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے زمانے میں نعلین مبارک کا جونقش حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اوران نعلین سے تبرک کے حصول کا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ہمارے زمانے میں مروج نقش تو نعلین مبارک ہی کا ہے اور روایات وغیرہ سے نعلین مبارک کا نقش ایسا ہی معلوم ہوتا ہے البتہ اس نقش سے تبرک کا حصول صحیح نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آثار صالحین سے جو تبرک ثابت ہے وہ اس طور پر ہے کہ انہوں نے اس شئ کو استعمال کیا ہو یا کم سے کم چھوا ہو چنانچہ صحابہ نے حضور ﷺ کی ایسی اشیاء کو تبرک کے حصول کے لئے باقی رکھا جبکہ ہمارے ہاں رائج نقش صرف ان نعلین کی صورت ہے جس سے تبرک کا حصول صحیح نہیں ہے۔

لمافي الشمائل للترمذي (ص۶): عن ابن عباس قال كان لنعل رسول الله ﷺ قبالان مثنى شراكهما. حدثنا احمد بن منيع ....ثنا عيسى بن طهمان قال اخرج الينا انس بن مالك نعلين حرداوين لهماقبالان قال فحدثني ....عن انس انهما كانتا نعلي رسول الله ﷺ.

(۳۸۷) وسیلے کے جواز وعدم جواز کی تفصیل

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لوگوں کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ اپنی قبور میں زندہ ہیں

اوران سے وسیلہ جائز ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟ وسیلہ کے جواز وعدم جواز کی مکمل تفصیل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کو اس درجے کی حیات اخروی عطا کرتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا ادراک کرسکیں۔اگرکوئی شخص قبر پر جاکر حاضر ہوتا ہے اور سلام کرتا ہے تو اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اب توسل یا وسیلہ کی چند صورتیں بنتی ہیں جن میں سے کچھ ناجائز اور کچھ جائز ہیں،جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ جس کے وسیلے سے دعا کی جائے اسے مختار، نافع اور ضار (نقصان پہنچانے والا) سمجھا جائے۔

۲۔ جس کے وسیلے سے دعا کی جائے اس کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ اگرچہ یہ مختار کل نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اختیارات اسے بھی تفویض کئے ہیں یا اختیارات میں یہ بھی شریک ہے۔یہ دونوں صورتیں صریح شرک میں داخل اور ناجائز ہیں۔

۳۔ توسل بمعنی دعا۔اگر اس معنی میں توسل زندوں سے ہو تو جائز ہے بایں طور کہ کسی شخص سے کہا جائے کہ آپ میرے لئے دعا کریں اور اگر اس طرح کا توسل مُردوں سے ہو تو جائز نہیں۔یہی مطلب ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کہ"اے اللہ ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بناتے تھے پس آپ ہمیں سیراب کرتے تھے اب آپ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں"۔

۴۔ توسل بالاعمال۔اپنے یا کسی دوسرے شخص کے نیک عمل کو واسطہ بنایا جائے کہ اے اللہ اس عمل کے وسیلے سے دعا قبول کریں۔

۵۔ توسل بالذات۔اگر توسل کی ذکرکردہ صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اے اللہ یہ آپ کا برگزیدہ بندہ ہے اس کے ساتھ جو آپ کو محبت ہے اس محبت کے وسیلے سے میری دعا قبول فرمالیں اور یہ محبت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور اسکی رحمت کے واسطے سے ارجی للقبول ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لہٰذا وسیلہ کی یہ صورت نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال: ۳۷۷، ۳۷۸

کتاب الاسماء والالقاب

(ناموں اورالقابات کے بارے میں)

(۳۸۸) کسی شخص کی تعظیم کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے استاذ کیلئے یا کسی اور کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنا کیسا ہے؟ مثلاً حضرت اقدس وغیرہ حالانکہ اقدس اللہ رب العزت کی صفت اور یہ اسم تفضیل کا صیغہ بھی ہے۔لہٰذا انسانوں کیلئے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... ایسے اسماء جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہیں، ان کے ساتھ کسی کا نام رکھنا اور کسی کو لقب دینا وغیرہ جائز نہیں ہے۔ جیسے رحمٰن، قدّوس وغیرہ۔ البتہ وہ اسماء جو مشترکہ ہوں، یعنی جن کا استعمال اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لئے ہوتا ہو، ان کے ساتھ نام رکھنا اور کسی کو لقب دینا وغیرہ جائز ہے۔لہٰذا اقدس، اعلیٰ حضرت وغیرہ کا لقب اپنے استاد یا بزرگ کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ان سے جو مراد بندوں کے بارے میں لی جاتی ہے وہ مراد اللہ تعالیٰ کے بارے میں نہیں ہوتی۔

لمافی القرآن الکریم(سورة التوبة:۱۲۸): لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رء وف رحیم.

وفی الهندیة(۳۶۲/۵): التسمیة بإسم یوجد فی کتاب الله تعالیٰ کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزة لأنه من الاسماء المشترکة ویراد فی حق العباد غیر مایراد فی حق الله تعالیٰ، والتسمیة باسم لم یذکره الله تعالیٰ فی عباده ولا ذکره رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا استعمله المسلمون، تکلّموا فیه والأولیٰ أن لا یفعل.

وفی الدرالمختار(۴۱۷/۶): وجاز التسمیة بعلی ورشید من الأسماء المشترکة ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق الله تعالیٰ لکن التسمیة بغیر ذلک فی زماننا اولیٰ لأن العوام یصغرونها عند النداء.

(۳۸۹) عبدمحمد نام رکھنا/آپ ﷺ کے نام پر کسی سے کوئی چیز لینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا نام عبدمحمد ہے۔ کیا اس طرح کا نام رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز محمد ﷺ کے نام پر مانگنا یا مانگنے والے کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... کسی کا نام عبد محمد رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ غیر اللہ کی عبودیت کے اعتقاد کا خدشہ ہے۔ اور محمد ﷺ کے نام پر کسی کا مانگنا اور مانگنے والے کو دینا جائز ہے۔

لما فی الهندية (۴/۴۰۸): اذا قال السائل بحق الله او بحق محمد ﷺ ان تعطيني كذا لا يجب عليه في الحكم والاحسن في المروءة انه يعطيه.

وفي ردالمحتار (۶/۴۱۸): ويؤخذ من قوله ولاعبد فلان منع التسمية بعبد النبي ونقل المناوى عن الاميرى انه قيل بالجواز بقصد التشريف بالنسبة والاكثر على المنع خشية اعتقاد حقيقة العبودية كما لا يجوز عبدالدار.

(۳۹۰) بچوں کے نام عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم رکھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عام طور پر لوگ اپنے بچوں کے نام عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم رکھتے ہیں بعدازاں پکارنے والے صرف ''رحمٰن'' یا ''رحیم'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ آیا اس زمانے میں اس طرح کے نام رکھنا جائز ہے جبکہ یہ معلوم ہے کہ بعد میں اس طرح پکارا جائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً...... صورت مسئولہ میں آج کل اپنے بچوں کے نام اس طرح رکھنا مذکورہ خدشے کے پیش نظر خلاف اولیٰ ہے۔

لمافي الهندية (۵/۳۶۲): احب الاسماء الى الله تعالى عبدالله وعبدالرحمن لكن التسمية بغير هذه الاسماء في هذا الزمان اولى لان العوام يصغرون هذه الاسماء للنداء.

وفي الدرالمختار (۶/۴۱۷): احب الاسماء الى الله تعالى عبدالله وعبدالرحمن .... لكن التسمية بغير ذلك في زماننا اولى لان العوام يصغرونها عندالنداء.

(۳۹۱) اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ ''خدا'' استعمال کرنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر لوگ جب گفتگو کر رہے ہوتے ہیں تو لفظ اللہ کی جگہ خدا کا استعمال کرتے ہیں کیا اس طرح استعمال کرنے میں کوئی نقص لازمی نہیں آتا؟

الجواب حامداًومصلیاً...... ہر وہ نام جس کا استعمال قرآن وسنت میں اللہ رب العزت پر کیا گیا ہو اسی طرح وہ نام جو قرآن وسنت میں تو نہیں لیکن وہ اللہ رب العزت کی ذات کیلئے استعمال کیا جاتا ہو تو اسکا اطلاق اللہ رب العزت پر کرنا جائز ہے چاہے اس لفظ کا تعلق عربی زبان سے ہو یا دیگر زبانوں سے ہو جبکہ اس لفظ کے مفہوم میں کسی قسم کا نقص نہ ہو لہٰذا صورت مسئولہ میں اللہ رب العزت کیلئے خدائی کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ لفظ خدا اور خدائی فارسی لفظ ہے جس کا معنی عربی زبان میں ایسی ذات سے کیا جاتا ہے جو کہ موجود ہو اور اپنے

وجود میں کسی کی محتاج نہ ہو اور یہ معنی بہت عمدہ ہے اس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں۔

لمافی روح المعانی (۹/ ۱۲۱ الی ۱۲۳): ومال الیه القاضی ابوبکر لشیوع اطلاق نحو خدا وتکری من غیر نکیر فکان اجماعا ورد بان الاجماع کاف فی الاذن الشرعی اذا ثبت .... والمختار عندی عدم توقف اطلاق الاسماء المشتقة الراجعة الی نوع من الصفات النفیة والفعلیة وکذا الصفات السلبیة علیه تعالی علی التوقیف الخاص بل یصح الاطلاق بدونه لکن بعد التحری التام وبذل الوسع فیماهو نص فی التعظیم والتحفظ الی الغایة عمایوهم ادنی نقص معاذالله تعالی فی حقه سبحانه لانا مأذونون بتعظیم الله تعالی بالاقوال والافعال ولم یحدلنا حد فیه فمتی کان فی الاطلاق تعظیم له عزوجل کان ماذونا به والتکلیف منوط بالوسع.

وفی شرح العقائد (صـ۷ ۹): واذا ورد بالشرع باطلاق اسم بلغة فهو اذن باطلاق مایرادفه من تلک اللغة اومن لغة اخری.

وفی النبراس (صـ۳۷۱): قال بعض المحققین لانزاع فی جواز اطلاق اسمائه الاعلام الموضوعة فی اللغات کخدائی بالفارسیة وتنکری بالترکیة.

(۳۹۲) لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لئے بولنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے ذاتی وصفاتی نام میں سے نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... لفظ ''خدا'' اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی ناموں میں شامل نہیں لیکن اس لفظ کے اطلاق کی صحت پر اجماع ہو چکا ہے لہٰذا اس کا اطلاق صحیح ہے۔

لمافی روح المعانی (۹/ ۱۲۱): ان اسماء الله تعالی توقیفیة یراعی فیها الکتاب والسنة والاجماع فکل اسم ورد فی هذه الاصول جاز اطلاقه علیه جل شانه ومالم یرد فیهالایجوز اطلاقه وان صح معناه .... ومال الیه القاضی ابوبکر لشیوع اطلاق نحو خداوتکری من غیر نکیر فکان اجماعا.

وفی النبراس (صـ۳۷۱): واذاورد فی الشرع باطلاق اسم بلغة کلفظ الله فهواذن باطلاق مایرادفه من تلک اللغة اومن لغة اخری کاسم خدابالفارسیة.

وعلی هامشه: کاسم خدا.........ان المسلمین اجمعوا علی جواز اطلاقها.

(۳۹۳) ’’حضرت مولانا‘‘ یا ’’حضرت اقدس‘‘ کا لفظ استعمال کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی استاد یا بڑے عالم کے لئے نام کے ساتھ حضرت مولانا یا حضرت اقدس کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے؟ اسی طرح ان کے نام کے ساتھ یہ القاب لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کسی عالم، بزرگ یا استاد کے لئے حضرت مولانا یا حضرت اقدس کے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے چاہے بولنے کے اعتبار سے ہو یا لکھنے کے اعتبار سے۔

لمافی روح المعانی (۲۶/۱۵۵) : وقد صرحوابان التلقيب بالقاب الحسنة مما لاخلاف فی جوازه وقد لقب ابوبكر ص بالعتيق لقوله عليه الصلوة والسلام له :انت عتيق الله من النار .... ومازالت الالقاب الحسنة فی الامم كلها من العرب والعجم تجری فی مخاطباتهم ومكاتباتهم من غير نكير، ولافرق بين اللقب والكنية.

وهكذا بتغيير يسير فی احكام القرآن للقرطبی (۱۶/۳۲۹)

وفی الهندية (۵/۳۷۸): ولوقال لاستاذه مولانا لابأس وقد قال علی ص لابنه الحسن ص قم بين يدی مولاک عنی استاذه.

فصل فی الفرق الاسلامیة والباطلة والاشخاص المتعلقین بها

(صحیح اور گمراہ فرقوں اوران سے متعلق شخصیات کے بارے میں)

(۳۹۴) ذکری فرقہ کے عقائد

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بلوچستان میں کچھ لوگ آباد ہیں جو اپنے آپ کو ذکری کہتے ہیں اور ملا نور محمد اٹکی کو پیغمبر مانتے ہیں۔ کیا یہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟ ان کے عقائد بالتفصیل ذکر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ذکری فرقہ کے عقائد کے بیان سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقہ پر تاریخی اعتبار سے نظر ڈالی جائے۔

آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ذکری مذہب ایک ایسا مذہب ہے جس کا کوئی ضابطہ حیات نہیں بلکہ وقتی طور پر اس کے پیشوا جن کو ملائی کہا جاتا ہے جو حکم دے دیں وہی دین سمجھا جاتا ہے۔ ان کے مذہب پر کوئی اصولی کتاب منظر عام پر موجود نہیں، جو کسی نے لکھی ہے وہ قلمی نسخوں میں ایک دو نسخے ہیں جو کسی کو دکھانے سے گریز کیا جاتا ہے البتہ جو تفصیل معلوم ہو سکی وہ درج ذیل ہے:

ذکری مذہب حقیقت میں فرقہ مہدویہ کی ایک شاخ ہے، مہدوی فرقہ میراں سید محمد جونپوری کی طرف منسوب ہے۔ مختلف جگہوں میں اس کے مختلف نام ہیں، کہیں مہدوی کہیں دائرے والے، کہیں مصدق، کہیں ذکری، کہیں داعی اور کہیں طائی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ (مہدوی تحریک ص:۵)

میراں سید محمد جونپوری جمادی الاولی بروز پیر ۸۴۷ھ مطابق ۱۴۴۳ عیسوی جونپور (دوآبہ) ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ والد کا مشہور نام عبداللہ ہے اور والدہ کا مشہور نام آمنہ خاتون عرف آغا ملک ہے۔

سید محمد جونپوری کے والد کا نام عبداللہ نہ تھا اور نہ ہی والدہ کا نام آمنہ البتہ جب مہدی ہونے کا دعوی کرنے کا ارادہ کیا اپنے والدین کے نام حدیث کی پیشن گوئی کے مطابق کرنے کے لئے ان کے نام تبدیل کر دئے اور جب وہی نام مشہور ہو گئے تو پھر مہدی ہونے کا دعوی کر دیا۔

(اس بات کی کھلی شہادت کے لئے دیکھئے......دائرہ معارف اسلامیہ اردو ج ۷/ص ۵۲۱......نزھۃ الخواطر ج ۴/ص ۳۲۴)

بہر حال جمادی الاولی ۸۸۷ھ میں جونپور کو چھوڑ کر مختلف علاقوں میں گشت کرتے رہے یہاں تک کہ ۹۰۰ھ میں احمد نگر پہنچے اور ۹۰۱ھ میں حج کو چلے گئے نو ماہ مکہ معظمہ میں قیام کیا آخر کار رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر مہدی ہونے کا دعوی کیا۔ (تحریک مہدویت مختصراص:۴۴)

اس کے بعد واپس ہندوستان آئے سب سے پہلے احمد آباد (گجرات) میں داخل ہوئے۔ ۹۰۵ھ میں موجودہ پاکستان کے علاقہ ٹھٹھہ میں چھ ماہ قیام کیا پھر ٹھٹھہ سے بلوچستان کے غیر آباد اور دشوار راستوں سے ہوتے ہوئے اپنی کثیر جماعت کے ساتھ قندھار پہنچے قندھار سے فراہ آئے اور فراہ ہی میں ۱۹ ذیقعدہ ۹۱۰ھ میں بروز دوشنبہ انتقال کر گئے۔ (مہدوی تحریک مختصرا ص ۴۶)

یہاں تک کہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ سید محمد نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ان کے متبعین اس بات کے قائل ہیں کہ سید محمد مہدی آخر الزمان ہیں۔ نیز یہ لوگ ان کو رسول بھی مانتے ہیں چنانچہ ان کا کلمہ ملاحظہ ہو "لاالہ الااللہ نور پاک محمد مهدی مراد اللہ"۔ (ملاحظہ ہو بلوچستان گزیٹر/مکران ص:۱۱۶)

یہ اپنا کلمہ یوں بھی پڑھتے ہیں "لااله الاالله نور پاک محمد مهدی رسول الله"۔ (ملت بیضاء ص:۱۰)

ان کا کلمہ وہ بھی ہے جسے یہ لوگ پنجگانہ تسبیحات میں پڑھتے ہیں" لاالـه الاالله الـملک الـحق الـمبین نور محمد مهدی رسول الله صادق الوعد الامین"۔

۲۔ یہ لوگ نماز کے منکر ہیں اور نماز کے بجائے پانچ وقت ذکر کرتے ہیں دیکھئے۔

(عمدۃ الوسائل مولانا محمد موسیٰ ص:۲۰/مکران تاریخ کے آئینے میں ص:۱۰)

۳۔ رمضان کے منکر ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک مصنف لکھتے ہیں: وہ رمضان کے بجائے دوسرے دنوں میں تین ماہ آٹھ دن روزوں کے قائل ہیں۔ (دیکھئے: میں ذکری ہوں ج ا/ص:۷، ۳۷، ۳۸، ۳۹)

۴۔ حج بیت اللہ کے منکر ہیں اور خانہ کعبہ کے قبلہ ہونے کے قائل نہیں۔ حج بیت اللہ کے بجائے کوہ مراد میں حج کرتے ہیں جو تربت (ضلع مکران) سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ (ماخوذ از مہدوی تحریک ص:۱۷)

اس کے علاوہ غسل بعد جماع واحتلام کے قائل نہیں ہیں۔ (عمدہ ص:۳۲)

میت کے لئے نماز جنازہ کے قائل نہیں ہیں صرف دعا کرتے ہیں جو ذکر خانہ میں ہوتی ہے۔ (میں ذکری ہوں ج ا/ص:۴۵)

ان کے علاوہ بھی کئی خرافات ہیں جن کا تحریر میں لانا مناسب نہیں ہے۔ (تلخیص از احسن الفتاوی ج ا/۱۹۰ تا ۱۹۵)

(۳۹۵) آغا خانیوں کی طرف سے دی جانے والی سہولیات کا حاصل کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گھر ریمبوٹالی گاؤں ضلع چترال میں واقع ہے۔ آغا خان فاؤنڈیشن کی طرف سے پانی کی پائپ لائن بچھائی گئی ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فیملی سے پانچ سو روپے لینے کے بعد اسے استعمال کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ چونکہ گاؤں والوں کو سردی کے موسم میں اس پانی کی شدید ضرورت پڑتی ہے اس لئے لوگ اس پائپ لائن سے کنکشن حاصل کر رہے ہیں۔ وہاں کے بعض علماء اس کے استعمال کرنے کو حرام کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے کفریانہ عقائد لوگوں میں رائج کرنے کے لئے یہ ساری کوششیں کرتے ہیں۔

اب آیا یہ پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ان کی دعوت و کردار سے لوگوں کو متنبہ کر دیا جائے اور ضرورت کی وجہ سے اس پانی کو استعمال کر لیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... کفار کا مسلمانوں کے ساتھ تعاون یا امداد اگر محض انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہو کسی مذموم مقصد کا اس میں دخل نہ ہو تو اس قسم کا تعاون اور امداد حاصل کرنا مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔ ہاں اگر کفار امداد وغیرہ کی آڑ میں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کا ارادہ رکھتے ہوں اور اسلام کی قوت کو مغلوب کرنے کا ناپاک منصوبہ بنائے بیٹھے ہوں تو اس صورت میں کفار سے کسی قسم کا تعاون اور امداد حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ......... صورت مسئولہ میں پائپ لائن سے فائدہ حاصل کرنا اس شرط پر جائز ہے کہ مسلمان اپنے عقیدے پر مضبوط ہوں اور اہل باطل کے ہر قسم کے مذموم عزائم سے باخبر اور محفوظ ہوں اور اگر ایسا نہ ہو تو پائپ لائن سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالی (آل عمران: ۲۸): لایتخذ المؤمنین الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ؏ الایة

وفی روح المعانی (۱۲۰/۳): قال العلامة الآلوسی بعد بحث طویل تحت هذه الایة .... وذکر بعضهم جواز الاستعانة بشرط الحاجة والوثوق امابدونها فلاتجوز .... بعض المحققین ذکر ان الاستعانة المنهی عنها انماهی استعانة الذلیل بالعزیز واماإذا کانت من باب الاستعانة العزیز بالذلیل فقد اذن لنابها.

وفی الهندیة (۳۴۸/۵): لاباس بان یکون بین المسلم والذمی معاملة اذا کان ممالابدمنه.

(۳۹۶) آغاخانیوں سے میل جول رکھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آغا خانی مسلمان ہیں یا نہیں؟ اگر مسلمان نہیں ہیں تو ان سے میل جول رکھنا کیسا ہے؟ مکمل تفصیل سے ان کے عقائد وغیرہ بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... آغا خانی اسماعیلی فرقہ شیعت میں غالی فرقہ ہے اور ان کے عقائد کی روشنی میں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ان کا دعویٰ اسلام معتبر ہے۔ ذیل میں اس زندیق فرقہ کے عقائد انہی کی کتابوں سے نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آغا خانی فرقہ کا کلمہ " **اشهد ان لااله الاالله محمد رسول الله واشهد ان امیر المؤمنین علی ولی الله** "ہے۔
(اسماعیلی تعلیمات)

۲۔ آغا خانی فرقہ اللہ تعالیٰ کے بجائے امام کی عبادت کرتا ہے۔ (گینان برہم پرکاش ص: ۲۹۷)

۳۔ یہ لوگ حضور ﷺ کو حضرت علی کی بیوی بتاتے ہیں۔ (گینان موسن چیتامنی ص: ۱۴۴)

۴۔ ان کا سلام یا علی مدد اور سلام کا جواب بھی یا علی مدد ہے۔ (شکشھن مالا۔ درسی کتاب)

۵۔ ساتویں امام محمد بن اسماعیل نے شریعت محمدیہ کے ظاہر کو باطل کر کے باطنی شریعت جاری کی۔
(ہمارا اسماعیلی مذہب اوراس کا نظام ص:۹۲۔۲۶۰)

۶۔ اللہ تعالیٰ امام حاضر کے روپ میں تشریف فرما ہیں۔ (شکشہن مالا ص:۲)

۷۔ امام حاضر عالم الغیب والشہادۃ ہیں۔ (مارگ درشیکا ص:۸۱ حصہ اول)

۸۔ ان کے ہاں انبیاء کرام معصوم نہیں۔ (ہمارا اسماعیلی مذہب ص:۷۰)

۹۔ موجودہ کتاب قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں، حضرت عثمان کی کتاب ہے۔ (کلام امام مبین ص:۶۴ حصہ اول)

۱۰۔ قرآن مقدس عرب آبادی کے لئے ہے اور دوسروں کے لئے گنان ہے۔ (کلام امام مبین ص:۸۱ حصہ اول)

۱۱۔ حضرت علی پوری کائنات کے خالق مطلق ہیں۔ (گینان موسن چیتامنی ص:۱۱۳)

۱۲۔ امام حاضر کا فرمان اللہ کے کلام کے برابر ہے۔ (کلام الٰہی اور فرمان امام ص:۶۲)

۱۳۔ امام حاضر میں اللہ تعالیٰ کا نور حلول کیا ہوا ہے۔ آغا خانی اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ (شکشہن مالا ص:۴)

۱۴۔ یہ لوگ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی ضرورت سے انکار کرتے ہیں۔ (ہمارا اسماعیلی مذہب ص:۱۳۶)

۱۵۔ نماز کی جگہ تین وقت عبادت خانہ میں دعا کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ (خزینہ جواہر ص:۱۶)

۱۶۔ ھو الحی القیوم کی عملی تصویر امام حاضر ہیں۔ (کلام امام مبین ص:۵ حصہ اول)

ان عقائد کی وجہ سے اس فرقہ کو کسی بھی طرح مسلمان تسلیم نہیں کیا جا سکتا بلکہ تمام متقدمین اور متاخرین علماء کرام نے ان عقائد کے سبب سے آغا خانی فرقہ کو کافر اور زندیق قرار دیا ہے ان لوگوں کے ساتھ مناکحت جائز نہیں نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔ اور نہ ہی ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے۔ الغرض ان کے ساتھ مسلمانوں جیسے معاملات اور میل جول رکھنا درست نہیں۔

لمافی احکام القرآن للجصاص (۱/۵۴): وقولهم فی ترک قبول توبة الزندیق یوجب ان لایستتاب الاسماعیلیة وسائر الملحدین الذی قدعلم منهم اعتقاد الکفر کسائر الزنادقة وان یقتلوا مع اظهارهم التوبة.

وفی الهندیة (۲/۲۶۴): ویجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الی الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن.

وفی ردالمحتار (۴/۲۴۴): یعلم مماهنا حکم الدروز والتیامنة فانهم فی البلاء الشامیة یظهرون الاسلام والصوم والصلاة مع انهم یعتقدون تناسخ الارواح وحل الخمر والزنا وان الالوهیة تظهر فی شخص بعد شخص ویجحدون الحشر والصوم والصلاة والحج .... وذکر فیها انهم

ینتحلون عقائد النصیریة والاسماعیلیة الذی یلقبون بالقرامطة والباطنیة الذین ذکرھم صاحب المواقف. ونقل عن علماء المذاھب الاربعة انه لایحل اقرارھم فی دیار الاسلام بجزیة ولاغیرھا ولاتحل مناکحتھم ولاذبائحھم.

(۳۹۷) ''تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں'' کیا یہ جبریہ کا عقیدہ ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تبلیغی جماعت والے جو اپنے بیانات میں یہ کہتے ہیں کہ'' تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا''۔کیا یہ فرقہ جبریہ کا عقیدہ نہیں ہے؟ ان دونوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟ دلائل سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں جبریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا اور تبلیغی جماعت کا عقیدہ وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔باقی رہا یہ کہنا کہ تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا سارا نظام اللہ تعالیٰ اکیلے چلارہے ہیں۔اس میں کوئی اور شریک نہیں، اور یہ وہ بات نہیں جو جبریہ کا عقیدہ ہے۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (ص۔۲۲۰): زعمت الجبریة ان لافعل للعبد کسبا ولاخلقا وان حرکاته بمنزلة حرکات الجمادات لاقدرة علیھا لامؤثرة ولاکاسبة فی مقام الاعتبار ولا قصد ولاارادة ولااختیار.

وفی ردالمحتار (۲۹۸/۲): الجبریة الخالصة یقولون ان العبدبمنزلة الجمادات وان اللہ تعالیٰ لایعلم الشئ قبل وقوعه.

(۳۹۸) عقیدہ بداً کی حقیقت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ روافض کے ہاں جو عقیدہ بداً ہے۔اس کی تشریح کریں اور اہل سنت کے ہاں ایسے عقیدے والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں روافض کے ہاں عقیدہ بداً کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک کام کرنے کے بعد اس فیصلے کو تبدیل کردیتے ہیں گویا پہلا کام (العیاذ باللہ) بھول کر ہوتا ہے۔اہل سنت والجماعت کے نزدیک جو شخص اس عقیدے کا قائل ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ (قٓ: ۲۹): مایبدل القول لدی ومآانا بظلام للعبید ٥

فی روح المعانی (۱۸۶/۲۶): مایبدل القول لدی ....وفی لدی علی ما قال الامام وجهان: الاول ان یکون متعلقابالقول ای مایبدل القول الذی عندی. الثانی ان یکون متعلقابالفعل قبل ای لایقع التبدیل عندی.

وفی النبراس (صـ۲۴۵): والارادة صفة ازلیة قائمة بذاته ....والدلیل ماذکرنا الآیات الناطقه باثبات صفة الارادة والمشیة کقوله تعالی یفعل الله مایشاء ویحکم مایرید.

وفی الهندیة (۲۵۸/۲): یکفر اذا وصف الله تعالی بمالایلیق به اوسخر باسم من اسمائه .... اونسبه الی الجهل اوالعجز اوالنقص.

وفی شرح اصول الکافی (صـ۳۸۷): البدأفی العلم وهو ان یظهر له خلاف ماراد وحکم والبدأ فی الامر وهو ان یأمر بشئ ویأمر بعده بخلاف ذلک ......وبعد بحث طویل ....عن ابی عبدالله قال فی هذه الایة یمحوالله مایشاء ویثبت قال فقال هل یمحا الاماکان ثابتا وهل یثبت الامالم یکن الشرح ارادعلیه السلاماالاستدلال علی وقوع البدأ بنص قرآنی ....عن ابی عبدالله قال مابعث الله نبیا حتی یأخذ علیه ثلث خصال الاقرار بالعبودیة وخلع الانداد وان الله یفعل من یشاء ویؤخر من یشاء.

الشرح ....الثالث ان یعتقدوا ان الههم فاعل مختار یصح علیه ان یتجدد ارادته وله ان یرید شیئا ویرید ضده ویفعل من یشاء ویفعل خلافه.

وفی الملل والنحل (۱۷۱/۱): فمن مذهب المختار انه یجوز البداء علی الله تعالی والبدأله معان: البدء فی العلم وهوانه یظهر له خلاف ماعلم ولااظن عاقلا یعتقد هذا الاعتقاد. والبدأ فی الارادة وهو ان یظهر له صواب علی خلاف ماراد وحکم والبدأ فی الامر وهو ان یأمر بشئ ثم یأمر بشئ اخر بعده بخلاف ذلک.

(۳۹۹) بوہری اور آغاخانی شریعت کی نظر میں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل ایک فرقہ جواپنے آپ کو بوہری کے نام سے موسوم کرتا ہے لیکن بعض معاملات میں مسلمانوں سے بالکل الگ ہیں، اسی طرح آغاخانی۔شریعت میں ان کا کیا حکم ہے؟ان کے ساتھ معاملات اورلین دین،میل جول صحیح ہے یانہیں؟

الجواب حامدأومصلیاً......بوہری فرقہ اورآغاخانی دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔اسلام اور

مسلمانوں کے دشمن ہیں لہٰذا ان کے ساتھ کسی طرح کا معاملہ، لین دین اور میل جول جائز نہیں ہے۔ ان کے ساتھ نکاح کرنا اور ان کا ذبیحہ بھی حرام ہے۔

لمافي الملل والنحل (۱/۲۲۷): قال ابوالفتح محمد بن عبدالكريم في بيان عقائد الاسماعيلية. قالوا: وبعد اسماعيل محمد بن اسماعيل السابع التام، وانماتم دور السبعة به ثم ابتدائي منه بالائمة المستورين الذين كانوا يسيرون في البلاد سراويظهرون الدعاة جهرا .... قالوا: ولن تخلوا الارض قط من امام جي قائم، اماظاهر مكشوف وأماباطن مستور فاذا كان الامام ظاهرا جاز ان يكون حجته مستورا ...... وبعد صفحة يقول ...... فقالوا في البارى تعالى انالانقول هو موجود ولالاموجود ولاعالم ولاجاهل ولاقادر ولاعاجز.

وفي ردالمحتار (۴/۲۴۴): يعلم مماهنا حكم الدوز والتيامنه فانهم في البلاد الشامية يظهرون الاسلام والصوم والصلاة مع انهم يعتقدون تناسخ الارواح وحل الخمر والزنا وان الالوهية تظهر في شخص بعد شخص .... وذكر فيها انهم ينتحلون عقائد النصرانية والاسماعيلية الذى يلقبون بالقرامطة والباطنة الذين ذكرهم صاحب المواقف ونقل عن علماء المذاهب الاربعة انه لايحل اقرارهم في ديار الاسلام بجزية ولاغيرها ولاتحل مناكحتهم ولاذبائحهم.

وفي اللجنة الدائمة (۲/۲۷۲ الى ۲۷۷): س: كبير علماء بوهرة يصر على انه يجب على اتباعه ان يقدموا له سجدة كلما يزورونه.

ج: السجود نوع من انواع العبادة التى امرالله بهالنفسه خاصة وقربة من القرب التى يجب ان يتوجه العبد بها الى الله وحده .... فكلا الفريقين التابع والمتبوع كافر بالله خارج بذلک عن ملة الاسلام والعياذ بالله ....

س: كبير علماء بوهرة يدعى انه المالک الكلي للروح والايمان. العقائد الدينية نيابة عن اتباعه.

ج: اذا كان كبير علماء بوهرة يدعى ماذكر فدعواه باطلة سواء اراد بدايدعيه من ملک الروح والايمان، ان الارواح والقلوب بيده يصرفها كيف يشاء فيهديها الايمان اويضلها عن سواء السبيل......

س: ويدعى انه المالک الكلي لجميع املاک الوقف وانه غير محاسب على جميع الصدقات وهوالله على الارض.

ج: .... واماالثالثه: وهى دعوى انه الله فى الارض، فكفر صراح ومن ادعى ذلک فهو طاغوت

یدعوا الی تالیه نفسه وعبادته وبطلان ذلک معلوم من الاسلام بالضرورة.

وفی آخر البحث :اذا کان واقع من کبیر علماء بوهرة واتباعه وماوصفت فی اسئلتک فهم کفرة لایؤمنون باصول الاسلام ولایهتدون بهدی کتاب الله وسنة رسوله ﷺ ولایستبعد منهم ان یضطهدوا الصادقین فی ایمانهم بالله وکتابه وبرسوله ﷺ وسنته، کما اضطهد الکفار فی کل امة رسل الله الذین ارسلهم سبحانه الیهم لهدایتهم.

(۴۰۰) حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق پاکستانی خاتون ڈاکٹر رفعت حسن کا خودساختہ نظریہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ میں پاکستانی خواتین کی کانفرنس کے موقع پر پاکستانی اسکالر خاتون ڈاکٹر رفعت حسن نے کہا کہ ''قرآن پاک میں کہیں ذکر نہیں کہ حوا ؑ کو حضرت آدم ؑ کی پسلی سے پیدا کیا گیا، لفظ آدم عبرانی زبان کا لفظ ہے جو عربی میں مستعار لیا گیا اس لفظ کا مادہ آدمہ ہے اور اس کے لفظی معنی زمین کے ہیں آدم ہرگز کسی مذکر انسان کا نام نہیں، قرآن مجید میں تیس مرتبہ تخلیق انسان کا ذکر آیا ہے مگر اس میں کہیں اس بات کی نشاندہی نہیں کہ مرد کو عورت سے پہلے تخلیق کیا گیا۔

جناب مفتی صاحب! ڈاکٹر رفعت حسن نے اپنے مقالے میں جو کچھ کہا ہے وہ بہت اہم ہے، انہوں نے قرآن پاک میں موجود بعض مقامات خصوصاً تخلیق آدم پر اختلافی نکات اٹھائے ہیں بلکہ تخلیق آدم ؑ کے حوالے سے ایک بالکل نیا نظریہ پیش کیا ہے جواب تک قرآن پاک، حدیث رسول اور دوسری الہامی کتب سے بالکل مختلف ہے لہٰذا میں چاہوں گا کہ ضیاء شاہد نے امریکہ سے ڈاکٹر رفعت حسن کے مذکورہ مقالے کا جو حصہ رپورٹ کیا ہے اس پر صاحبان علم آگے آئیں اور صحیح بات مسلمانوں کے سامنے واضح کریں، کیونکہ ڈاکٹر رفعت حسن کو تو پاکستان میں ایک انسٹیٹیوٹ کی سربراہی کیلئے بلایا جارہا ہے اگر وہ قرآنی تعلیمات کی سچ مچ نفی کررہی ہیں تو ان کا جواب دینا چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... سب سے پہلے یہ ذہن میں رہے کہ کلام مقدس اللہ تعالی کی کتاب ہے جو اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے نازل فرمائی، یہ کتاب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو سکھلائی اور صحابہ کے واسطے سے ویسے ہی ہم تک پہنچی جیسی آسمان سے نازل ہوئی تھی، اس میں کسی طرح کی کمی وبیشی نہ ہوسکی اور نہ آئندہ ہوگی۔ انشاءاللہ۔ اللہ تعالی نے اس کتاب کی حفاظت کا تکوینی طور پر ایسا انتظام کررکھا ہے کہ ابھی تک کسی کو اس کے بارے میں تحریف کا شبہ بھی پیدا نہیں ہوا، لیکن اس کو سمجھنے کیلئے ضابطہ یہ بنایا کہ جیسا رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا یا اس کی تشریح فرمائی وہی معتبر ہوگی اس کے علاوہ کوئی تشریح معتبر نہ ہوگی، کیونکہ اگر رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اس پر عمل کیلئے نمونہ نہ ہوتی تو انبیاء کو بھیجنے کا کوئی مقصد نہ تھا بلکہ اللہ تعالی اس بات پر قادر تھے کہ فرشتوں کے ذریعے کتاب مخلوق تک پہنچادی جاتی اور کہا جاتا کہ اس کے مطابق عمل کرو حالانکہ ایسا نہ ہوا، چنانچہ آپ انبیاء کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ اللہ تعالی نے کتاب نازل فرمائی ہو اور کوئی رسول نہ مبعوث فرمایا ہو البتہ یہ ضرور ملے گا کہ انبیاء کو تو مبعوث فرمایا لیکن انہیں کتاب نہ دی بلکہ یہ حکم دیا کہ پہلے انبیاء کی کتاب کی لوگوں میں تبلیغ کریں، معلوم ہوا کہ انبیاء کے بھیجنے سے مقصود نمونہ دکھلانا ہے کہ میرے احکامات پر عمل ایسے ہونا

چاہیے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود کلام مقدس میں یہی ارشاد فرمایا ہے

لقد کان لکم فی رسول الله اسوۃ حسنة الایة (الاحزاب: ۲۱)

(ترجمہ: تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی سیرت بہترین نمونہ ہے)

حاصل یہ ہوا کہ انبیاء کو کلام مقدس کی تفسیر، تشریح اور نمونے کے طور پر بھیجا جاتا ہے لہذا جہاں جہاں انبیاء اس کی تشریح کرتے ہیں عمل کے اعتبار سے اس تشریح کو وہی درجہ حاصل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام کو حاصل ہے، اور درحقیقت یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل کردہ ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰیo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیo الایة (النجم: ۳، ۴)

(ترجمہ: اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتے، وہ نہیں ہے مگر جو وحی کی جاتی ہے)

جب یہ طے ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اس کتاب کی تفسیر کا حق اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے یہ بھی کہلوایا کہ لوگوں کو بتلادو کہ اس کلام کے متعلق ہر وہ بات قابل قبول ہوگی جو میری (اللہ تعالیٰ) یا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہو اس کے علاوہ اگر کوئی اپنی طرف سے اس میں کوئی ملاوٹ کرے گا کہ اس کی تفسیر اپنی طرف سے اندازے سے کرے تو فرمایا اگر اس کی تفسیر اتفاق سے صحیح بھی ہوگئی تو بھی وہ غلطی پر ہے چنانچہ فرمایا

من قال فی القران برأیه فاصاب فقد اخطاء (کنز العمال، ۲/۱٦)

(یعنی جس نے قران کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور وہ اتفاق سے صحیح بھی ہوگئی تو بھی وہ غلطی پر ہے)

من قال فی القران بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار (ایضاً)

(یعنی جس نے قران کی تفسیر بغیر علم کے کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا)

اب اس کے بعد قران مجید کی وہی تفسیر مراد ہوگی جو رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں ورنہ وہ معتبر نہ ہوگی یا آپ کے شاگرد آپ سے کسی روایت کو بیان کریں۔

حاصل یہ کہ کلام مقدس کی تعلیمات اور حضور ﷺ کے ارشادات دونوں ہی ہمارے لئے نہ صرف قابل عمل بلکہ واجب العمل ہیں۔

اب اس کے بعد جائزہ لیتے ہیں ڈاکٹر صاحبہ کے علمی نکات جو انہوں نے نہ معلوم کہاں سے مستعار لئے ہیں۔

کیا؟ اول: حضرت آدم کسی مذکر انسان کا نام نہیں؟

دوم: حضرت حوا کو حضرت آدم کی دائیں پسلی سے پیدا کیا گیا؟

سوم: مرد کو عورت سے پہلے نہیں پیدا کیا گیا؟

سب سے پہلی بات کہ اگر آدم کسی مذکر انسان کا نام نہیں تھا تو

واِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً الایة (البقرة: ۳۰)

فرشتوں سے یہ خطاب مٹی کوخلیفہ بنانے کیلئے تھا؟

پھر فرشتوں کا جواب

قَالُوْا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ الاية (البقرة:۳۰)

کیا مٹی بھی فساداورخونریزی کرتی ہے؟ کہ فرشتے کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ یہ تو فساداورخونریزی کرے گا۔

دوسری بات کلام مقدس کی عبارت یوں بنتی ہے

أَتَجْعَلُ فِي الْأَرْضِ مَنْ يُفْسِدُ فِي الْأَرْضِ الاية

(یعنی کیا آپ زمین میں اسے پیدا کرتے ہیں جوزمین میں فساد پھیلائے گا) اگر ڈاکٹر صاحبہ کا کہنا مان لیا جائے تو گویا زمین میں فساد پھیلا رہی ہے اورخونریزی کررہی ہے؟

اسی طرح دوسری جگہ اس بات کوزیادہ صراحت سے بیان کیا گیا فرمایا

وَإِذْقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُوْنٍ ٥ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوْحِي فَقَعُوْا لَهُ سَاجِدِيْنَ٥ (الحجر:۲۸،۲۹)

(ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بلاشبہ میں بشرکوبجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے ہوگی سو جب میں اسے پوری طرح بنادوں اوراس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کیلئے سجدے میں گر پڑنا۔)

یہاں پرتو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بیان فرمادیا کہ بشر یعنی انسان کو پیدا کیا گیا اس کے جسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا، پھر اس میں روح پھونکی، اس کے بعد فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ سارے کام مٹی کے ساتھ ہوئے؟ ہاں مٹی کے ساتھ ہوئے لیکن اس انسان کے بننے کے بعد۔

اس طرح آگے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ

وعلم ادم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة الاية (البقرة:۳۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کچھ چیزوں کے نام سکھلائے اور پھر فرشتوں پر پیش کیا تو کیا یہ نام مٹی کو سکھلائے گئے؟ اورمٹی کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے مسجود ملائکہ کو بیان فرمایا

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْا إِلَّا إِبْلِيسَ الاية (البقرة:۳۴)

کیا یہ سجدہ مٹی کو کروایا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو شیطان نے جواب دیا

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ الاية (الاعراف:۱۲)

یعنی میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے تو کیا اللہ تعالیٰ نے مٹی سے مٹی کو پیدا کیا تھا؟ جس کو سجدہ کروایا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رہنے کا ارشاد فرمایا:

وَقُلْنَا یٰادَمُ اُسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ الاية (البقرة:۳۵)

تو کیا مٹی سے جنت میں رہنے کو کہا جا رہا ہے؟

جنت میں حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش کا سرزد ہونا اور پھر توبہ کا قبول ہونا اس کے بعد زمین پر اترنے کا امر، کیا یہ ساری باتیں اس بات پر دلالت کیلئے کافی نہیں ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام مذکر انسان تھے؟

اس کے علاوہ روایات میں اس کی صراحت موجود ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام انسان تھے اور آپ ہی سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔

لما فی تفسیر ابن کثیر (۲/۲۵۲): هو الذی خلقکم من نفس واحدة الاية...... ینبه تعالی علی انه خلق جمیع الناس من آدم علیه السلام وانه خلق منه زوجته حواء ثم انتشر الناس منهما کما قال تعالی یاایهاالناس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ الاية

تمام محدثین ومفسرین اور ائمہ لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ہی پہلے انسان تھے جن سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔

اور اگر صرف لغوی معنی کو مدار بنا کر فیصلہ کیا جائے کہ آدم اُدمہ (نہ کہ آدمہ سے) سے مشتق ہے جس کے معنی زمین کے آتے ہیں، لہٰذا وہ کوئی انسان نہ تھے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا جائے کہ رفعت بلندی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے لہٰذا یہ کسی کا نام نہیں ہوسکتا لہٰذا رفعت نام کی کوئی عورت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اس وجہ سے اسی مناسبت سے نام بھی رکھا گیا۔

وفی البداية والنهاية (۱/۶۸): حکی السدی ......انهم قالوا اخرج ابلیس من الجنة واسکن آدم الجنة فکان یمشی فیها وحشی لیس له فیها زوج یسکن الیها فنام نومة فاستیقظ وعند رأسه امرأة قاعدة خلقها الله

من ضلعه فسألها من انت قالت امرأة قال ولما خلقت قالت لتسکن الی فقالت له الملائکة ینظرون مابلغ من علمه مااسمها یا آدم قال حواء ......

اس طرح کے صریح نصوص کی موجودگی میں اس طرح کے نظریات کا پرچار کسی شبہے یا غلط فہمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے پس پردہ وجوہات کچھ اور ہیں، ان وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہونے اور اسلام کے مدعی ہونے کے باوجود اپنے مذہب کے متعلق معلومات کیلئے یا مذہب میں پی ایچ ڈی کیلئے غیر مسلموں کی یونیورسٹیوں کو ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ یہ ایسی گری ہوئی

حرکت ہے کہ شاید اس سے بڑھ کر کوئی گھٹیا حرکت ہو سکے۔کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ کوئی یہودی یا عیسائی اپنے مذہب کو سیکھنے کیلئے ہمارے ہاں آیا ہو، ہوسکتا ہے کہ آپ احساس کمتری کی وجہ سے اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھیں کہ وہ کیونکر آپ کے پاس آئیں، چلیں ہمارے ہاں نہ سہی کسی اور غیر قوم کے پاس گیا، آپ نے زندگی بھر میں ایک دفعہ بھی ایسے نہ سنا ہوگا، لیکن آپ کو کتنے مسلمان ایسے ملیں گے جو اس بات کو بڑے فخر سے بیان کریں گے کہ ان کے پاس فلاں غیر مسلم ملک کی یونیورسٹی کی اسلامیات میں پی ایچ ڈی کی سند ہے، ان کفار کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں سب کے سامنے ہے پھر کیا خیال ہے کہ وہ ہمارے مذہب سے متعلق کسی کو صحیح تعلیم دیں گے، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ نت نئے نظریات کو رواج دے کر وہ ہمارے درمیان اپنے مذہب کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کریں ہم نے ان کی حوصلہ افزائی کیلئے یہ کیا کہ جو کام وہ بڑی مشقت سے اپنے افراد ہمارے درمیان داخل کر کے کرنا چاہتے تھے ہم ان کی مدد کیلئے خود ان کے پاس پہنچ گئے، اور زبان حال سے یہ کہنے لگے کہ آپ اتنی زیادہ مشقت برداشت نہ کریں بلکہ ہم خود اس کام کے لئے حاضر ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو افراد وہاں کے سند یافتہ رہے انہوں نے ہمیشہ جدت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے نئے نظریات کا ہی پرچار کیا کچھ تو وہ اپنے آقاؤں سے لائے اور کچھ اپنے آقاؤں سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں ان پر منکشف ہوئے اور لوگوں کو یہی باور کراتے رہے کہ موجودہ دور کے علماء تو وہی چودہ سوسالہ پرانی باتیں کررہے ہیں جب کہ ہم آپ کو ایک جدید اسلام سے متعارف کروانا چاہتے ہیں چنانچہ جدت کی روشنی میں انہیں کبھی یہ خیال نہ آیا کہ دین کے معاملے میں اتنی جدت پسندی کی اسلام میں گنجائش ہے بھی یا نہیں؟ لیکن انہیں اس سے غرض بھی کیا ہوسکتی ہے کیونکہ ان کا مقصود اسلام کو ترقی دینا تھوڑا ہی ہے، انہیں تو صرف اپنی من پسند زندگی چاہیے جس پر اسلام کا لیبل لگا ہو اور جتنا نقصان اس طرح کے افراد سے اسلام کا ہوا ہے شاید ہی کہ کفار نے اتنا نقصان پہنچایا ہو؟

دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ جب ہم نے غیر مسلم اقوام کو مہذب اور اپنے کو تیسرے درجے کی مخلوق فرض کرلیا تو پھر ہم ہر کام میں ان کی نقل کرنے لگے اب جن کاموں میں شریعت کی طرف سے اجازت نہ تھی ہم نے انہیں توڑ موڑ کر غیر مسلموں کے طریقوں کے قریب کرنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے ہم نہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے، چنانچہ انہی کوششوں میں ایک کوشش یہ بھی ہے کہ غیر مسلموں نے مذہب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس عقدہ کو کھولنا چاہا کہ انسان کی ابتدا کیسے ہوئی، وہ اس نظریے پر پہنچے کہ ابتدا میں انسان کی صورت ایسی نہ تھی جیسا کہ ابھی ہے بلکہ یا تو بندر سے ترقی کر کے موجودہ شکل تک ترقی ہوئی یا انسان کی پیدائش یک خلوی جاندار کے طور پر ہوئی اور ترقی ہوتے ہوتے موجودہ شکل وجود میں آئی۔اب انہی کے قریب ہونے کیلئے ڈاکٹر صاحبہ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمالیں جس میں صریح طور پر اپنے آپ کو مہذب ثابت کرتے ہوئے وہ ان کی مکمل طور پر حمایت نہ کرسکیں لیکن ان کے قریب ہونے کی کوشش ضروری ہے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش میں صریح نصوص کا انکار کردیا، باقی کام آئندہ مرحلے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔لہذا آپ اس طرح کی باتوں پر کان نہ دھریں ایسے حضرات جو صریح نصوص کا انکار کرتے ہوئے اپنے نظریات کا پرچار کرنا چاہتے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

لما فی قولہ تعالی: يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَنِسَاءً. الاية (النساء: ۱)

وفی التفسیر لابن کثیر (۳۹۲/۱): تحت هذه الاية يايها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها......"وخلق منها زوجها" وهى حوآء عليها السلام خلقت من ضلعه الايسر......

وفی التفسیر الکبیر (۱۶۲/۵): اجمع المسلمون على ان المراد بالنفس الواحدة ههنا هو آدم عليه السلام

وفی روح المعانی (۱۸۰/۲): الذى خلقكم من نفس واحدة......والمراد من النفس الواحدة آدم عليه السلام، والذى عليه الجماعة من الفقهاء والمحدثين ومن وافقهم انه ليس سوى آدم واحد وهو ابوالبشر...... وخلق منها زوجها......المراد من الزوج حوآء وهى قد خلقت من ضلع آدم عليه السلام الايسر.

وفی کنز العمال (۳۷۶/۱۶): خلقت المرأة من ضلع ان جئت ان تقيمها تكسرها وان تتركها تعش معها على عوجها.

وفی لسان العرب (۹۸/۱): قيل هو من ادمة الارض وهو لونها قال وبه سمى آدم ابوالبشر على نبينا وعليه الصلوة والسلام.

(۴۰۱) کیا شیعہ کافر ہیں؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات کے جتنے فرقے ہیں ان سب کو کافر کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں کون سا فرقہ صحیح ہے اور کون سا غلط؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں شیعہ اگر ایسا ہو کہ شیخین کو گالی دے یا ان پر لعنت کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے، صحابہ کرام کو گالیاں دینے کو مباح اور ثواب سمجھے یا صحابہ کے کفر کا اعتقاد رکھے، موجودہ قرآن کو تحریف شدہ سمجھتا ہو تو وہ بالاجماع کافر ہے۔ اور اگر وہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے یا صحابہ میں سے کسی ایک فرد کو برا بھلا کہے تو وہ فاسق اور مبتدع ہے کافر نہیں۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (ص۱۶۷): ومن جحد القرآن اى كله اوسورة منه او آية، قلت وكذا كلمة أو قرأة متواترة أو زعم انها ليست من كلام الله تعالى كفر يعنى اذا كان كونه من القرآن مجمعاعليه.

وفی الهندیة (۲۶۴/۲): الرافضى اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذبالله فهو كافر .... ولو قذف عائشة رضى الله عنها بالزنى كفر .... من انكر امامة ابى بكر الصديق ص فهو كافر.

وفی الد رالمختار مع ردالمحتار (۲۳۶/۴): من سب الشيخين او طعن فيهما كفر.

وفی الشامیة : لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله عنها او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی .... او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن.

وفی تکملة رد المحتار (۷/۱۶۲): واما من سب احدا من الصحابة فهو فاسق ومبتدع بالاجماع الا اذا اعتقد انه مباح او یترتب علیه ثواب کما علیه بعض الشیعة، او اعتقد کفر الصحابة فانه کافر بالاجماع.

(۴۰۲) سلفی حضرات کون ہیں اور ان سے لین دین کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل جو سلفی حضرات ہیں یہ کون سے حضرات ہیں؟ اور ان کے عقائد کیا ہیں؟ اور ان سے لین دین کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان حضرات کا پس منظر مکمل طور پر بیان فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ کے اندر آپ نے جن سلفی حضرات کے متعلق پوچھا یہ درحقیقت غیر مقلدین حضرات ہی ہیں۔ جن کا پس منظر کچھ اس طرح ہے:

آج سے ڈیڑھ صدی قبل برصغیر میں غیر مقلدین کا کوئی وجود نہ تھا یہ فرقہ اس وقت پیدا ہوا جب ہندوستان کے بعض علماء نے علامہ شوکانیؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا اس وقت انہوں نے اپنا نام ''موحدین'' رکھا اور ایک مدت تک یہی نام ان میں رائج رہا۔ پھر ان لوگوں نے نامعلوم اسباب کی بناء پر مذکورہ نام ختم کر کے ایک دوسرا نام ''محمدیین'' اختیار کیا۔ اور ہندوستان کے اسلامی حلقوں میں اسی نام سے ان کی پہچان ہونے لگی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے یہ نام بھی ختم کر دیا۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں اس نام کی وجہ سے کوئی ان کو شیخ عبدالوہاب نجدیؒ کی طرف منسوب نہ کردے۔ ان کی طرف نسبت کو یہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ پھر ''غیر مقلدین'' کا لقب اختیار کیا کافی عرصے تک یہ لوگ اپنے آپ کو غیر مقلدین کہتے رہے اور اس بات پر فخر کرتے رہے کہ ائمہ کرامؒ میں یہ لوگ کسی کی تقلید نہیں کرتے لیکن کچھ عرصے بعد معلوم نہیں کیوں اس نام سے اُکتا گئے اور انہوں نے اپنے لئے ایک نیا لقب ''اہل حدیث'' منتخب کیا۔ انگریزوں کے کرم اور ان کی عنایتوں کے طفیل دفاتر سرکار انگلشیہ میں اس فرقے نے اپنا یہی نام درج کرایا۔ اس طرح یہ فرقہ مختلف ناموں اور مختلف القاب کا لبادہ اوڑھتا رہا۔ اس فرقہ کے اسلاف میں سلفی نام کا کوئی بھی عالم نہیں گزرا۔ آخر میں یہ لوگ اہل حدیث نام اختیار کر کے اسی پر جمے رہے۔

جب ان کے اسلاف کا دور ختم ہوا اور ان کی نئی نسل پروان چڑھی عالمی حالات بدل گئے خلیجی ممالک خصوصاً سعودی عرب میں اقتصادی ترقی کا ظہور ہوا تو غیر مقلدین کے موجودہ فرقہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اہل حدیث کا نام ترک کر دیا اور ان میں سے ہر ایک بڑی تیزی کے ساتھ ''سلفی'' اور اثری بنتا گیا۔ کیونکہ سعودی عرب کے عام باشندے علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ اور شیخ عبدالوہاب نجدیؒ کو پسند کرتے ہیں۔ اور سلفیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ غیر مقلدوں کے مدارس، علمی اداروں اور دعوتی مراکز کے نام اہل

حدیث سے ’’سلفی‘‘ میں تبدیل ہو گئے اس طرح انہوں نے عربوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرلی۔ اب ان کا ہر چھوٹا بڑا اپنے نام کے ساتھ ’’سلفی‘‘ لکھتا ہے۔ (کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، صفحہ ۱۱۲)

اس سرزمین پاک وہند میں تقریباً بارہ صدیوں سے اسلام آیا ہوا ہے۔ یہاں اسلام لانے والے اسلام پھیلانے والے اور اسلام کو قبول کرنے والے سب کے سب ’’حنفی اہل السنّت والجماعت‘‘ تھے یہاں تک کہ تمام مفسرین، محدثین، فقہاء کرام، اولیاء کرام اور سلاطین عظام ’’اہل سنت والجماعت حنفی‘‘ تھے لیکن جب انگریز کے منحوس قدم یہاں آئے تو وہ یورپ سے ذہنی آوارگی مادر پدر آزادی اور دینی بے راہ روی کی سوغات ساتھ لایا اور مذہبی آزادی اور مذہبی تحقیق کے خوشنما اور دلفریب عنوانات سے اس ملک میں خودسر اور متعصب فرقے کو جنم دیا۔ اس فرقے کا پہلا قدم سلف سے بدگمانی اور انتہاء سلف پر بدزبانی ہے۔ یعنی آپ یہ سمجھ لیں کہ اس فرقہ کا ہر شخص ’’اعجاب کل ذی رأی برأیه‘‘ پر نازاں ہونے کے ساتھ ساتھ ’’لعن آخر هذه الامة اولها‘‘ کا مصداق ہے۔ اس فرقہ کا ہر شخص اپنے آپ کو ائمہ اربعہؒ اور صحابہ کرامؓ سے بھی برتر جانتا ہے۔ مشہور مؤرخ شاہ جہاں پوریؒ اپنی کتاب (ارشاد الی سبیل الرشاد) میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے مبارک دور سے لے کر ۱۸۰۰ء تک کوئی دنگا فساد نہ ہوا، ۱۸۸۸ء میں انگریز نے آزادی مذہب کے نام پر مسلمانوں کے تقلیدی اتحاد کو غیر مقلدیت سے توڑا۔ اس لئے کہ مقلدین ہی تھے کہ جنہوں نے ان کے علاقے فتح کیے اور ان کو زیر کیا ۱۸۸۸ء سے لے کر آج تک اس کے دس فرقے بن گئے۔

(۱)۔ جماعت غرباء اہلحدیث، (۲)۔ امیر شریعت صوبہ بہار، (۳)۔ کانفرنس اہلحدیث، (۴)۔ فرقہ ثنائیہ ۱۹۳۸ء،
(۵)۔ فرقہ حنفیہ عطائیہ ۳۰۔۱۹۲۹ء، (۶)۔ فرقہ شریفیہ ۱۳۴۹ھ، (۷)۔ فرقہ غزنویہ ۱۳۵۳ھ، (۸)۔ جمعیت اہلحدیث ۱۳۷۰ھ،
(۹)۔ انتخاب مولوی محی الدین ۱۳۷۸ھ اور اب یہی دسواں فرقہ ہے ان میں بعض نے بعض پر کفر کا فتویٰ بھی لگا دیا ہے۔

۱۳۱۹ھ میں جب یہ فرقہ پیدا ہوا تو چونکہ یہ تقلید کو شرک وبدعت کہتا تھا اس لئے ان کو غیر مقلد کہا جانے لگا تاکہ پتہ چلے کہ یہ ایک منفی فرقہ ہے جو تعمیر کے بجائے تخریب کیلئے تیار کیا جارہا ہے پھر یہ لوگ ائمہ اربعہ کی پیروی سے منحرف ہو گئے تھے اس لئے لوگ انہیں لامذہب کہنے لگے۔

ان کی تصانیف:...... غیر مقلدین کا سب سے پہلا ترجمہ قرآن ڈپٹی نذیر احمد نے لکھا۔ مشکوٰۃ، بلوغ المرام کا سب سے پہلا حاشیہ مولوی عبدالوہاب شاگرد نذیر حسین نے لکھا۔ رد تقلید پر سب سے پہلی کتاب معیارِ حق سید نذیر حسین نے لکھی۔ تاریخ اہلحدیث سب سے پہلے مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے لکھی۔ ان کا کوئی ترجمہ، تفسیر قرآن، ترجمہ وتشریحات انگریز کے دور سے پہلے کی نہیں۔

نسب نامہ:...... آپ کسی منکرین حدیث یا قادیانی سے پوچھ لیں کہ آپ کب اس مذہب میں آئے ہیں وہ اولاً یہی بتلائے گا میں ہی بنا ہوں، یا باپ اور بہت بوڑھا تو دادا تک بتلائے گا اس کے اوپر وہ نہیں بتاسکتا یہی حال سلفی غیر مقلدین کا ہے۔ غزنوی خاندان میں سب سے پہلے سلفی عبداللہ غزنوی تھا، لکھنوی خاندان میں مولوی محمد صاحب سے پہلے کوئی سلفی نہ تھا، اور بھوپال میں نواب صدیق حسن سے پہلے کوئی سلفی غیر مقلد نہ تھا۔

مساجد:...... پنجاب میں ان کی پہلی مسجد چینیانوالی مسجد بنی، جس کا پہلا خطیب عبداللہ چکڑالوی تھا جو رات دن فقہ اور احناف کے خلاف زہر اگلتا رہتا تھا آخر فقہ کی مخالفت کا وبال یہ پڑا کہ منکرین حدیث کا بانی بن گیا اسی مسجد میں دوسرا خطیب مرزا غلام احمد قادیانی بنا یہ ان کی مساجد کا فیض ہے۔

مدرسہ:...... دہلی کا مشہور مدرسہ جہاں شاہ اسحٰق کا درس ہوتا تھا اور عرب وعجم میں یہ مدرسہ مشہور تھا۔ جب شاہ صاحبؒ کو انگریز برطانیہ نے ہجرت پر مجبور کردیا۔ تو اس مدرسہ کی شہرت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں نذیر حسین کو شاہ اسحاقؒ کا نائب مقرر کرکے بٹھادیا، یہی ان کا پہلا مدرسہ بنا۔ (تجلیات صفدر، جلد ۵)

۱۹۱۱ء کی مردم شماری جو کہ سرکاری سطح پر کی گئی کے اعداد وشمار یہ ہیں۔ اثناء عشری ایک کروڑ ۳۷ لاکھ، زیدی ۳۰ لاکھ، حنبلی ۳۰ لاکھ، مالکی ایک کروڑ، شافعی دس کروڑ، حنفی ۳۷ کروڑ سے زائد تھے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء میں اہل سنت والجماعت مقلدین کی تعداد ۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ سے زائد تھی جبکہ غیر مقلدین اس وقت تک کوئی قابل ذکر فرقہ نہ تھا اس لئے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں نہ ان کا نام شمار ہے اور نہ کوئی فرد۔ (از انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

سلفیت یعنی غیر مقلدین کے عقائد:...... ان حضرات کے تمام عقائد کا احاطہ کرنا یہاں پر ناگزیر ہے البتہ چند مشہور عقائد جو اہل سنت والجماعت کے عقائد کے بالکل منافی ہیں۔ درجہ ذیل ہیں:

(۱)...... ''تقلید شرک ہے بدعت گمراہی اور اندھا پن ہے۔ یعنی ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کی تقلید کرنا شرک ہے۔ اپنے کو مؤحدین اور مقلدین ائمہ اربعہ کو مشرک و بدعت کہنا''۔

(۲)...... ان کی کتاب فتاویٰ ثنائیہ (۸۶/۱) میں مصنفؒ لکھتے ہیں کہ ''ہمارا یہ مذہب نہیں کہ تمام امور شرعی میں کسی ایک امام کی تقلید کریں۔ ہم ایسی تقلید کو قرآن حدیث کے خلاف سمجھتے ہیں۔

(۳)...... ''نماز تراویح کی رکعتیں آٹھ ہیں، بیس رکعت نماز تراویح بدعت ہے'' ان کی کتاب (فتاویٰ ثنائیہ، ۱/ ۵۴۵) میں تحریر ہے ''پس اس امر پر اتفاق ثابت ہے کہ نماز تراویح کی رکعات بفعل نبویؐ اور بحکم خلیفہ راشد آٹھ رکعت مع وتر گیارہ ہیں اگر کوئی اس سے زیادہ پڑھے تو وہ نفل ہوں گے۔''

(۴)...... ''ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں، تین نہیں بلکہ ایک طلاق شمار ہے''۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے تو وہ بیک وقت منعقد نہیں ہوتیں بلکہ ایک طلاق شمار ہوگی ان کی کتاب (فتاویٰ ثنائیہ، ۲/ ۲۲۷) میں مذکور ہے: ''خلاصۂ کلام یہ ہے کہ طلاق ثلاثہ فوری چونکہ کتاب وسنت کے خلاف ہے اور اس میں بڑی خرابیاں ہیں اس لئے ایسی طلاق خواہ مجلس میں ہو یا مجالس میں ایک ہی طلاق رجعی ہوگی۔''

(۵)...... ''جمعہ کے روز اذان ثالث جائز ہے'' ان کی کتاب (فتاویٰ نذیریہ، ۱/ ۵۷۴) میں ایک سوال کہ ''جمعہ کے روز اذان ثالث جائز ہے یا نہیں'' کے جواب میں فرمایا ''جائز ہے''۔

(۶)......"اجماع کوئی چیز نہیں ہے" یعنی انکا عقیدہ یہ ہے کہ اجماع اور قیاس شرعی حجت شرعیہ نہیں ہیں یعنی یہ حضرات اجماع امت میں اجماع صحابہؓ کو بھی نہیں مانتے جیسے کہ بیس رکعت تراویح، طلاق ثلاثہ وغیرہ ان کی کتاب (عرف الجاوی، ص ۳) میں ذکر ہے "دین اسلام کے ادلہ صرف دو ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع کوئی چیز نہیں ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اجماع کی اس ہیبت کو دلوں سے نکال دیں جو دلوں میں بیٹھی ہے۔ حق بات یہ ہے کہ اجماع ممنوع ہے۔"

(۷)......"خلفاء راشدین کو گالیاں دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔" (نزول الابرار من فقہ النبی مختار، ۲/۳۱۸)

(۸)......"صحیح ہے کہ شراب ناپاک نہیں۔" (نزول الابرار من فقہ النبی مختار، ۱/۱۹)

(۹)......"قرآن پاک پر غلاف ہو تو سر کے نیچے یا پیٹھ کے پیچھے رکھ لینا مکروہ نہیں ہے۔" (ایضاً، ۱/۲۰)

(۱۰)......"اگر نمازی کی زبان سے "ہاں" یا "البتہ" یا "نہیں" نکل گیا تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔" (ایضاً، ۱/۱۰۹)

(۱۱)......ائمہ اربعہ جو باجماع امت العلماء ورثۃ الانبیاء کے مصداق ہیں کو یہودیوں کے احبار، رہبان اور مشرکین کے آباؤ اجداد قرار دے کر اور مقلدین کو مشرک اور یہودی قرار دیتے ہیں۔ (تجلیات صفدر، جلد ۵)

(۱۲)......فقہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر فرمایا یہ حضرات اس کو خبیث قرار دیتے ہیں۔ (تجلیات صفدر، جلد ۵)

(۱۳)......روافض کی طرح صحیح حدیث اصحابی کالنجوم کو موضوع قرار دیتے ہیں جبکہ اس حدیث کو حضرت قاری ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اپنی کتاب "سیف المسلول" کے اندر اس حدیث مبارکہ کو احسن قرار دیتے ہیں۔ (تجلیات صفدر، جلد ۵)

حضرات سلفیہ (غیر مقلدین) کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا موقف

ان حضرات میں جو لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید کو شرک سمجھتے ہیں اور مقلدین کو مشرک اور ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرتے ہیں یہ حضرات فاسق شمار ہوں گے۔

جو ایسے نہیں ہیں صرف تارک تقلید ہیں صرف ظاہری حدیث کی اتباع کو افضل سمجھتے ہیں اس میں اتباع ہوا سے کام نہیں لیتے وہ فاسق شمار نہیں ہیں۔

نماز پہلے لوگوں کے پیچھے مکروہ ہے بوجہ فاسق ہونے کے اور دوسروں کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں۔

البتہ ان سے لین دین کرنا درست ہے۔

فصل فی التعویذات

(تعویذات کے بیان میں)

(۴۰۳) درود کے ذریعے دم کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ درود شریف کے ذریعے سے کسی چیز پر دم کرسکتے ہیں یا نہیں جیسا کہ سورۃ فاتحہ کیساتھ دم کیا جاتا ہے؟ نیز یہ شرک میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......درود کے ساتھ دم کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ دوسری ادعیہ ماثورہ کے ذریعے سے دم کیا جائے۔ اور اگر درود سے ہی دم کیا جائے تو بھی جائز ہے لیکن اگر عقیدہ یہ ہو کہ درود کے ذریعے دم سے آپ علیہ السلام حاضر ہوں گے یا شفاء آپ سے ملے گی تو یہ عقیدہ غلط اور شرک ہے۔

لمافی المشکوۃ (۲/۳۸۸): وعن جابر قال نهی رسول الله ﷺ عن الرقاء فجاء آل عمرو ابن حزم فقالوا یارسول الله انه کانت عندنا رقیة ترقی بها من العقرب وانت نهیت عن الرقی فعرضوها علیه فقال ماأری بها باسا من استطاع منکم ان ینفع اخاه فلینفعه.

وعن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا نرقی فی الجاهلیة فقلنا یارسول الله ﷺ کیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علی رقاکم لاباس بالرقی مالم یکن فیه شرک.

(۴۰۴) دعا یا تعویذ سے جرائم ثابت کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی دعا یا تعویذ کے ذریعے چوروں، ڈاکوؤں یا دوسرے جرائم کو ثابت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی ان طریقوں سے ثابت کرے تو اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں دعا یا تعویذ یا کسی اور طریقے سے چوروں، ڈاکوؤں یا دوسرے جرائم کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اس کے ثبوت پر یقین کرنا بھی جائز نہیں بلکہ ان کی تصدیق کفر تک پہنچانے والی ہے کیونکہ کسی بھی شخص کو یقینی خبر نہیں ہوتی۔

لمافی المرقات (۹/۱۷): عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من اتیٰ کاهنا فصدقه بمایقول ...... فقد برئ مما انزل علی محمد.

(فقد برئ ممانزل علی محمد) ای کفر وهومحمول علی الاستحلال اوعلی التهدید والوعید.

وفی شرح الفقه الاکبر(صـ۱۴۹): ان تصدیق الکاهن بمایخبر عن الغیب کفر.

وفی ردالمحتار (۲۴۲/۴): ان الکاهن من یدعی معرفة الغیب باسباب وهی مختلفة فلذا انقسم الی انواع متعددة کالعراف والرمال والمنجم .... والذی یدعی انه له صاحبا من الجن یخبره عما سیکون والکل مذموم شرعا محکوم علیهم وعلی مصدقهم بالکفر ....وفی التاتارخانیة یکفر بقوله انا اعلم المسروقات.

(۴۰۵) تعویذ لٹکانے کی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات گلے میں تعویذات وغیرہ لٹکاتے ہیں اوراس پر شفاء کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر یہ لوگ ان تعویذات کو مؤثر بالذات سمجھیں اورانہی پر شفاء کے حصول کا عقیدہ ہو تو ایسے اشخاص مشرک ہیں انہیں فوراً اس فعل بد سے اجتناب کرنا چاہئے اورتوبہ کرنا چاہئے۔ہاں اگر محض اسباب کے درجے میں یہ کام کیا جائے اورشفاء کے حصول کا عقیدہ صرف اللہ تعالیٰ سے رکھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

لمافی سنن ابی داؤد (۱۸۶/۲): عن عبدالله قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان الرقی والتمائم والتولة شرک الی آخرالحدیث.

وعلی هامشه: التمائم جمع تمیمة ارید به الخرزات التی تعلقها النساء فی اعناق الاولاد علی ظن انها تؤثر وتدفع العین.(قوله شرک) ای من افعال المشرکین اذا اعتقد ان له تاثیرا حقیقة.

وفی المرقات (۳۵۸/۸): عن زینب امرأة عبدالله بن مسعود ان عبدالله رأی فی عنقی خیطا فقال ماهذا فقلت خیط رقی لی فیه قالت فاخذه فقطعه ثم قال انتم آل عبدالله لاغنیاء عن الشرک سمعت رسول الله ﷺ یقول ان الرقی والتمائم والتولة شرک.

وفی المرقات تحته : هی خزرات کانت للعرب تعلق علی الصبی لدفع العین بزعمهم وهوباطل .... واطلق الشرک علیهما اما لان المتعارف منها فی عهده ماکان معهودا فی الجاهلیة وکان مشتملا علی مایتضمن الشرک.

وفی ردالمحتار (۳۶۳/۶): التمائم جمع تمیمة وهی خزرات کانت العرب تعلقها علی اولادهم یتقون بها العین فی زعمهم فابطلها الاسلام والحدیث الاخر من علق تمیمة فلا أتم الله له لانهم یعتقدون انهم تمام الدواء والشفاء بل جعلوها شرکاء لانهم ارادوا بها دفع المقادیر المکتوبة علیهم

وطلبوا دفع الاذی من غیر اللہ تعالی الذی ھو دافعہ اھ.

(۴۰۶) مجرم کی تعیین کسی عامل کے خاص عمل سے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ چور، جادوگر یا مجرم کو معلوم یا متعین کرنے کے لئے عاملین سے رجوع کرتے ہیں۔ عامل کے مخصوص علم کے بعد اس عمل کے اثرات جس پر ظاہر ہو جائیں اسے ہی مجرم، چور یا جادوگر گردانتے ہیں۔ کیا اس طرح کا عمل کرنا صحیح ہے اور اس ذریعے سے تعیین کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... چور، جادوگر یا مجرم کی تعیین کے لئے عاملین کے خاص اعمال اور پھر ان کے اثرات کے باوجود شرعاً مجرم کی تعیین کے لئے غیر معتبر ہیں۔ لہٰذا جس پر عمل کا اثر ظاہر ہوا سے مجرم نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس طرح کے غیبی امور معلوم کرنے کے لئے کسی کے پاس جانا گناہ کبیرہ ہے اور اگر اس کی تصدیق بھی کر دی تو کفر ہے لہٰذا اس طرح کے غیر شرعی امور سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوۃ (ص۳۹۳): عن حفصۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ من اتی عرافا فسألہ عن شیٔ لم یقبل لہ صلاۃ اربعین لیلۃ ....وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من اتی کاھنا فصدقہ بمایقول ....فقد بریٔ بماانزل علی محمد.

وفی التاتارخانیۃ (۵/ ۴۷۷): سئل الفضلی عن معنی قولہ علیہ السلام من اتی کاھنا وصدقہ فیما یقول فقد کفر بماانزل علی محمد ﷺ فقال الکاھن الساحر فقیل لہ: ھذا الرجل اوالمرأۃ التی تقول اناأعلم المسروقات ھل یدخل تحت ھذا الخبر قال: نعم قیل لہ فان قال ھذا الرجل انااخبر عن اخبارالجن ایای قال ان قال ھکذا فھو ساحر کاھن ومن صدقہ فقد کفر.

فصل فی اغلاط العوام

(عوام الناس کے توہمات اور اغلاط کے بیان میں)

(۴۰۷) قرآن سے فال نکالنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری والدہ صاحبہ جو کام کرتی ہیں کہتی ہیں کہ پہلے قرآن پاک سے فال نکالو پھر کام کرو۔ کیا شریعت کی رو سے قرآن مجید سے فال نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... قرآن مجید سے فال نکالنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اس لئے فال نکالنا صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید کا مقصد حلال وحرام میں تمیز اور ضابطہ حیات کی طرف راہنمائی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن سے فال نکالا اور بعد میں وہ بات غلط ثابت ہوئی تو اس غلط بات کی نسبت قرآن مجید کی طرف کی جائے گی جو موجب کفر ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ (الاسراء: ۹): ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم ویبشر المؤمنین الذین یعملون الصالحات ان لهم اجرا کبیرا ۝

(الاعراف: ۱۵۷) ویحل لهم الطیبٰت ویحرم علیهم الخبائث الآیة

وفی المشکوة (صـ۳۹۲): عن ابن عباس قال کان رسول اللهﷺ یتفاول ولایتطیر وکان یحب الاسم الحسن.

(۴۰۸) فال کی شرعی حیثیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوتے ہیں جن کے پاس ایک طوطا اور چند لفافے ہوتے ہیں۔ کیا ان سے فال نکلوانا صحیح ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فال نکالنا صحیح ہے کیونکہ روایات سے یہ ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مروجہ فال کا طریقہ ناجائز ہے جو کسی بھی صورت میں جائز نہیں اور روایات میں جس فال کا ذکر ہے اس سے مراد کوئی اچھا کلمہ یا اچھی تعبیر ہے یعنی آپ نے کوئی کام شروع کیا یا شروع کرنے کا ارادہ کیا اس کے بعد آپ نے کوئی اچھا کلمہ سن لیا اور نیک فالی کے طور پر آپ نے اس سے اچھی تعبیر لے لی تو یہ صحیح ہے۔

لمافی المشکوة (صـ۳۹۳): عن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ من اتی کاهنا فصدقه بمایقول ....فقد بریٔ ممانزل علی محمد.

وفیھا ایضا (صـ ۲۹۲): عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یتفاؤل ولا یتطیر وکان یحب الاسم الحسن ....عن انس ان النبی ﷺ کان یعجبه اذا خرج لحاجة ان یسمع یاراشد یانجیح.

(۴۰۹) مسجد کے محراب کی مٹی زخم کے لئے استعمال کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب چہرے یا سر پر ایک خاص قسم کا زخم ہوتا ہے تو مسجد کے محراب کی مٹی استعمال کرتے ہیں کیا اس طرح علاج کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں تو بھی اس کو پاک ومقدس مٹی سمجھ کر استعمال کیا جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... علاج کے لئے مٹی استعمال کرنا جائز ہے البتہ یہ عقیدہ رکھنا کہ شفا مٹی میں ہے یا کسی خاص مٹی میں ہے یہ درست نہیں۔

لما فی الصحیح للبخاری (۲/۸۵۵): حدثنا علی بن عبداللہ ....عن عائشة ان النبی ﷺ کان یقول للمریض بسم اللہ تربة ارضنا وریقة بعضنا یشفی سقیمنا.

(۴۱۰) آٹے کی گولیوں پر سورۃ مزمل پڑھ کر سمندر میں پھینکنے کی رسم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا کہنا ہے کہ آٹے کی گولیوں پر سورہ مزمل پڑھنا اور انہیں جاری پانی جیسے سمندر وغیرہ میں پھینکنا جائز ہے، جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اب ان دونوں میں جو بات صحیح ہو اس کی وضاحت فرمادیں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ عمل صفر کے مہینے میں کیا جاتا ہے، اور اس مہینے کے متعلق لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس مہینے میں مصائب و بلائیں اور بیماریاں کثرت سے نازل ہوتی ہیں، اور ان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ سورہ مزمل آٹے کی گولیوں پر پڑھ کر سمندر وغیرہ میں ڈالی جائیں تاکہ مچھلیاں ان کو کھائیں اور ہم ان مصائب سے محفوظ رہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی یہ مہینہ منحوس ہے کہ اس میں مصائب کثرت سے نازل ہوتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماہ صفر کے متعلق نحوست اور مصائب کے نزول کا عقیدہ لوگوں کا من گھڑت اور جاہلانہ عقیدہ ہے، جس کی شریعت اور دین اسلام میں کوئی اصل نہیں ہے، احادیث مبارکہ میں اس قسم کے عقائد سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا ماہ صفر بلکہ کسی چیز کے بارے میں بھی نحوست کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ غم وخوشی، صحت و بیماری وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء اور بندوں کی آزمائش کے طور پر آتے ہیں اس میں نہ تو کسی چیز کی نحوست کا دخل ہے اور نہ کسی اور چیز کا، بلکہ فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔ اس بات کو سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھئے کہ اگر مذکورہ عمل بھی ماہ صفر کی نحوست کی بناء پر کیا جاتا ہو تو جائز نہیں کیونکہ ماہ صفر کے بارے میں نحوست کا عقیدہ رکھنا ہی جائز نہیں تو یہ بناء فاسد علی الفاسد کی قبیل سے ہوجائے گا۔ اور اگر صرف

مقصود مچھلیوں ہی کو کھلانا ہے تو سورہ مزمل کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ آپ ویسے ہی سمندر میں ڈال دیں البتہ ماہ صفر میں ڈالنے میں پھر بھی پرہیز بہتر ہے تاکہ ان لوگوں سے مشابہت بھی نہ ہو جو مذکورہ عقیدے کی وجہ سے یہ عمل کرتے ہیں۔

لما فی القران الکریم: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً. الایة (البقرة:۲۰۸)

وفی الصحیح للبخاری(۲/۸۵۹): عن ابی هریرة قال قال النبی ﷺ قال لاعدویٰ ولا صفر ولاهامة.

وفی الصحیح لمسلم (۲/۲۳۰): عن ابی هریرة حین قال رسول الله ﷺ لا عدویٰ ولاصفر ولاهامة فقال اعرابی یا رسول الله فما بال الابل تکون فی الرمل کانها الظباء فیجئ البعیر الاجرب فیدخل فیها فیجربها کلها قال فمن اعدی الاول.

وفی مرقات المفاتیح (۹/ص۴):(ولا صفر) قال شارح کانت العرب یزعمون انه حیة فی البطن واللدغ الذی یجده الانسان عند جوعة من عضه قال ابوداؤد فی سننه قال بقیة سألت محمد بن راشد عنه قال کانوا یتشائمون بدخول ص ر فقال النبی ﷺ لاصفر ......قال القاضی و یحتمل ان یکون نفیا لما یتوهم ان شهر صفر تکثر فیه الدواهی والفتن.

(۴۱۱) دو عیدوں کے درمیان شادی کو منحوس سمجھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بعض لوگوں میں یہ بات رائج ہے کہ دوعیدوں کے درمیان شادی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس میں برکت نہیں ہوتی اور یہ منحوس ہوتی ہے لہٰذا جلد طلاق کی نوبت آجاتی ہے۔ آیا یہ بات درست ہے شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......ان لوگوں کا مذکورہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ اس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ اس کے خلاف خود رسول اللہ ﷺ کا عمل موجود ہے کہ آپ نے خود شوال کے مہینے میں شادی کی۔

لمافی الصحیح لمسلم (۱/۴۵۶): عن عائشة رضی الله عنها قالت تزوجنی رسول الله ﷺ فی شوال وبنی بی فی شوال فای نساء رسول الله ﷺ کان احظی عنده منی قال وکانت عائشة تستحب ان تدخل نساء ها فی شوال.

قال النووی تحت هذه الروایة : فیه استحباب التزوج والتزویج والدخول فی شوال وقدنص اصحابنا علی استحبابه بهذالحدیث وقصدت عائشة بهذا الکلام رد ماکانت الجاهلیة علیه وما یتخیله بعض العوام الیوم من کراهة التزوج والتزویج والدخول فی شوال وهذا باطل لااصل له وهو من آثار الجاهلیة کانوایتطیرون بذلک لمافی اسم شوال من الاشالة والرفع.

(۴۱۲) رات کو آئینہ دیکھنا یا جھاڑو دینا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پندنامہ میں جو رات کو آئینہ دیکھنے یا جھاڑو دینے سے ممانعت آئی ہے اس کی اصل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... شرع میں ان دونوں چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے محض عوام میں مشہور ہیں اور جن بزرگوں کے کلام میں ہے محض طب وحکمت کے طور پر ہے ورنہ یوں کہا جائے گا کہ بعض بزرگوں پر حسن ظن کا غلبہ تھا لہٰذا ارادی طور پر کوئی جرح کئے بغیر نقل کردیا پس ایسے حضرات معذور ہیں اور ان کا قول قابل عمل نہیں۔

هکذا صرح فی امدادالفتاوی (۳۷۰/۴)

(۴۱۳) کتے کی پیدائش کے متعلق غلط فہمی

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جو مٹی باقی بچی تھی اس سے اللہ تعالیٰ نے کتے کو پیدا کیا اسی وجہ سے یہ انسان کے ساتھ سب سے زیادہ وفاداری کا ثبوت دیتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... یہ بات کہیں سے ثابت نہیں کہ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے کتے کو پیدا کیا گیا البتہ یہ ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کے جسم اطہر سے بچی ہوئی مٹی سے کھجور کے درخت کو پیدا کیا گیا۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲۶۰/۹): قال کلوا من عمتکم یعنی النخلة خلقت من فضلة طینة آدم علیه السلام.

وفی معالم التنزیل للبغوی (۳۳/۳): الحکمة فی تشبیهها بالنخلة من بین سائر الاشجار ...... لانها خلقت من فضل طینة آدم علیه السلام ولذلک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکرموا عمتکم قیل من عمتنا قال النخلة.

وفی عمدة القاری (۱۵/۲): قال الکرمانی ان النخلة خلقت من بقیة طینة آدم علیه السلام فهی کالعمة للاناس.

(۴۱۴) کیا ہدہد سید ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہدہد جو ایک پرندہ ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ سید ہے

اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں کیا یہ بات صحیح ہے کہ ہدہد سید ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ہدہد حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ اسے سید کہنا من گھڑت بات ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

لما فی خلاصة الفتاوی (۴/۳۰۴): وفی فتاوی الولوالجی اکل الهدهد لابأس به لانه لیس بذی مخلب من الطیور.

وفی الهندیة (۵/۴۹۰): اکل الخطاف والصلصل والهدهد لابأس به لانها لیست من الطیور التی هی ذوات مخلب کذا فی الظهیریة.

(۴۱۵) بچہ اگر مختون پیدا ہو تو یہ بزرگی کی علامت ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو کہ مختون تھا۔ ہمارے علاقے میں اس مسئلے پر بہت اختلاف پیدا ہوا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بزرگی کی علامت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بچہ ناقص پیدا ہوا ہے۔ اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ مختون پیدا ہونا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بچے کا مختون پیدا ہونا قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔ بہت سے انبیاء مختون پیدا ہوئے اور نیک فالی کے طور پر بزرگی مراد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لما فی الدر المختار (۲/۷۵۱): وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیهم الصلوة والسلام فقال......

وفی الرسل مختون لعمرک خلقة ثمان وتسع طیبون اکارم

وهم زکریا شیث ادریس یوسف ....

(۴۱۶) جاہل اور جعلی پیر کے ہاتھ پاؤں چومنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل دیہاتوں میں عام رواج ہے کہ مرد اور عورتیں جاہل اور جعلی پیروں کے ہاتھ اور پاؤں چومتے ہیں۔ ان کے اس فعل کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ نیز کسی باشرع عالم یا بزرگ کے ہاتھ اور پاؤں چومنا عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... کسی عالم یا بزرگ کے ہاتھ چومنا برکت کے لئے یا علم کی وجہ سے جائز ہے اس کے علاوہ دیگر اشخاص کے ہاتھ اس طرح چومنا ناجائز اور حرام ہے۔ خاص طور پر عورت کا اجنبی مردوں کے ہاتھ چومنا قطعاً ناجائز ہے۔ چاہے وہ شخص عالم ہو یا کوئی اور ہو کسی صورت میں جائز نہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (٢/١٠٧١): عن عائشة رضی الله عنها .... مامست ید رسول الله ﷺ ید امرأة الاامرأة یملکها.

وفی الهندیة (٥/٣٦٩): تقبیل ید العالم والسلطان العادل جائز ولارخصة فی تقبیل ید غیرهما هو المختار کذا فی الغیاثیة.

وفیها ایضا (٥/٣٢٩): ولایحل له ان یمس وجهها ولاکفها وان کان یأمن الشهوة.

وفی الدرالمختار (٦/٣٨٣): ولابأس بتقبیل یدالعالم والمتورع علی سبیل التبرک والسلطان العادل ....ولارخصة فیه ای فی تقبیل الید لغیرهما.

(٤١٧) بغیر عقیقہ کے مرے ہوئے بچے کی شفاعت

سوال...... کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پنجاب کے بعض دیہاتوں میں مشہور ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد جس بچہ کا عقیقہ نہ کرایا جائے اور وہ بچہ قبل البلوغ مرجائے تو وہ بچہ والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔ کیا ان لوگوں کا یہ کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... احادیث سے یہ بات صراحتاً تو نہیں ملتی البتہ ابوداؤد باب العقیقہ کی ایک روایت کل غلام رهینة بعقیقة میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ جس بچے کا عقیقہ نہ کرایا جائے اور وہ بچپن ہی میں مرجائے تو وہ والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔

لمافی نیل الاوطار (٣/٢٠٩): (کل غلام رهینة بعقیقة) قال الخطابی: اختلف الناس فی معنی هذا، فذهب احمد لابن حنبل إلی ان معناه انه اذا مات وهو طفل ولم یعق عنه لم یشفع لأبویه. وقیل: انه مرهون بالعقیقة بمعنی انه لا یسمی ولا یحلق شعره الا بعد ذبحها وبه صرح صاحب المشارق والنهایة. انتهی

وفی مرقاة المفاتیح (٨/٧٨): وفی شرح السنة قد تکلم الناس فیه، واجودها ما قاله احمد بن حنبل معناه. انه اذا مات طفلا ولم یعق عنه لم یشفع فی والدیه وروی عن قتادة انه یحرم شفاعتهم.

(٤١٨) جھوٹے میں مزید پانی ملانے سے بیماری پیدا ہوتی ہے؟

سوال...... کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تبلیغی امیر صاحب بیان فرمارہے تھے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''مومن کے جھوٹے میں شفا ہے''۔ امیر صاحب نے مزید کہا کہ یہ تو صحیح ہے کہ شفا ہے لیکن اگر اس میں مزید پانی ملایا جائے تو وہ شفا ختم ہو جاتی ہے اور وہ بیماری بن جاتی ہے۔ کیا واقعی شرعاً ایسا ہی ہے کہ مزید پانی ملانے سے وہ شفا بیماری بن جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے جھوٹے میں شفاء ہے۔البتہ اس سے آگے والی بات کہ مزید پانی ملانے سے بیماری بن جاتی ہے اس کا کہیں ثبوت موجود نہیں۔لہٰذا اس بات کا اعتبار نہ کیا جائے اور مزید یہ کہ بغیر معلومات کے کوئی بات دین یا حضور ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا انتہائی جرأت کی بات ہے جس سے ازحد اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافی المقاصد الحسنة (صـ ۲۴۱): ریق المؤمن شفاء، معناه صحیح ففی الصحیحین ....واما ماعلی الالسنة من ان سور المؤمن شفاء ففی الافراد للدارقطنی من حدیث نوح بن ابی مریم عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس رفعه من التواضع ان یشرب الرجل من سؤر اخیه.

(۴۱۹) قرآن شریف کے نیچے سے گزرنا شفاء کے حصول کیلئے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اپنے دروازوں پر قرآن شریف کو لٹکا لیتے ہیں اور اس کے نیچے سے گزرتے ہیں تاکہ ان کو امراض سے صحت نصیب ہوجائے، کیا اس طرح سے کرنا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......تتبع وتلاش کے باوجود کسی کتاب میں ایسی کوئی صراحت نہیں ملی کہ یہ بات یعنی قرآن کو دروازے پر لٹکانا اور لوگوں کا اس کے نیچے سے صحت امراض کیلئے گزرنا ثابت ہو اور نہ ہی شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے۔

لمافی المشکوة (صـ ۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

..........وعن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة.

وفی مرقات المفاتیح تحته (۱/۲۱۵): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای اتی بشئی من الطاعات او بشئی من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا او سابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای کان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول.

(۴۲۰) زلزلے کا سبب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ زلزلہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ زمین کو بیل نے اپنے سینگ پر اٹھا رکھا ہے، جب ایک سینگ تھک جاتا ہے تو وہ زمین کو دوسرے سینگ پر کرلیتا ہے جس سے زلزلہ پیدا ہوتا ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......شریعت مطہرہ میں بیل کا زمین کو سینگوں پر اٹھانے کا ذکر کہیں نہیں ملتا بلکہ زلزلہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کا ظہور کبھی کبھار ہوتا ہے اور بعض دفعہ جب کسی قوم میں گناہوں کی کثرت ہوجائے تو اس کی وجہ سے بھی زلزلے آتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کا امر یا گناہوں کی کثرت یہ باطنی اسباب میں سے ہیں اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے اس کی کئی دوسری وجوہات بھی ہوسکتی ہیں۔دونوں میں کوئی تعارض یا منافات نہیں ہے۔

لمافی روح المعانی (۱۱۱/۱۷): تحت آیة ان زلزلة الساعة شئ عظیم ....قال العلامة الآلوسی فی بحث سبب الزلزلة ....تحدث هذه الحركة بتحريك ملك بناء على ماروی ان فی الارض عرقا تنتهی الی جبل قاف وهی بید ملک هناک فاذا اراداللہ عزوجل امر امره ان يحرک عرقا فاذا حركه زلزلت الارض ....ولا يخفى انه اذا صح حديث فی بيان سبب الزلزلة لاینبغی العدول عنه والافلابأس بالقول برأى الفلاسفة وهو لاينافی القول بالفاعل المختار كماظن بعضهم.

وفی المشكوة (صـ۴۷۰): عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اتخذ الفئ دولا والامانة مغنما والزكوة مغرما وتعلم لغير الدين واطاع الرجل امرأته ....فارتقبوا عند ذلک ريحا حمراء وزلزلة وخسفا.

(۴۲۱) دلہن کی رخصتی کے وقت اذان دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب لڑکی کی شادی ہوتی تو اسے ڈولی میں بٹھاتے وقت اذان دی جاتی ہے۔کیا ایسا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......دلہن کو ڈولی میں اس لئے نہیں بٹھایا جاتا کہ اس طرح بٹھانا ثابت ہے بلکہ صرف آسانی مقصود ہوتی ہے۔اس لئے جب ڈولی میں بٹھانا ثابت نہیں تو اذان دینا بطریق اولی ثابت نہیں ہوگا۔لہٰذا رخصتی کے وقت اذان دینا بدعت کے زمرے میں داخل اور قابل اجتناب ہے۔

لمافی المشكوة المصابيح (صـ۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

(۴۲۲) صدقہ کے وقت بکرے کو مریض کے گرد گھمانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ صدقہ کے لئے مرغی اور بکرا

وغیرہ کسی غریب کو دینے سے پہلے مریض یا گھر یا گاڑی وغیرہ جس کا صدقہ کرنا ہوتا ہے اس کے گرد گھماتے ہیں۔کیا ایسا کرنا شریعت میں ثابت ہے اور صدقہ کرنے کے لئے اس طرح گھمانا ضروری یا کم سے کم مستحسن ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......روایات کثیرہ میں صدقات وغیرہ کی بڑی فضیلت آئی ہے لیکن کہیں کوئی خاص مقدار یا پھر صدقہ کرنے سے پہلے کسی خاص طریقے کا بیان نہیں ہے لہٰذا جس قدر استطاعت ہو صدقہ کرنا چاہئے۔باقی رہا یہ معاملہ کہ اسے پہلے مریض وغیرہ کے گرد چکر لگوانا اس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔لہٰذا اس کا اہتمام والتزام جائز نہیں۔

لمافی المشکوۃ (ص۱۶۸): **عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء.**

وفيها ايضاً (ص۱۶۷): **عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ يانساء المسلمات لاتحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة.**

﴿کتاب التاریخ و السیر﴾

(تاریخ اور سیر کے بیان میں)

(۴۲۳) قوم عاد کی قد وقامت اور شداد کی جنت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر قوم عاد کی قد وقامت کے بارے میں عجیب وغریب باتیں سننے میں آتی ہیں۔ کیا ان کی کوئی اصل موجود ہے؟ نیز اسی طرح شداد کا قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کیا اس کا کہیں سے ثبوت ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... قوم عاد کی قد وقامت کے بارے میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں جن میں زیادہ مشہور قول بارہ (۱۲) گز کا ہے۔ اور شداد کے قصے کی بھی اصل موجود ہے چنانچہ تفاسیر میں شداد کے متعلق واقعہ موجود ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۴۵/۲۰): قال ابن عباس فی روایة عطاء کان الرجل منهم طوله خمسمائة ذراع والقصیر منهم ثلثمائة ذراع بذراع نفسه وروی عن ابن عباس ایضا ان طول الرجل منهم کان سبعین ذراعا [ابن العربی] وهو باطل لان فی الصحیح ان الله خلق آدم طوله ستون ذراعا فی الهواء فلم یزل الخلق ینقص الی الآن وزعم قتادة ان طول الرجل منهم اثناعشر ذراعا.

وفیها ایضا (۴۷/۲۰): وروی انه کان لعاد ابنان شداد وشدید فملکا وقهرا ثم مات شدید وخلص الامر لشداد ......وذکر القصة.......

وفی تفسیر المظهری (۲۵۵/۱۰): قال مقاتل کان طولهم اثنی عشر ذراعا یعنی من ذراع النبی ﷺ.

وفی زادالمسیر (۲۵۹/۸): ان عادا المنسوب الیهم عاد الاولی کان له ولدان شدید وشداد فلما مات عاد ثم مات شدید وبقی شداد ملک الارض ودانت له المملوک ......وذکر القصة ......

(۴۲۴) غزوہ موتہ کب اور کس وجہ سے ہوا؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غزوہ موتہ کس تاریخ اور کس کی امارت میں ہوا۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی اور مسلمانوں کو آخر میں فتح ہوئی یا شکست؟ تفصیل سے بیان فرمائیں اور پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس

دو کتابچے ہیں ان کا آپس میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔لہٰذا آپ جو صحیح بات ہے تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......شرحبیل بن عمرو غسانی جو قیصر کے امراء میں سے تھا اس نے نبی کریم ﷺ کے قاصد کو قتل کروادیا جس کی وجہ سے سنہ ۸ ھجری ماہ جمادی الاولی میں آپ علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں تین ہزار کا لشکر روانہ فرمایا اس میں خود حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کے علاوہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے تھے لیکن آخرکار فتح مسلمانوں کو ہوئی۔

لمافی کتاب المغازی للواقدی (۲/۷۵۵): حدثنا الواقدی ....قال بعث رسول اللہ ﷺ الحارث بن عمیر الازدی ثم احد بنی لهب الی ملک بصری بکتاب فلما نزل موتة عرض له شرحبیل بن عمرو الغسانی فقال این ترید ؟ قال الشام.قال :لعلک من رسل محمد قال نعم،انارسول رسول اللہ فأمر به فاوثق رباطا،ثم قدمه فضرب عنقه صبرا..........فبلغ رسول اللہ ﷺ الخبر فاشتد علیه وندب الناس واخبرهم بمقتل الحارث ومن قتله فاسرع الناس وخرجوا فعسکروا بالجرف ....فقال رسول اللہ ﷺ زید بن حارثة امیرالناس.

وفی البدایة والنهایة (۴/۲۴۱): وهی سریة زید بن حارثة فی نحو من ثلاثة الاف الی ارض البلقاء من ارض الشام ....عن عروة بن زبیر قال بعث رسول اللہ ﷺ بعثه الی موتة فی جمادی الاولی من سنة ثمان واستعمل علیهم زید بن حارثة.

(وهکذانقل فی تاریخ الطبری ج۲/ص ۳۱۹)

(۴۲۵) فتح کے موقع پر قتل کئے گئے بعض اشخاص کے نام اوران کے جرائم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر باقی سب کو معاف کردیا گیا لیکن چند اشخاص ایسے بھی تھے جنہیں معاف نہیں کیا گیا وہ کون کون تھے اورانہوں نے کیا جرم کیا تھا ؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں،اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں جو اشخاص فتح مکہ کے دن بھی مجرم ٹھہرے ان میں ایک عبداللہ بن خطل تھا،یہ پہلے مسلمان ہوگیا تھا،رسول اللہ ﷺ نے اسے عامل بنا کر صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا اس کے ہمراہ ایک غلام بھی بھیجا تھا،راستہ میں ابن خطل نے کسی موقع پر غلام سے کھانا تیار کرنے کو کہا لیکن غلام سو گیا ابن خطل نے غصہ میں آکر اس غلام کو قتل کردیا اور خود صدقہ کے اونٹ لے کر مکہ گیا اور مرتد ہوگیا،بعد میں یہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا،اس کی دو باندیاں تھیں ناچ گانے کی مجلس سجا کر ان سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف اشعار پڑھوایا کرتا تھا تو اس نے تین جرم کیے تھے اول ناحق خون بہایا تھا دوم مرتد ہوگیا تھا سوم رسول اللہ

ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب تھا، فتح مکہ کے دن یہ کعبہ کے پردوں میں لپٹ گیا تھا آپ ﷺ کو اطلاع کی گئی آپ ﷺ نے فرمایا اس کو وہیں قتل کردو، چنانچہ حضرت ابو برزۃ اسلمیؓ اور حضرت سعید بن حریثؓ نے جا کر اس کو قتل کردیا۔

۲۔ مقیس بن ضبابۃ بھی پہلے مسلمان ہوگیا، پھر مرتد ہوکر مکہ مکرمہ آگیا تھا۔ نمیلہ بن عبداللہ نے اس کا کام تمام کیا۔

۳۔ حویرث بن نقید یہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ اشعار کہا کرتا تھا۔

۴۔ حارث بن طلاطل یہ بھی آپ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا۔

۵۔ قریبہ یہ ابن خطل کی باندی تھی، رسول اللہ ﷺ کے خلاف اشعار پڑھا کرتی تھی۔

۶۔ مباح الدم قرار دیے جانے والوں میں سے ھبیرہ بن وہب بھی تھا، یہ فتح مکہ کے وقت نجران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا۔

۷۔ سارہ نامی ایک خاتون بھی تھی، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ عورت بھی قتل کی گئی جبکہ دوسرے بعض حضرات کا رجحان یہ ہے کہ یہ عورت مسلمان ہوگئی تھی، اور حضرت عمرؓ کے زمانے تک زندہ رہی۔ یہی وہ عورت تھی جو حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لیکر مکہ جارہی تھی۔

لما في الصحيح للبخاري (۲/۲۱۴): حدثنا يحيٰ بن قزعة ......عن انس بن مالك ان النبي ﷺ دخل مكة يوم الفتح وعلى رأسه مغفر فلما نزعه جاء رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الكعبة فقال اقتله قال مالك ولم يكن النبي ﷺ فيما نرى والله اعلم يومئذ محروماً.

وعلى هامشه :قوله ابن خطل ......اسمه عبدالله وكان اسلم ثم ارتد وقتل قتيلا بغير حق وكانت له قينتان تغنيان بهجاء رسول الله ﷺ فضربت عنقه صبرا بين زمزم ومقام ......ومنهم مقيس بن ضبابة كان اسلم ثم ارتد قتله رجل من الانصار ومنهم الحويرث ابن نقيد كان يؤذى النبي ﷺ وينشد الهجاء قتله علي بن ابي طالب رضي الله عنه.

وفي المصنف لابن ابي شيبة (۷/ ۴۰۵):حدثنا احمد بن مفضل قال حدثنا اسباط بن نصر قال زعم السدى عن مصعب بن سعد عن ابيه قال لما كان يوم الفتح مكة امن رسول الله ﷺ الناس الا اربعة نفروامرأتين وقال اقتلوهم وان وجدتموهم متعلقين باستار الكعبة عكرمة بن ابي جهل وعبد الله ابن خطل ومقيس بن ضبابة وعبدالله بن سعد بن ابي سرح فاما عبدالله ابن خطل فأدرك وهو متعلق باستار الكعبة فاستبق اليه سعيد بن حريث وعمار فسبق سعيد عمارا وكان اشب الرجلين فقتله واما مقيس بن ضبابة فادركه الناس في السوق فقتلوه.

وفي فتح الباري (۸/صـ۹):قال وقد كان رسول الله ﷺ امر امراءا ان لايقتلوا الا من قاتلهم غير انه اهدر دم نفر سماهم وقد جمعت اسماهم من متفرقات الاخبار وهم عبد العزى بن خطل وعبد الله

بن سعد بن ابی سرح ......والحویرث بن نقیذ ......ومقیس بن صبابة ......وقینتان کانتا لابن خطل کانتا تغنیان بهجو النبی ﷺ وسارة مولاة بنی المطلب وهی التی وجد معها کتاب حاطب ......واما الحویرث فکان شدید الاذی لرسول الله ﷺ بمکة فقتله علی یوم الفتح واما مقیس بن ضبابة فکان اسلم ثم عدا علی رجل من الانصار فقتله وکان الانصاری قتل أخاه هشام خطأ فجاء مقیس فاخذا لدیة ثم قتل الانصاری ثم ارتد فقتله نمیلة بن عبدالله یوم الفتح ...... واما القینتان فاسمهما فرتنی وقرینه فاستؤمن لاحدهما فاسلمت وقتلت الاخری واما سارة فاسلمت وعاشت الی خلافة عمر رضی الله عنه وقال الحمدی بل قتلت وذکر ابو معشر فیمن اهدر دمه الحرث بن طلاطل الخزاعی قتله علی وذکر غیر ابن اسحاق ان فرتنی هی التی اسلمت وان قرینة قتلت وذکر الحاکم ایضا ممن اهدر دمه کعب بن زهیر وقصته مشهورة وقد جاء بعد ذلک واسلم ومدح ......وارنب مولاة ابن خطل ایضا قتلت .... اختلف فی اسمها او باعتبار الکنیة واللقب......

وفی البدایة والنهایة (۲/۲۹۶): ......ویقال اسمه عبد العزی بن خطل ویحتمل انه کان کذلک ثم لما اسلم یسمی عبدالله ولما اسلم بعثه رسول الله ﷺ مصدقا وبعث معه رجلا من الانصار وکان معه مولی له فغضب علیه غضبه فقتله ثم ارتد مشرکا......وکان له قینتان فرتنی وصاحبتها فکانتا تغنیان بهجاء رسول الله ﷺ ......فقتل وهو متعلق باستار الکعبة اشترک فی قتله ابو برزة الاسلمی وسعید بن حریث المخزومی وقتلت احدی قینة واستؤمن للاخری قال والحویرث بن نقیذ بن وهب بن عبدقصی وکان ممن یؤذی رسول الله.

ﷺ بمکة ...... فلما اهدر دمه قتله علی بن ابی طالب رضی الله عنه...... مقیس بن ضبابة لانه قتل قاتل اخیه خطأبعد ما أخذ الدیة ثم ارتد مشرکا قتله رجل من قومه یقال له نمیلة بن عبدالله ...... وسارة مولاة لبنی عبدالمطلب ولعکرمة بن ابی جهل لانها کانت تؤذی رسول الله ﷺ بمکة وقد تقدم عن بعضهم انهاالتی تحملت الکتاب من حاطب بن ابی بلتعة وکانها عفی عنهااو هربت ثم اهدر دمها .

(۴۲۶) کیا معرکۂ کربلا جہاد تھا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا کی لڑائی جہاد تھا یا سیاسی جنگ؟ بعض حضرات سے میں نے سنا ہے کہ کربلا کے تمام واقعات بنائی ہوئی کہانیاں ہیں اصل میں کوئی واقعہ نہیں ہوا، آپ وضاحت

فرمادیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیا تاریخی کتب میں یہ واقعہ موجود ہے اور وہ روایات کس درجہ کی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں پہلی شق کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں لڑائی جہاد ہی تھا کہ اس لئے کہ جس وقت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی فوج سے خروج کیا اس وقت تک یزید کی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی کیونکہ اول: یزید کے ہاتھ پر اس وقت بیعت نہیں ہوئی تھی۔

دوم: یزید کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ولی عہد بنایا تھا اور بذریعہ استخلاف (ولی عہد) انعقاد خلافت کیلئے چند شرائط ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ اگر ولی عہد خلیفہ کا بیٹا یا والد ہے تو صرف استخلاف سے خلیفہ نہیں بنے گا بلکہ اہل حل وعقد اور اہل اختیار کی موافقت بھی ضروری ہے، اور دوسری شرط یہ ہے کہ ولی عہد میں خلافت کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں۔ اور کسی شخص میں شرائط خلافت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے میں دو افراد کی رائے مختلف ہوسکتی ہے، چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید میں خلافت کی شرائط پائی جارہی تھیں لہٰذا اس کا ولی عہد بننا درست تھا، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مطابق یزید میں خلافت کی تمام شرائط نہیں پائی جارہی تھیں لہٰذا اس کا ولی عہد بننا درست نہ تھا، چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے استخلاف کے باوجود یزید خلیفہ نہ تھا اور ابھی اہل حل وعقد نے یزید کی خلافت کو قبول بھی نہ کیا تھا اور یزید زبردستی خلافت قائم کرنا چاہتا تھا، لہٰذا آپ کے علم وفضل اور دینی رتبے کی بناء پر آپ کی ذمہ داری تھی کہ ایک ایسا شخص جو آپ کی رائے کے مطابق اس عہدے کا اہل نہ تھا اسے اس عہدے پر فائز ہونے سے باز رکھیں۔ چنانچہ آپ اس ذمہ داری کو نبھانے کیلئے نکلے اور شروع میں کچھ لوگوں نے آپ کو حمایت کا یقین بھی دلایا جو اس بات کی علامت تھی کہ لوگ یزید کی بیعت کیلئے تیار نہیں اس حمایت کے جتانے میں کوفہ والے پیش پیش تھے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی حالات میں اس قدر تیزی سے تبدیلی آئی کہ حالات کی نوعیت بالکل بدل گئی کہ اہل کوفہ نے آپ کے سفیر مسلم بن عقیل سے غداری کرتے ہوئے یزید کی طرف سے متعین کردہ حاکم عبیداللہ بن زیاد سے اتحاد کرلیا اور مسلم بن عقیل کو شہید کردیا گیا، اسی طرح حجاز مقدس میں لوگوں سے زبردستی بیعت لے لی گئی۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ خلافت سے دست بردار ہوگئے اور واپس مدینہ منورہ آنا چاہا لیکن دشمن کی فوج نے آپ کی مختصر جماعت جس میں خاندان کے افراد شامل تھے کے گرد گھیرا ڈال لیا اور مدینہ منورہ واپس نہ جانے دیا۔ عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے متعین کردہ فوجی افسر عمرو بن سعد کے سامنے آپ نے تین تجویزیں رکھیں کہ اول مجھے مدینہ واپس جانے دیا جائے دوم مجھے ترکوں کی سرحد پر جانے دو تاکہ میں اپنی باقی زندگی جہاد میں گزار دوں، سوم، مجھے یزید سے ملنے دو میں اس سے فیصلہ کرلوں گا۔

عمرو بن سعد نے یہ تجویزیں ابن زیاد کو لکھ بھیجیں اور ابن زیاد کو مشورہ دیا کہ ان میں سے کسی ایک تجویز کو قبول کرکے انہیں چھوڑ دیا جائے مگر شمر کے کہنے پر ابن زیاد نے ان تجویزوں کو رد کردیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اہل وعیال سمیت قید کرنے کا حکم لکھ بھیجا۔ اس وقت آپ کے لئے دو ہی راستے تھے کہ خود کو اہل وعیال سمیت گرفتار کروا کر ذلت قبول کرلیں یا پھر مردانہ طریقے سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوجائیں، شریعت کسی کو مجبور نہیں کرتی کہ اپنا نفس اور اہل وعیال ظالموں کے ہاتھوں میں دے دے اور ذلت قبول کرلے، جیسا کہ روایت

مبارکہ میں ہے۔

عن سعید بن زید قال قال رسو ل الله ﷺ من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد (مسند الامام احمد، ۱/۱۱۳)

حضرت سعید بن زید روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوشخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے اور جوشخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے اور جوشخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ بھی شہید ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں فرمایا۔

عن ابن عباس عن النبی ﷺ من قتل دون مظلمته فهو شهيد (مسند الامام احمد، ۱/۱۰۵)

(ترجمہ) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جسے ظلماً قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابتداءً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نکلنا اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تھا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑنا جہاد ہے جیسا کہ روایت مبارکہ میں ہے" من قاتل لتكون كلمة الله هى العلياء فهو فى سبيل الله "(جوشخص اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر قتال کرے وہ اللہ کے راستے میں ہے) اور کربلا میں لڑائی کی نوبت اپنے اہل وعیال کی آبرو کی حفاظت اور ان کو ذلت سے بچانے کیلئے آئی اور یہ بھی جہاد ہے جیسا ابھی ذکر کردہ روایات سے معلوم ہوا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ آپ کی لڑائی جہاد تھا جس میں آپ شہید ہوئے۔

۲۔ دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ معتبر کتب تاریخ میں کربلاء کا واقعہ تفصیلاً ثقہ راویوں سے منقول ہے، چنانچہ ابن کثیرؒ نے واقعہ کربلا کی روایات کیلئے یہ عنوان قائم کیا ہے (وهذه صفة مقتلة مأخوذة من كلام ائمة هذاالشان لا كما يزعمه اهل التشيع من الكذب) (ترجمہ: یہ اس خونریزی اور قتل کا بیان ہے جو اس فن (تاریخ) کے آئمہ کے کلام سے مأخوذ اور منقول ہے اس کے بارے میں شیعہ کے جھوٹ اور بے اصل ہونے کا زعم اور نظریہ درست نہیں) جس میں کربلا کی روایات کو جمع کیا ہے، اسی طرح سیر اعلام النبلاء میں مختلف مقامات پر لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے راوی ثقہ ہیں لہٰذا اس واقعہ کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حقیقتاً ایسا کوئی واقعہ نہیں یہ صرف کہانی کی حد تک ہی محدود ہے یہ ان کی جہالت کی علامت ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اہل تشیع کی طرف سے جس طرح اضافات وتحریفات کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس کا ثبوت مشکل ہے۔

لما فى تكملةفتح الملهم (۳/۲۹۰): استخلاف الخليفة نافذ على الأمة بعد موته ولو لم يوافقه عليه اهل الحل والعقد (صـــ ۲۹۱) اذا لم يكن ولى العهد ولدا او والدا للامام اما اذا كان ولدا او والدافيه خلاف قال القلقشندى فى "مأثر الانافة فى معالم الخلافة ۱: ۵۱"وقد اختلف العلماء فى

جواز انفراده بالعهد لولده اولوالده على ثلاثة مذاهب:احدها انه ليس له الانفراد بذلك لواحد منهما بل لابد ان يوافقه اهل الحل والعقد على صلاحية المعهود اليه لذلك لان ذلك منه بمثابة التزكية ليجرى مجرى الشهادة وتقليده على الامة مجرى الحكم وهو لايجوز ان يحكم لوالدولا ولد ......

والذى يظهر لهذاالعبدالضعيف عفا الله عنه ان القول الاول اولىٰ نظرا الى ماظهر من المفاسد من استخلاف الابناء فى تاريخ المسلمين.والله سبحانه وتعالى اعلم

وفى الفقه الاسلامى (٨/٦١٢٥): واما ضرورة توافر شروط الامام الشرعى فى ولى العهد فهو امر بديهى مفروغ منه ككونه امينا ورعا ثقة مخلصا لله ناصحا للمسلمين قال الماوردى واذا عهد الامام بالخلافة الى من يصح العهد اليه على الشروط المعتبرة كان العهد موقوفا على المولى وتعتبر شروط الامامة فى المولى من وقت العهد اليه فان كان صغيرا او فاسقا وقت العهد لم تصح خلافته حتى يستأنف اهل الاختيار ببيعته.

ان شئت تفصيل الواقعة فانظر البداية والنهاية المجلدالرابع الجزء الثامن الصفحة ١٤٢ الى ٢٠٠

٢. سير اعلام النبلاء المجلد الرابع الصفحة ٤١١ الى ٤٣١

٣. الامامة والسياسة لابن قتيبة المجلد الثانى الصفحة ٤ الى ٦

(۴۲۷) حضرت حسین رضؓ کا یزید کے خلاف نکلنا شریعت کی نظر میں نیز یزید پلید کہنے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی بیعت کا انکار کیا اس وقت وہ مسلمانوں کا خلیفہ تھا اور خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا بظاہر بغاوت معلوم ہوتا ہے،اگر یہ بات صحیح نہیں تو صحیح بات تحریر فرمادیں تاکہ تسلی ہوجائے۔ نیز یزید پلید کہنا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں تفصیل یہ ہے کہ اسلام میں انتخاب خلیفہ کیلئے کچھ اصول وضوابط اور شرائط ہیں،جس میں پہلی قسم استخلاف ہے یعنی خلیفہ وقت چند باصلاح لوگوں سے مشورہ کرکے کسی کے بارے میں وصیت کردے کہ میرے بعد یہ آدمی خلیفہ ہوگا،جیسا کہ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے مختلف کبار صحابہ سے مشورہ کرکے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کومنتخب فرمایا تو بذریعہ استخلاف دوسرے خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں خلافت کی تمام شرائط پائی جارہی ہوں،اب یہی معاملہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ہوا کہ آپ نے یزید کو اپنا خلیفہ بنایا،اب کسی شخص کے بارے میں دو اشخاص کی رائے مختلف ہوسکتی ہے کہ اس میں خلافت کی شرائط پائی جارہی ہیں یا نہیں چنانچہ یہاں پر بھی ایسا ہی ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اس میں خلافت کی شرائط پائی جارہی تھیں جبکہ

حضرت حسین شہید رضی اللہ عنہ کے ہاں اس میں خلافت کی شرائط نہیں پائی جارہی تھیں لہذا فقدان شرائط کی بناء پر یزید کو خلیفہ بنانا حضرت حسین شہید رضی اللہ عنہ کے مطابق صحیح نہ تھا، اب شریعت کا اصول یہ ہے کہ ''من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ'' (تم میں جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے تبدیل کرے اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل میں اس کو برا سمجھے) لہذا جس شخص کو آپ اس ذمہ داری کا نااہل سمجھتے تھے اسے کیسے قبول کر لیتے لہذا آپ نے اس کے اقدام کو روکنے کا ارادہ کیا جس کے لئے کوفہ والوں نے مکمل حمایت کا یقین بھی دلایا اور اس وقت یزید خلیفہ نہیں بنا تھا لہذا آپ کا یہ اقدام ایک قائم حکومت کے خلاف نہ تھا لیکن بعد میں یزید نے زبردستی لوگوں سے بیعت لے لی اور کوفہ والوں نے اپنا رخ پھیر لیا تو آپ نے ارادہ کیا کہ واپس حجاز آجائیں جب کہ یزید کی فوج آڑے آگئی چنانچہ آپ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی آبرو کی خاطر بادل ناخواستہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور اسی معرکے میں جام شہادت نوش فرمالیا۔

نیز یزید کو پلید کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس بحث کی حقیقت تک پہنچنا اور اس کی عقدہ کشائی اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے کیونکہ اس معاملے میں اس قدر اختلاف ہے کہ اس کی تطبیق وتنقیح انتہائی پیچیدہ ہے، اس موضوع پر مصنفین تاریخ اور متقدمین نے یزید کے مناقب اور اس پر الزامات کو اس قدر رشد ومد سے ذکر کیا ہے جو ناقابل تسلیم ہیں، اب سب سے بہتر صورت یہی ہے کہ یزید سے متعلق حسن ظن کے درجے میں مطاعن سے سکوت اختیار کیا جائے گا یہی صورت سب سے زیادہ بہتر ہے اور خاص طور پر جب کہ ہمارے ایمانیات یا عملیات کے اعتبار سے کوئی چیز اس پر موقوف بھی نہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتب تاریخ میں جو شکوک وشبہات موجود ہیں اس میں صحیح توجیہ کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے برے میں حسن ظن رکھا جائے۔ یہی صراط مستقیم اور راہ اعتدال ہے اور اہل سنت والجماعت کا یہی متفقہ فیصلہ اور شعار ہے۔

لما فی قولہ تعالی :یاایھاالذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولایغتب بعضکم بعضاً الایة (الحجرات:۲۶)

وفی الصحیح للبخاری ج ا ص۱۸۷ :عن عائشة رضی اللہ عنھا قالت قال النبی ﷺ لاتسبوا الاموات فانھم قدأفضوا الی ماقدموا ......

وفیہ ایضاً (۸۸۶/۲): عن ابن ابی نعم قال کنت شاھدا لابن عمرو سألہ رجل عن دم البعوض فقال ممن انت قال من اھل العراق قال انظروا الی ھذا یسألنی عن دم البعوض وقد قتلوا ابن النبی ﷺ وسمعت رسول اللہ ﷺ یقول ھما ریحانا ی من الدنیا.

وفی النبراس (ص۵۴۰): وھھنا بحث من الاشکالات القویة وھو ان الحسین بن علی رضی اللہ عنھما خرج علی یزید رضی اللہ عنہ مع ان معاویةنصبہ وبایعہ الصحابة واجیب بان وجوب الطاعة ھذا الشقی علی بضعة النبی ﷺ غیر معقول ولایخفی ان ھذا الجواب لیس علی قانون الشرع لما

سمعت من انعقادالامامة ببيعة رجل واحد من اهل الحل والعقد ثم وجوب طاعةالامير ولو فاسقاً جائراً وعندى فى الجواب وجوه احدها ماحكى انه لم يخرج للخلافته بل ليستوطن الكوفة لكن الروايات الصحيحة بخلافه ثانيها ان اجتهاده حكم بان خلافته غير صحيحة لان الحسن بن على رضى الله عنهما سلم الخلافة الى معاوية بشرط ان لايجعلها فى اولاده ويكون الامر بعد شورى فى المسلمين ان قلت فلم خالفه معاوية؟ قلت ادى نظره الى ان الشرط انقضى بموت الحسن رضى الله عنه ان قلت سلمنا ان التسليم غير صحيح لكن قد بايعه الناس حتى الصحابة به قلت روى بيعتهم وقعت جبرا......الى قوله......قلت حكم المجتهد لايلزم مجتهدا آخر.

وفى البداية والنهاية (۱۶۴/۴): فبعث الوليد من ساعته نصف ليل الى الحسين بن على وعبدالله بن زبير فاخبرهما بوفاة معاوية ودعاهما الى البيعة ليزيدين معاوية فقالا الى ان نصبح وننظر مايصنع الناس ووثب الحسين فخرج وخرج معه ابن زبير وقالا هو يزيد الذى نعرف والله ماحدث له عزم ولامروءة.

وفيها ايضاً (۲۳۳/۴): وقد كان يزيد فيه خصال محمودة من الكرم والحلم والفصاحة والشعر والشجاعة وحسن الراى فى الملك وكان ذاجمال حسن المعاشرة وكان فيه ايضاً اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات فى بعض الاوقات واما تتها فى غالب الاوقات.

وفى الصفحة ۲۳۴ :وقال الحافظ ابو يعلى حدثنا الحكم بن موسى حدثنا يحى بن حمزة عن هشام بن الغاز عن مكحول عن ابى عبيدة ان رسول الله ﷺ قال لايزال امر امتى قائما بالقسط حتى يثلمه رجل من بنى امية يقال له يزيد.

وفى تاريخ الخلفاء (ص۲۰۹): وقال نوفل بن ابى الفرات كنت عند عمر بن عبدالعزيز فذكر رجل يزيد فقال "قال امير المؤمنين يزيد بن معاوية "فقال تقول امير المؤمنين وأمر به فضرب عشرين سوطا.

(۴۲۸) حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک کہاں ہے؟ تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے بارے میں اختلاف ہے زیادہ مشہور تین قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ابوقبیس پہاڑ کے غار میں مدفون ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ منیٰ کے قریب مدفون ہیں، پھر طوفان نوح میں حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو تابوت میں ڈال کر کشتی میں سوار کرلیا اور بیت المقدس یا واپس جبل ابی قبیس کے غار میں دفن کیا۔ اس میں بھی دونوں قول ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کا سر مبارک مسجد ابراہیم کی جانب اور پائنتی بیت المقدس کی جانب ہے۔

لمافی تاریخ الطبری (۱/۱۰۸): عن ابن اسحاق انه قال لماکتب آدم ....فقبرته الملائکة وشیث واخوته فی مشارق الفردوس عند قریة هی اول قریة کانت فی الارض ......وبعد صفحة ......وقد اختلف فی موضع قبر آدم علیه السلام فقال ابن اسحاق ماقدمضی ذکره واماغیره فانه قال دفن بمکة فی غار ابی قبیس وهو غار یقال له الکنز ....عن ابن عباس قال لماخرج نوح من السفینة دفن آدم علیه السلام ببیت المقدس ....وذکر ان حواء عاشت بعده سنة ......ثم ماتت رحمهاالله فدفنت مع زوجها فی الغار ....حتی کان الطوفان فاستخرجهمانوح وجعلهما فی تابوت ثم حملهما معه فی السفینة فلما غاضت الارض الماء ردهماالی مکانهما الذی کانا فیه قبل الطوفان.

وهکذا ذکر فی البدایة والنهایة (۱/۹۲): لکن لم یذکر ابن کثیرؒ قول ابن اسحاق وذکر قولاآخر وقال: ”وروی عن ابن عساکر عن بعضهم انه قال رأسه عند مسجد ابراهیم ورجلاه عند صخرة بیت المقدس“.

وفی المنتظم (۱/۱۱۹): قال ابن اسحاق قبر عند منیٰ اول قریة کانت فی الارض وذکر بقیة الاقوال کمامر آنفا.

(۴۲۹) بہن بھائی کے نکاح کی حرمت کی تاریخ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں بہن بھائی کا آپس میں نکاح ہوا کرتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ بعد میں اس طرح کا نکاح کب حرام ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس بات کی کہیں صراحت نہیں ملی کہ بہن بھائی کا نکاح کب حرام ہوا تھا البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ بہن بھائی کے نکاح کا جواز صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں تھا کیونکہ اس وقت نسل انسانی کی بقا کا مسئلہ تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی اولاد پر یہ نکاح حرام ہوگیا تھا کیونکہ اس وقت ضرورت باقی نہ رہی تھی۔

لمافی تفسیر کبیر (۵/۲۷): اعلم ان حرمة الامهات والبنات کانت ثابتة من زمن آدم علیه السلام

الی هذا الزمان ولم یثبت حل نکاحهن فی شیٔ من الادیان الالهیة .... امانکاح الاخوات فقد قیل ان ذلک کان مباحا فی زمن آدم علیه السلام وانماحکم الله باباحة ذلک علی سبیل الضرورة.

والله اعلم بالصواب (وهکذا فی تفسیر روح البیان ج۲/ص ۱۸۶)

(۴۳۰) کیا یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے رحمت نامی بیٹی تھی؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے کوئی بیٹی پیدا ہوئی تھی جس کا نام رحمت ہو؟ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ آپ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام رحمت تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے صلبی اولاد میں کوئی بیٹی رحمت نہیں تھی البتہ آپ کے بیٹے افراثیم کی بیٹی تھی گویا حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی رحمت نامی تھی۔

لمافی روح المعانی (۱۳/ ۴۵): واخرج ابن جریر عن ابن اسحاق قال :ذکروا ان قطفیر هلک فی تلک اللیالی وان الملک زوج یوسف امرأته راعیل فقال لها حین ادخلت علیه: ألیس هذا خیرا مماکنت تریدین ؟ .... فیزعمون انه وجدها عزراء فاصابها فولدت له رجلین افراثیم ومیشا.

وفی البدایة والنهایة (۱/ ۲۰۶): فی قصة ایوب علیه السلام .... وامرأته قیل لیابنت یعقوب وقیل رحمة بنت افراثیم.

(۴۳۱) تاریخ اسلامی کی ابتداء

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء کب سے ہوئی اور یہ ابتداء کس نے کی تھی؟ اس کا سبب کیا پیش آیا تھا؟ نیز اسلامی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے یا دن سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسلامی تاریخ کی ابتدا کی جس کا سبب یہ ہوا کہ آپ کے پاس ایک دستاویز لائی گئی جس پر شعبان لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ معلوم نہیں کہ اس شعبان کی ہے یا گزشتہ شعبان کی، پھر مشاورت سے ہجرت کے وقت سے اسلامی تاریخ کو شمار کرنا شروع کیا گیا۔

اسلامی تاریخ میں نئے دن کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔

لمافی کنز العمال (۱۰/ ۳۰۹): عن ابن المسیب قال اول من کتب التاریخ عمر سنتین ونصف من خلافته فکتب لست عشرة من الهجرة بمشورة علی بن ابی طالب .... عن ابن المسیب قال قال عمر متی نکتب التاریخ مجمع المهاجرین فقال له علی من یوم هاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وترک ارض

الشرک ففعله عمر.

وفی تنقیح الحامدیة (۲/۳۷۰): سبب وضع التاریخ اول الاسلام ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اتی بصک مکتوب الی شعبان فقال هو شعبان الماضی اوشعبان القابل ثم امر بوضع التاریخ واتفقت الصحابة رضی اللہ عنہم علی ابتداء التاریخ من هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینة وجعلوا اول السنة المحرم ویعتبر التاریخ باللیالی لان اللیل عند العرب سابق علی النهار.

(۴۳۲) کیا شہادت عثمانؓ میں حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے شامل تھے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب باغیوں نے شہید کیا اسمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے بھی شریک تھے کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ بات درست ہے کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں باغیوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے محمد بن ابو بکر شریک تھے۔

لمافی المعجم الکبیر (۸۲/۱): حدثنا سلیمان بن الحسن ....ثم جاء محمد بن ابی بکر فی ثلاثة عشر رجلا حتی انتهوا الی عثمان رضی اللہ عنہ فاخذ بلحیته فقال بها وقال بها حتی سمعت وقع اضراسه.

وفی تاریخ الطبری (۴۲۳/۳): عن شعیب عن سیف عن المجالد عن الشعبی عن المغیرہ بن شعبة قال..........ودخل محمد بن ابی بکر علی عثمان فاخذ بلحیته فقال ارسل لحیتی فلم یکن ابوک لیتناولها فأرسلها ودخلوا علیه ....وقتل عثمان رضی اللہ عنہ قبل غروب الشمس.

(۴۳۳) کیا مرضِ وفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں جب آپ نے قلم وکاغذ منگوایا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیوں منع کیا تھا؟ ہمارے ہاں ایک صاحب کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے، اسی وجہ سے فاروق اعظم نے روک دیا کیونکہ آپ پہلے ہی حجۃ الوداع کے موقع پر اس کا اعلان کر چکے تھے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہ ہو تو اس کا مدلل جواب قرآن وسنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے، جبکہ فاروق اعظم نے روک دیا سراسر جھوٹ اور صحابہ کی گستاخی ہے، جس کی جرأت وہی شخص کر سکتا ہے جسے ایمان کی دولت میسر نہ آئی ہو ورنہ ایک مومن اور مسلمان

ایسی جسارت کیسے کرسکتا ہے جب کہ اسے معلوم ہو کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کا اللہ تعالی نے اپنے نبی کی صحبت کیلئے انتخاب کیا اور خود رسول اللہ ﷺ نے ان پر اعتماد کیا، جن کا انتخاب اللہ تعالی کی طرف سے ہوا اور ان پر آپ ﷺ کا اعتماد ہو پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ عظیم افراد اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں خاص طور پر جب کہ ان کے پیارے محبوب ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں ،آپ ہی بتائیں اگر آپ کو کسی سے محبت ہو اور اس کا دنیا سے جانے کا وقت آجائے اس آخری وقت میں آپ اس کے پاس بیٹھے ہوں اور وہ آپ سے کوئی بات کہنا چاہے تو کیا آپ اس کی بات کو رد کردیں گے؟ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا آپ ضرور اس کی بات کو قبول کریں گے، تو پھر کیا خیال ہے ان حضرات کے بارے میں جن کی محبت کی سچائی کی گواہی صرف اپنے نہیں بلکہ غیر مسلم بھی دیتے ہیں کہ ایسے عاشق تو ہم نے دیکھے ہی نہیں، تو پھر کیا خیال ہے ان عاشقوں کے بارے میں کہ انہوں نے آپ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت آپ کی بات کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ آپ سے کسی نے غلط بیانی کی ہو آپ سے جھوٹ بول کر صراط مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کی ہو یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اگر اس پر قرآن وسنت کے دلائل نہ دیے جائیں تو عقل سلیم اس کا ایسا فیصلہ کرتی ہے کہ اس کے بعد دلائل کی ضرورت ہی نہیں رہتی، لیکن بحرحال آپ کی تسلی کیلئے کچھ دلائل بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

اول: یہ کہنا اس لئے باطل ہے کہ اگر آپ ﷺ کو وصیت ہی کرنی ہوتی تو زبانی کردیتے، اس لئے کہ آپ کی زندگی بھر کا معمول دیکھ لیجئے کہ آپ نے سوائے چند خاص مواقع کے تمام احکامات زبانی صحابہ تک پہنچائے، اور صرف اس وقت لکھوائے جب کسی نے لکھوانے کی درخواست کی یا پھر کہیں بھیجنے کی ضرورت پیش آئی، اس کے علاوہ میں صرف زبانی بتلانے پر اکتفاء کیا تو یہاں بھی اسی معمول کے مطابق آپ زبانی بتلا دیتے خاص طور پر لکھوانے کی ضرورت کیا تھی، خاص طور پر جب کہ آپ نے دوسری وصیتیں زبانی ہی ارشاد فرمائیں جیسا آپ نے فرمایا:

واوصاهم بثلاث قال اخرجوا المشركين من جزيرة العرب واجيز الوفد بنحو ما كنت اجيزهم سكت عن الثالثة او قال فنسيتها. (الصحيح للبخاری، ۲/۶۳۸)

دوم: یہ بات اس لئے بھی غلط ہے کہ اگر واقعی آپ کو وصیت کرنی ہوتی تو کیا آپ فاروق اعظم کے کہنے سے رک جاتے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالی خود کلام مقدس میں فرماتے ہیں

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ الاية (المائدة:٦٧)

اے رسول جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالی کی رسالت ادا نہ کی۔

(تشریح): کیا یہ دعوی کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جن چیزوں کو امت تک پہنچانا تھا گویا نہیں پہنچایا (العیاذ باللہ) حالانکہ اللہ تعالی نے حجۃ الوداع کے موقع پر خود اپنے نبی ﷺ کی تبلیغ کی خود گواہی دی چنانچہ فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْناً الاية (المائدة: ۳)

(ترجمہ) آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا، اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

سوم: اگر یہ معاملہ ایسا تھا کہ لکھوانا ہی ضروری تھا تو یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہے اس کے بعد آپ ﷺ تقریباً چار دن تک حیات رہے اور آخری دن کچھ افاقہ بھی ہوا، ان چار دنوں میں ہی آپ لکھوا لیتے چنانچہ روایات ملاحظہ ہوں۔

لما فی الصحیح للبخاری (۶۳۸/۲): عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول الله وجعه فقال ائتونی اکتب لکم کتابا ......

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جمعرات کے دن کونسی جمعرات (جی ہاں) جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف میں اضافہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ لاؤ کاغذ قلم تاکہ میں تمہارے کچھ لکھ ڈالوں۔

وفیها ایضاً (۶۴۰/۲): سعید بن جبیر قال حدثنی ......قال حدثنی انس بن مالک ان المسلمین بیناهم فی صلوة الفجر من یوم الاثنین وابوبکر یصلی لهم لم یفجأهم الارسول الله ﷺ وکشف سترحجرة عائشة فنظر الیهم وهم فی صفوف الصلوة ثم تبسم فنکص ابوبکر علی عقبیه لیصل الصف وظن ان رسول الله یریدان یخرج الی الصلوة .

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ بروز پیر حضرت ابوبکر صدیق نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ دریں اثناء اچانک نبی علیہ السلام ظاہر ہوئے آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارکہ کے پردہ کو ہٹا کر صحابہ کرامؓ کی طرف نظر کرم فرمایا جبکہ صحابہ کرام صف باندھے کھڑے تھے۔ پھر آپ نے تبسم فرمایا، پس حضرت ابوبکر صدؓیق الٹے پیر پیچھے ہٹے تاکہ صف میں مل جائیں یہ خیال کرتے ہوئے کہ نبی علیہ السلام نماز پڑھانے کیلئے باہر تشریف لائیں ہیں۔

جب آپ نے چاروں دنوں میں نہیں لکھوایا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ نہ تھا۔

چہارم: اگر فرض کر لیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا تھا تو دوسرے حضرات تو موجود تھے وہ تو کاغذ اور قلم لا کر دے سکتے تھے کیا بات ہے کہ کوئی بھی نہیں لایا حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اس وقت صحابہ آپ کے پاس موجود تھے۔ کما فی الصحیح للبخاری ج۲ص ۶۳۸:

عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله ﷺ وفی البیت رجال فقال النبی ﷺ هلموا کتابا لاتضلوا بعده قال بعضهم ان رسول الله ﷺ قد غلبه الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب الله فاختلف اهل البیت فاختصموا فمنهم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لاتضلوا بعده ومنهم من

یقول غیر ذلک ......

پنجم :اس روایت سے معلوم ہوا کہ منع کرنے والے صرف فاروق اعظمؓ ہی نہ تھے بلکہ دوسرے حضرات کے ساتھ خود اہل بیت بھی شامل تھے۔اگر فرض کر ہی لیا جائے کہ فاروق اعظمؓ خلافت کی وصیت سے روکنا چاہتے تھے تو کیا اہل بیت بھی اس سے روکنا چاہتے تھے؟ان کے منع کرنے کو آپ کس پر محمول کریں گے ؟

ششم :یہ بات اس لئے بھی غلط ہے،اگر یہ واقعتاً ایسا ہی ہو جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے،تو تمام صحابہ نے دوسرے حضرات کی خلافت پر کیسے اجماع کیا حالانکہ روایت میں ہے کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی،اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود اہل بیت سے بھی کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے کسی کی خلافت پر اعتراض کیا ہو خاص طور پر حضرت علیؓ نے ان مواقع پر خود بھی بیعت کی اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو حضرت علی کبھی ان حضرات کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے،حالانکہ حضرت علیؓ کی بیعت کے بعد یہ خلافت مجمع علیہ ہوگئی،جیسا کہ عقائد کی کتب میں اس کی صراحت موجود ہے۔

والمنازعة علی خلافة ابی بکر فاجمعوا علی ذلک وبایعه علی علیٰ رؤس الاشهاد

(شرح العقائد صـ ۱۵۰)

(ترجمہ) حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اولاً اختلاف رہا،پھر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا (آپ کی خلافت پر) اجماع ہو گیا اور حضرت علیؓ نے بھی صحابہ کرامؓ کے روبرو آپؓ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

چنانچہ اس اجماع کے بارے میں اصول کی کتابوں میں یہاں تک صراحت موجود ہے کہ اس صحابہ کے اجماع کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے،چنانچہ اصول فقہ کی مشہور کتاب ''نور الانوار'' کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ثم هو علی مراتب :ای الاجماع فی نفسه مع قطع النظر عن نقله له مراتب فی القوة والضعف والیقین والظن فالاقوی اجماع الصحابة نصا مثل ان یقولوا جمیعا اجمعنا علی هذا فانه مثل الاٰیة والخبر المتواتر حتی یکفر جاحده ومنه الاجماع علی خلافة ابی بکرؓ. (صـ ۲۲۲)

(ترجمہ) اجماع کے قوت وضعف،یقین وظن کے اعتبار سے کئی مراتب ہیں،ان میں سے سب سے قوی وہ اجماع ہے جو صحابہ کرامؓ سے نصاً ثابت ہو (مثلاً صحابہ کرامؓ کا یہ فرمایا اجمعنا علی هذا یعنی فلاں بات پر ہمارا اتفاق ہے) تو یہ حکم کے اعتبار سے آیت قرآنیہ اور خبر متواتر کے مثل ہے یہاں تک کہ اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا اسی میں سے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہونا ہے (چنانچہ اس کا منکر بھی کافر ہوگا)۔

ہفتم :حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر راضی ہونا،بیعت کرنا اور پھر اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ شوریٰ میں شامل ہونے کے باوجود اپنے بارے میں خلافت کا فیصلہ نہ کرنا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ خود حضرت علیؓ اس معاملے میں ان حضرات کو اپنے سے مقدم سمجھتے تھے،جس کی صراحت بارہا خود حضرت علیؓ سے موجود ہے۔

مثال کے طور پر ایک موقع ملاحظہ ہو۔

محمد بن حنفیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال ابوبکر قلت ثم من قال عمر وخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمین. (مشکوۃ المصابیح ص۵۵۵)

(ترجمہ) نبی علیہ السلام کے بعد کونسا انسان بہتر ہے تو فرمایا ابوبکرؓ! میں نے کہا پھر کون ہے فرمایا عمرؓ! یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ اب عثمانؓ کا نام لیں گے، تو میں نے کہا کہ پھر آپ ہیں! (عمر کے بعد) فرمایا کہ نہیں میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔

ایسی ہی صراحت خود رسول اللہ ﷺ سے بھی منقول ہے۔

عن عمر بن العاص ان النبی ﷺ بعثه علی جیش ذات السلاسل قال فاتیته فقلت ای الناس احب الیک قال عائشة قلت من الرجال قال ابوها قلت ثم من قال عمر فعد رجالاً فسکت مخافة ان یجعلنی فی آخرهم. (المشکوۃ، ص۵۵۵)

(ترجمہ) حضرت عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں غزوہ سلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ کا محبوب ترین انسان کون ہے فرمایا: عائشہ! میں نے کہا کہ مردوں میں سے، تو فرمایا ان کے والد، میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا عمر! پھر دوسرے آدمیوں کو شمار کرنے لگے یہاں تک میں اس خوف سے خاموش ہو گیا کہ میرا نام سب سے آخر میں نہ آجائے۔

ہشتم: حضور ﷺ کے مرض وفات میں ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چلو رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ آپ کے بعد یہ خلافت کا معاملہ کس کے سپرد ہوگا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ اگر آپ اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھتے تو ضرور جا کر معلوم کرتے تا کہ دوسروں کو بھی معلوم ہو جائے، حالانکہ آپ نے انکار کر دیا کیا یہ اس بات کی علامت کیلئے کافی نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اس امانت کا اولین مستحق نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ ''بخاری شریف'' ج۲ ص۶۳۹ میں ہے:

ان عبداللہ بن عباس اخبرہ ان علی ابن ابی طالب خرج من عند رسول اللہ ﷺ فی وجعه الذی توفی فیه ...... وانی لاری رسول اللہ ﷺ سوف یتوفی من وجعه هذا انی لاعرف وجوه بنی عبدالمطلب عندالموت اذهب بنا الی رسول اللہ ﷺ فلنسأله فیمن هذاالامر ان کان فینا علمنا ذلک وان کان فی غیرنا علمناه فاوصی بنا فقال علی انا واللہ لئن سئلناها رسول اللہ ﷺ فمنعنا ها الناس لایعطینا الناس بعده وانی واللہ لا اسئلها رسول اللہ ﷺ.

یہاں تک تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ مرض الوفات میں خلافت علیؓ کی وصیت نہیں کرنا چاہتے تھے، البتہ دوسرا جز کہ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خلافت علیؓ کا اعلان فرمایا تھا؟ کیا یہ سچ ہے تو یہاں بھی وہی جھوٹ کی کہانی کارفرما ہے جس کی حقیقت ابھی معلوم ہو جائے گی انشاء اللہ۔

اب اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ایک جگہ صحابہ کے مجمع میں فرمایا ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' چنانچہ یہ روایت مبارکہ ''مشکوٰۃ المصابیح'' (۵۶۵/۲) پر موجود ہے:

عن البراء بن عازب وزید بن ارقم ان رسول اللہ ﷺ لما نزل بغدیر خم اخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسھم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی اولی بکل مؤمن من نفسہ قالوا بلی فقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک فقال لہ ھنیئا یاابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مؤمن ومؤمنۃ.

اس سے شیعہ حضرات نے یہ استدلال کیا کہ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا ترجمہ یہ ہے ''جس کا میں مولی ہوں علی اس کے مولی ہیں''۔ اب مولی کسے کہتے ہیں؟ تو مولی مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کے مشہور معنی محبوب کے آتے ہیں یعنی جس کو مجھ سے محبت ہو اسے علی بھی محبوب ہوں گے۔ اس کے علاوہ سید، مالک، انعام والا، مددگار، محبت کرنے والا، اتباع کرنے والا، چچازاد بھائی، پڑوسی وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان معانی میں سے کوئی بھی ایسا معنی نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہو۔ لہذا اس روایت سے کسی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی خلیفہ اول ہوں گے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کی پسندیدگی کی وجہ سے خلافت کی تائید ہو رہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ اشارۃً تائید ثابت کرسکتے ہیں لیکن ان روایات پر پھر عمل کیوں نہ کیا جائے جن میں اشارۃً نہیں بلکہ صراحت موجود ہے،

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر. (مشکوۃ المصابیح ص ۵۶۰)

یعنی میں نہیں جانتا کہ میں تمہارے درمیان کتنا عرصہ رہوں میرے بعد ابوبکر وعمر کی اتباع کرنا۔

کیا اشارے سے اگر خلافت ثابت ہوسکتی ہے جہاں زمانے کی بھی کوئی قید نہیں تو جہاں آپ نے خود اپنے بعد قابل اتباع ہونے کی صراحت کی ہے اس کا اعتبار کیوں نہ کیا جائے گا۔ بلکہ بعض روایات میں صراحۃً موجود ہے۔

وعن ابی بکرۃ ان رجلا قال لرسول اللہ ﷺ رأیت کأن میزانا نزل من السماء فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت ووزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فاستاء لھا رسول اللہ ﷺ یعنی فساءہ ذلک فقال خلافۃ نبوۃ ثم یوتی اللہ الملک من

یشاء. (مشکوۃ المصابیح ص۵۶۰)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا آسمان سے ترازو اتارا گیا، آپ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ علیہ السلام کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ پھر حضرت ابوبکر و عمر کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ پھر عمر و عثمان کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر کا پلڑا بھاری ہوگیا پھر اس کے بعد میزان اٹھالیا گیا۔ آپ نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافت ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے بادشاہت عطا فرمائیں گے۔

اس طرح کی روایت ایک دو نہیں کئی ایک ایسی روایات ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ خود بھی اپنے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہی خلیفہ بنانا چاہتے تھے، اطمینان کیلئے چند ایک روایات ملاحظہ ہوں

عن عائشة قالت قال لی رسول الله ﷺ فی مرضه ادعی لی ابابکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا ولا یابی الله والمؤمنون الا ابابکر

(مشکوۃ المصابیح ص۵۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کو جو آپ کے والد ہیں بلاؤ اور اپنے بھائی کو بھی تاکہ میں ان کے لئے تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی (خلافت) کا آرزومند یہ آرزو نہ کرے کہ میں ہی اس (خلافت) کا زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان کو (مسند خلافت) کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کوئی منظور نہیں۔

عن جبیر بن مطعم قال اتت النبی ﷺ امرأة فکلمته فی شئ فامرها ان ترجع الیه قالت یا رسول الله ﷺ ارأیت ان جئت ولم اجدک ......ترید الموت قال فان لم تجدینی فاتی ابابکر.

(مشکوۃ، ص۵۵۵)

یعنی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کوئی بات کی آپ نے اسے دوبارہ آنے کا فرمایا تو وہ کہنے لگی اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو آپ نے فرمایا اگر مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آجانا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ خود نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ شریعت کی نظر میں اتنی اہمیت والی عبادت کی امامت وہی کرسکتا ہے جو اس جماعت کے اعتبار سے سب سے افضل ہو اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ سے افضل کون ہوسکتا ہے لیکن جب آپ کی بیماری اس شدت کو پہنچی کہ آپ مسجد میں تشریف نہ لاسکے تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھادیں یہ آپ کی افضلیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لاینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم غیرہ" (مشکوۃ المصابیح ص۵۵۵)

(ترجمہ) کسی قوم کیلئے یہ زیبا نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں کوئی اور اُن کی امامت کرے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ سے کسی نے خلافت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے یہی جواب دیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی حیات مبارکہ میں مسلمانوں کا امام بنا دیا تھا تو دوسرے امور کے بطریق اولیٰ آپ ہی مستحق تھے، اوراس کے علاوہ بھی صحابہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی افضل شمار کرتے تھے، جس کی سب سے واضح دلیل یہ روایت مبارکہ ہے

......قال کنا نقول ورسول اللہ ﷺ حیی افضل اُمۃ النبی ﷺ بعدہ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان۔

(مشکوۃ المصابیح ص۵۵۵)

اس روایت میں صرف احتمال تھا اوران روایات میں صراحت، تو صراحت کو چھوڑ کر احتمالی صورت کو لے لینا ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اگر تسلیم کرلیں کہ اس سے خلافت ثابت ہورہی ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اس معنی کو نہیں سمجھا تھا اگر نہیں سمجھا تو آج کیسے سمجھ میں آگیا اور اگر سمجھ لیا تھا پھر خاموش کیسے رہے جبکہ دوسروں کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوتی رہی اور آپ خود بھی اس بیعت میں شریک ہوئے۔ یہاں پر یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ آپ کو شاید یہ روایت نہ پہنچی ہو کیونکہ اولاً حضور ﷺ نے آپ کے سامنے یہ ارشاد فرمایا اور دوسری بات حضور ﷺ کی اس نسبت کے بیان کرنے پر دوسرے صحابہ نے آپ کو مبارک باد دی۔ تو کیا سارے صحابہ اس روایت کے سننے کے بعد خاموش رہے اور کسی نے دوسروں کی بیعت کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔ اس کے جواب میں شیعہ حضرات کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرلیا تھا یہ بات صحیح نہیں کہ آپ نے تقیہ کررکھا تھا اور اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہاں خونریزی کے خوف سے تقیہ کرلیا تھا تو بعض دوسرے مواقع پر تقیہ کیوں اختیار نہیں کیا مثلاً جنگ صفین اور جمل کے موقع پر اگر تقیہ سے کام لیا جاتا تو اتنی زیادہ خونریزی نہ ہوتی صحابہ کرام کی جنگی معرکوں میں سب سے زیادہ شہادتیں انہی روح فرسا سانحات میں ہوئیں۔ صرف جنگ جمل میں شہید ہونے والے صحابہ کی تعداد تقریباً تیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ الخلفاء الراشدون من تاریخ اسلام لذھبی (۱/۱۸۵) وقال المطلب بن زیاد عن السدی: شھد مع علی یوم الجمل مائۃ وثلاثون بدریا و سبعمائۃ من اصحاب النبی ﷺ وقتل بینھما ثلاثون الفا لم تکن مقتلۃ اعظم منھا جبکہ جنگ صفین میں اس سے دوگنی (ستر ہزار) شہادتیں ہوئیں۔ الخلفاء الراشدون من تاریخ اسلام لذھبی (۱/۲۱۱) عن ابن سیرین قال: قتل یوم صفین سبعون الفا۔ حالانکہ یہاں پر ایسا نہیں کیا گیا جبکہ خلافت کے موقع پر اگر اختلاف ہو بھی جاتا تو اتنی خونریزی نہ ہوتی جتنی ان جنگوں میں ہوئی

ہے۔ یہاں کیوں تقیہ نہیں کیا گیا؟

اگر ساری باتوں سے قطع نظر بھی کرلیں تو بھی شیعہ حضرات کا یہ استدلال بالکل بے کار معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت وخلافت کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے حالانکہ حجۃ الوداع کے موقع ''مولیٰ والی'' روایت آحاد میں سے ہے اوراس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے۔اس پرزور استدلال کے موقع پرانہوں نے اپنے اس اصول کو کیوں نظرانداز کردیا ہے؟

حاصل یہ ہے کہ محض عناداورہٹ دھرمی کی وجہ سے جب اپنے مطلب کی روایات نہیں ملیں توانہیں روایات کوتوڑ مروڑ کر کے عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے پیش کردیا گیا اور پھراس ایک تحریف کو بچانے کے لئے بیسیوں جھوٹ بولنے پڑے۔اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

جب حجۃ الوداع کے موقع پرآپ کےخلافت علیؓ کےاعلان کی حقیقت بھی واضح ہوگئی تو آخری بات کہ آخروہ کیا وجہ تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کاغذاورقلم لانے سے منع کیا تھا؟ جواب سے پہلےضروری ہے کہ اس واقعہ کے پس منظرکوسمجھ لیا جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نبی کریم ﷺ سے حددرجہ محبت تھی جس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ جب تک آپ کودیکھ نہ لیتے اس وقت تک ان کوسکون وچین نہیں آتا تھا۔اب کافی عرصہ اسی طرح گزرگیا یہاں تک کہ ان کی یہ محبت انہیں مکہ سے مدینہ لے گئی اورصحابہ نے آپ کے لئے اپنا گھربار اورآل واولادتک کوچھوڑدیا،نہ صرف چھوڑدیا بلکہ اگروہ مسلمان نہ ہوئی اور بعد کے غزوات میں مقابلے پراترآئی توانہوں نے اپنی اولاد یا قرابت کسی چیز کی پرواہ نہ کی،لہذا اگروہ سامنے آگئے توانہیں ماردینے میں بھی انہیں کوئی تردد نہ ہوا،اتنی شدید محبت میں کافی عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ ﷺ کا آخری وقت قریب آگیا اورمرض کی شدت میں اضافہ ہوگیا تو ایک طرف آپ کی تکلیف صحابہ سے دیکھی نہ جاتی تھی،اوردوسری طرف انہیں آپ کے فراق کاغم کھائے جارہا تھا،اب ایسے وقت میں وہ کیسے یہ برداشت کرسکتے تھے کہ ان کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کوادنی سی تکلیف بھی پہنچے بلکہ وہ توعام حالات میں بھی اپنی موت اوررسول اللہ ﷺ کی تکلیف میں اختیار دیا جاتا تو وہ موت کو گلے لگانے کوخوشی سے قبول کرلیتے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کو کانٹا چبھنے جتنی مقدار کی بھی تکلیف نہ ہو،تو اسی جذبے کے تحت انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے لئے وصیت لکھوانا چاہتے تھے جوبعدمیں ان کی راہنمائی کا ذریعہ بنے،جس کا واضح ثبوت ابتدامیں ذکرکردہ ''بخاری شریف'' کی وہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ کا یہ ارشادگرامی موجود ہے ''ھلموا اکتب لکم کتاباً لاتضلوا بعد'' اب ان کومعلوم تھا کہ اتنی سخت تکلیف کے باوجوداپنی امت کےغم کی وجہ سے آپ لکھوانا چاہتے ہیں اس سے آپ کوتکلیف ہوگی لہذا کچھ صحابہ اوراہل بیت نے کہا کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید موجود ہےاس سے راہنمائی لی جاسکتی ہےآپ نے باقی تمام احکامات بھی امت تک پہنچادیے جس کا اعلان رب تعالیٰ کی طرف سے حجۃ الوداع کے موقع پران الفاظ سے کردیا تھا

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً (المائدۃ:۳)

(ترجمہ): کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کوکامل کردیا اورتم پراپنا بھرپورانعام کردیا اورتمہارے لیے اسلام کے

دین ہونے پر راضی ہوگیا۔

لہٰذا اب آپ کو اس حالت میں تکلیف دینے کی ضرورت نہیں اس تکلیف کے پیش نظر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کاغذ وقلم نہ لایا جائے اور یہ بات کہنے والے صرف فاروق اعظم ہی نہ تھے بلکہ دوسرے صحابہ اور خود بعض اہل بیت بھی شامل تھے لہٰذا اس واقعہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے بے ہودہ خیالات کا اظہار قطعاً صحیح نہیں ہے، خاص طور پر جب کہ صحابہ ہمارے ایمان کا حصہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور ہمارے درمیان دین کے پہنچانے کا پہلا واسطہ ہیں، اگر پہلا واسطہ ہی محفوظ نہ رہا تو دین کہاں سے محفوظ رہے گا لہٰذا اس معاملے میں انتہائی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

لمافی المرقات (۱۱/۲۵۸): تحت رواية البراء وزيد بن ارقم ...... تمسكت الشيعة انه من النص المصرح بخلافة على رضى الله عنه حيث قالوا معنى المولى الاولى بالأمامة والالما احتاج الى جمعهم كذلك وهذه من اقوى شبههم ودفعها علماء اهل السنة بان المولى بمعنى المحبوب وهو كرم الله وجهه سيدنا وحبيبنا وله معان اخر تقدمت ومنه الناصر وامثاله فخرج عن كونه نصافضلاعن ان يكون صريحا ولو سلم أنه بمعنى الأولى بالامامة فالمراد به المال والا لزم ان يكون هو الامام مع وجوده عليه السلام فتعين ان يكون المقصود منه حين يوجد عقدالبيعة له فلاينافيه تقديم الائمة الثلاثة عليه لانعقاداجماع من يعتد به حتى من على ثم سكوته عن الاحتجاج به الى ايام خلافته قاض على أن من له ادنى مسكة بانه علم منه انه لانص فيه على خلافته عقب وفاته عليه السلام مع ان عليا كرم الله وجهه صرح نفسه بانه ﷺ لم ينص عليه ولاعلى غيره ثم هذاالحديث مع كونه آحادا مختلف فى صحته فكيف ساغ للشيعة ان يخالفوا ماتفقوا عليه من اشتراط التواتر فى احاديث الامامة هذا الاتناقض صريح وتعارض قبيح.

وفى المرقات (۱۱/۲۴۷): عن زيد بن ارقم ذكره تقدم ان النبى ﷺ قال من كنت مولاه فعلى مولاه قيل معناه من كنت اتولاه فعلى ايتولاه .... وفى النهاية المولى يقع على جماعة كثيرة كالرب والمالك والسيد والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحليف والعقيد والصهر والعبد والمعتق والمنعم عليه واكثرها قدجاءت فى الاحاديث فيضاف كل واحد الى مايقتضيه الحديث الوارد فيه وقوله من كنت مولاه يحمل على اكثر هذه الاسماء المذكورة قال الشافعى يعنى بذلك ولاء الاسلام كقوله تعالى ذلك بان الله مولى الذين آمنوا .... وقول عمر لعلى اصبحت مولى كل مؤمن اى والى كل مؤمن وقيل سبب ذلك ان اسامة قال لعلى لست مولاى انمامولاى رسول الله ﷺ فقال ﷺ من كنت مولاه فعلى مولاه .... قال الطيبى

لایستقیم ان تحمل الولایة علی الامامة التی هی التصرف فی امور المؤمنین لان المتصرف المستقل فی حیاته ﷺ هو هو لاغیره فیجب ان یحمل علی المحبة وولاء الاسلام ونحوهما۔

(۴۳۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خود خلافت کی ذمہ داری سونپی تھی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض دفعہ سننے میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت کے حقدار تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ تھے، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زبردستی قبضہ کرلیا تھا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زبردستی خلافت پر قبضہ کرلیا تھا خود ساختہ کہانی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور اصل واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کیلئے حضرت حسن نے خود خلافت کی ذمہ داری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی تھی اور اس پر کئی ایک نصوص شرعیہ دلالت کرتی ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی درج ذیل روایت اس بیان میں بالکل صریح ہے۔

عن الحسن البصری انه سمع ابابکرة یقول سمعت رسول الله ﷺ علی المنبر والحسن الی جنبه ینظر الی الناس مرةو الیه مرة ویقول :ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین. (۵۳۰/۱)

(ترجمہ) حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرۃؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے سنا رسول اللہؐ سے جب وہ منبر پر بیٹھے تھے اور حسن ان کے پہلو میں تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گوشہ چشم مبارک سے ایک بار لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور ایک بار حضرت حسنؓ کی طرف اور فرما رہے تھے میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائیں گے۔

وفی النبراس (صـ۵۰۳): ومعاویة هو ابو عبدالرحمن ابن ابی سفیان بن حرب بن امیة بن عبد شمس بن عبدمناف اسلم یوم فتح مکة وقال بعضهم اسلم قبله ولکن کتم اسلامه خوفا من أبیه وکان أخته ام حبیبة زوج النبی ﷺ وکان صاحب روایة فی الحدیث ومجتهد فی الفقه حلیماجوادا شدید المعرفة بقوانین السلطنة ولاه عمر بن الخطاب رضی الله عنه الشام وأقره عثمان ثم استقل بالملک بعد تسلیم الحسن بن علی رضی الله عنهما الخلافة الیه .

وفی شرح العقیدة الطحاویة (۷۳۲/۲): واول ملوک المسلمین معاویة وهو خیر ملوک المسلمین لکنه انما صار اماما حقاً لما فوض الیه الحسن بن علی رضی الله عنهما الخلافة فان

الحسن بايعه اهل العراق بعد موت ابيه ثم بعد ستة اشهر فوض الامر الى معاوية وظهر صدق قول النبى ﷺ ان ابنى هذا سيد وسيصلح الله به فئتين عظيمتين من المسلمين.

(۴۳۵) امام اعظم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اور غسل وتکفین کس نے کی؟ جواب تاریخی حوالہ جات کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمه الله رحمة واسعة کی نماز جنازہ حسن بن عمارہ النخعی رحمہ اللہ نے پڑھائی اور غسل وتکفین کا انتظام بھی انھوں نے کیا۔

لما فی البداية والنهاية (۵/۱۱۱): كان مولده فی سنة ثمانين فتم له من العمر سبعون سنة وصلى عليه ببغداد ست مرات لكثرة الزحام وقبره هناك رحمه الله.

وفی شرح مسندالامام ابی حنيفة (ص۴): وتوفى ببغداد ودفن بمقبرة الطيزارية وتقدم فی الصلاة عليه الحسن بن عمارة النخعی الكوفی.

وفی الجواهر المضية (۲/۵۴۸): ومنهم الحسن بن ابی عمارة وهو الذی غسل الامام.

(۴۳۶) بارہ ربیع الاوّل کا تعین ہجرت سے پہلے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کا یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے اور یہ ہجرت سے کافی پہلے کا واقعہ ہے جبکہ ہجری تاریخ کی ابتدا ہجرت کے بعد سے ہوئی ہے تو اتنا عرصہ پہلے کے واقعہ کو بارہ ربیع الاول کیسے شمار کیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......ہجری تاریخ کی ابتداء ہجرت کے کافی بعد ہوئی لیکن ہجری تاریخ سے مراد صرف سال یعنی سن ہے اسکی ابتداء ہجرت کے بعد ہوئی اور مہینوں کا شمار یعنی بارہ مہینے کائنات کی تخلیق کے وقت سے چلے آرہے ہیں لہٰذا ہجرت سے پہلے بھی وہی مہینے تھے جن میں ربیع الاول بھی شامل تھا جو ہجرت کے بعد تھے۔

لما فی روح المعانی (۱۰/۸۹): ان عدة الشهور عندالله اثناعشر شهرا (وهی الشهور القمرية المعلومة اذعليها يدور فلك الاحكام الشرعية) فی كتب الله يوم خلق السمٰوات والارض (ای فی ابتداء ايجاد هذا العالم).

وفی احكام القران للقرطبی (۸/۱۳۲): قوله تعالى يوم خلق السموات والارض انما قال يوم خلق السموات والارض ليبين ان قضاءه وقدره كان قبل ذلك وانه سبحانه وضع هذه الشهور وسماها

باسمائها علی مارتبها علیه یوم خلق السموات والارض وانزل ذلک علی انبیائه فی کتبه المنزلة.

(۴۳۷) کیا امام نسائی شیعہ تھے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند دن قبل ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ آپ کی صحاح ستہ میں شامل کتاب نسائی شریف کے مؤلف امام نسائی شیعہ تھے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو یہ بات انکی طرف کیسے منسوب کی گئی؟

الجواب حامداًومصلیاً......امام نسائی کا تعلق اہل تشیع سے نہیں بلکہ وہ اہل سنت کے اجلہ محدثین میں سے ہیں۔انکی طرف تشیع کی نسبت صرف ایک واقعہ کی بناپر کی جاتی ہے اور وہ یہ کہ آپ آخری عمر میں دمشق گئے جہاں خارجیوں کی کثرت تھی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر ایک کتاب لکھی جسکی وجہ سے بعض نے ان پر تشیع کا الزام لگایا لیکن یہ بات صحیح نہیں کیونکہ فضائل علیؓ پر کتاب لکھنے سے مقصود اہل دمشق کی اصلاح تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے خود اس کی وجہ یہ بیان کی کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعے سے ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں گے۔اور مزید یہ کہ کچھ عرصہ بعد آپ نے فضائل صحابہ پر بھی ایک کتاب لکھی لہٰذا آپ پر تشیع کا الزام کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔

لمافی سیر اعلام النبلاء (۱۱/۱۹۷): قال الوزیر ابن حنزابة: سمعت محمد بن موسی المامونی صاحب النسائی قال: سمعت قوما ینکرون علی ابی عبدالرحمن النسائی کتاب: الخصائص لعلی رضی اللہ عنہ وترکه تصنیف فضائل الشیخین فذکرت ذلک فقال دخلت دمشق والمنحرف بها عن علی کثیر فصنفت کتاب الخصائص رجوت ان یهدیهم الله تعالی ثم انه صنف بعدذلک فضائل الصحابة.

وفی المقدمةعلی سنن النسائی ص "ز": قال محمد بن اسحاق الاصبهانی سمعت مشائخنابمصر یقولون ان عبدالرحمن فارق مصر فی آخر عصره وخرج الی دمشق فسئل عن معاوية وما روی من فضائله ففضل علیه علیا فمازالوا یدفعون فی خضنه حتی اخرجوه من المسجد.

﴿کتاب الاجتہاد و التقلید﴾

(اجتہاد اور تقلید سے متعلق سوالات)

(۴۳۸) ائمہ کے اختلاف کی رعایت اور مقلد کا عمل

سوال......کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں اگر کسی فرعی مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہوا تو عمل کے اعتبار سے رعایت کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ نیز اگر امام کے متبعین میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو کیا مقلد کیلئے جائز ہے کہ جس کے مذہب پر چاہے عمل کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......ائمہ اربعہ کے متبعین میں سے ہر ایک کیلئے اپنے امام کی اتباع کرنا واجب ہے البتہ اگر مذہب کے مشائخ یا متأخرین نے کسی مسئلہ میں امام کے قول کو چھوڑ کر دوسرے امام کے قول کو اختیار کیا ہو تو وہاں مشائخ متأخرین کے قول پر عمل ہوگا۔ اور اگر امام کے متبعین میں اختلاف ہو تو احناف کے نزدیک عبادات میں امام صاحب (امام ابوحنیفہؒ)، قضاء وشہادت میں امام ابو یوسفؒ اور میراث وغیرہ میں امام محمدؒ کے قول کو لیا جائے گا۔ اس کے بعد حسن بن زیادؒ اور امام زفرؒ کے قول پر عمل کیا جائے گا۔

لمافی حجة الله البالغة (۱/۱۵۴): ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتدبه منها على جواز تقليد ها الى يومنا وفى ذلک من المصالح مالا يخفى لاسيما فى هذه الايام.

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۷۵): وان الحكم الملفق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليدبعد العمل باطل اتفاقا.

وفى الشامية: (الحكم الملفق) المراد بالحكم الحكم الوضعى كالصحة مثاله متوضئ سال من بدنه دم ولمس امرأته ثم صلى فان صحة هذه الصلاة ملفقة من مذهب الشافعى والحنفى والتلفيق باطل وصحته منتفية.

وفيها ايضاً (۱/۷۱): قد جعل العلماء الفتوى على قول الامام الاعظم فى العبادات وهوالواقع بالاستقرار مالم يكن عنه رواية كقول المخالف .... الفتوى على قول محمد فى جميع مسائل ذوى الارحام .... الفتوى على قول ابى يوسف فيما يتعلق بالقضاء.

وفى عقودرسم المفتى (ص۳۷): ان كثيرا من الاحكام التى نص عليها المجتهد صاحب المذهب بناء على ماكان فى عرفه وزمانه قد تغيرت بتغير الازمان بسبب فساد اهل الزمان اوعموم الضرورة.

(۴۳۹) کیا قیاس ادلہ اربعہ میں شامل ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ائمہ اربعہ نے جو قیاس سے مسائل کا استنباط کیا ہے کیا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قیاس ادلہ اربعہ میں شامل ہے اوراس کے ثبوت پر روایات کثیرہ اور تعامل صحابہ دال ہے لہٰذا یہ کہنا کہ قیاس ائمہ اربعہ نے ایجاد کیا صحیح نہیں ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱۰۹۲/۲): حدثناعبدالله بن یزید ....عن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله ﷺ یقول اذاحکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حکم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر.

(وهکذا فی الصحیح للمسلم ج۲/ص ۷۶)

وفی المشکوة (صـ۳۲۴): عن معاذ بن جبل ان رسول الله ﷺ لمابعثه الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فی سنة رسول الله ﷺ قال اجتهد برأی ولاالو قال فضرب رسول الله ﷺ علی صدره وقال الحمدلله الذی وفق رسول رسول الله لمایرضی به رسول الله.

وفی المرقات (۲۳۹/۷) تحت هذه الروایة: قال الخطابی لم یردبه الرأی الذی یسنح له من قبل نفسه أویخطر بباله علی غیر اصل من کتاب اوسنة بل اراد رد القضیة الی معنی الکتاب والسنة من طریق القیاس وفی هذا اثبات للحکم بالقیاس.

(۴۴۰) تقلید کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقلید کرنا صحیح نہیں ہے۔کیونکہ کسی امام کی اتباع کرنے سے بہتر ہے کہ براہ راست حضور اقدس ﷺ کی اتباع کی جائے۔بظاہر ان کی بات صحیح بھی معلوم ہوتی ہے۔اب آپ سے گزارش ہے کہ درج ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں تا کہ میرا خلجان دور ہوجائے:

(۱) آیا تقلید کی شرعاً کوئی حیثیت ہے یا نہیں؟

(۲) نحن رجال وهم رجال کا سہارا لے کر عدم تقلید کو اختیار کرنا کیسا ہے؟

(۳) علماء اور عوام کے لئے تقلید کا ایک درجہ ہے یا تقلید صرف عوام پر لازم ہے؟

(۴) وہ لوگ جو تقلید کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں ان کی یہ بات کس حد تک صحیح ہے؟ تفصیل سے جوابات عنایت فرما کر رہنمائی

فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً.....تقلید کی شرعی حیثیت بیان کرنے سے پہلے نفس تقلید کا مطلب بیان کیا جاتا ہے:

اصل اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اس لئے ہے کہ وہ رب تعالیٰ کے احکامات کے ترجمان ہیں۔اب اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کو بھی بالذات قابل اطاعت سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن وسنت کے احکامات دوقسم کے ہیں۔پہلی قسم ان احکامات کی ہے جن کو ہر عربی دان سمجھ سکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ولا یغتب بعضکم بعضا الآیة﴾۔اسی طرح قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے بہت سے وعدے،وعیدیں اور اصولی باتیں سب کے سامنے ظاہر ہیں۔اس طرح کے احکامات میں کسی کی تقلید نہیں کی جاتی۔

دوسری قسم میں وہ احکامات ہیں جن میں ابہام پایا جاتا ہے کہ ہر کس وناکس ان کے مفہوم تک نہیں پہنچ سکتا۔مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء الایة۔''قروء''ایک مشترک لفظ ہے جو طہر اور حیض دونوں معنی میں مستعمل ہے، یہاں کون سے معنی مراد ہیں؟.........کسی ایک معنی کی تعیین کی صورت میں کتنے ہی احکامات اور فروعات تبدیل ہوجائیں گے۔اب یہ تعیین مجتہد کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں کرسکتا۔اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔اسی طرح احادیث رسول اللہ ﷺ کے اتنے بڑے مجموعہ میں بعض احادیث ظاہری طور پر متعارض بھی ہیں۔ان میں ترجیح یا تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟.........یہ کام بھی ہر ایک کے بس کا نہیں ہے۔

اس طرح کے مواقع پر دوصورتیں ہیں:ایک صورت یہ ہے کہ ہم خود ہی یہ فیصلہ کرلیں کہ کون سی چیز ہم نے لینی ہے اور کون سی ناقابل اعتبار ہے۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ تعیین وتشریح میں اپنے اسلاف کی اتباع کریں جو فہم،ذکاوت،تفقہ فی الدین اور حافظہ غرض ہر چیز میں ہم سے فائق تھے۔پہلی صورت انتہائی خطرناک اور دوسری صورت محتاط ہے۔

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوا کہ''قرآن وحدیث کی تشریح میں اپنے اسلاف میں سے کسی ایک پر اعتماد کرکے اس کے قول کو لینا''اسی کو''تقلید''سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی حقیقت تقلید ہے۔　پھر تقلید کی دوصورتیں ہیں:

(۱) **تقلید مطلق**:اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں ایک عالم کی بات مانی جائے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے عالم کی بات اور تشریح لی جائے۔

(۲) تقلید شخصی:اُس تقلید کو کہا جاتا ہے جو کسی خاص عالم وفقیہ کی تشریح کے مطابق ہو۔

فی نفسہ دونوں صورتوں پر عمل کرنا جائز ہے۔لیکن فقہاء کرام نے جو اپنے زمانے کے نبض شناس ہوتے ہیں بدلتے ہوئے حالات پر نظر کرتے ہوئے تقلید شخصی کو واجب قرار دیا۔چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:

قال اللہ تعالیٰ (النساء:۵۹): یآایها الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۃ الایة

اس آیت کے تحت امام ابوبکر جصاص احکام القرآن ج ۲/ص ۲۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

اختلف فی تاویل اولی الامر فروی عن جابر بن عبدالله وابن عباس روایة والحسن وعطاء ومجاهد انهم اولوا الفقه والعلم.

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

فان تنازعتم فی شئ فردوه الی الله والرسول فامر اولی الامر برد المتنازع فیه الی کتاب الله وسنة نبیه ﷺ اذ کانت العامة ومن لیس من اهل العلم لیست هذه منزلتهم لانهم لایعرفون کیفیة الرد الی کتاب الله والسنة ووجوه دلائلهما علی احکام الحوادث فثبت انه خطاب للعلماء ....

وقوله تعالی (النساء: ۸۳): واذا جاء هم امر من الامن اوالخوف اذاعوابه ط ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم ط الایة

وقوله تعالی (النحل: ۴۳): فاسئلوا اهل الذکران کنتم لا تعلمون o

علامہ آلوسی اس آیت کے ضمن میں روح المعانی ج ۵/ص ۱۴۸ میں رقمطراز ہیں:

ویؤید ذلک مانقل عن الجلال المحلی انه یلزم غیر المجتهد عامیا کان اوغیره التقلید للمجتهد لقوله تعالی فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون.

تقلید شخصی کے ثبوت پر چند احادیث

(۱) عن عکرمة ان اهل المدینة سألوا ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال له تنفر قالوا لانأخذ بقولک وندع قول زید قال اذا قدمتم المدینة فاسئلوا فقدموا المدینة فسألوافکان فی من سألوا ام سلیم .... (صحیح البخاری: ج ۱/ص ۲۳۷)

(۲) ....فأتینا اباموسیٰ فأخبرناه بقول ابن مسعود فقال لاتسئلونی مادام هذا الحبر فیکم. (ایضاً: ج ۲/ص ۹۹۷)

تقلید شخصی کے وجوب پر فقہاء کرام کے فتاویٰ

علامہ ابن تیمیہ فتاوی کبریٰ ج ۲/ص ۲۳۷ میں فرماتے ہیں:

وقد نص الامام احمد انه لیس لأحد أن یعتقد الشئ واجبا اوحراما ثم یعتقده غیر واجب اومحرم بمجرد هواه مثل ان یکون طالبا لشفعة الجوار فیعتقدها انهاحق له ثم اذا طلبت منه شفعة الجوار

فمثل هذا ممن یکون فی اعتقاده حل الشئ وحرمته ووجوبه اعتقد انهالیست ثابتة .... وسکوته بسبب هواه هومذموم مجروح خارج عن العدالة وقد نص احمد وغیره علی ان هذا لایجوز.

ایک دوسری جگہ پرایک مسئلہ کے ضمن میں ج ۲/ص ۲۸۵ میں فرماتے ہیں:

وهذا القول یخالف اجماع المسلمین فانهم متفقون علی ان من اعتقد حل الشئ کان علیه ان یعتقد ذلک سواء وافق غرضه اوخالفه ومن اعتقد تحریمه کان علیه ان یعتقد ذلک فی الحالین وهؤلاء یکونون فی وقت یقلدون من یفسده وفی وقت یقلدون من یصححه بحسب الغرض .... والهواء ومثل هذا لایجوزباتفاق الائمة.

تقلید شخصی کے وجوب کی علت بیان کرتے ہوئے شرح المهذب ج ۱/ص ۸۸ میں فرماتے ہیں:

ووجهه انه لوجاز اتباع ای مذهب شاء لافضیٰ الی ان یلتقط رخص المذاهب متبعاهواه ، ویتخیر بین التحلیل والتحریم والوجوب والجوازوذلک یؤدی الی انحلال ربقة التکلیف بخلاف العصر الاول فانه لم تکن المذاهب الوافیة باحکام الحوادث مهذبةوعرفت، فعلی هذا یلزمه ان یجتهد فی اختیار مذهب یقلده علی التعیین.

ایک اشکال اور اس کاجواب

عام طور پر غیر مقلدین کی طرف سے یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ تقلید شخصی واجب ہے تو بھی صرف چار ائمہ کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟ حالانکہ ان جیسے دوسرے ائمہ جو زہدوتقوی ،اور علمی وفقہی بصیرت کے اعتبار سے ان کے درجے کے تھے ان کی بھی تقلید جائز ہونی چاہئے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ان چار ائمہ کی تقلید کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان حضرات کوایسے اسباب مہیا فرمائے کہ ان کے مذاہب مکمل طور پر مدون ہوگئے۔جبکہ دوسرے ائمہ کے مذاہب اس طور پر مدون نہ ہوسکے۔اس بناء پر صرف ان ہی چار کی تقلید کی جاتی ہے۔چنانچہ علامہ آلوسی اسی علت کو بیان کرتے ہوئے روح المعانی ج ۱۴/ص ۱۴۸ میں فرماتے ہیں:

مقتضی کلامهم انه لافرق بین تقلید احد ائمة المذاهب الاربع وتقلید غیره من المجتهدین. نعم ذکر العلامة ابن الحجر وغیره انه یشترط فی تقلید الغیر ان یکون مذهبه مدونا محفوظ الشروط والمعتبرات.

اسی طرح علامہ نووی اسی علت پر بحث کرتے ہوئے شرح المهذب ج ۱/ص ۸۸ میں فرماتے ہیں:

ولیس لہ التذہب بمذہب احد من ائمۃ الصحابۃ ﷺ وغیرھم من الاولین وان کانوا اعلم واعلا درجۃ ممن بعدھم لانھم لم یتفرغوا لتدوین العلم وضبط اصولہ وفروعہ فلیس لاحد منھم مذھب مھذب ومحرر مقرر وانماقام بذلک من جاء بعدھم من الائمۃ الناحلین لمذاھب الصحابۃ والتابعین القائمین بتمھید احکام الوقائع قبل وقوعھا ، الناھضین بایضاح اصولھا وفروعھا کمالک وابی حنیفۃ وغیرھما.

اورحضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغۃ ج ا/ص ۱۵۴ میں فرماتے ہیں:

ان ھذہ المذاھب الاربعۃ المدونۃ قد اجتمعت الامۃ اومن یعتد بہ منھا علی جواز تقلیدھا الی یومنا ھذا وفی ذلک من المصالح مالایخفی لاسیما فی ھذہ الایام ....

دوسرے جزء کاجواب

وہ غیرمقلدین حضرات جونحن رجال وھم رجال کا سہارا لے کرعدم تقلید کا پرچار کرتے ہیں ان کو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ کون سی خوبی میں ان کے برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا علم وفہم میں ان کا مقابلہ کرتے ہیں؟ یا ذکاوت وحافظہ یا دین ودیانت میں ان سے برابری کا دعویٰ کرتے ہیں؟ یا یہ لوگ تقویٰ وپرہیزگاری میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں؟ حالانکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج کل ہم سب مقلدین وغیرمقلدین ہر اعتبار سے اس قدر تہی دست ہیں کہ ہمیں قرون اولیٰ کے علماء سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ مزید برآں قرون اولیٰ کے علماء تو اس ماحول اور زمانے کے بھی قریب ہیں جس مبارک زمانے اور ماحول میں قرآن کریم نازل ہوا۔ ان کو قرآن کریم کے انداز گفتگو اور مزاج دین کی ہوبہو پہچان حاصل تھی۔ غیرمقلدین حضرات کے اس اعتراض کے جواب میں صرف حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (جوجلیل القدر فقہاء صحابہ میں سے ہیں) کا یہ قول کافی ہے:

عن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لاتؤمن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد ﷺ کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوھم علی اثرھم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم. (مشکوۃ المصابیح :ص ۳۲)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کے طریقے کو اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ ایسے شخص کے طریقے کو اختیار کرے جس کا انتقال ہوگیا ہو۔ زندہ شخص فتنہ سے مامون نہیں ہوتا۔ یہ نبی ﷺ کے صحابہ ہیں جو اس امت کے بہترین لوگ ہیں جن کے دل پارسا، علم گہرا اور بہت کم تکلف کو اختیار کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کو قائم رکھنے کے لئے چن لیا ہے پس تم ان کی فضیلت کو پہچانو اور ان کی اتباع کرو اور ان کے اخلاق وسیرت میں

سے جس قدر اپنا سکو اسے اپنالو کیونکہ یہ لوگ مکمل ہدایت پر تھے۔

تیسرے جزء کا جواب

جو عالم درجہ اجتہاد پر فائز نہ ہو اس نے خواہ کتنی ہی کتابیں پڑھ لی ہوں وہ عامی ہے۔ اس کو بہر حال عامی کی طرح کسی ایک امام کے قول کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور آج کل کے عام علماء اسی طبقہ میں داخل ہیں۔ ہاں جو عالم تبحر علمی کے سبب درجہ اجتہاد پر فائز ہو تو اس کی اور عامی کی تقلید میں فرق ہوگا۔

چنانچہ حضرت مولانا حبیب احمدؒ اجتہاد کی تحقیق کے بعد ان حضرات سے متعلق جو درجہ اجتہاد پر فائز نہ ہونے کے باوجود اجتہاد کرتے ہیں ان جیسے لوگوں پر تقلید کے وجوب کا قول ذکر کرنے کے بعد ان کے اجتہاد کی مذمت کرتے ہوئے اعلاء السنن (۲۰/۲۳۲) میں فرماتے ہیں:

وهؤلاء يجب عليهم تقليد المجتهد فان اجتهدوا ضلوا وأضلوا وهؤلاء هم اهل الرأى الذين ذمهم الصحابة والتابعون ....

''یہی لوگ ہیں جن پر مجتہد کی تقلید واجب ہے پس اگر یہ خود اجتہاد کرنے لگیں تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ پس یہی لوگ اہل رائے ہیں جن کی صحابہ وتابعین نے مذمت کی ہے''۔

اسی طرح علامہ شامیؒ (متوفی ۱۲۵۲ھ) اپنے دور کے مفتیان کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اس زمانے میں مفتی مجتہد کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور سب کے سب مقلد محض ہی ہیں''۔ جب ان کے زمانے کا یہ حال تھا تو ہمارے زمانے میں مفتی مجتہد اور بھی عدیم الوجود ہوگا۔

ولما انقطع المفتى المجتهد فى زماننا ولم يبق الا المقلد المحض وجب علينا اتباع التفصيل.

(شرح عقود رسم المفتى : ص ۲۱)

چوتھے جزء کا جواب

وہ غیر مقلدین حضرات میں جو مقلدین کو مشرک قرار دیتے ہیں یہ ایک غلط فہمی پر مبنی ہے اور اگر غلط فہمی نہ ہو تو ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ غلط فہمی یہ ہے کہ مقلدین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کو رد کر کے اپنے امام کی بات مانتے ہیں اور ہر حکم میں اس کی پیروی کرتے ہیں گویا کہ وہ ان کا خدا ہے اور اسی پر وہ آیت بطور دلیل پیش کرتے ہیں جس میں مشرکین مکہ کے ہٹ دھرمی اور اندھی تقلید کا ذکر ہے:

واذاقيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ماالفينا عليه آبائنا ط اولو كان آباؤهم لايعقلون شيئا ولايهتدون ٥ (البقرة : ١٧٠)

لیکن یہ بات تفصیلاً گزر چکی ہے کہ مقلدین حضرات کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں بلکہ وہ ان ائمہ حضرات کو قرآن وسنت کا شارح قرار دے کران کی تشریح کے مطابق قرآن وسنت پر عمل کرتے ہیں نہ کہ کفار کی طرح اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی بات کو چھوڑ کر ان ائمہ کی بات کو قبول کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات صرف غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور اگر غلط فہمی نہیں تو ہٹ دھرمی ہے کہ سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس طرح کی الزام تراشیاں کی جاتی ہیں، اس صورت میں یہ لوگ واقعی "ضلوا فاضلوا" کے مصداق قرار پائیں گے۔

تقلید کو شرک کہنا تو دور کی بات ہے بلکہ خود حضرت یوسف علیہ السلام اس طرح کی تقلید پر اپنے عمل کو ذکر کر کے شرک کی نفی کرتے ہیں جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ صرف تقلید شرک نہیں ہوسکتی چنانچہ رب تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کو یوں ذکر فرماتے ہیں:

واتبعت ملة آباء ی ابراھیم واسحق ویعقوب ط ماکان لنا ان نشرک باللہ من شیٔ ط الآیۃ (یوسف: ۳۸)

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اسی کی تشریح کرتے ہوئے فتاوی کبریٰ ج ۲/ص ۲۳۹ میں رقمطراز ہیں:

لماکان من الاحکام مالایعرفه کثیر من الناس رجع الناس فی ذلک الی من یعلمھم ذلک لانه اعلم بماقال الرسول واعلم بمراده فائمة المسلمین الذین اتبعوھم وسائل وطرق وادلة بین الناس وبین الرسول یبلغونھم ماقاله ویفھمونھم مراده بحسب اجتھادھم واستطاعتھم وقد یخص اللہ ھذا العالم من العلم والفھم مالیس عند الآخر۔

(۴۴۱) تقلید واجب ہے یا نہیں؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے، یہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں ہر ایسا شخص جو مجتہد نہ ہو اس پر کسی مجتہد کی تقلید واجب ہے خاص طور پر ہمارے زمانے جبکہ علم کا فقدان پایا جاتا ہے۔ نیز ویسے تو چاروں ائمہ برحق ہیں البتہ ان میں کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے تاکہ اسمیں بجائے شریعت پر عمل کرنے کے اپنی خواہشات کا غلبہ نہ ہو جائے جبکہ ہمارے زمانے میں ویسے بھی ہمتیں کمزور پڑ چکی ہیں اور اسلام کا درد دلوں سے مٹ چکا ہے اور ہر شخص کا مزاج ایسا بن چکا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اسکی خواہش اسلام کے روپ میں پوری ہو جائے ایسے حالات میں کسی متعین امام کی تقلید اور بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق

(۴۴۲) ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرنے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس شخص کے بارے میں جو مذاہب اربعہ کے ائمہ کو سب وشتم کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ

انہوں نے اسلام کی حقیقت بدل ڈالی، اور ایسی چیزوں کا اضافہ کیا جن کی اللہ اور رسول نے اجازت نہیں دی اور اسلام کی ظاہری صورت کو تبدیل کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر یہ شخص ائمہ اربعہ کو بغیر کسی وجہ کے سب وشتم کرتا ہو تو اس طور پر کہ انھوں نے اسلام کی ظاہری صورت کو مٹا کر نفسانی خواہشات کی اتباع کرلی ہے تو ایسا شخص فاسق ہے اس کی شہادت فسق کی بنا پر نا قابل قبول ہے۔ امامِ وقت کو چاہیے کہ اس کو تعزیرا سزا دے۔

لمافي البحر الرائق (۵/۴۹): مراهق شتم عالما فعليه التعزير.

وفي الهندية (۲/۲۷۰): من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر.

وفي ردالمحتار (۴/۲۳۷): وترد شهادة من يظهر سب السلف وتقبل شهادة اهل الاهواء ......وقال الزيلعي اويظهر سب السلف يعني الصالحين منهم وهم الصحابة والتابعون لان هذه الاشياء تدل علی قصور عقله.

(۴۴۳) مذہب کی تبدیلی پر تعزیر

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص ایک مذہب (ائمہ اربعہ) سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس طرح مذہب کی تبدیلی پر اس پر تعزیر آئے گی یا نہیں؟ کیونکہ میں نے ایک عالم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر اسلامی حکومت قائم ہو تو ایسے شخص پر تعزیر آئے گی۔ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں ایسا شخص جو صاحب علم ہو، مذہب کے تمام اصول وفروع سے واقف ہو اور کسی دلیل کی بنا پر جو پہلے مخفی تھی اب اس پر واضح ہوئی اور وہ پہلے مذہب کو نہ تو حقیر جانتا ہو اور نہ اسکی توہین کرے تو ایسے شخص پر تعزیر نہیں آئے گی بلکہ یہ اجر کا مستحق ہے۔

اور اگر کوئی شخص بغیر کسی دلیل شرعی کے جبکہ وہ مذہب سے ناواقف ہے کسی فاسد غرض، مال دولت یا کسی مسئلہ میں صرف سہولت کیوجہ سے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے تو ایسا شخص قابل ملامت اور تعزیر کا مستحق ہوگا کیونکہ ایسا کرنا اس کیلئے جائز نہیں۔

لمافي الدرالمختار مع رد المحتار (۴/۸۰): ارتحل الى مذهب الشافعي يعزر سراجيه.

وفي الشامية: اى اذا كان ارتحاله لا لغرض محمود شرعا ....ولوان رجلا يرى من مذهبه باجتهاد وضع له كان محمودا ماجورا. اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من غرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الاثم المستوجب للتاديب والتعزير لارتكابه المنكر في الدين واستخفافه

بدینه و مذهبه اھ۔

(۴۴۴) ابوحنیفہ کی وجہ تسمیہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں امام اعظم کی کنیت ابوحنیفہ کیسے مشہور ہوئی۔ اسکی وجہ ذکر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... امام اعظم نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کو ''ابوحنیفہ'' کہنے کی راجح وجہ یہ ہے کہ حنیف کے معنی آتے ہیں ''اسلامی احکامات پر مکمل طور سے عمل پیرا'' یعنی جو ہر طرف سے کٹ کر صرف دین اسلام کی طرف مائل ہو۔ چونکہ آپؒ نے اپنی زندگی کے سارے مشاغل کو ختم کر کے صرف دین کے مسائل کا استنباط اور نشر واشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا لہٰذا آپ ''ابوحنیفہ'' کی کنیت سے مشہور ہوئے۔

لمافی الخیرات الحسان (ص۴۵): ان کنیته ابو حنیفه مؤنث حنیف، وهو الناسک او المسلم لان الحنف المیل والمسلم مائل الی الدین المحق. قیل سبب تکنیه بذلک ملازمته للدواة حنیفة بلغة العراق وقیل کانت له بنت تسمی بذلک ورد بانه لا یعلم له ولد ذکر ولاانثی غیر حماد.

فصل فی علامات الساعة

(قیامت کے احوال اور علامتوں کے بارے میں)

(۴۴۵) علامات قیامت کا بیان

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ نے قیامت کی بہت سی نشانیاں بتائیں ان میں سے کتنی ظاہر ہوچکی ہیں اور کتنی باقی ہیں ان کی ترتیب کیا ہوگی؟ نیز میں نے سنا ہے کہ اصحاب کہف زندہ ہیں اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں آئیں گے اور ان کی مدد کریں گے اگر یہ بات صحیح ہے تو ان اصحاب کہف کا شمار حضور ﷺ کی امت میں سے ہوگا یا نہیں؟ تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جو علامات قیامت سے پہلے ظاہر ہونگی ان کا ظہور تقریباً ہو چکا ہے جیسے مال غنیمت کو اپنا مال سمجھنا، امانت کو غنیمت سمجھنا، زکوۃ کی ادائیگی کو تاوان سمجھنا، بیوی کو ماں پر ترجیح دینا، دوست کو باپ پر ترجیح دینا، مساجد میں شور برپا کرنا، برسرعام شراب پیا جانا اور سلف صالحین کو گالیاں دینا وغیرہ وغیرہ۔

دوسری قسم ان علامات کی ہے جن پر قیامت کا آنا موقوف ہے جن کے بعد قیامت واقع ہوگی۔ وہ دس علامات ہیں جن میں سب سے پہلے امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ بیت اللہ کے سامنے رکن اور مقام کے درمیان لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور بیت المقدس کیطرف ہجرت کریں گے پھر ان کی خلافت میں دجال نکلے گا جس کا رنگ سرخ، بھاری جسم پست قد، الجھے ہوئے بال، ایک آنکھ سپاٹ دوسری عیب دار اور پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر شخص پڑھ سکے گا پہلے نبوت کا دعوی کرے گا پھر ترقی کر کے خدائی کا دعویٰ کرے گا گدھے پر سوار ہوگا۔ ستر ہزار یہودی اسکی فوج میں شامل ہونگے آندھی کیطرح چلے گا۔ حرمین شریفین اور بیت المقدس کے علاوہ ساری دنیا میں گھومے گا، مدینہ کی طرف جائے گا مگر فرشتے اسے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ وہاں سے بیت المقدس کا رخ کرے گا تو اہل اسلام اس کے مقابلے کیلئے نکلیں گے۔ دجال کی فوج مسلمانوں کا محاصرہ کرے گی اور مسلمان وہاں محصور ہو جائیں گے۔ عین اس وقت جب فجر کی اقامت ہوچکی ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جامع مسجد دمشق کے مشرقی مینار کے پاس نازل ہوں گے۔ امام مہدی مصلے سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور انہیں نماز پڑھانے کی درخواست کریں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام دروازہ کھولیں گے آپ کے ہاتھ میں چھوٹا سا نیزہ ہوگا۔ دجال آپ کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے چنانچہ وہ بھاگنا شروع کرے گا لیکن آپ اسے باب لد کے مقام پر قتل کردینگے۔ پھر اسی زمانے میں یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا وہ زمین کی ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے اتریں گے۔ ان کا پہلا دستہ جب بحیرہ طبریہ پر گزرے گا

تو اس کا سارا پانی ختم کر دے گا جب بعد والے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا۔

اس کے بعد جبل خمر کی طرف چلیں گے جو بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے وہاں پہنچ کر کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم قتل کر چکے اب آسمان والوں کو قتل کریں گے چنانچہ وہ اپنے تیر آسمان کیطرف پھینکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تیر کو خون میں رنگ کر واپس کریں گے۔ اس دوران مسلمان کوہ طور میں محصور ہونگے اور سخت تنگی میں مبتلا ہونگے پھر اللہ تعالیٰ یا جوج ماجوج کو کیڑوں کے ذریعے ہلاک کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد چالیس سال تک دنیا میں رہیں گے ان کا دور مثالی امن کا دور ہوگا لیکن ان کے بعد پھر زمین میں فتنہ وفساد برپا ہوجائے گا۔ اس کے بعد جبل صفا سے دابۃ الارض نکلے گا جو زمین میں گھومے گا۔

اسی دوران تین خسفات (زمین میں دھنسنا) ہونگے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں، اس کے بعد ایک دھواں نمودار ہوگا جو ہر طرف پھیل جائے گا پھر سورج مغرب سے طلوع ہوجائے گا جس کے ساتھ ہی توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ یہ آخری علامت ہوگی اس کے بعد قیامت واقع ہوجائے گی، ایک آگ نکلے گی جو تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع کردے گی۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اصحاب کہف بھی نکل آئیں گے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہوں گے۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے امتی ہیں تو ان کے حواری بطریق اولیٰ آپ ہی کی امت میں ہوں گے۔

لمافی حاشیة الصاوی (۳/ ۱۰): واعلم انه اختلف فی اصحاب الکهف لعل ماتوا ودفنوا اوهم نیام واجسامهم محفوظة والصحیح انهم نیام ویستیقظون عند نزول عیسیٰ ویحجون معه ویموتو ن قبل یوم القیمة حین تأتی الریح اللینة.

وفی المشکوة (صـ۴۷۲): عن حذیفه بن اسید الغفاری قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذکرون قالوا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتیٰ تروا قبلها عشر آیات فذکر الد خان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغر بها ونزول عیسی ابن مریم ویا جوج وماجوج وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف با لمغرب وخسف بجزیرة العرب واخر ذلک نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرهم وفی روایة نار تخرج من قعر عدن تسوق الناس الی المحشر.

وفیها ایضاً (صـ۴۷۰): عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ اذا اتخذ الفئ دولا والامانة مغنما والزکاة مغرما وتعلم لغیر الدین واطاع الرجل امرأته وعق امه وادنی صدیقه واقصی اباه وظهرت الا صوات فی المساجد وسادالقبیلة فاسقهم وکان زعیم القوم ارذلهم واکرم الر جل مخافة شره وظهرت القینات والمعازف وشربت الخمور ولعن اخر هذه الامة اولها فارتقبو ا عند ذلک ریحا حمراء و زلزلة وخسفاً ومسخاً وقذفاً وآیات تتابع کنظام قطع سلکه فتتابع.

وفیها ایضاً (صـ۴۷۳): عن النواس بن سمعان قال ذکر رسول الله ﷺ الدجال ....قلنا یا رسول

الله وما اسراعه فی الارض قال کا لغیث استد برته الریح فیاتی علی القوم فید عوهم فیؤمنون به فیا مر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیهم سارحتهم اطول ما کانت ذری واسبغه ضروعا وامده خواصر .... فبینما هو کذلک اذبعث الله المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهزو دتین واضعا کتفیه علی اجنحة ملکین اذا طأطأ راسه قطر واذا رفعه تحدّر منه مثل جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتیٰ یدرکه بباب لد فیقتله ثم یاتی عیسی قوم قد عصمهم الله منه فیمسح عن وجوههم ویحدثهم بدرجاتهم فی الجنة فبینما هو کذلک اذا وحی الله الی عیسیٰ انی قد اخرجت عباداً لی لایدان لاحد بقتالهم فحرز عبادی الی الطور ویبعث الله یاجوج وماجوج وهم من حدب ینسلون فیمر اوائلهم علی بحیرة طبریة فیشربون ما فیها ویمر آخرهم فیقول لقد کان بهذه مرة ماء ثم یسیرون حتی ینتهوا الی جبل الخمر وهو جبل بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض هلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابهم الی السماء فیرد الله علیهم نشابهم مخضوبة دما ویحصر نبی الله واصحابه حتی یکون رأس الثور لاحدهم خیرا من مائة دینار لاحدکم الیوم فیرغب نبی الله عیسی واصحابه فیرسل الله علیهم النغف فی رقابهم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدة ثم یهبط نبی الله عیسیٰ واصحابه الی الارض .... فیومئذ تأکل العصابة من الرمانة .... فبیناهم کذالک اذ بعث الله ریحا طیبة فتأخذهم تحت اباطهم فتقبض روح کل مؤمن وکل مسلم ویبقی شرار الناس یتهارجون فیها تهارج الحمر فعلیهم تقوم الساعة.

(۴۴۶) قیامت کی علامات

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے ہر عام وخاص شخص کی زبان پر یہ الفاظ ہیں کہ قیامت بہت قریب ہے۔ اس کی وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور کیا قیامت کی نشانیاں پوری ہوگئی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... قیامت کی علامات تین تقسیم پر ہیں: اول بالکل ابتدائی علامات جیسے انبیاء کے سلسلے کو ختم کرتے ہوئے ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا میں تشریف لانا قیامت کے قریب آجانے کی علامت ہے۔

دوئم: وہ علامات جو درمیانے درجے کی ہیں جیسے جہالت کا غلبہ، علم کا اٹھ جانا، قتل کا زیادہ ہونا، امانت کو غنیمت سمجھنا، عہدے کو غیر اہل کے سپرد کرنا، اور زکاۃ کو تاوان سمجھنا وغیرہ۔

سوئم: وہ علامات جو بالکل قرب قیامت کے وقت ظاہر ہوں گی جیسے خروج دجال ویاجوج ماجوج، نزول عیسیٰ علیہ السلام

اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔

اب ان علامات میں سے پہلی دو قسموں کی علامات کافی حد تک ظاہر ہوچکی ہیں۔ صرف تیسری قسم کی علامات کا ظہور باقی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا کہ قیامت بالکل قریب ہے صحیح ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۴۶۹): عن انس قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویکثر الجهل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویقل الرجال ویکثر النساء حتی یکون لخمسین امرأة القیم الواحد.

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال بینما النبی ﷺ یحدث اذجاء اعرابی فقال متی الساعة قال اذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة قال کیف اضاعتها قال اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة.

وفیها ایضاً (ص۴۷۲): عن حذیفة بن اسید الغفاری قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذاکرون قالوا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی ترو قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسی ابن مریم ویاجوج وماجوج.

(۴۴۷) مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ آخر دور میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائیں گے۔ کیا قرآن یا سنت میں اس کا ذکر موجود ہے؟ اور کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ بات روایات سے ثابت ہے کہ آخر دور میں امام مہدی کا ظہور ہوگا بلکہ ان کی علامات ونشانیاں اور نام تک کا ذکر روایات میں موجود ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۴۷۰): عن ابی سعیدالخدری قال قال رسول الله ﷺ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطا وعدلا.

عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ اذا رأیتم الرایات السود قد جاء ت من قبل خراسان فاتوها فان فیها خلیفة الله المهدی.

عن ابی اسحاق قال قال علی رضی الله عنه ونظر الی ابنه الحسن قال ان ابنی هذا سید کما سماه رسول الله ﷺ وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولایشبهه فی الخلق ثم ذکر قصة یملأ الارض عدلا.

﴿فصل فی احوال مابعدالموت﴾

(مرنے کے بعد کے احوال کے بیان میں)

(۴۴۸) عذاب قبر جسد مع الروح پر ہے یا صرف روح پر؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک عزیز ملازمت کے سلسلے میں ملک سے باہر رہے۔ اب ریٹائرمنٹ کے بعد واپس لوٹے ہیں تو بعض باتوں میں ان کا ہمارے ساتھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ "عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے" جسد مع الروح پر نہیں مانتے۔ کیا وہ اس عقیدے کے باوجود اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟ نیز کبھی کبھی امام صاحب کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرتے ہیں کیا ایسے شخص کو امام بنانا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر جسد مع الروح کو ہوتا ہے، ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں اور یہ عقیدہ کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ لہٰذا یہ شخص اہل سنت والجماعۃ سے خارج ہے، بدعتی اور گمراہ ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بھی صحیح نہیں ہے۔

لمافی مرقاۃ المفاتیح (۱/۳۰۳): فان اللہ تعالی یعلق روحہ الذی فارقہ بجزئہ الاصلی الباقی من اول عمرہ الی آخرہ المستمر علی حالہ حالتی النمو والذبول الذی تتعلق بہ الروح اولا فیحیا ویحیا بحیاتہ سائر اجزاء البدن.

وفی "الروح" لابن القیم (ص۵۴): ان مذهب سلف الامة وائمتها ان المیت یکون فی نعیم اوعذاب وان ذلک یحصل لروحه وبدنه.

وفی شرح الفقه الاکبر (ص۱۰۰): واعادة الروح الی العبد فی قبره حق.

وفی شرحه یقول الملا علی القاری: (الی العبد) ای الی جسده بجمیع اجزائه او ببعضها مجتمعة او متفرقة ...... وفی المسئلة خلاف المعتزلة وبعض الرافضة.

(۴۴۹) قبرستان میں سلام کے جواب کی کیفیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ انسان کے انتقال کے بعد اسکی روح جنت یا جہنم میں پہنچ جاتی ہے تو پھر قبرستان میں سلام کا جواب کس سے ملتا ہے؟ آج کل یہ مسئلہ ہماری مسجد میں زیر بحث ہے اور ہر آدمی اپنی سوچ کے مطابق اس پر رائے

زنی کرتا ہے۔ برائے مہربانی آپ صحیح جواب سے مطلع فرمائیں جو شریعت کے مطابق ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... میت کی روح کا تعلق اس کے جسم سے پایا جاتا ہے اگر چہ کسی درجے میں ہو لہٰذا مردہ سلام کا جواب دیتا ہے اگر چہ ہم اس کو سن نہیں سکتے۔

لما فی مرقات المفاتیح (۱۱۶/۴): وعنها قالت کیف اقول یارسول الله تعنی فی زیارة القبور قال قولی السلام علی اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم المستقدمین منا والمتاخرین وانا ان شاء الله بکم لاحقون .عن ابی هریرة قال قال ابو رزین یارسول الله ﷺ ان طریقی علی الموتی فهل من کلام اتکلم به اذا مررت علیهم قال قل السلام علیکم .... قال ابورزین یسمعون قال یسمعون ولکن لایستطیعون ان یجیبوا قال یا ابارزین الاترضی ان یرد علیک بعددهم من الملائکة اهـ (وقوله لا یستطیعون ان یجیبوا) ای جوابا یسمعه الحی والا فهم یردون حیث لانسمع ....

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ مامن احد یمر بقبر اخیه المومن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام .

وفی الروح لابن القیم (صـ۷): قال ابن عبد البر ثبت عن النبی ﷺ انه قال مامن مسلم یمر علی قبر اخیه کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام فهذا نص انه یعرفه بعینه ویرد علیه السلام .

(۴۵۰) کیا ارواح جمعہ کی شب اہل وعیال میں آتی ہیں

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ارواح مؤمنین جمعہ کی شب اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں؟ ہمارے یہاں مشہور ہے کہ جمعہ کی شب ارواح اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... روحوں کا جمعہ کی شب اہل وعیال میں آنا نصوص سے ثابت نہیں ہے بلکہ ارواح اپنے مستقر میں رہتی ہیں اور وہاں سے دنیا میں نہیں آسکتیں۔

لمافی روح البیان (۱۱۵/۸): عن سعید بن جبیران ارواح الاحیاء وارواح الاموات تلتقی فی المنام فیتعارف منها ماشاء الله ان یتعارف فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجسادها الی انقضاء مدة حیاتها .

وفی الروح (صـ۲۳): عن السدی فی قوله تعالی والتی لم تمت فی منامها قال: یتوفاها فی منامها فیلتقی روح الحی وروح المیت فیتذاکران ویتعارفان قال فترجع روح الحی الی جسده فی الدنیا

الی بقیة اجلها وترید روح المیت ان ترجع الی جسده فتحبس۔

(۴۵۱) سابقہ مرحومین کی روحوں کا نئے مرحوم کی روح کے ساتھ ملاقات

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرحومین کے بعد جانے والی روحیں مرحومین سے ملکر دنیا کے حالات پوچھتی ہیں؟ اسی طرح ان سے اپنے بیوی، بچے، اپنا چھوڑا ہوا مال ومتاع ان سب کے بارے میں پوچھتی ہیں؟

۲۔ایک دفعہ حساب کے بعد ہمیشہ کیلئے جنت یا دوزخ میں رہنا ہوتا ہے یا ایصال ثواب کی وجہ سے جنت منتقل ہوجاتی ہے؟

۳۔مرحومین کیلئے اللہ تعالی کے رحم وکرم کے اور کیا کیا اسباب ہیں؟ نیز ایصال ثواب جو ہم مردوں کیلئے کرتے ہیں کیا اس کا ہمیں کوئی ثواب ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مرحومین کی روحیں دوسری بعد میں آنے والی روحوں سے ملکر دنیا کے حالات پوچھتی ہیں۔

۲۔حساب کتاب کے بعد جو کافر یا مشرک جہنم میں جائیں گے وہ تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اسی طرح جو مسلمان جنت میں جائیں گے وہ بھی ہمیشہ جنت میں رہیں گے البتہ جو مسلمان اپنی بداعمالیوں کی بناء پر جہنم میں ڈالیں جائیں گے وہ بعد میں جنت میں داخل کیے جائیں گے، چاہے بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد ہو یا کسی کے ایصال ثواب کی بناء پر اللہ تعالی اپنا فضل وکرم فرمادیں۔

۳۔مرحومین کیلئے اللہ تعالی کے رحم وکرم کے اسباب فرائض وواجبات کے علاوہ بدنی ومالی عبادات کا ایصال ثواب (جیسے نفلی روزہ صدقہ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ) ہے اسی طرح اولاد صالح جو اس کیلئے دعا کرے یا مرحوم نے اس کے علاوہ کوئی ایسا نیک کام کیا جو بعد میں بھی جاری رہے کہ جب تک اس پر عمل رہے گا مرحوم کے درجات میں اضافے کا سبب بنا رہے گا۔

ایصال ثواب کرنے والے کو اس عمل کا جو اس نے کیا ہے پورا پورا ثواب ملے گا بلکہ وہ جس قدر زیادہ افراد کو ایصال ثواب کرے گا اس اکیلے کو اتنا ثواب ملے گا جتنا کہ ان سب کو ملا۔

لما فی قوله تعالی: ان الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین فی نار جهنم خالدین فیها اؤلئک هم شر البریة ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اؤلئک هم خیر البریة جزآء هم عند ربه تجری من تحتها الانهر خالدین فیها ابدا......الایة

وفی کنز العمال (۱۵/ ۶۸۴): ان نفس المؤمن اذا قبضت تلقاها من اهل الرحمة من عباد الله کما یلقون البشیر من اهل الدنیا فیقولون انظروا صاحبکم لیستریح فانه قد کان فی کرب شدید ثم یسألون ما ذا فعل فلان؟ ومافعلت فلانة؟ هل تزوجت؟ فاذاسألوه عن الرجل قد مات قبله فیقول أیهات......

وفیه ایضاً (۱۵/ ۹۵۲): اربعة تجری علیهم اجورهم بعد الموت من مات مرابطا فی سبیل الله ومن علم علما أجری علیه علمه ما عمل به ومن تصدق بصدقة فآجرها یجری له ماوجدت ورجل ترک

ولدا صالحاًفهو يدعوله.

وفيه ايضاً (۹۵۳/۱۵): اربع من عمل الاحياء ......مثل اجر من عمل به من غير ان ينقص من اجر من عمل به شئ.

وفي رد المحتار (۲۴۳/۲): صرح علمائنا في باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوماً او صدقة او غيرها كذا في الهداية بل في زكاة التاتارخانية عن المحيط الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوی لجميع المؤمنين والمؤمنات لانها تصل اليهم ولاينقص من اجره شئ هو مذهب اهل السنة والجماعة.

(۴۵۲) ارواح کے اہل وعیال میں آنے کا عقیدہ رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ارواح مؤمنین ہر جمعہ کی شب اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں؟اس طرح کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......ارواح مؤمنین کا جمعہ کی شب اہل وعیال میں آنا کہیں سے ثابت نہیں لہٰذا اس طرح کا عقیدہ رکھنا درست نہیں بلکہ فقہاء نے ایسے شخص کے بارے میں کفر کی صراحت کی ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ارواح مؤمنین حاضر ہوتی ہیں اور زندوں کی مصروفیات سے باخبر ہیں لہٰذا اس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافي البحر الرائق (۱۲۴/۵): من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر.

وفي البزازية على هامش الهندية (۳۶۲/۶): قال علماء نا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر.

(۴۵۳) مرحومین کو زندہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح ہمیں مرحومین کے جدا ہوجانے کا افسوس ہوتا ہے کیا انہیں بھی ایسے ہی افسوس ہوتا ہے؟ ہم افسوس کے بعد ان کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں،کیا وہ بھی ہمارے صبر کیلئے کچھ کرتے ہیں؟مرحومین کے نہ ہونے پر ہم ان کی خدمت سے محروم ہوکر تکلیف اٹھاتے ہیں کیا مرحومین کو اس کا غم وافسوس ہوتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......مرحومین کی روحوں کو زندہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے،یعنی اگر زندہ رشتہ داروں کے اعمال اچھے ہوں تو وہ خوشی سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں اور اگر زندوں کے اعمال اچھے نہ ہوں تو اس پر غمزدہ ہوتے ہیں،اور مردوں کے اعمال کا سلسلہ چونکہ منقطع ہوجاتا ہے لہٰذا ایصال ثواب کے بدلے مرحومین کی طرف سے کچھ نہیں ملتا البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایصال ثواب کرنے والوں کو اجر ملتا ہے۔

لما فی کنز العمال (۱۵/ ۶۸۴): ان نفس المؤمن اذا قبضت تلقاها من اهل الرحمة من عباد الله کما یلقون البشیر ......وان اعمالکم تعرض علی اقاربکم وعشائرکم من اهل الآخرة فان کان خیرا فرحوا واستبشروا وقالوا اللهم هذا فضلک ورحمتک فاتم نعمتک وامته علیها ویعرض علیهم عمل المسیٔ فیقولون اللهم الهمه عملا صالحا وترضی به عنه وتقربه الیک.

وفیها ایضاً (۱۵/ ۹۵۳): اربعة من عمل الاحیاء ......مثل اجر من عمل به غیر ان ینقص من اجر من عمل به شئ.

(۴۵۴) قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر قرآن پاک پڑھ کر اس کا ثواب مردے کو بخشا جائے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... قرآن مجید پڑھ کر مردے کو ثواب بخشا جائے تو اگر اس مردے کو عذاب ہو رہا ہو تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

لمافی الطحطاوی علی مراقی الفلاح (ص۵۱۳): ویستحب للزائر قرأة سورة یٰس لماورد عن انس رضی الله عنه انه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من دخل المقابر فقرأ سورة یٰس یعنی واهدی ثوابها للاموات خفف الله عنهم یومئذ العذاب.

وهکذا نقل فی ردالمحتار (۲/ ۲۴۳)

(۴۵۵) زندہ اور مردہ دونوں کے لئے ایصال ثواب

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا زندوں کو ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے یا صرف مُردوں کو ایصال ثواب کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... مُردوں کی طرح زندوں کو بھی ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے۔

لمافی الهندیة (۱/ ۲۵۷): الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة کان اوصوما اوصدقة اوغیرها کالحج وقرأة القرآن والاذکار.

وفیها ایضا (۲/ ۲۴۳): وفی البحر من صام اوصلی اوتصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز. ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة کذافی البدائع، ثم قال: وبهذا علم انه لافرق بین ان یکون المجعول له میتا اوحیا.

﴿فصل فی کیفیة الحشر واحواله﴾

(میدان حشر اوراس کے احوال کے بارے میں)

(۴۵۶) دائمی عذاب عادت کی وجہ سے ہلکا ہوگا؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے ایک نہ ایک دن کافر بھی جہنم سے نکال دیے جائیں گے اور خالدین فیھا ابدا کی آیات کے بارے میں کہتا ہے کہ اس سے مراد مکث طویل (طویل مدت تک رہنا) ہے اور کہتا ہے کہ جب دوا مسلسل استعمال کی جاتی ہے تو عادت بن جاتی ہے، اسی طرح عذاب بھی عادت بن جائے گا لہٰذا جہنم میں رکھنے کا فائدہ؟ ایسے قول والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... کلام مقدس اور احادیث مبارکہ میں بالکل صراحتہً یہ مضمون کئی جگہوں پر موجود ہے کہ مؤمنین جنت اور کفار جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور انہیں اس سے نہیں نکالا جائے گا۔ اب رہا یہ معاملہ کہ جب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے تو عذاب کے عادی ہوجائیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب کی عادت اس وقت ہوتی جب عذاب ہمیشہ اسی جلد پر ہوتا جبکہ جب عذاب کی وجہ سے ان کی کھالیں جل جائیں گی تو فوراً دوسری کھال چڑھ جائے گی تا کہ عذاب کا تازہ بہ تازہ مزہ چکھیں۔ اور مذکورہ آدمی اگرچہ تاویل کررہا ہے لیکن اس تاویل میں وہ حق کے راستے سے ہٹ گیا ہے لہٰذا اس کو توبہ لازم ہے۔

قال الله تبارک وتعالیٰ (الجاثیة: ۳۵): فالیوم لایخرجون منها ولاهم یستعتبون ٥

(الزخرف: ۷۴، ۷۵): ان المجرمین فی عذاب جهنم خٰلدون ٥ لایفتر عنهم وهم فیه مبلسون ٥

(البقرة: ۱۶۷): کذٰلک یریهم الله اعمالهم حسرات علیهم ط وماهم بخارجین من النار ٥

(الاعراف: ۴۰): ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنها لاتفتح لهم ابواب السماء ولایدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط ط الایة

(النساء: ۵۶): ان الذین کفروا بآیاتنا سوف نصلیهم نارا ط کلما نضجت جلودهم بدلناهم جلودا غیرها لیذوقوا العذاب ط الایة

وفی الصحیح لمسلم (۲/۳۸۲): عن ابی سعیدالخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یجاء بالموت یوم القیمة کانه کبش املح...... ثم یقال یا اهل الجنة خلود فلا موت ویا اهل النار خلود فلاموت.

(۴۵۷) روز قیامت جانوروں سے بھی حساب لیا جائے گا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قیامت کے دن جانوروں کو زندہ کیا جائے گا؟ نیز جو واقعہ مشہور ہے کہ قیامت کے دن بے سینگ جانور کو سینگ دے کر بدلہ دلوایا جائے گا اس کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... انسانوں کی طرح جانوروں کو بھی زندہ کیا جائے گا اور بے سینگ جانور کو سینگ دیکر بدلہ دلوایا جائے گا۔ لیکن ان کا یہ حساب انسانوں کے حساب کی طرح بطور تکلیف (بطور مکلّف ہونے کے) نہیں ہوگا۔ بہر حال جانوروں کے حساب کے بجائے اپنے حساب کی فکر ہونی چاہئے اور مابعد الموت کی خوب تیاری کرنی چاہئے۔

لمافی الجامع للترمذی (۲/۶۷): عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لتؤدن الحقوق الی اھلھا یوم القیامۃ حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء.

(۴۵۸) دوسرے شخص کو دیا ہوا گردہ معذب ہوگا یا نہیں؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو گردے کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ ایک صحت مند شخص نے اسے خون اور گردہ دیا، چند دنوں کے بعد اس مریض کا انتقال ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ اس شخص کو عذاب ہو تو دوسرے شخص کا دیا ہوا جو گردہ اور خون ہے اسے بھی عذاب ہوگا یا نہیں؟ از راہ کرم تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... اگر عذاب سے مراد برزخی عذاب ہے تو روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ برزخ میں عذاب اسی ''جسم عنصری'' کو ہوتا ہے۔ اس طور پر کہ بدن انسانی کے ساتھ روح کا تعلق اس قدر پایا جاتا ہے کہ بدن انسانی تنعیم کی لذت اور تعذیب کے الم کو محسوس کر سکے۔

اب یہاں مذکورہ اعتراض اس لئے مندفع ہے کہ اس بات کا قوی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خون اور گردے کو عذاب سے محفوظ رکھیں اور اس طرح محفوظ رکھنا کوئی امر محال نہیں ہے کیونکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کسی درندے نے انسان کو لقمہ بنالیا، اب العیاذ باللہ اسے برزخ میں عذاب ہو تو اس عذاب کے اثرات درندے پر نہیں ہوتے حالانکہ معذّب اس کے پیٹ میں موجود ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی ایسا ہوسکتا ہے کہ خون وگردہ باوجود اس کے کہ معذب کے بدن میں ہوں لیکن انہیں عذاب نہ ہو۔

اور اگر مراد یہ ہے کہ قیامت میں اس کو عذاب ہوگا یا نہیں؟ تو قیامت میں بھی یہی اجسام ہوں گے جو دنیا میں ہیں بایں طور کہ وہ ذات عالم الغیب ہر انسان کے اجزاء اصلیہ کو جمع کرے گی اگرچہ وہ اجزاء ہماری ظاہری اور سطحی نظر سے معلوم نہ ہو سکتے ہوں۔ اب اس طرح کے اجتماع (جمع کرنے) سے مذکورہ سوال ختم ہوجاتا ہے کہ کیونکہ جب ہر ایک کے اجزاء اصلیہ کو جمع کیا جائے گا تو یہ خون اور گردہ اپنے مالک کے اجزاء میں شامل ہوں گے نہ کہ جسے عاریۃً دیئے گئے لہٰذا اس صورت میں تعذیب اور غیر تعذیب کی بحث ختم ہی

ہو جاتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اجزاء اصلیہ سے کیا مراد ہے؟ تو ان اجزاء کی تعیین میں مختلف تعبیریں اختیار کی گئیں ہیں۔ البتہ سب سے راجح تعبیر یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان فربہ ہو یا کمزور ہر دو صورت میں اس پر انسان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تو ہر دو صورت میں اس پر انسانیت کا اطلاق اس بات پر دال ہے کہ اس میں وہ اجزاء موجود ہیں جنہیں انسان کہا جاتا ہے بس یہی انسان کے اجزاء اصلیہ ہیں۔ اگر چہ یہ اجزاء کی حقیقی تعریف نہیں لیکن مراد یہی اجزاء ہیں۔

اس پر زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اجزاء کی یہ تعبیر بعض روایات کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ قیامت میں متکبرین کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ چیونٹیوں کی طرح ہوں گے۔ اس صورت میں اجزاء اصلیہ ہی سرے سے معدوم ہیں، اسی طرح اہل جنت کی صفات میں یہ ہے کہ ان کا قد حضرت آدم علیہ السلام کے قد کی طرح ہوگا۔ اور اہل جہنم کی صفات میں یہ بیان کیا گیا کہ ان کا جسم اس قدر بڑا ہوگا کہ ان کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی (العیاذ باللہ) وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ جسم کے اجزاء اصلیہ سے کہیں بڑے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ انسان کو اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ دوبارہ پیدا کیا جائے گا بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسان کو اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے گا البتہ متکبرین کو چیونٹیوں کی مثل پیدا کرنا ان کی تحقیر کے لئے ہوگا اور اہل جنت کے جسم میں زیادتی سے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ بعض اجزاء پر بلا عمل رب تعالی کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ یہ تو رب تعالی کے مظاہر رحمت میں سے ایک مظہر ہے نہ کہ کسی طرح کے اعتراض کا موقع۔

البتہ اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ جہنم میں اجزاء اصلیہ سے زائد جسم کو عذاب ہوگا تو اس سوال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں جن میں سے دو جواب زیادہ راجح معلوم ہوتے ہیں:

اول: اصل جسم انسانی کی ترکیب تو اجزاء اصلیہ سے ہی ہوگی البتہ تعذیب کی بناء پر جسم پھول کر اس قدر بڑا ہو جائے گا (العیاذ باللہ)۔

دوم: اصل عذاب تو اجزاء اصلیہ کو ہی ہوگا البتہ یہ زائد جسم صرف جہنمی کی صورت کو مزید قبیح کرنے اور روح اور جسم کو مزید تکلیف پہنچانے کے لئے ہوگا۔

لمافی المشکوۃ (صـ ۲۵): عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اقبر الميت اتاه ملكان اسودان ازرقان يقال لاحدهما المنكر والآخر النكير فيقولان ماكنت تقول فی هذا الرجل .... وان كان منافقا قال سمعت الناس يقولون قولا فقلت مثله لاادری فيقولون قد كنا نعلم انک تقول ذلک فيقال للارض التئمی عليه فتلتئم عليه فتختلف اضلاعه فلايزال فيها معذبا حتى يبعثه الله من مضجعه ذلک.

وفيها ايضاً (صـ ۴۸۸): عن ابی هريرة رواية وذكر الحديث وفی آخره قال وليس من الانسان شئ

لایبلی الاعظما واحدا وهو عجب الذنب ومنه یرکب الخلق یوم القیامة متفق علیه وفی روایة لمسلم کل بنی آدم یأکله التراب الاعجب الذنب منه خلق وفیه یرکب.

وفی المرقات (۱/ ۳۰۳): (اذا أقبر المیت) ای دفن وهو قید غالبی والا فالسوال یشمل الاموات جمیعها حتی ان من مات واکلته السباع فان الله تبارک وتعالی یعلق روحه الذی فارقه بجزئه الاصلی الباقی من اول عمره الی آخره المستمر علی حاله حالتی النمو والذبول الذی تتعلق به الروح اولا فیحیاویحیا بحیاته سائر اجزاء البدن.

وفیها ایضاً (۱۰/ ۲۴۲): تحت الروایة الثانیة ...... (یوم القیامة) ای کماخلق اولا فی الایجاد کذلک خلق ثانیا فی الاعادة اوابقی حتی یرکب علیه الخلق ثانیا قال کمابدأنا اول خلق نعیده وقال سبحانه کمابدأکم تعودون.

وفی شرح العقائد (صـ۷۴): یجوز ان یخلق الله تعالی فی جمیع الاعضاء اوفی بعضها نوعا من الحیوة قدر ما یدرک الم العذاب اولذة التنعیم وهذا لایستلزم اعادة الروح الی بدنه ولا ان یترک اویری اثر العذاب علیه حتی ان الغریق فی الماء والماکول فی بطون الحیوانات والمصلوب فی الهواء یعذب وان لم نطلع علیه ومن تأمل فی عجائب ملکه وملکوته .... لم یستبعد مثال ذلک فضلا عن الاستحالة.

وفی النبراس (صـ۳۲۳ الی ۳۲۹): والبعث هو ان یبعث الله الموتی من القبور بان یجمع اجزاءهم الاصلیة ویعیدالارواح الیها .... وانکر الفلاسفة ...... فان قیل هذا قول بالتناسخ لان البدن الثانی لیس هو الاول لماورد فی الحدیث من اهل الجنة جرد مرد وان الجهنمی ضرسه مثل احد .... قلنا انما یلزم التناسخ لولم یکن البدن الثانی مخلوقا من الاجزاء الاصلیة للبدن الاول واما اذا کان مخلوقا من اجزائه لم یکن فرق بین البدن الافی الهیئة والترکیب ولیس هذا تناسخا .... وفی هذا المقام ابحاث مهمة الاول ذکر المتکلمون ان البعث هو جمیع اجزاء الاصلیة وفی الحدیث یحشر المتکبرون امثال الذریة یوم القیامة رواه الترمذی والذر النخلة الصغیرة وهی اقل من الاجزاء الاصلیة وفی الحدیث اهل الجنة علی صورة آدم ستین ذراعا کمافی صحیح البخاری وقد صح عظم جسد الکافر عظیما فاحشا حتی جاء فی الحدیث یعظم اهل النار فی النار حتی ان مابین شحمة اذن احدهم الی عاتقه مسیرة سبعمائة عام کما فی المشکوة وهذا اکثر من اجزاء الاصلیة اضعافا مضاعفة امامن المتکبرین فانهم یبعثون ببعض اجزاءهم تحقیرا لهم واماعن اهل الجنة فانه

ضم اليهم اجزاء جديدة ولااشكال فی تنعيمها بلاعمل فان فضل الله سبحانه وسيع واماعن اهل النار فقد استشكلوا ضم الاجزاء الجديدة لانه يلزم تعذيبها بلاذنب ولهم فی التخلص عنه وجوه احدها ان عظمهم انماهو بانتفاخ الاجزاء الاصلية. ثانيها ان العذاب ليس للجسد بل للروح المتعلق به فلا يلزم تعذيب غير العاصی واقول هذافی غاية الجودة لكنه يخالف ماعليه المشائخ من ان لكل من الروح والجسد حظا من العذاب .... ثالثها انه لايقبح من اللهسبحانه شئ وفيه نظر لانا ندعی ان تعذيب غير العاصی محال بل نقول منفی سمعا...... رابعها ان الاجزاء الزائدة محفوظة عن العذاب انمازيدت تقبيحا للصورة وايلاما للروح والاجزاء الاصلية.

وفی "الروح" لابن القيم (صـ۵۴): ان مذهب سلف الامة وائمتها ان الميت يكون فی نعيم اوعذاب وان ذلك يحصل لروحه وبدنه وان الروح تبقی بعدمفارقة البدن منعمة اومعذبة وانها تتصل بالبدن احيانا ويحصل له معها النعيم والعذاب ثم اذا كان يوم القيامة الكبری اعيدت الارواح الی الاجساد وقاموا من قبورهم لرب العلمين ومعادن الابدان متفق عليه بين المسلمين واليهود والنصاری.

(۴۵۹) معادجسمانی کی حقیقت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معاد جسمانی کی حقیقت کیا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً ...... بعث بعدالموت میں اللہ تعالیٰ انسان کواپنی اصلی صورت اورجسم کے ساتھ اٹھائیں گے جس طرح پہلے انسانوں کو پیدا کیا۔

لمافی قوله تعالی (الروم : ۲۷): وهو الذی يبدأ الخلق ثم يعيده وهو اهون عليه ط الاية

(الانبياء: ۱۰۴): يوم نطوی السماء كطی السجل للكتب ط كمابدأنااول خلق نعيده ط وعداعلينا ط اناكنا فاعلين o

(يٰسٓ: ۷۹): قل يحييها الذی انشأها اول مرة ط وهو بكل خلق عليم o لا

(القيٰمة : ۳،۴): ايحسب الانسان ان لن نجمع عظامه o ط بلیٰ قادرين علی ان نسوی بنانه o

وفی الصحيح للبخاری (۲/۶۶۵): عن ابن عباس قال خطب رسول اللهﷺ فقال يآايهاالناس انكم محشورون الی اللهحفاة عراة غرلاثم قال كمابدأنا اول خلق نعيده وعداعلينا اناكنافاعلين.

وفی شرح العقائد (صـ۱۷۵): والبعث وهو ان يبعث الله تعالی الموتی من القبور بان يجمع اجزاء هم الاصلية ويعيد الارواح اليهاحق.

(۴۶۰) چھوٹے بچوں کی حشر میں کیفیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قیامت کے دن جب لوگوں کا حشر ہوگا تو کیا چھوٹے بچے اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے جس میں ان کا انتقال ہوا تھا یا کوئی اور صورت ہوگی؟ بعض بچے پیدا ہوتے ہی انتقال کر جاتے ہیں، اس وقت ان میں بات کرنے کی بھی استعداد نہیں ہوتی، پھر ان کا معاملہ کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ بچوں کو زبان عطا کردیں کیونکہ صرف زبان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ بول سکے بلکہ وہ تو محض ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس میں گویائی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن ہاتھ اور پاؤں بھی بولیں گے تو پھر کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ چھوٹے بچوں کو گویائی عنایت فرمادیں۔

لقوله تعالىٰ (یٰسٓ: ۶۵): اليوم نختم على افواههم وتكلمنا ايديهم وتشهد ارجلهم بما كانوا يكسبون o

(البقرة: ۲۰): ان الله على كل شئ قدير o

وفي المشكوة (صـ۲۲): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ ذراری المؤمنين قال من آبائهم فقلت يارسول الله بلاعمل قال الله اعلم بما كانوا عاملين قلت فذراری المشركين قال من آبائهم قلت بلاعمل قال الله اعلم بما كانوا عاملين.

(۴۶۱) مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشرکین کی اولاد جب بالغ ہونے سے پہلے مرجائے تو ان کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......مشرکین کی اولاد جو کہ بالغ ہونے سے پہلے مرجائے تو ان کے بارے میں حضرات متکلمین اور فقہاء کرامؒ کے مختلف قسم کے اقوال ملتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱)۔ پہلا قول یہ ہے کہ جنت میں جائیں گے۔

(۲)۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

(۳)۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اعراف میں ہوں گے اور اعراف اس مقام کا نام ہے جو کہ جنت اور جہنم کے درمیان ہے۔

(۴)۔ چوتھا قول یہ ہے اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ سے بھی مروی ہے کہ ان کے بارے میں سکوت کیا جائے، اور جو بات دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو اس کے بارے میں توقف ہی کرنا زیادہ بہتر ہے، اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔

لما في القرآن الكريم (سورة الروم: ۳۰): فطرت الله التي فطر الناس عليها ط لا تبديل لخلق الله ط

ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون.

وفی صحیح البخاری(۲/۹۷۶): حدثنا یحی بن بکیر...... انه سمع اباهریرة یقول سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذراری المشرکین فقال الله اعلم بما کانوا عاملین.

وفی الصحیح لمسلمؒ(۲/۳۳۶): حدثنا زهیر بن حرب...... عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مامن مولود الا یلد علی الفطرة فابواه یهود انه وینصرانه ویشرکانه فقال رجل یا رسول الله ارایت لو مات قبل ذالک قال الله اعلم بما کانوا عاملین.

وفی مرقاة المفاتیح (۱/۱۶۶): وقد اختلفوا فی ذالک فقیل انهم من اهل النار تبعا للابوین وقیل من اهل الجنة نظرا الی اصل الفطرة وقیل انهم خدام اهل الجنة وقیل انهم یکونون بین الجنة والنار لا منعمین ولا معذبین وقیل من علم الله منه انه یؤمن ویموت علیه ان عاش ادخل الجنة ومن علم منه انه یعجز ویکفر ادخله النار وقیل بالتوقف فی امرهم وعدم القطع بشئ وهو الاولیٰ لعدم التوقیف من جهة الرسول صلی الله علیه وسلم فلم یقطع علیه الصلاة والسلام بکونهم من اهل الجنة ولا من اهل النار بل امرهم بالاعتقاد الذی علیه اکثر اهل السنة من التوقف فی امرهم......

وفی الشامیة (۲/۱۹۲):(قوله وتوقف الامام الخ) ای فی انهم یسألون وفی انهم فی الجنة أو النار قال ابن الهمام فی المسایره۔ وقد اختلف فی سؤال اطفال المشرکین وفی دخولهم الجنة أو النار، فتردد فیهم ابوحنیفة وغیره وقد وردت فیهم اخبار متعارضة فالسبیل تفویض امرهم الی الله تعالیٰ، وقال محمد بن الحسن: اعلم ان الله لا یعذب احد بلا ذنب اهـ وقال تلمیذه ابن ابی شریف فی شرحه وقد نقل الامر بالامساک عن الکلام فی حکمهم فی الآخرة مطلقا عن القاسم ابن محمد وعروة بن الزبیر من رؤس التابعین وغیرهما وقد ضعف ابو البرکات النسفی روایة التوقف عن ابی حنیفة وقال الروایة الصحیحة عنه انهم فی المشیئة لظاهر الحدیث الصحیح((الله اعلم بما کانوا عاملین)) وقد حکی فیهم الامام النووی ثلاثة مذاهب الاکثر انهم فی النار، الثانی: التوقف، الثالث:الذی صححه انهم فی الجنة لحدیث ((کل مولود یولد علی الفطرة)) ویمیل الیه مامر عن محمد بن الحسن وفیهم اقوال اخر ضعیفة اهـ.

(۴۶۲) موت کے بعد جنت میں داخل ہونا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہو کہ جنت اوراس میں داخل ہونا اوراس کی نعمتیں وہ فقط

نفس کی خوشی اور مسرت کا نام ہے، جس شخص کا عقیدہ درست ہو اور اس کا دل خواہشاتِ نفسانیت سے پاک ہو وہ جنت میں ہے اگر چہ وہ دنیا میں ہو، جنت کے داخل ہونے کیلئے موت ضروری نہیں بلکہ یہ نعمت جسم سے روح پرواز کرنے سے پہلے دنیا میں بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر اس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ قرآن وحدیث میں جو جنت مذکور ہے وہ صرف نفس کی خوشی اور مسرت کا نام ہے ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص کافر ہے کیونکہ وہ قرآنی آیات اور جنت کے متعلق بے شمار وارد ہونے والی احادیث کا منکر ہے۔ نیز دخول جنت کیلئے موت ضروری ہے کیونکہ ساکنانِ جنت کے بارے میں وارد ہے کہ وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جبکہ دنیا دار البقا نہیں بلکہ دار الفنا ہے۔ نیز جنت میں موت اور بیماری کا نام ونشان تک نہیں پس اگر یہ خوشحال اور مسرور شخص جنت میں ہے تو اسے موت کا پیالہ کیوں پینا پڑتا ہے۔

لمافي قوله تعالى (البينة:۷،۹): ان الذين آمنوا وعملوا الصلحت لا اولئک هم خير البرية ○ جزاء هم عند ربهم جنت عدن تجری من تحتها الانهر خالدين فيها ابدا ط الاية

قال الامام القرطبی (۲۰/۱۴۶): (خالدين فيها ابدا) ای لايظعنون ولايموتون.

وفی الصحيح للبخاری (۲/۹۶۹): عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال يدخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار ثم يقوم مؤذن بينهم يااهل النار لاموت وياهل الجنة لاموت خلود.

وفی المشکوة (ص۴۹۵): عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ قال الله تعالی اعددت لعبادی الصالحين مالاعين رأت ولااذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر ....وعنه قال قال رسول الله ﷺ موضع سوط فی الجنة خير من الدنيا ومافيها.

وفيها ايضاً (ص۴۹۶): وعن ابی سعيد وابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال ينادی مناد ان لكم ان تصحوا فلا تسقموا ابدا وان لكم ان تحيوا فلا تموتوا ابدا وان لكم ان تشبوا فلا تهرموا ابدا وان لكم ان تنعموا فلا تبأسوا ابدا.

وفی الهندية (۲/۲۶۴): من انكر القيمة او الجنة او النار .... يكفر.

فصل فی المتفرقات

(متفرق مسائل کا بیان)

(۴۶۳) کھجور کے درخت کی پیدائش

سوال......کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جس مٹی کے خمیر سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی سے کھجور کے درخت کو پیدا کیا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آدم علیہ السلام کے بنانے سے بچی ہوئی مٹی سے اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درخت کو پیدا کیا صحیح ہے۔

لما فی احکام القرآن للقرطبی (۹/۳۶۰): وقال کلوا من عمتکم یعنی النخلة خلقت من فضلة طینة آدم علیه السلام.

وفی معالم التنزیل للبغوی (۳/۳۳): الحکمة فی تشبیهها بالنخلة من بین سائر الاشجار .... ولانها خلقت من فضل طینة آدم علیه السلام ولذلک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکرموا عمتکم قیل ومن عمتنا قال النخلة.

وفی عمدة القاری (۲/۱۵): قال الکرمانی قیل ان النخلة خلقت من بقیة طینة آدم علیه السلام فهی کالعمة للاناسی.

(۴۶۴) ملاقات کے وقت ہاتھوں کا بوسہ لینا اور جھکنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملاقات کے وقت ہاتھ چومنا اور جھکنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو پھر آجکل عام رواج کے اعتبار سے جو ہاتھوں کا بوسہ لیا جاتا اور بزرگوں اور علماء سے ملاقات کے وقت تھوڑا بہت نیچے جھکا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہوگا؟ کیا مطلقاً ناجائز ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... بزرگوں اور علماء سے ملاقات کے وقت ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے۔ نیز ملاقات کے وقت مطلقاً سر اور پیٹھ کو جھکانا تعظیماً درست نہیں البتہ تھوڑا معمولی جھکاؤ جو اپنی راحت اور آسانی کے طور پر ہوتا ہے وہ درست ہے۔

لمافی البخاری (۲/۹۲۶): باب المصافحة قال ابن مسعود علمنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم

التشهد و كفي بين كفيه وقال كعب بن مالک دخلت المسجد فاذا برسول الله صلی الله علیه وسلم فقام الی طلحة بن عبيد الله يهرول فصافحنی وهنأنی.

حدثنا عمرو بن عاصم.......... عن قتادة قلت لانس اكانت المصافحة فی اصحاب النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال نعم.

وفی سنن ابی داؤد(۲/۳۵۳): حدثنا احمد بن يونس......ان عبدالله بن عمر حدثه وذكر قصة قال فدنونا يعنی من النبی صلی الله علیه وسلم فقبلنا يده.

وفی سنن ابن ماجة (صـ۲۶۳): حدثنا ابوبكر بن ابی شيبة.......... قال قبلنا يد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

وفی حاشيته قبلنا يد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال فی الدر واما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه اجماعاً وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدی العلماء والعظماء والفاعل والراضی به آثمان لانه يشبه عبدة الاوثان.

وفی الشامية (۲/۳۸۳):فی الدرالمختار: ولا بأس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع علی سبيل التبرک درر ونقل المصنف عن الجامع انه لا بأس بتقبيل يد الحاكم والمتدين السلطان العادل وقيل سنة مجتبی.......... ولا رخصة فيه ای فی تقبيل اليد لغيرهما ای لغير عالم وعادل هو المختار مجتبی.......... واما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه بالاجماع وقال الشامیؒ تحته فمكروه بالاجماع ای اذا لم يكن صاحبه عالماولا عادلاً.......... وفی المحيط انه يكره الانحناء للسلطان وغيره..... قوله هو المختار قدم علی الخانية والحقائق ان التقبيل علی سبيل البر بلاشهوة جائز بالاجماع،

(۴۶۵) درس قرآن سے روکنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے صدر صاحب نے مسجد کے اٹھارہ/ بیس نمازیوں کی موجودگی میں یہ بات کہی کہ مسجد کے اندر امام مسجد جو درس قرآن دیتے ہیں، ترجمہ اور تفسیر پڑھاتے ہیں اس کو کل سے بند کرو، اس سے فساد ہوتا ہے (نعوذ باللہ)۔اور باہر بڑا میدان ہے جہاں دل چاہے چلے جاؤ..........ان کے ساتھ اس بات میں کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں۔آپ سے گزارش ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں شریعت کا حکم بیان فرمائیں۔کیا ان کا یہ عمل قرآن وسنت اور اسلامی تعلیمات کے موافق ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ امام صاحب مستند اور صحیح العقیدہ عالم ہیں اور ترجمہ وتفسیر بھی اکابر کے نقش قدم پر چلتے

ہوئے کرتے ہیں، اسمیں ذاتی تفردات سے کام نہیں لیتے اور تفسیر قرآن کی آڑ میں کسی کی ذاتیات پر حملہ نہیں کرتے جو کہ فساد کا سبب بنتا ہے تو پھر صدر صاحب کس وجہ سے امام صاحب کو درس قرآن سے روکتے ہیں؟ اگر صدر صاحب اور ان کے حامی لوگوں کے کچھ معقول اشکالات ہوں تو وہ بطور اصلاح کے امام صاحب کے سامنے لائیں۔ البتہ اگر مذکورہ بالا نقائص میں سے کوئی نقص امام صاحب میں موجود ہے تو پھر صدر صاحب امام صاحب پر اشکال کر سکتے ہیں۔

اگر صرف انانیت اور ذاتیات کی وجہ سے امام صاحب کو درس قرآن سے روکا جا رہا ہے تو یہ بہت بڑی جرأت ہے جس کا دنیوی واخروی انجام بہت برا ہے، ایسے شخص کے بارے میں قرآن وسنت میں سخت وعیدیں آئی ہیں اور ایسے شخص کو سب سے بڑا ظالم کہا گیا ہے۔ اور اگر اس طرح سے درس قرآن کو بند کر دیا گیا تو اس کا خمیازہ بھی بھگتنا ہوگا کہ خداوند تعالیٰ اور اس کے کلام کی وقعت لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گی، عبادات میں رغبت کم ہوگی، منکرات میں اضافہ ہوگا اور اس طرح ایک عظیم فساد برپا ہوگا جس سے بچنے کے لئے صدر صاحب درس بند کروا رہے ہیں۔

الغرض اس صورت میں صدر صاحب اور دیگر حمایتی افراد کو رب تعالیٰ کے حضور اس جرأت عظیمہ سے توبہ کر کے درس قرآن کی اجازت دینی چاہئے۔

قال اللہ تعالی (البقرۃ: ۱۱۴): ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا ط الآیۃ

فی احکام القرآن للقرطبی تحت ھذہ الآیۃ (۲/۷۷): قیل المراد من منع من کل مسجد الی یوم القیامۃ وھو الصحیح لان اللفظ عام ورد بصیغۃ الجمع، فتخصیصھا ببعض المساجد وبعض الاشخاص ...... وعلی الجملۃ فتعطیل المساجد عن الصلاۃ واظھار شعائر الاسلام فیھا خراب لھا.

وفی التفسیر المنیر تحت ھذہ الآیۃ (۱/۲۸۰): لاظلم ولااعتداء علی الحرمات اشد من منع العبادۃ فی المساجد العامۃ والسعی فی تخریبھاوھدمھا أو تعطیل وظائفھا وشعائر الدین فیھا لما فی ذلک من انتھاک حرمۃ الدین المؤدی الی نسیان الخالق،واشاعۃ المنکرات والفساد بین الناس.

(۴۶۶) سودخور کی شکل کا مسخ ہونا

سوال...... کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں مشہور ہے کہ سودخور یعنی سود کھانے والا رات کے وقت اسکی شکل تبدیل ہو جاتی ہے مثلاً کبھی کتا بن جاتا ہے یا گدھا بن جاتا ہے یہ بہت مشہور ہے۔ کچھ دن پہلے صبح کے وقت ایک گھر سے پانچ چھ سال کی بچی کو ایک حیوان گھر سے اٹھا کر لے جا رہا تھا۔ پھر لوگوں نے زبردستی اس سے چھڑوایا۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ حیوان کتا جیسا تھا لیکن یہ ہے سودخور واللہ اعلم۔ اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو دلائل سے مزین جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ میں سود خور کے بارے میں سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں لوگوں کی عبرت کے لئے سود خور کی شکل مسخ کر کے کتا، خنزیر یا بندر بنا دیں تو یہ اس کی قدرت وحکمت سے بعید نہیں ہے جبکہ احادیث میں سود خور کے بارے میں خسف ومسخ کی پیشن گوئی بھی موجود ہے۔ البتہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہر سود خور کی شکل تبدیل ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھار عبرت کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

لمافی الزواجر (۱/۳۷۸): عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ ذکر حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیہ ماظهر فی قوم الزنا والربا الا أحلوا بانفسهم عذاب الله.

وفیها ایضا (۱/۳۸۰): وعبدالله ابن احمد فی زوائد المسند والذی نفسی بیده لیبیتن اناس من امتی علی الشر وبطر ولهو فیصبحوا قردة وخنازیر باستحلالهم المحارم .... وبأکلهم الربا ولبسهم الحریر .... قال بعضهم: ورد ان اکلة الربا یحشرون فی صورة الکلاب والخنازیر من اجل حیلهم علی اکل الربا.

(۴۶۷) فخر کے طور پر انگلش بولنا اور سیکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فخر کے طور پر انگلش بولنا کیسا ہے نیز اسی نیت سے انگلش سیکھنا کیسا ہے کہ میرا انگلش بولنے کی بناء پر دوسروں پر رعب ہوگا؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......تمام زبانوں کا سیکھنا جائز ہے جب تک کہ کوئی اور قباحت اس میں نہ پائی جائے لہٰذا بغیر فخر ومباحات کے انگلش بولنا اور سیکھنا صحیح ہے اور اگر کوئی اس نیت سے سیکھے کہ غیر مسلموں کو دین کی دعوت دے سکوں تو اسے سیکھنے پر ثواب بھی ملے گا لیکن اگر کوئی شخص فخر ومباہات اور غیر مسلموں سے مشابہت کے طور پر سیکھتا اور بولتا ہے تو یہ درست نہیں بلکہ فخر کے طور پر اگر زبان سیکھنی اور بولنی ہے تو عربی سیکھنی اور بولنی چاہئے کیونکہ اسے تمام زبانوں پر برتری وفضیلت حاصل ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۲): عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات.

وفی المشکوة (ص۳۹۹): عن زید بن ثابت قال امرنی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان اتعلم السریانیة وفی روایة انه امرنی ان اتعلم کتاب یهود ......الی آخر الحدیث.

وفی سنن ابی داؤد (۲/۲۰۳): عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من تشبه بقوم فهو منهم.

وفی صحیح ابن حبان (۱/۲۷۵): عن ابی موسی قال .... المرأ مع من احب.

وفی الدرالمختار (۶/۴۱۹): للعربیة فضل علی سائر الالسن وهو لسان اهل الجنة من تعلمها

اوعلمها غيره فهو ماجور وفی الحديث احبوالعرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اهل الجنة فی الجنة عربی.

(۴۶۸) ''انشاء اللہ وماشاء فلان'' کہنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انشاء اللہ وماشاء فلان (یعنی اللہ تعالیٰ نے اور فلاں شخص نے چاہا تو یہ کام ایسے ہوگا) کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں اس طرح کا جملہ کہنا صحیح نہیں ہے لہٰذا اس طرح کے کلام سے پرہیز کرنا چاہئے۔

لمافی مسند احمدبن حنبل (۶/ ۳۱ ۵): عن حذيفة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتقولوا ماشاء الله وشاء فلان قولوا ماشاء الله ثم ماشاء فلان.

وايضا فيها (۱/ ۳۵۴): عن ابن عباس ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ماشاء الله وشئت فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجعلتنی والله عدلا بل ماشاء الله وحده.

(۴۶۹) عرش افضل ہے یا کرسی؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرش افضل ہے یا کرسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... عرش کرسی سے افضل ہے اور کرسی آسمان سے افضل ہے۔

لمافی تنقيح الفتاوی الحامدية (۲/ ۳۶۷): وسئل هل العرش افضل من الكرسی أجاب نعم كماصرح به ابن قتيبة.

وفی فتاوی الحديثية (ص۲۷): وسئل رضی الله عنه هل العرش افضل من الكرسی ؟ فأجاب رحمه الله بقوله : نعم كماصرح به ابن قتيبة.

(۴۷۰) والد کو خلاف شرع کام سے روکنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنے والد کو خلاف شرع کام کرتے ہوئے دیکھے تو روک سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں آدمی اپنے والد کو ایک دفعہ روک سکتا ہے، اگر بات مان لیں تو ٹھیک ہے ورنہ خاموش ہوجائے اور ان کے لئے استغفار کرے اور دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لمافی الشامیة (۴/۷۸): فی فصول العلامی :اذارأی منکر امن والدیه یأمرهما مرة فان قبلا فبها،وان کرها سکت عنها واشتغل بالدعا والاستغفار لهما فان الله تعالی یکفیه ماهمه من امرهما.

(۴۷۱) لفظ ''اسلام'' اس امت کی خصوصیت ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لفظ اسلام صرف اس امت کیلئے خاص ہے یا سابقہ امتوں کیلئے بھی استعمال ہوا ہے؟ کیونکہ میرا ایک دوست ہے وہ کہتا ہے کہ اسلام صرف امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ سابقہ امتوں کیلئے دیگر الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......نصوص قرآنیہ سے لفظ اسلام کا استعمال تمام امتوں کیلئے عام معلوم ہوتا ہے کمافی قوله تعالیٰ (''اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ''. القصص:۵۳) وقوله تعالیٰ (''اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ''.یونس:۹۰) وقوله تعالیٰ (''رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ''. البقرة:۱۲۸) وقوله تعالیٰ (''هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ''. الحج:۷۸) جبکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس مت کی خصوصیت والے قول کو راجح قرار دیا ہے۔البتہ اس میں بہتر بات یہ ہے کہ یوں کہہ دیا جائے کہ لفظ اسلام من وجہ عام ہے (اس اعتبار سے کہ تمام امتوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے لیکن دوسرے مذاہب کے،اس کے علاوہ اور بھی نام تھے جیسے یہودی،عیسائی وغیرہ) اور من وجہ یہ اس امت کے ساتھ خاص ہے ایک تو اس اعتبار سے کہ اس امت کے لئے صرف یہی نام منتخب کیا گیا اور اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا نام نہیں رکھا گیا۔اور دوسرا اس اعتبار سے کہ اس امت پر دینِ اسلام کی تکمیل بھی کر دی گئی۔

لمافی القرآن الکریم(الحج:۷۸): هو اجتبکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملة ابیکم ابراهیم هو سمّٰکم المسلین من قبل وفی هذا.

(ال عمران:۱۹): ان الدین عند الله الاسلام......

(ال عمران:۲۰): فان اسلموا فقد اهتدوا......

(البقرة:۱۲۸): ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک ......الایة.

(المائدة:۳): الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا......الایة.

وفی تفسیر روح المعانی(۱/۱۰۶): وقوله تعالیٰ (ان الدین عند الله الاسلام)...... ای لادین مرضی عند الله تعالیٰ سوی الاسلام...... وروی علی بن ابراهیم عن امیر المومنین کرم الله وجهه انه قال فی خطبة له لأنسبن الاسلام نسبة لم ینسبها احد قبلی، الاسلام هو التسلیم و التسلیم هو الیقین والیقین هو التصدیق والتصدیق هو الاقرار و الاقرار هو الاداء والاداء هو العمل...... وفی (ص۱۰۷) وقد اختلف فی اطلاق الاسلام علی غیر ماجاء به نبینا صلی الله علیه وسلم والاکثرون علی الاطلاق

واظن انه بعد تحرير النزاع لا ينبغى ان يقع اختلاف.

وفى الحاوى للفتاوىٰ (۲/۱۱٦): للعلماء فى هذه المسئلة قولان.......... احدهما انه يطلق الاسلام على كل دين حق ولا يختص بهذه الملة...... فهذا القول...... دليل على جهله بنصوص العلماء ...... وبنصوص الكتاب والسنة الواردة فى ذلک.......... والقول الثانى ان الاسلام خاص بهذه الملة الشريفة ووصف المسلمين خاص بهذه الامة المحمدية ولم يوصف به احد من الامم السابقة سوى الانبياء فقط فشرفت هذه الامة بان وصفت بالوصف الذى يوصف به الانبياء تشريفالها وتكريما وهذا القول هو الراجح نقلا ودليلا لما قام عليه من الادلة الساطعة وقد خصت هذه الامة عن بين سائر الامم بخصائص لم تكن لاحد سواها الا الانبياء فقط من ذلک الوضوء فانه خصيصة بهذه الامة ولم يكن احد من الامم يتوضأ الا الانبياء فقط......

واقول من شاء التفصيل والتحقيق فله المساغ فى هذا المقام والله اعلم بحقيقة الكلام.

(۴۷۲) مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ مکہ کی زمین افضل ہے یا مدینہ کی یا دونوں فضیلت میں مساوی ہیں؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... دنیا کے تمام شہروں سے مکہ اور مدینہ افضل ہیں۔ اوران دونوں میں کون سا افضل ہے اس میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور بعض صحابہ سے منقول اور راجح یہ ہے کہ مکہ افضل ہے لیکن یہ فضیلت نبی ﷺ کے روضہ مطہرہ کے علاوہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ روضہ مبارکہ بالاتفاق مکہ بلکہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

لمافى المرقات (٦/١٠): وعن عبدالله بن عدى بن حمراء قال رأيت رسول الله ﷺ واقفا على الحزورة فقال والله انک لخير ارض الله واحب ارض الله الى الله ولولا انى أخرجت منک ماخرجت .... فيه تصريح بان مكة افضل من المدينة كماعليه الجمهور الا البقعة التى ضمت اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانها افضل من مكة بل من الكعبة بل من العرش اجماعا.

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۲۲٦): ومكة افضل منها على الراجح الاماضم اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسى.

وفى الشامية: اجمعوا على ان افضل البلاد مكة والمدينة زادهما الله تعالى شرفا وتعظيما. واختلفوا ايهما افضل فقيل مكة وهو مذهب الائمة الثلاثة والمروى عن بعض الصحابة وقيل المدينة وهو

قول بعض المالكية والشافعية .قيل هو مرويعن بعض الصحابة .... والخلاف فيماعدا موضع القبر المقدس فماضم اعضاء ه الشريفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع.

(۴۷۳) وحی لکھنے کی کیفیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں کاغذ تھے یا نہیں۔ عام طور پر مشہور ہے کہ نہیں تھے تو پھر وحی کس چیز پر لکھی جاتی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کاغذ بالکل نہیں تھے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ کاغذ موجود تھے، اتنا ضرور ہے کہ کم تھے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے پتھر، ہڈیاں، بڑے بڑے پتے اور چمڑے کے ٹکڑے استعمال کئے جاتے تھے۔

لمافي الصحيح للبخاري (۷۴۵/۲): فلم يزل ابوبكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذى شرح له صدر ابى بكر وعمر فتتبعت القرآن اجمعه من العسب واللحاف وصدور الرجال حتى وجدت آخر سورة التوبة.

وفي روح المعاني (۲۱/۱): فقد اخرج الحاكم بسند على شرط الشيخين عن زيد بن ثابت قال كنا عند النبى ﷺ نؤلف القرآن فى الرقاع.

(وهكذا فى الاحكام القرآن للقرطبى (۵۰/۱)،وفى التفسير المنير (۲۱/۱)

(۴۷۴) مکڈونلڈ وغیرہ کے کھانے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ، اسرائیل اور دیگر یورپی ممالک نے مسلم ممالک میں مکڈونلڈ، شیرٹن وغیرہ کے نام سے مختلف ہوٹل کھول رکھے ہیں۔ عموماً اس طرح کے ہوٹلوں میں ان کے ہاں رائج کھانے ہی پکتے ہیں۔ دور حاضر میں شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جو ان سے خالی ہو۔ کیا ان ہوٹلوں میں کھانا کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مکڈونلڈ، کے ایف سی اور شیرٹن وغیرہ امریکہ، اسرائیل اور دیگر یورپی ممالک کی ملکیت ہیں۔ اور ان کی آمدنی کا ایک معتد بہ حصہ یہودیوں اور دیگر اسلام دشمن لوگوں کے تبلیغی فنڈ میں جاتا ہے جو عالمی سطح پر مسلمانوں کے خلاف تبلیغی سرگرمیوں اور دیگر منصوبوں میں استعمال ہوتا ہے تو گویا ان ہوٹلوں میں کھانا اور مشروبات پینا غیر ارادی طور پر اسلام کو مٹانے کی ناکام سعی میں حصہ دار بننے کے مترادف ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا دینی فریضہ بنتا ہے کہ ان ہوٹلوں اور دیگر امریکن ویورپی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کر کے ان لوگوں کو اقتصادی میدان میں کمزور کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

(۴۷۵) تقدیر پر ایک شبہ کا ازالہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک شخص کی تقدیر میں لکھا ہے کہ فلاں شخص اسے قتل کردے گا تو پھر قاتل کو گناہ اور اس سے قصاص کیوں لیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں قاتل کو گناہ کا ملنا اور اس سے قصاص لیا جانا اس وجہ سے ہے کہ ہر شخص اپنے افعال میں مختار ہوتا ہے یعنی وہ ہر کام اپنی مرضی اور اختیار سے کرتا ہے اور قاتل نے اپنی مرضی اور اختیار سے ایک ایسا کام کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے تو اس فعل ممنوع کو کرنے کی وجہ سے اسے گناہ بھی ملتا ہے اور اس سے قصاص بھی لیا جاتا ہے۔

لمافي شرح العقائد للنسفي (ص۱۶۷): لمااستحق القاتل ذماولاعقاباولادية ولاقصاصا اذليس موت المقتول بخلقه ولابكسبه............ان وجوب العقاب والضمان على القاتل تعبدى لارتكابه المنهي وكسبه الفعل الذى يخلق الله تعالى عقيبه الموت بطريق جرى العادة فان القتل فعل القاتل كسباوان لم يخلق.

وهكذا في شرح الفقه الاكبر (ص۱۲۵)

(۴۷۶) بنی اسرائیل سے من وسلویٰ ختم ہونے کی وجہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر من وسلوی نازل فرمایا تھا، پھر یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اٹھالی۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ آیا ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے ایسا ہوا؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو آجکل مدارس اور دیگر رفاہی اداروں میں جو ذخیرہ اندوزی ہوتی ہے مثلاً بعض اوقات گوشت رکھے رکھے سڑ جاتا ہے پھر مستحقین کو کھلایا جاتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں بنی اسرائیل سے یہ نعمت ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے ختم ہوئی تھی البتہ مدارس اور رفاہی اداروں کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ انمیں ذخیرہ اندوزی ضرورت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ البتہ اس حد تک جمع کئے رکھنا کہ جمع شدہ اشیاء سڑنے لگیں ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

لمافي قوله تعالى (البقرة : ۵۷): وظللنا عليكم الغمام وانزلنا عليكم المن والسلوىٰ الاية

وفي تفسير ابن كثير (۸۴/۱) تحت هذه الاية : عن وهب بن منبه: السلوى طير سمين مثل الحمامة كان يأتيهم فياخذون منه ....فخبأوا للغد فنتن اللحم وخنز الخبز.

وهكذا في الدرالمنثور للسيوطي (۱۷۲/۱)

(۴۷۷) پیدائش سے قبل سانس بھی متعین ہوتے ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچہ کی پیدائش سے قبل یا پیدائش کے بعد وہ کون سی چیزیں ہیں جن کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے مثلاً ہم نے سنا ہے کہ پیدائش سے پہلے ہی اس کا رزق، عمر، سعید ہوگا یا بد بخت یہ تمام امور متعین کر دیئے جاتے ہیں۔اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا انسان کے تمام سانس بھی لکھ دیئے جاتے ہیں کہ یہ بندہ اتنے سانس لے گا؟ اگر اس کا ذکر کہیں قرآن وحدیث میں موجود ہو تو لکھ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں بچہ کی پیدائش سے قبل جن چار چیزوں کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) یہ مرد ہوگا یا عورت (۲) رزق کتنا استعمال کرے گا (۳) اس کی عمر کتنی ہوگی (۴) سعید ہوگا یا شقی۔

نیز عمر کی تعیین سانس کے ذریعے سے ہوتی ہے یا نہیں قرآن وسنت میں اس کی صراحت موجود نہیں ہے البتہ عمومی روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سانس بھی متعین ہوتے ہیں۔

لقوله تعالى (یٰسٓ : ۱۲): وكل شئ احصيناه فى امام مبين ٥

(الانعام : ۵۹): وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو ط ويعلم مافى البرو البحر ط وماتسقط من ورقة الايعلمها ولاحبة فى ظلمات الارض ولارطب ولايابس الافى كتاب مبين ٥

وفى الدرالمنثور (۱۷/۷/۱): يآايها الناس ان كنتم فى ريب من البعث فاناخلقناكم من تراب ثم من نطفة الاية............اخرج احمد والبخارى ومسلم وابوداؤد والترمذى والنسائى وابن ماجة وابن المنذر وابن ابى حاتم والبيهقى فى شعب الايمان عن عبدالله بن مسعود قال حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق ان احدكم يجمع خلقه فى بطن امه اربعين يوما نطفة ....ثم يرسل اليه الملك فينفخ فيه الروح ويؤمر باربع كلمات يكتب رزقه واجله وعمله ......الى آخر الحديث ...... واخرج الحكيم الترمذى فى نوادرالاصول وابن ابى حاتم عن ابن مسعود ......وفيه يقال للملك: اذهب الى ام الكتاب فانك ستجد فيه قصة هذه النطفة ....واخرج ابن جرير عن ابن مسعود ...... قال يارب فماصفة هذه النطفة ......اذكر ام انثى ؟مارزقها؟ وماجلها؟اشقى ام سعيد ؟فيقال له انطلق الى ام الكتاب فاستنسخ منه صفة هذه النطفة. والله اعلم بالصواب

(۴۷۸) کرامات اولیاء کا ثبوت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کرامات اولیاء حق ہیں؟ اگر کوئی شخص ان کا انکار کرے

تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... کرامات اولیاء کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت والجماعت اتفاقی طور پر ان کی حقانیت کے قائل ہیں۔ البتہ جو شخص اس کے باوجود کرامات کا منکر ہو وہ اپنی خواہش کا غلام اور گمراہ ہے۔

لقوله تعالى (آل عمران: ۳۷):- كلما دخل عليها زكريا المحراب لا وجد عندها رزقا ج قال يامريم انى لك هذا ط قالت هو من عند الله ط ان الله يرزق من يشاء بغير حساب ٥

وفى الصحيح للبخارى (۲/۵۸۷): قال هشام بن عروة فاخبرنى ابى قال لما قتل الذى ببئر معونة واسر عمرو بن امية الضمرى قال له عامر بن الطفيل من هذا واشار الى قتيل فقال له عمرو بن امية هذا عامر بن فهيرة فقال لقد رأيته بعد ماقُتل رُفع الى السماء حتى انى لانظر الى السماء بينه وبين الارض ثم وضع.

وفيها ايضا (۲/۵۸۵): حدثنى ابراهيم بن موسى قال ....وفيه تصف بعض بنات الحارث حال الخبيب وتقول مارأيت اسيرا قط خيرا من خبيب لقد رأيته ياكل من قطف عنب ومابمكة يومئذ وانه لموثق فى الحديد وماكان الارزق رزقه الله.

وفى النبراس (ص ۴۷۵): وكرامات الاولياء حق ....والدليل على حقيقة الكرامات ماتواتر عن كثير من الصحابة ومن بعدهم لايمكن انكاره خصوصا الامر المشترك وان كانت التفاصيل آحاد.

وفى شرح الفقه الاكبر (ص ۷۹): والكرامات للاولياء حق اى ثابت بالكتاب والسنة ولاعبرة بمخالفة المعتزلة واهل البدعة فى انكار الكرامة.

(۴۷۹) سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کرنے کی حقیقت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ہم نے سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کئے'' اب معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ سات زمینیں اور سات آسمان کہاں ہیں اور کیسے ہیں اور ان میں کوئی مخلوق آباد ہے یا نہیں؟ اگر آباد ہے تو وہ کون سی شریعت کی پابند ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... قرآن پاک میں سات زمینوں اور سات آسمانوں کے پیدا کرنے کا ذکر ملتا ہے جس میں یہ تفصیل بھی ہے کہ یہ آسمان اور زمینیں اوپر نیچے تہہ در تہہ ہیں اور ان کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری زمینوں میں مخلوقات آباد ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کس شریعت کی پابند ہیں اس کی صراحت نصوص سے نہیں ملتی۔ البتہ مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں اور سب سے بہتر یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں شریعت نے صراحۃً کوئی چیز بیان نہیں کی اس کی تحقیق میں نہ پڑا جائے خاص طور پر جبکہ وہ معاملہ عمل

سے متعلق نہیں لہٰذا اس تفصیل سے بھی سکوت بہتر ہے۔

لقوله تعالى (الطلاق: ۱۲): الله الذى خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلهن ط يتنزل الامر بينهن لتعلموا ان الله على كل شئ قدير لا وان الله قد احاط بكل شئ علما o

وفى روح المعانى (۲۸/۱۴۲): فقال الجمهور هى ههنا فى كونها سبعا اوكونها طباقا بعضها فوق بعض بين كل ارض وارض مسافة كمابين السماء والارض وفى كل ارض سكان من خلق الله عزوجل لايعلم حقيقتهم الاالله تعالى .... واخرج ابن ابى حاتم والحاكم وصححه عن بن عمر مرفوعا ان بين كل ارض والتى تليها خمسمائة عام .... كون مابين كل أرضين خمسمائة سنة كمابين كل سماء ين جاء فى اخبار معتبرة كماروى الامام احمد والترمذى عن ابى هريرة .... والاخبار فى تقدير المسافة بماذكر بين كل سماء ين اكثر من الاخبار فى تقديرها بين كل ارضين واضح ومنها ماهو مذكور فى صحيح البخارى وغيره من الصحاح :وفيها ايضا ان ثخن كل سماء خمسمائة عام.

وفى تفسير ابن كثير تحت هذه الاية(۴/۳۴۷): ومن الارض مثلهن اى سبعا ايضا كماثبت فى الصحيحين من ظلم قيد شبر من الارض طوقه من سبع ارضين وفى صحيح البخارى خسف به الى سبع ارضين .....ومن حمل ذلک على سبعة اقاليم فقد ابعد النجعة واغرق فى النزع وخالف القرآن والحديث بلامستند.

(۴۸۰) روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ روضہ اطہر پر جا کر "الصلوة والسلام عليک يارسول الله" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... روضہ اطہر پر مذکورہ کلمات سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔

لمافى المشكوة (ص۸۷): عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ من صلى على عند قبرى سمعته ومن صلى على نائيا ابلغته.

وفى عمدة القارى (۸/۴۰): وكان ابن عمر اذا قدم من سفر اتى قبره المكرم فقال السلام عليک يارسول الله.

وفى مناسک ملاعلى القارى (ص۵۰۸): ثم توجه مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف

السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته.وهذا القدر مماثبت فی الاثر وقد اقتصوعلیه بعض الاکابر کابن عمر واختار بعضهم الاطالة من غیر الملالة وعلیه الاکثر ویؤیده ماورد فی الاخبار والآثار من فضیلة الاکثار من الصلاة والسلام علی النبی المختار.

(۴۸۱) درود کے الفاظ احادیث میں

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب احادیث کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کا نام آجائے تو وہاں درود پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ درود بھی احادیث کے الفاظ میں داخل ہے یا محدثین اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں؟اگر محدثین کی اپنی اختراع ہے تو پھر مبتدعین کو اپنی طرف سے متعین مقامات (مثلاً اذان سے پہلے یا بعد) پر ان کے مخصوص درود (صلوٰۃ وسلام) پڑھنے سے کیوں منع کیا جاتا ہے؟اور اگر احادیث میں آپ کے نام نامی پر پڑھا اور لکھا جانے والا درود ''صلی اللہ علیہ وسلم'' احادیث سے ثابت ہو یا صحابہ کرام سے ثابت ہو تو مع حوالہ نقل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......احادیث مبارکہ میں جہاں نبی کریم ﷺ کا نام مبارک آجائے تو وہاں جو درود پڑھا جاتا ہے وہ بھی صحابہ سے ہی منقول ہے۔محدثین اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرتے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ سے کسی نے بالمشافہ ملاقات میں ''یا محمد'' یا ''یا رسول اللہ'' کے الفاظ کہے تو ان مواقع پر وہ الفاظ بغیر درود کے نقل کرتے ہیں،اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرتے۔

اور مبتدعین کو ان کے مخصوص ''صلوٰۃ وسلام'' سے منع کرنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ صلوٰۃ وسلام منقول نہیں ہے بلکہ فساد عقیدہ اور التزام کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے لہٰذا اگر فساد عقیدہ اور التزام نہ ہو تو پڑھنا جائز ہے۔

لمافی المشکوة (صـ ۱۱): عن عمر بن الخطاب ﷺ قال بینما نحن عند رسول الله ﷺ ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لایُری علیه اثر السفر ولایعرفه منا احد حتی جلس الی النبی ﷺ فاسند رکبتیه ....وقال یامحمد اخبرنی عن الاسلام.

وفیها ایضاً (صـ ۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرناهذا مالیس منه فهو رد.

وفیها ایضاً (صـ ۲۲): عن عائشة رضی الله عنهاقالت قلت یارسول الله ذراری المؤمنین قال من آبائهم الی آخر الحدیث.

(۴۸۲) کیا ابوطالب ایمان لے آئے تھے؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب مرنے سے پہلے

ایمان لے آئے تھے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جمہور اہل سنت کے نزدیک ابوطالب ایمان نہیں لائے تھے اور اپنے آباء واجداد کی ملت پر دنیا سے رخصت ہوئے۔لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس بارے میں زیادہ بحث نہ کی جائے بلکہ سکوت اختیار کیا جائے۔

لقوله تعالى (التوبة :۱۱۳): ماكان للنبى والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولى قربىٰ الاية

وفى قوله تعالى (القصص:۵۶):انک لاتهدى من احببت ولكن الله يهدى من يشاءؔ وهو اعلم بالمهتدينo

وفى روح المعانى (۲۰/۹۶): تحت آية انک لاتهدى من احببت ....والاية مانطقت به كثير من الاخبار نزلت فى ابى طالب.اخرج عبد بن حميد ومسلم والترمذى وابن ابى حاتم وابن مردوية والبيهقى فى الدلائل عن ابى هريرة قال لما حضرت وفاة ابى طالب اتاه النبى ﷺ فقال ياعماه قل لااله الاالله اشهد لک بها عندالله يوم القيمة فقال :لولا ان يعيرونى قريش يقولون: ماحمله عليها الاجزعه من الموت لاقررت بها عينک فانزل الله تعالى انک لاتهدى من احببت الاية ....ثم انه على القول بعدم اسلامه لاينبغى سبه والتكلم فيه بفضول الكلام فان ذلک مما يتاذى به العلويون بل لايبعد ان يكون ممايتاذى به النبى عليه الصلوة والسلام الذى نطقت الاية بناء على هذه الروايات بحبه اياه والاحتياط لايخفى على ذى فهم.

وفى الصحيح للبخارى) ۱/۱۸۱): حدثنا اسحق ....اخبرنا سعيد بن المسيب عن ابيه انه اخبره انه لما حضرت اباطالب الوفاة جاء ه رسول الله ﷺ فوجد عنده اباجهل بن هشام وعبدالله بن امية بن المغيرة قال قال رسول الله ﷺ لابى طالب اى عم قل لااله الاالله كلمة اشهد لک بها عند الله فقال ابوجهل وعبدالله ابن امية ياابا طالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فلم يزل رسول الله ﷺ يعرضها عليه ويعودان تلک المقالة حتى قال ابوطالب آخر ماكلمهم به هو على ملة عبدالمطلب وابى ان يقول لااله الاالله.

(۴۸۳) جنت کے مینڈھے کا گوشت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں جس مینڈھے کو جنت سے اتارا گیا تھا اس کا گوشت کس نے کھایا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......بعض مفسرین کی صراحت کے مطابق اس مینڈھے کا گوشت پرندوں اور درندوں نے کھایا۔

لمافى حاشية الصاوى على الجلالين (۳/۳۴۳): وفدينا ه بذبح (بكبش)عظيم (من الجنة هو الذى

قربه هابيل جاء به جبرائيل عليه السلام)فذبحه السيد ابراهيم مكبرا............(قوله فذبحه السيد ابراهيم) اى وبقى قرناه معلقين على الكعبة الى ان احترق البيت فى زمن ابن الزبير ومابقى من الكبش اكلته السباع والطيور لان النار لاتوثر فيماهو من الجنة.

(۴۸۴) عید کے دن مبارک باد دینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید الفطر کے دن مبارک باد دینا ثابت یعنی جائز ہے یا نہیں ؟ کیا یہ بدعت تو نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......اگر اس کے التزام کا عقیدہ نہ ہو تو جائز ہے۔

لمافي ردا لمحتار (۲/۱۶۹): والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لاتنكر.

وفى الشامية : (قوله لاتنكر) خبر قوله والتهنئة ....قال المحقق ابن امير الحاج :بل الاشبه انها جائزة مستحبة فى الجملة ثم ساق آثارا باسانيد صحيحة عن الصحابة فى فعل ذلك ثم قال: والمتعامل فى البلاد الشامية والمصرية عيد مبارك عليك ونحوه وقال يمكن ان يلحق بذلك فى المشروعية والاستحباب لمابينهما من التلازم فان من قبلت طاعته فى زمان كان ذلك الزمان عليه مباركا على انه قد ورد الدعاء بالبركة فى امور شتى فيوخذ منه استحباب الدعا بها هنا ايضا اه.

(۴۸۵) روضہ اقدس پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت کریمہ ﴿ولو انهم اذظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروالله واستغفر لهم الرسول لوجدوالله توابارحيما﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں جا کر کوئی دعا کرا سکتا تھا لیکن کیا آج بھی ایسا کر سکتا ہے؟ کیونکہ حضرت مفتی شفیع رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری جیسا کہ آپ کی حیات دنیویہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے الخ۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر آج کوئی شخص اپنی حاجات روضہ مبارک کے پاس جا کر پیش کرے کہ آپ میری حاجات سفارش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کریں جیسا کہ عام طور پر لوگ مزاروں پر جاتے ہیں تو ایسا کرنا شرعا درست ہے یا نہیں؟ تفصیل سے بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......حضور ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جا کر اپنی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور شفاعت کرانا درست ہے البتہ خود حضور ﷺ کی ذات سے حاجت طلب کرنا درست نہیں بلکہ شرک ہے۔ یہ آیت کریمہ اگر چہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی

لیکن اب بھی کوئی جا کر رفع حاجت کے لئے شفاعت طلب کرے گا تو جائز ہے چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے حضور ﷺ کے روضہ مبارک کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کی تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں تو اس نے خواب میں دیکھا کہ آپ اس اعرابی کی مغفرت کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔

لمافی روح المعانی (۵/۷۱):"ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک" علی اثرظلمهم بلاريث متوسلين بک تائبين عن جنايتهم غير جامعين ....فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول وسأل الله تعالى ان يقبل توبتهم ويغفر ذنوبهم.

وفي احكام القرآن للقرطبي (۵/۲۶۵): "ولو انهم اذظلموا انفسهم جاء وک "روى ابو صادق عن على :قال قدم علينا اعرابى بعد مادفنا رسول الله ﷺ بثلاثة ايام فرمى بنفسه على قبر رسول الله وحثا على رأسه من ترابه ؟فقال :قلت يارسول الله فسمعنا قولک،ووعيت عن الله فوعينا عنک وكان فيماانزل الله عليک ولو انهم اذظلموا انفسهم،الاية وقد ظلمت نفسي وجئتک تستغفر لى ،فنودى فى القبر انه قد غفر لک.

وفي تفسير ابن كثير (۱/۲۶۱): ولو انهم اذظلموا انفسهم الاية يرشدالله تعالى العصاة والمذنبين اذا وقع منهم الخطاء والعصيان ،ان ياتوا الى الرسول فيستغفروا لله عنده ويسألوه ان يستغفرلهم فانهم اذافعلوا ذلک تاب الله عليهم ورحمهم وغفر لهم،ولهٰذا قال لوجدوالله توابارحيما وقد ذكر جماعة منهم الشيخ ابومنصور الصباغ فى كتابه الشامل الحكاية المشهورة عن العتبى قال :كنت جالسا عند قبرالنبى ﷺ فجاء اعرابى فقال:السلام عليک يارسول الله ....وقد جئتک مستغفرالذنبي مستشفعا بک الى ربى ثم انشأ يقول ؎

ياخير من دفنت بالقاع اعظمه	فطاب من طيبهن القاع والاكم
نفسي الفداء لقبر انت ساكنة	فيه العفاف وفيه الجود

ثم انصرف الاعرابى فغلبتني عيني فرأيت النبى ﷺ فقال ياعتبى الحق الاعرابى فبشره ان الله قدغفرله.

(۴۸۶) آپ ﷺ پر سلام اور اس کا جواب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حدیث کا ترجمہ نظر سے گزرا جس کا حاصل یہ ہے کہ "نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کو سلام

کا جواب لوٹا تا ہوں''۔ اب سوال یہ ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کو روضہ مبارک میں حیات حاصل ہے تو پھر اس روح کو لوٹانے کا کیا مطلب ہے؟ براہ کرم اطمینان بخش جواب دے کر میرے اس خلجان کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں روح کو لوٹانے کے کئی مطلب علماء نے بیان کئے ہیں:

(۱) حضور ﷺ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کی جناب کی طرف ہر دم متوجہ رہتی ہے جس کی وجہ سے آپ کی ساری توجہ اسی طرف مرکوز رہتی ہے۔ جب کوئی شخص سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس حالت سے دوسری حالت کی طرف آپ کی روح لوٹاتے ہیں تا کہ آپ اس کا جواب دے سکیں۔

(۲) روح کا لوٹانا کنایہ ہے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ انہیں درود پڑھنے والے کا بتلاتے ہیں یعنی حقیقۃً روح نہیں لوٹائی جاتی بلکہ صرف یہ بتلایا جاتا ہے کہ فلاں نے سلام کہا البتہ اس کو روح لوٹانے سے تعبیر کیا۔

(۳) اس روایت کی وجہ سے شبہ میں پڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اہل سنت کے مذہب کے خلاف نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ اگر روایت کو اپنے معنی پر باقی رکھ کر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ روایت خود حیات انبیاء کی دلیل ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اگر سلام کے وقت آپ کی روح کو واپس لوٹانا تسلیم کیا جائے تو کوئی وقت ایسا نہیں جس میں کائنات میں کوئی بھی شخص آپ پر درود وسلام نہ بھیج رہا ہو، تو اس معنی کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے کہ آپ کی روح ہمیشہ آپ کے جسد مبارک میں رہتی ہے اور اسی کا نام حیات ہے۔

لمافی المشکوۃ (صـ۸۶): عن ابی هریرة ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیه السلام.

وفی المرقات (۲/۳۴۱): تحت هذه الروایة ......قال القاضی لعل معناه ان روحه المقدسة فی شأن مافی الحضرة الالٰهیة فاذابلغه سلام احدمن الامة رد اللہ تعالی روحه المطهرة من تلک الحالة الی رد من سلم علیه ....وقال ابن الملک رد الروح کنایة عن اعلام اللہاياه بان فلانا صلی علیه.

وفی الحاوی للفتاوی (۲/۱۵۱): ان الرد یستلزم الاستمرار لان الزمان لایخلوا من مصل علیه فی اقطار الارض فلایخلوا من کون الروح فی بدنه ....راجعت کتاب الفجر المنیر فیمافضل به البشیر والنذیر للشیخ تاج الدین بن الفاکهانی المالکی فوجدته قال فیه ....یؤخذ من هذا الحدیث ان النبی ﷺ حی علی الدوام وذلک انه محال عادة ان یخلوا الوجود کله من واحد مسلم علی النبیا فی لیل اونهار.

(۴۸۷) درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیوں ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب درود پڑھا جاتا ہے تو تمام انبیاء میں سے صرف

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی کیوں تشبیہ ذکر کی جاتی ہے جیسے " کماصلیت علی ابراهیم"۔حالانکہ کتنے ہی دوسرے انبیاء بھی گزرے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خاص کرنے کی کئی وجوہات علماء نے ذکر فرمائی ہیں:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کے واسطے لیلۃ المعراج میں ہمیں (امت محمدیہ کو) سلام کہلوایا لہٰذا ہمیں بھی ایسا کرنے کا حکم دیا گیا۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارا نام مسلمان رکھا اس پر ان کی فضیلت کے اظہار کے لئے صرف ان ہی کو خاص کیا۔

۳۔ درود شریف سے مقصود دعا کرنا ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا اسی طرح ہمارے نبی علیہ السلام کو بھی خلیل بنائیں۔

۴۔ آپ چونکہ نسب کے اعتبار سے آپ علیہ السلام کے آباء میں شامل ہیں اس لئے ایسا کیا گیا۔

۵۔ آپ بقیہ تمام انبیاء میں افضل ہیں۔

۶۔ آپ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتدا کا حکم دیا گیا اس لئے درود میں بھی ان ہی کو خاص کیا گیا۔

لمافی الدرالمختار (۱/۵۱۴): وخص ابراهيم لسلامه علينا،اولانه سمانا المسلمين اولان المطلوب صلاة يتخذ بهاخليلا.

وفی الطحطاوی علی الدر (۱/۲۲۶): (قوله لسلامه علينا) ای ليلة المعراج حيث قال ابلغ امتک منی السلام (قوله اولانه سماناالمسلمين) كمااخبر تعالى بقوله هو سماكم المسلمين.

وفی ردالمحتار علی الدرالمختار (۱/۵۱۴): نقل اولا كمانقل فی الطحطاوی ثم قال .... واجيب باجوبة اخرى :منها ان ذلک لابوته ....ولرفعة شانه فی الرسل وكونه افضل بقية الانبياء على الراجح ....وللامر بالاقتداء به فی قوله تعالى ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا.

(۴۸۸) سید کون ہیں؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل اکثر لوگ اپنے نام کے ساتھ "سید" لکھتے ہیں۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سید کا مصداق اصل میں کون ہے؟ اور کون کون لوگ اس میں شامل ہیں؟ نیز نبی علیہ السلام نے سب سے پہلے سید کا لفظ کس کے لئے استعمال کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......سیّد کے مصداق وہ لوگ ہیں جو حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عباس اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سے

ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے سید کا لفظ کس کے لئے استعمال کیا تھا اس کی صراحت نہیں مل سکی البتہ بعض روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال فرمایا۔

لمافی الصحیح لمسلم (۲/۲۷۹): حدثنی زهیر بن حرب .... حدثنی یزید بن حیان قال انطلقت انا وعمر بن مسلم الی زیدبن ارقم فلما جلسنا الیه ...... قال قام رسول الله ﷺ یوما فینا خطیبا ...... وذکر الحدیث وفیه ثم قال واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی فقال له حصین ومن اهل بیته یازید الیس نساء ه من اهل بیته قال نساء ه من اهل بیته ولکن اهل بیته من حرم الصدقة بعده قال ومن هم قال هم آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس قال کل هؤلاء حرم الصدقة.

وفی الصحیح للبخاری (۱/۵۳۷): عن ابی سعیدنالخدری ان اناسا نزلوا علی حکم سعد بن ابراهیم فارسل الیه فجاء علی حمار فلمابلغ قریبا من المسجد قال النبی ﷺ خیرکم اوسیدکم فقال یاسعد وذکر الحدیث.

وفی الحاوی للفتاوی (۲/۳۲): اسم الشریف کان یطلق فی الصدر الاول علی کل من کان من اهل البیت سواء کان حسنیا، ام حسینیا ام علویا من ذریة محمد ابن الحنفیة وغیره من اولاد علی بن ابی طالب أم جعفر یا أم عقیلیا أم عباسیا ولهذا تجد تاریخ الحافظ الذهبی مشحونا فی التراجم بذلک .... لاشک ان المصطلح القدیم اولی وهو اطلاقه علی کل علوی وجعفری وعقیلی وعباسی کماصنعه الذهبی وکمااشار الیه الماوردی من اصحابنا.

(۴۸۹) آب حیات کا وجود

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ جس نے آب حیات سے پانی پی لیا وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور آب حیات کا کہیں وجود ہے یا صرف یہ بات شہرت کی حد تک ہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آب حیات موجود ہے البتہ اصل آب حیات جنت میں ہی ہوگا۔

لمافی عمدة القاری (۱/۱۷۰): عن ابی سعیدنالخدری رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ وذکر الحدیث وفیه: فیخرجون منها قد اسودوا فیلقون فی نهر الحیاةالحدیث.

(فی نهر الحیاة)......... لان المراد کل مایحصل به الحیاة.

وفی البداية والنهاية (۹۸/۲): وقد ذكر ابن عساكر من طريق وكيع ....ان ذا القرنين كان له صاحب من الملائكة يقال له رناقيل فسأله ذوالقرنين هل تعلم فی الارض عينا يقال لها عين الحياة فذكر له صفة مكانها فذهب ذوالقرنين فی طلبها وجعل الخضر علی مقدمته فانتهی الخضر اليها فی واد فی ارض الظلمات فشرب منها ولم يهتد ذوالقرنين اليها.

(۴۹۰) مجدد اور مہدی میں فرق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہدی اور مجدد کے منصب میں کیا فرق ہے اوران مناصب کے حاملین کو وحی وکشف اورالہام میں سے کون سی چیز حاصل ہوتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں مجدد کا منصب یہ ہے کہ ہر سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک مجدد پیدا فرماتے ہیں جولوگوں کی طرف سے کی گئی کمی یا زیادتی کو ختم کر کے شریعت کو اس کی اصل روح کے ساتھ پیش کرتا ہے۔اور مہدی کا ظہور قیامت کے قریب ہوگا جواس وقت مسلمانوں کے امام ہوں گے اوران کا تعلق اہل بیت سے ہوگا۔نیز وحی خاص ہے صرف رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ جبکہ کشف والہام نبی کے علاوہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عنایت فرماتے ہیں۔

لمافی قوله تعالی (الشوریٰ : ۵۱): وماكان لبشر ان يكلمه الله الاوحيا اومن ورآئ حجاب اويرسل رسولا فيوحی باذنه مايشاء ط الاية

وفی سنن ابی داؤد (۲۳/۲): عن ابی هريرة فيمااعلم عن رسول الله ﷺ قال ان الله يبعث لهذه الامة علی رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها.

وفی المشكوة (۴۷۰/۲): عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف يملأ الارض قسطاوعدلا كماملئت ظلما وجورا يملك سبع سنين.

(۴۹۱) کیا صحیح بخاری کی احادیث دوسری کتابوں پر مقدم ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جومشہور ہے کہ جوحدیث بخاری شریف میں موجود ہے وہ باقی کتب حدیث پر مقدم ہوگی۔اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ اگرکسی روایت کی سند صحیح ہوتو اسے بھی قبول کرنا چاہئے ورنہ بخاری کے علاوہ سارا ذخیرہ حدیث (العیاذ باللہ) ناقابل اعتماد ہوگا۔امید ہے کہ مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداًومصلیاً......بخاری شریف کودوسری کتابوں پر جوفوقیت حاصل ہے وہ مجموعے کے اعتبار سے ہے یعنی "مجموعة من حيث المجموعة" بخاری شریف کودوسری کتب پرترجیح حاصل ہے۔البتہ فرداًفرداً اگرایک ایک روایت کولیا جائے تواس بات کا قوی

احتمال بلکہ فی الواقع ایسا ہے کہ بعض دوسری کتب کی روایات سند کے اعتبار سے بخاری شریف میں موجود روایت سے زیادہ قوی سند سے مروی ہیں۔

اس کا سب سے بڑا نا قابل انکار ثبوت یہ ہے کہ ائمہ متقدمین میں سے بعض حضرات نے بعض احادیث کی سند کے بارے میں فرمایا کہ یہ دنیا کی صحیح ترین سند ہے۔ اگرچہ کسی ایک سند کو ہر اعتبار سے تمام اسناد سے صحیح ترین قرار دینا متأخرین کے نزدیک محل نظر ہے لیکن اس بات پر متأخرین کا اتفاق ہے کہ جن اسناد کے بارے میں ان ائمہ حضرات نے صحیح ترین کا قول کیا ہے وہ کم سے کم ان روایات سے جن کے بارے میں ایسا قول نہیں ملتا ضرور راجح اور صحیح ہیں اور اس طرح کی کئی اسناد بخاری کے علاوہ دوسری کتب میں موجود ہیں اور ان روایات کے بارے میں باقی اسناد کی نسبت سے صحیح ترین کا قول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ (جس میں بخاری کی روایات بھی شامل ہوں گی)۔

اس کے علاوہ دیگر کئی وجوہ کی بناء پر بھی بعض دیگر روایات، بخاری شریف کی بعض روایات پر مقدم ہوں گی لہٰذا یہ کہنا کہ بخاری شریف کی روایات کو فرداً فرداً دوسری تمام روایات پر فوقیت حاصل ہے یہ خلاف حقیقت اور محض پروپیگنڈہ ہے جو ایک خاص طبقے کی طرف سے کیا گیا۔ اور مقصود بخاری شریف کی آڑ میں اپنی خواہشات کی تکمیل ہے تاکہ دینداری کا لبادہ بھی باقی رہے اور اپنی خواہشات پر عمل بھی ہوتا رہے۔

لمافی تدریب الراوی (۱/۹۸): ولم یستوعبا الصحیح ولاالتزماه قیل ولم یفتهما الاقلیل وانکر هذا ....(ولم یستوعبا الصحیح) فی کتابیهما (ولاالتزماه)ای استیعابه،فقد قال البخاری ما ادخلت فی کتاب الجامع الاماصح،وترکت من الصحاح مخافة الطول ......(وانکر هذا) القول البخاری فیمانقله الحازمی والاسماعیلی وماترکت من الصحاح اکثر.

وفیها ایضاً (۱/۷۶): والمختار انه لایجزم فی اسناد انه اصح الاسانید مطلقا. قال شیخ الاسلام: مع انه یمکن للناظر المتقین ترجیح بعضها علی بعض من حیث حفظ الامام الذی رجح واتقانه ،وان لم یتهیأ ذلک علی الاطلاق فلایخلوا النظر فیه من فائدة،لان مجموع مانقل عن الائمة من ذلک یفید ترجیح التراجم التی حکموالها بالاصحیة علی مالم یقع له حکم من احد منهم.

وفی اعلاء السنن (۱۹/۶۵): ان دعوی اصحیة مافی الکتابین اواصحیة البخاری علی صحیح مسلم وغیره انماتصح باعتبار الاجمال ومن حیث المجموع دون التفصیل باعتبار حدیث وحدیث صرح به فی التدریب ....حیث قال ....قد یعرض للمفوق مایجعله فائقا کأن یتفقا علی اخراج حدیث غریب ویخرج مسلم اوغیره حدیثا مشهورا اوممّا وصفت ترجمته لکونها اصح الاسانید، ولایقدح فیماتقدم لان ذلک باعتبار الاجمال. قال الزرکشی :ومن هنا یعلم ان ترجیح

کتاب البخاری علی مسلم وغیره انماالمراد به ترجیح الجملة علی الجملة لا کل فرد من احادیثه علی کل فرد من احادیث الاخر.

(۴۹۲) کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا کیسا ہے؟ اسکی وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... تعظیم واکرام کی غرض سے کسی عالم یا بزرگ کے ہاتھ چومنا جائز ہے البتہ دنیاوی اغراض کے لیے یا عبادت سمجھ کر چومنا جائز نہیں ہے۔

لما فی الهندية (۵/۳۶۹): ان قبل یدعالم اوسلطان عادل لعلمه وعدله لابأس به وان قبل ید غیر العالم او غیر السلطان العادل ان اراد به تعظیم المسلم واکرامه فلا بأس به ...... وان اراد به عبادة له او لینال منه شیئامن غرض الدنیا فهو مکروه.

وفی الدرالمختار (۶/۳۸۳): ولا بأس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک ونقل المصنف عن الجامع انه لابأس بتقبیل ید الحاکم المتدین السلطان العادل ولارخصة فیه لغیرهما...... وفی المحیط ان لتعظیم اسلامه واکرامه جاز وان لنیل الدنیا کره.

(۴۹۳) کیا مکڑی نے غار ثور کے دہانے پر جالا تنا تھا؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشہور یہ ہے کہ مکڑی نے حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے غار حرا کے منہ پر جالا بنایا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو پھر یہ تو ایک اچھی چیز ہوئی جبکہ دوسری طرف مشہور یہ ہے کہ جس گھر میں مکڑی کے جالے ہوں گے اس گھر کے رزق میں برکت نہیں ہوگی۔ دونوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... غار حرا نہیں بلکہ غار ثور کے دہانے پر مکڑی نے جالا تنا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اس کے مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر یہ روایت صحیح تسلیم کر لی جائے تو اس کا مارنا جائز نہ ہوگا البتہ اس کے جالے جو گھروں میں ہوں ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسے فقر کا سبب بتایا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صفائی اور نظافت کے لئے ان کو صاف کیا جاتا ہے اور نظافت وصفائی کے استحباب میں کوئی تردد نہیں ہے۔

لمافی روح المعانی (۲۰/۱۶۱): تحت آیة " ان اوهن البیوت لبیت العنکبوت الایة"............ وقیل لایسن قتلها فقد اخرج الخطیب عن علی کرم الله وجهه قال قال رسول الله ﷺ دخلت انا وابوبکر الغار فاجتمعت العنکبوت فنسجت بالباب فلا تقتلوهن. ذکر هذا الخبر الجلال السیوطی فی

الدرالمنثور والله تعالی اعلم لصحته وکونه ممایصلح للاحتجاج به ....وذکر انه یحسن ازالة بیتها من البیوت لمااسند الثعلبی وابن عطیة وغیرهما عن علی کرم الله وجهه انه قال: طهروا بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکه فی البیوت یورث الفقر وهذا ان صح عن الامام کرم الله وجهه فذاک والافحسن الازالة لمافیها من النظافة ولاشک بندبها.

وفی البدایة والنهایة (۱۷۲/۳): لماخرج من مکة مهاجرالی الله یرید المدینة قال ....قال ابن اسحاق ثم عمدا الی غار بثور جبل باسفل مکة فدخلاه ....فاقتفوا اثره فلمابلغوا الجبل اختلط علیهم فصعدوا الجبل فمروابالغار فرأوا علی بابه نسج العنکبوت الخ.

(۴۹۴) قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا کیسا ہے؟ میرے ایک عزیز جو معذور ہیں وہ نماز میں بھی قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر بیٹھتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شرعاً صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......قبلہ اور کتب شرعیہ کی طرف بلا کسی عذر کے قصداً پاؤں پھیلانا ناجائز ہے جبکہ کتب پاؤں کے برابر ہوں۔ اور اگر کوئی عذر ہو یا پھر کتب پاؤں کے برابر نہ ہوں بلکہ اوپر ہوں یا بہت دور ہوں تو پھر پاؤں پھیلانا جائز ہے۔

لمافی الدرالمختار مع ردالمحتار (۶۵۵/۱): کره مد رجلیه فی نوم اوغیره الیها ای عمدالانه اساءة ادب اوالی مصحف اوشئ من الکتب الشرعیة الاان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاة فلایکره.

وفی الشامیة: "ای عمدا" ای من غیر عذر امابالعذر او السهو فلا. (لانه اساءةادب) افاد ان الکراهة تنزیهیة لکن قدمناه عن الرحمتی ....انه سیأتی انه بمد الرجل الیها ترد شهادته قال وهذا یقتضی التحریم. (مرتفع) ظاهره لوکان الارتفاع قلیلا. قلت ای بما تنتفی به المحاذاة عرفا ....والظاهر انه مع البعد الکثیر لاکراهة مطلقا.

(۴۹۵) قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ کہنا کہ "قبلہ کی طرف پاؤں کرنا بے ادبی ہے" یہ بات کسی حدیث یا فقہ کی کتاب سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور قرآن مجید یا کتب فقہ کو کتنا اونچا رکھنا چاہئے جس سے بے ادبی لازم نہ آئے۔ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً......قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے اس کی صراحت تقریباً تمام کتب فقہ میں موجود ہے۔ اسی طرح کتب حدیث وفقہ کی طرف پاؤں پھیلانا بھی بے ادبی ہے البتہ اگر یہ کتب پاؤں کی برابری سے اس قدر اونچی ہوں جسے عرف میں برابری نہیں سمجھا جاتا تو پھر اس طرف پاؤں پھیلانا جائز ہوگا۔

لمافي الهندية (۵/۳۲۲): مد الرجلين الى جانب المصحف ان لم يكن بحذائه لايكره وكذا لو كان المصحف معلقا في الوتد وهو قدمد الرجل الى ذلك الجانب لايكره.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۶۵۵): كره مدّ رجليه في نوم اوغيره اليها اى عمداً لانه اساءة ادب اوالى مصحف او شيء من الكتب الشرعية الاان يكون على موضع مرتفع عن المحاذاة فلايكره.

وفي الشامية: (مرتفع) ظاهره لوكان الارتفاع قليلا ط. قلت: اى بما تنتفي به المحاذاة عرفا. ويختلف ذلك في القرب والبعد، فانه في البعد لاتنتفي بالارتفاع القليل والظاهر انه مع البعد الكثير لاكراهة مطلقا.

(۴۹۶) مصافحہ کے وقت جھکنا اور سینے پر ہاتھ رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عالم کے مصافحے کے وقت جھکنا اور مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سینہ پر ہاتھ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے رکھا جاتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے اس طرح کرنا صحیح نہیں۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً......مصافحہ کے وقت جھکنا شرعاً جائز نہیں ہے اسی طرح مصافحہ کرنے کے بعد سینے پر ہاتھ رکھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اس سے بھی احتیاط کرنی چاہئے۔

دلائل المسئلة مرت سابقافي رقم السؤال: ۴۶۴

(۴۹۷) اللہ نبی وارث لکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض گاڑیوں کے سوئچ بورڈ پر اللہ نبی وارث لکھا ہوتا ہے۔ کیا ایسا لکھنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً......صورت مسئولہ میں اس قسم کے کلمات لکھنا جائز نہیں اگرچہ لکھنے والے کا عقیدہ صحیح ہو کیونکہ اس میں شرک کا پہلو پایا جاتا ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں غیر کو شریک ماننا لازم آرہا ہے حالانکہ تمام چیزوں کے وارث ومالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ

ہی ہیں کوئی رسول یا فرشتہ یا ولی اللہ تعالی کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا۔

لقوله تعالی (الاسراء:۱۱۱): وقل الحمدلله الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک الایة

(النور : ۴۲):ولله ملک السمٰوٰت والارض ۚ والی الله المصیر ○

(الزمر : ۶): ذٰلکم الله ربکم له الملک ؕ لااله الاهو ۚ فانیٰ تصرفون ○

(الشوریٰ : ۴۹): لله ملک السمٰوات والارض ؕ یخلق مایشاء ؕ الایة

(۴۹۸) چھ کلمات کی حقیقت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قراء حضرات مساجد ومکاتیب میں چھوٹے بچوں کو چھ کلمے یاد کراتے ہیں اوران کے مخصوص نام ہیں جیسے کلمہ طیب، شہادت، تمجید، توحید، استغفار اور ردکفر۔کیا یہ کلمات احادیث سے ثابت ہیں؟ ان کے پڑھنے پڑھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ان چھ کلمات میں سے چار کلمے توبعینہا کتب احادیث میں ملتے ہیں۔ پانچواں اور چھٹا کلمہ بعینہ احادیث میں موجود تونہیں البتہ یہ احتمال ہے ان دو کے الفاظ کومختلف ادعیہ سے لیا گیا ہوان کلمات کو پڑھنا اور پڑھانا ضروری نہیں ہے البتہ ان کلمات کو پڑھنے کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ انہیں سیکھا اور سکھایا جائے۔

نیز احادیث میں ان کے نام مذکور نہیں ہیں اور نہ ہی مروجہ ترتیب ہے ہاں ممکن ہے کہ عوام میں امتیاز کے لئے ان کے نام اور مروجہ ترتیب مشہور ہوگئی ہو۔

لما فی لترغیب والترهیب (۲۶۷/۲): عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ماقال عبد لااله الاالله قط مخلصا الا فتحت له ابواب السماء حتی یفضی الی العرش مااجتنبت الکبائر.

وفیه ایضاً (۲۷۰/۲): عن عبدالله بن عمروبن العاص رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله یستخلص رجلا من امتی علی رؤوس الخلائق یوم القیامة فینشر علیه تسعة وتسعین سجلا کل سجل مثل مد البصر .... فیقول الله تعالی بلی ان لک عندنا حسنة فانه لاظلم علیک الیوم فتخرج بطاقة فیها اشهد ان لااله الاالله واشهدان محمدا عبده ورسوله.

وفیه ایضاً (۲۷۱/۲): عن ایوب رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من قال لااله الاالله وحده لاشریک لهٗ له الملک وله الحمد وهو علی کل شیٔ قدیر کان کعدل محرر اومحررین.

وفیه ایضاً (۲۷۲/۲): عن ابن عمر رضی الله عنهما قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من قال لااله الاالله وحده لاشریک له الملک وله الحمد یحیی ویمیت وهوالحی الذی لایموت بیده الخیر

وھو علی کل شئ قدیر لایرید بہ الاوجہ اللہ ادخلہ اللہ بھا جنات النعیم.

وفیہ ایضاً (۲/۲۷۵): وعن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال افضل الکلام سبحان اللہ والحمدللہ ولاالہ الااللہ واللہ اکبر.

وفیہ ایضا (۲/۲۹۰): عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال لہ قل لاحول ولاقوۃ الاباللہ فانھا کنز من کنوز الجنۃ.

(۴۹۹) لفظ اللہ کو تھوک سے مٹانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کاغذ پر اللہ جل جلالہ لکھا ہو تو اسے تھوک سے مٹانا جائز ہوگا؟ جبکہ اس میں اسم مبارک کی توہین بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں تھوک سے اسم مبارک کو مٹانا جائز نہیں ہے۔

لمافی الھندیۃ (۵/۳۲۲): وقد ورد النھی عن محو اسم اللہ تعالی بالبزاق کذا فی الغرائب.

وفی الدر المختار مع ردالمحتار (۱/۱۷۸): وقد ورد النھی فی محو اسم اللہ بالبزاق.

وفی الشامیۃ :(وقد ورد النھی) فھو مکروہ تحریما.